ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

سیرتِ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

مصنف

خاکپائے درِ مصطفیٰ ﷺ
محمد نواز شاہد

ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

سیرتِ
تاجدارِ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

مصنف

خاکپائے درِ مصطفیٰ ﷺ
محمد نواز شاہد

Marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

83867

نام کتاب .... سیرت تاجدارِ ختم نبوت ﷺ

مصنف .... محمد نواز شاہد

نظر ثانی .... صاحبزادہ سید سعید احمد شاہ گجراتی
علامہ محمد حنیف جلالپوری
فرخ سیر ہاشمی

پروفنگ .... صاحبزادہ سید نذر حسین شاہ گجراتی
صاحبزادہ نور محمد جاوید
ایم بی عامر، پروفیسر بشیر احمد مرزا

کمپوزنگ .... عمران قادر

اشاعت 2010

ناشر .... مدنی کمپوزرز، ظہور الٰہی مارکیٹ گجرات

قیمت .... -/1000 روپے

ملنے کا پتہ

الرحمت انٹر نیشنل پبلک ہائی سکول،

گلی نمبر 1، محلہ رحمان پورہ گجرات

فون: 0300-6233120, 0307-6259839، رہائش: 053-3515966

مہر بک ڈپو، شاہ حسین روڈ گجرات ☆ Cell#:0343-6121748

چوہدری محمد اعظم ☆ **کاشف ٹریڈرز** ☆

شاپ نمبر 52، ظہور الٰہی سٹیڈیم گجرات ☆ Cell#:0300-6243976

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

مرشدِ کریم

قبلہ شیخ الحدیث

حضرت پیر سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

المعروف قبلہ حاجی شاہ صاحبؒ کے نام

جن کے فیض کمال سے اور

والدین کریمین کے نام

جن کی خصوصی دعاؤں سے

اس قابل ہوا کہ اس شاہکار کو پایۂ تکمیل کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

(محمد نواز شاہد گجراتی)

Marfat.com
Marfat.com

عرضِ ناشر

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اِس خاکسار کو اپنے پیارے محبوب حضور خاتم النبین ﷺ کی مدح سرائی کا موقع عطا فرمایا۔ اور آج اس کی تکمیل پر بہت پُر مسرت ہوں۔ خدا تعالیٰ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں قبول فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

یہ سب میرے مرشدِ کریم حضور قبلہ شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے جانشین، امینِ فیضانِ حضور شہنشاہِ ولایت رحمتہ اللہ علیہ، پیر طریقت حضور قبلہ صاحبزادہ سید ولی حسین شاہ المعروف پیر بُلھے شاہ صاحب گجراتی (مدظلہ) کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ پانچ سال کی محنت ثمر آور ہوئی۔

محمد نواز شاہد

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترتیب عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	تقریظ (از محمد حنیف جلالپوری)	21
2	چند کلماتِ خیر (از پروفیسر بشیر احمد مرزا)	23
3	تقریظ (از ایم-بی-عامر)	25
4	تقریظ (از فرخ سیر ہاشمی)	27
5	آغاز	31
6	باب نمبر 1 (حیاتِ مبارکہ رسولِ خدا ﷺ (مختصر خاکہ)	34
7	باب نمبر 2 (رحمۃ للعالمین ﷺ)	37
8	باب نمبر 3 (محسنِ انسانیت ﷺ)	40
9	باب نمبر 4 (انوارِ مصطفیٰ ﷺ)	42
10	مقدمہ اول (از مصنف)	43
11	گذارش ناشر	45
12	تاریخ عرب قبل طلوع اسلام	46
13	سلام بحضور رسالت مآب ﷺ	52
14	ہدیہ تبریک بحضور سرور کائنات ﷺ	53
15	احمد مصطفیٰ ﷺ کے مختصر خاندانی حالات	55
16	شواہدات نبوت	67

Marfat.com
Marfat.com

17	نقشہ مکہ مکرمہ	
18	حیات رسول کریم ﷺ پر طائرانہ نظر	74
19	ظہور قدسی	75
20	اسم مبارک	79
21	دیگر اسمائے رسول کریم ﷺ	82
22	رضاعت	90
23	حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر رحمتوں کا نزول	92
24	شق صدر (اول)	93
25	حضور سرور عالم ﷺ کا گم ہونا	94
26	آغوش مادر میں اور حضرت آمنہؓ کا وصال	95
27	شفیق دادا کی کفالت میں	96
28	حضرت عبدالمطلب کی وفات/حضرت ابو طالب کی کفالت میں	97
29	ملک شام کا پہلا سفر	98
30	حرب فجار میں شرکت	100
31	نقشہ	
32	معاہدہ حلف الفضول	102
33	شام کا دوسرا سفر	102
34	سیدہ خدیجہؓ سے شادی	104
35	خطبات نکاح	104
36	تعمیر بیت اللہ شریف اور کعبہ کی عمارت	106
37	نقشہ کعبہ شریف	

Marfat.com
Marfat.com

38	احباب رسول اللہ ﷺ	108
39	مشاغل (کاروبار)	109
40	خلوت پسندی (نقشہ غار حرا)	111
41	پہلی وحی	113
42	نزول وحی کی بندش	114
43	وحی رب قدیر کے اثرات	115
44	اول رہروان اسلام	117
45	اہل قریش کا رویہ	119
46	اولین گستاخان رسول ﷺ	120
47	دیگر اہل قریش کا رویہ	121
48	مظلوم مسلمانوں کے اسمائے مبارک	124
49	مقدس خواتین اسلام	126
50	کفار مکہ کا وفد بارگاہ رسالت میں	126
51	ہجرت حبشہ (اول) سنہ ہجری (نقشہ)	128
52	سید الشہداء حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا	131
53	امیر المومنین حضرت عمرؓ کا اسلام لانا	132
54	فاروق لقب	136
55	بنی عبد مناف کا اجتماع	137
56	کفار مکہ کو چار عظیم دھچکے/شعب ابو طالب کا منظر	138
57	عہد نامہ کا خاتمہ	139
58	قریش کا وفد حضرت ابو طالبؓ کے حضور	141

Marfat.com
Marfat.com

59	عام الحزن/حضرت ابوطالبؓ کی آخری وصیت	143
60	حضور سرور کونین ﷺ طائف میں	144
61	سفر طائف کے بعد کی دعا	146
62	جنات کا اسلام لانا/ مکہ شریف میں دوبارہ تشریف آوری	147
63	بعد از طائف تبلیغی سرگرمیاں	149
64	تجارتی منڈیوں میں دعوت حق	151
65	انشقاق قمر/ یثرب (مدینہ) سے اول مسلمان	153
66	بیعت عقبہ اولی	154
67	برق نامی کنواں کا واقعہ	155
68	بیعت عقبہ ثانی	157
69	معاہدہ کا انکشاف	159
70	ہجرت مدینہ کی تیاری	161
71	ہجرت کے چند نمونے اور کفار مکہ کی چیرہ دستیاں	162
72	قریش کی پارلیمنٹ	163
73	قریش کی ظالمانہ قرارداد	164
74	رسول اکرم ﷺ کو ہجرت کا حکم اور گھر کا محاصرہ	165
75	قیام غار ثور	167
76	نقشہ	
77	قریش کا غصہ اور تعاقب	169
78	غار ثور سے روانگی	170
79	راستہ کے واقعات	170

Marfat.com
Marfat.com

80	ہجرت نبوی کا نقشہ	
81	سراقہ بن مالک کا تعاقب	171
82	قیامِ قبا اور استقبال	173
83	مدینۃ الرسول ﷺ میں تشریف آوری	175
84	نقشہ مدینہ شریف	
85	فضائے مدینہ شریف	179
86	سیرت رسول عربی ﷺ کی چند خصوصیات	180
87	مدنی زندگی پر ایک طائرانہ نظر	183
88	پہلا مرحلہ (مدینہ شریف اور مکہ مکرمہ کے حالات کا موازنہ)	184
89	مدینہ شریف میں پہلا قدم /تعمیر کے کام میں تقسیم کار	188
90	حضرت علیؓ کی مزدوری	189
91	مدینہ میں پہلا اساسی قانون	190
92	اہل مکہ کی دھمکی اہل مدینہ کے نام	192
93	مدینہ پاک کا اقتصادی محاصرہ	193
94	حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا دستہ اور پہلا بت پرست قتل	196
95	مقام بدر	197
96	جاسوسی کا نظام/غزوہ بدر کی فوری وجہ	198
97	وادیٔ بدر/صف بندی کی تکنیکی حیثیت	200
98	ترتیب لشکر/میدانِ بدر میں تیسرا خطاب	201
99	عریش/حضرت سواد بن عزیزؓ کی عقیدت	203
100	میدانِ کارزار اور انفرادی مقابلے	204

Marfat.com
Marfat.com

101	عام جنگ	205
102	فرعونِ امتِ محمدیہ ﷺ (ابوجہل کا قتل)	206
103	مقتولینِ کفار/شہدائے بدر	208
104	روزِ بدر ملائکہ کا تعاون	210
105	حرف آخر/شکست بدر کی مکہ میں خبر	211
106	اسیرانِ بدر سے سلوک	213
107	حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ (انگریزی میں)	214
108	دامادِ رسول ﷺ ابوالعاص (انگریزی میں)	215
109	دختران رسول مقبول ﷺ کی وفات	216
110	ابولہب کی سازش	217
111	بدبخت ابولہب کی موت	219
112	ابوسفیان کی سرداری/غزوہ سویق	220
113	غزوہ بنوقینقاع اور یہودیوں کا مدینہ سے خروج	221
114	نقشہ	
115	غزوہ قرقرۃ الکدر	224
116	غزوہ غطفان/دعثور کا قبول اسلام	224
117	مدینہ پاک میں منافقین کا نیا محاذ	225
118	سریہ زید بن حارثہؓ	226
119	حضرت امام حسن مجتبیٰؓ کی پیدائش/ دختر رسول حضرت ام کلثومؓ کا نکاح	227
120	قریش کا اضطراب اور فیصلہ	228
121	غزوہ احد اور پہاڑ (نقشہ)	229

Marfat.com
Marfat.com

122	جبل اُحد کی فضیلت/ حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ کا کردار	230
123	مدینہ سریف میں ہنگامی صورتحال/لشکر کفار کی آمد اور پڑاؤ	231
124	مدینہ شریف میں مجلس شوریٰ	232
125	لشکر اسلام کی روانگی اور ترتیب	233
126	لشکر اسلام کا معائنہ/ قیام	235
127	حضرت ابوخثیمہ ؓ کی راہنمائی	236
128	نقشہ رسول اکرم ﷺ کی دفاعی حکمت عملی	237
129	مخصوص ہدایات	238
130	قریشی خواتین/قریش کی چالبازیاں	239
131	غزوہ اُحد کا پہلا قتل/ حامل تیغ نبی ﷺ حضرت ابودجانہ ؓ کی شجاعت	240
132	حضرت حمزہ ؓ کا انداز/ حضرت حنظلہ الغسیل ؓ ملائکہ	242
133	شکست کفار	243
134	گھاٹی میں متعین تیزاندازوں کی خوفناک غلطی	245
135	رسول اللہ ﷺ کا دلیرانہ اقدام	245
136	حضور سرورکائنات ﷺ کا زخمی ہونا	247
137	ملعونوں کی عبرتناک موت	248
138	لشکرِ اسلام پر سخت وقت	249
139	پاک دامن خواتین اسلام اور ان کی جانبازی	251
140	خواتین قریش کی بدطینتی/ میدان اُحد میں نماز ظہر	252
141	حضرت عمر فاروق ؓ اور ابوسفیان کا مکالمہ	253
142	شہداء اُحد کی تدفین اور زخمی مجاہدین کی عیادت	254

Marfat.com
Marfat.com

143	مدینہ شریف کی طرف روانگی اور نادر واقعات	256
144	شہدائے اُحد کی تعداد/مقتولین قریش اور غزوہ حمراًالاسد	258
145	حضرت حفصہ بنتِ عمرؓ سے نکاح/غزوہ اُحد کے بعد فوجی مہمات	260
146	سریہ ابو سلمہؓ /حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی مہم	261
147	واقعہ رجیع	262
148	ایک اور سنگین حادثہ/غزوہ بنونضیر (نقشہ بنونضیر)	264
149	غزوہ بنو مصطلق/اُم المومنینؓ حضرت جویرہؓ سے نکاح	267
150	عبداللہ بن ابی سلول کی شرارت/ایک اور شرارت	268
151	غزوہ بدر ثانیہ /غزوہ دُومۃ الجندل	271
152	غزوہ خندق یا احزاب (نقشہ غزوہ خندق)	272
153	معجزاتِ خندق	277
154	خندق کا طول وعرض/لشکر کفار کی آمد اور پڑاؤ	279
155	کفار کی ایک سازش	282
156	معرکہ خندق	284
157	حضرت سعد بن عبادہؓ کا زخمی ہونا	285
158	سرور عالم ﷺ کی دُعا	286
159	شہداء خندق	
160	مقتولین کفار/حضرت صفیہؓ کی بہادری	288
161	حضور سرورانبیاء ﷺ کا بروقت اقدام	289
162	غزوہ بنو قریظہ	292
163	نقشہ بنو قریظہ	

Marfat.com
Marfat.com

164	بنو قریظہ کا انجام	297
165	حضرت سعدؓ کی شہادت	299
166	ابوسفیان کی سازش	300
167	غزوہ بنو قریظہ کے بعد (سلام بن ابی الحقیق کا قتل)	301
168	سریہ محمد بن مسلمۃؓ	303
169	غزوہ بنولحیان	304
170	سریہ ذوالقصہ/سریہ عیص	304
171	سریہ خبط/سریہ دیار بنی کلب	305
172	غزوہ ذی قرد یا غزوہ غابہ	306
173	دیگر سریات و غزوات	307
174	اُم رومانؓ کی وفات/عمرو بن اُمیہؓ کی مکہ روانگی	311
175	موسلا دھار بارش	312
176	عمرہ شریف کا ارادہ اور روانگی	313
177	قریش کی طرف سے ایلچیوں کی آمد	316
178	اہل قریش کے جنگ باز نوجوان	318
179	حضرت عثمانؓ کی سفارت	319
180	صلح نامہ حدیبیہ (نقشہ حدیبیہ)	321
181	شرائط	323
182	معاہدہ حدیبیہ کے اثرات	326
183	شرائط کے ثمرات	327
184	بادشاہوں اور دیگر امراء کو خطوط	329

Marfat.com
Marfat.com

185	نقشہ	
186	مکتوبات رسول خدا/سرکارِ دوعالم ﷺ کا ایک بہت اہم اقدام	341
187	غزوہ خیبر	343
188	حصونِ خیبر	346
189	نقشہ	
190	آغاز جنگ/قلعہ الناعم کی فتح	348
191	قلعہ صعب بن معاذ کی فتح	350
192	قلعہ ذبیر کی فتح /حصن ابی النزار کی فتح	351
193	آخری حصہ الکتیبہ کی فتح اور صلح	352
194	مالِ غنیمت کی تقسیم	353
195	حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی آمد/اُم المومنین حضرت صفیہؓ سے عقد	354
196	حضرت ابوایوب انصاریؓ کی پاسبانی/زہر آلود بکری کا گوشت	355
197	غزوہ خیبر میں مسلم خواتین کی شرکت/واقعہ فدک	356
198	غزوہ وادی القریٰ	357
199	نقشہ	
200	حبسِ شمس	359
201	غزوہ خیبر کے بعد جنگی مہمات	361
202	عمرۃ القضاء	366
203	نقشہ	
204	مکہ کے جگر پارے حضور ﷺ کے قدموں میں	370

Marfat.com
Marfat.com

205	جنگِ موتہ	373
206	معرکہ موتہ	375
207	نقشہ	
208	جنگ موتہ کے شہدأ اوراس کے اثرات	382
209	سریہ ذات السلاسل	383
210	سریہ ابوعبیدہ بن الجراح ؓ	385
211	مسلمانوں کا عروج (عظیم فتح)	385
212	سردارِ قریش ابوسفیان کی سفارت	388
213	لشکرِ اسلام کی خفیہ تیاری	389
214	حضرت حاطب کے خط کا متن/لشکر اسلام کی روانگی اور حضرت عباس ؓ کی ملاقات	390
215	نقشہ فتح مکہ	
216	اسلامی لشکر کا پڑاؤ/سردارِ قریش ابوسفیان کی حاضری	393
217	لشکرِ اسلام کی قوت کی نمائش	395
218	فخرِ موجودات ﷺ کا مکہ معظمہ میں ورودِ مسعود	397
219	کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کرنا	399
220	کعبہ شریف میں داخلہ	401
221	خطبہ الرسول ﷺ	402
222	شکرانہ ادا فرمانا	403
223	عفوِ عام	404
224	فتح مبین کے بعد رسالت مآب ﷺ کی رعنایاں (نقشہ)	406
225	قیامِ مکہ شریف	411

Marfat.com
Marfat.com

226	فاطمہ بنتِ اسود کا فیصلہ/ بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا ثواب	412
227	بت شکنی کے اقدامات	413
228	حضرت صدیق اکبرؓ کے والد ابوقحافہ کا اسلام لانا	415
229	فتح مکہ کے اثرات	416
230	فتح مکہ ایک تاریخ ساز معرکہ	417
231	غیر مسلم دانشوروں کی تحریر	420
232	غزوہ حنین (نقشہ)	422
233	لشکرِ کفار کی جاسوسی کرنا	424
234	لشکرِ اسلام کے جاسوس/لشکرِ اسلام کی مکہ سے روانگی	425
235	لشکرِ اسلام پر مشکل وقت	426
236	شیبہ بن عثمان/لشکرِ ہوازن کی شرمناک ہزیمت	429
237	درید بن الصمہ کا قتل	430
238	معرکہ اوطاس/غزوہ طائف/قلعہ کا محاصر	431
239	عیینہ بن حصن	434
240	صخر بن عیلہ الاحمسیؓ اور محاصرہ اٹھانے کی وجوہات	435
241	جعرانہ میں آمد اور مالِ غنیمت کی تقسیم	437
242	وفد ہوازن کی آمد	438
243	لشکریوں میں حزن وملال	439
244	مدینہ شریف واپسی اور عمال کی تعیناتی	441
245	عمال کا نقشہ	
246	سریہ عیینہ بن حصن خزاری	443

Marfat.com
Marfat.com

247	سریہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط/سریہ قطبہؓ بن عامر	444
248	سریہ ضحاکؓ بن سفیان/سریہ علقمہؓ بن مجزز/سریہ حضرت علیؓ	445
249	غزوہ تبوک	449
250	وجوہات /فوری وجہ	451
251	لشکر کشی کا قطعی فیصلہ	452
252	لشکرِ اسلام کی روانگی /دیارِ ثمود	454
253	پانی کی قلت اور حضور ﷺ کا معجزہ	455
254	قیامِ لشکر	456
255	حضور ﷺ کی ناقہ کا گم ہونا	457
256	حاکم ایلاء سے صلح نامہ/حاکم دومۃ الجندل کی گرفتاری	459
257	ذوالبجادین حضرت عبداللہؓ	460
258	لشکرِ اسلام کی واپسی	461
259	حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ اور دیگر تخلف کرنے والے اصحاب	462
260	اثراتِ غزوہ تبوک	463
261	۹ ہجری کے واقعات	464
262	شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی کی وفات/مسجدِ ضرار کا مسمار	465
263	سیدہ اُم کلثومؓ زوجہ حضرت عثمان کی وفات/حضرت ابو بکر صدیقؓ امیر الحجاج	466
264	عام الوفود (نقشہ)	468
265	بنو سعد بن بکر کا نمائندہ	472
266	نجران کا اُسقف حاضر خدمت	478
267	دعوت تبلیغ وارشاد اور اس کے اثرات	480

Marfat.com
Marfat.com

268	سریہ حضرت خالد بن ولید بطرف نجران	483
269	حضور سرور دو عالم ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیمؑ کی وفات	484
270	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی یمن روانگی	484
271	حضرت ابوذر غفاریؓ بارگاہِ رسالت ﷺ میں	485
272	حضرت علی المرتضیٰؓ بطرف یمن/ حجۃ الوداع	487
273	سابقہ انبیاء کی سواریاں	490
274	قیام منیٰ	493
	شہنشاہ کون و مکان ﷺ کا منبر مبارک	494
275	تکمیلِ دین کا مژدہ	495
2756	اُمت کیلئے دُعا	496
277	مزدلفہ سے روانگی	497
278	وادیِ محسر سے گزرنا/ رمی جمرات	498
279	نقشہ (میدان عرفات میں مسجد نمرہ)	
280	دوسرا خطبہ مبارک	500
281	حلقہ کروانا/ زم زم شریف پر تشریف آوری	501
282	خیف بنو کنانہ میں قیام/ مدینہ شریف کی طرف روانگی	502
283	خلاصہ خطبات نبویہ	503
284	خطبہ عرفات	504
285	خطبہ منیٰ	505
286	خطبہ غدیر خم	506
287	مسیلمہ کذاب کا خط	507

Marfat.com
Marfat.com

288	دیگر کذاب	508
289	جیشِ حضرت اسامہ بن زیدؓ	509
290	نقشہ	
291	عاشقانِ دلفگار کی ملاقات	513
292	مرض کا آغاز	515
293	رحلت مبارکہ سے پانچ روز قبل	516
294	عدل وانصاف کے شہنشاہ نبی ﷺ	517
295	انصار کے بارے میں وصیت (نقشہ منبر رسول)	518
296	حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کا حکم	519
297	حضرت علی المرتضیٰؓ کے تاثرات	521
298	رحلت سے دوروز قبل	522
299	رحلت سے ایک روز قبل	523
300	حیاتِ مبارکہ کا آخری روز	524
301	حضرت جبرائیلؑ کی حاضری	527
302	وصال مبارک کا دن	528
303	عمر شریف/غسل مبارک	529
304	قبرانور	530
305	روضۂ انور کا نقشہ	
306	مبارک کفن / نماز جنازہ	532
307	تدفین سرورِ کائنات ﷺ	533
308	ہادئ برحق حضور سرورِ کائنات ﷺ کی جدائی پر صحابہ کرام کا حال	535

Marfat.com
Marfat.com

309	سقیفہ بنی ساعدہ پر فیصلہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت	540
310	حضور سرور دو جہاں ﷺ کا کمال حسن	546
311	حضور ﷺ کے شمائل مبارکہ کے کمالات اور فضائل	547
312	حضور ﷺ کے دیگر رشتہ دار	569
313	عمات النبی	571
314	ذکر اولاد نبی ﷺ (صاحبزادگان)	572
315	صاحبزادیاں	574
316	حرف آخر	579
317	ارمغانِ اختتام	583
318	مسودات کی نظر ثانی کرنے والے	585
319	اقتباسات	587

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

نبی محترم، شفیع امم، رحمتِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے روشن نقوش تا قیامت انسانوں کیلئے دلیل راہِ مستقیم اور معیارِ حق ہیں۔ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع اور پیروی میں گزرنے والی زندگی ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و منظور ہے۔ جب ہم کبھی غور کرتے ہیں۔ تو یہ بات ہمارے علم میں آتی ہے۔ کہ سابقہ انبیاء و رسل جن کی تعداد ہزاروں لاکھوں میں تھی۔ ان کے حالات و واقعات سے ہم مطلقاً بے خبر ہیں۔ سوائے ان محدودے چند پیغمبروں کے جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ یا حدیث میں کسی نہ کسی صورت میں مذکور ہے۔ یعنی سابقہ انبیاء و مرسلین کا ذکرِ خیر بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مرہونِ منت ہے۔ جبکہ اس امت کے علماء کرام اور سیرت نگاروں نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا لمحہ بہ لمحہ محفوظ کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ، اوصاف حمیدہ، خصائل و شمائل، فضائل و معجزات، تعلیم و ارشادات کو ضبط تحریر میں لے آئے۔ پھر کئی جہتوں اور زاویوں سے اس پر قلم اٹھایا۔ اور سیرت طیبہ کی وسعت اور ہمہ گیری ایسی ہے کہ تشنگی مزید بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بڑے بڑے اجلہ علمائے کرام سیرت نگار اور قادر الکلام شاعر زندگی بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں رَطبُ اللسان رہے۔ اور آخر میں یہی کہتے ہوئے دنیا سے اُٹھ گئے۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے　　مگر تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

چونکہ سیرتِ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا خود خدائے بزرگ و برتر کا حکم ہے۔ وہ لوگ جو سیرت کی خوشبو کو کسی نہ کسی صورت معاشرے میں مہکاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر، زندگی بھر کے شب و روز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی مساعی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو تصنیف و تالیف کے ذریعے سامنے لاتے ہیں۔ اور امت کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اجلی سیرت سے واقف کراتے ہیں۔ اور ان کے اندر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں کرتے ہیں۔ ایسے لوگ امتِ محمدی کا سرمایہ ہیں اور ان کی قلمی کاوشیں لائق تحسین ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

پیشِ نظر کتاب ''سیرت تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مؤلف ممتاز ماہر تعلیم محمد نواز شاہد صاحب (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) گجرات کے علمی، ادبی اور مذہبی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ اس سے پہلے بھی متعدد کتب لکھ چکے ہیں۔ اور بطور تذکرہ نویس اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ اور اس کتاب کی تالیف سے انہیں ابدی اور ازلی سعادت میسر آئی ہے۔ کہ انہیں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر قلم اٹھانے کا موقع نصیب ہوا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

محترم محمد نواز شاہد گجراتی نے سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے فوراً بعد اپنے وقت کا بہترین مصرف از سرِ نو سیرت طیبہ کے مطالعہ کو بنالیا۔ اور جب سیرت پر ڈھیروں کتب کا مطالعہ کر لیا۔ تو ان کے اندر اپنے انداز اور اسلوب میں سیرت کی کتاب لکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور سابقہ چند سالوں کی کڑی محنت اور لگن کا اظہار اس کتاب کی تالیف کی شکل میں پورا کر دیا۔

زیرِ نظر کتاب دراصل سیرت کی بڑی کتب کا خلاصہ ہے۔ البتہ ایک ایک سطر تحقیق سے عبارت ہے۔ اور ایک ایک لفظ خوشبوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر اور معنبر ہے۔

جا بجا قرآن وحدیث سے اصل عربی عبارات و متون تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ سال بہ سال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے واقعات، دینی مساعی، جنگی مہمات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، تعلیمات، ارشادات، اخلاق اور اوصاف کا نہایت خوبصورت انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب سے جہاں سینکڑوں، ہزاروں مسلمانوں کو سیرت طیبہ کی روشنی میں زندگی گزارنا نصیب ہوگی۔ وہاں اس کے ذریعے فاضل مؤلف کو دارین کی عزتیں بھی نصیب ہوں گی۔ (انشاء اللہ)

اور حقیقت میں یہ عمل محترم محمد نواز شاہد گجراتی کیلئے آخرت کا سرمایہ ثابت ہوگا۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ کریمانہ میں دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو قبولِ عام عطا فرمائے۔ اور اسے عامۃ المسلمین کی رشد و ہدایت حصولِ رضائے ربی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب کا ذریعہ بنائے اور مؤلف کتاب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

83867

دعا گو

محمد حنیف جلالپوری نعیمی

امیر ادارہ نعیم الاسلام، جلالپور جٹاں ضلع گجرات

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند کلماتِ خیر

بفضلہٖ تعالیٰ سیرت پر کافی کتب کے مطالعے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ مصنفین و مؤلفین نے اپنی اپنی جستجو اور تحقیق کے مطابق بہت کام کیا ہے۔ ہر کسی کی کاوش بے نظیر و بے مثال ہے۔ ہر تحریر اپنی اپنی جگہ پر منفرد ہے۔ انوکھا رنگ اور انوکھی خوشبو ہے۔ ہر رنگ اور ہر خوشبو جان آفریں اور فرحت افزاء ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ ایک گلدستہ ہے۔ جو طرح طرح کے رنگدار اور خوشبودار پھولوں سے لدا ہوا ہے۔ ہر پھول ایک دوسرے سے جدا ہے۔ وضع قطع، شکل و صورت اور رنگ و بو کے لحاظ سے الگ حیثیت کا حامل ہے۔ لیکن کوئی بھی پھول غیر معیاری اور غیر ضروری نہیں ہے۔ ہر پھول اپنی جگہ پر ایک جداگانہ اہمیت و فضیلت کا حامل ہے۔ بعینہٖ سیرت پر لکھی گئی کتب پھولوں کی مانند ہیں۔ بے شک سب ہی ایک دوسری سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ مگر ہر کوئی اپنی جگہ منفرد اور بے مثال ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی اس پھول کی مانند ہے۔ اسی گلدستے کا حصہ ہے۔ اور اس کی اپنی ایک حیثیت ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''سیرت تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم'' مصنف کی ایک منفرد کاوش ہے۔ ایک لافانی اور آفاقی شخصیت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کو ایک جلد میں سمونا ایسے ہی ہے جیسے دریا نہیں بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ مذکورہ کتاب کے اندر تمام جزئیات تک کو حوالہ جات کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں ضروری سمجھا عربی عبارات اصل متن کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ تاکہ بات سند کے ساتھ ہو۔ غیر ضروری، غیر تحقیقی، حکایات و واقعات اور اسرائیلیات سے کتاب کو خوبصورت، مزین اور ضخیم کرنے کی قطعاً کوشش نہیں کی گئی ہے۔

سیرت پر لکھی گئی یہ کتاب، نو مسلم افراد اور کم پڑھے لکھے لوگوں کیلئے ہی نہیں بلکہ علماء، فضلاء اور صاحب ذوق شخصیات کیلئے بھی معلومات کا ذخیرہ اور ایمان افروز تحفہ ہے۔ دورِ حاضر اور مستقبل میں مقالہ جات لکھنے کیلئے حوالہ جاتی کتب ''Reference Books'' میں بھی اس کا شمار ہوگا۔

فاضل مصنف پر میں نے ایک سوال کیا۔ کہ اس کتاب کو لکھنے کی غرض و غایت کیا ہے؟ کیا یہ کتاب کمرشل پروگرام کا حصہ بنے گی؟ کیا اپنے نام و نمود کی خاطر ہے؟ کیا یہ اپنی شخصیت ابھارنے کیلئے ہے؟ کیا یہ کتاب دنیاوی

Marfat.com
Marfat.com

شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے؟

فاضل مصنف نے جواب دیا۔ کہ اس سوانح جاوداں کا لکھنا نہ تو کاروباری مقاصد کے تحت ہے۔ اور نہ ہی ذاتی نام ونمود کی خاطر ہے۔ بلکہ میں نے "توشۂ آخرت" کی غرض سے لکھا ہے۔ جب میرے سفر آخرت کا آغاز ہوا تو میرے ہاتھ میں سوانح حیات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہوگی۔ جس کی بدولت میرا سفر آسان ہو جائے گا۔ اور روز جزا میرا حساب آسان ہو جائے گا۔ میں بھی امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح نگاروں میں اٹھایا جاؤں گا۔ بس یہی میری خواہش تھی۔ یہی آرزو تھی۔ یہی تمنا تھی۔ جس کی خاطر گزشتہ پانچ سالوں سے یہ کاوش کرتا رہا۔ امید ہے۔ اللہ اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میری کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائیں گے۔ اور بندہ ناچیز کو اپنے مداح خوانوں میں شمار فرمالیں گے۔ (آمین)

محمد نواز شاہد نے ایک اور بات کہی۔ کہ جب بھی کوئی مصنف کچھ تحریر کرتا ہے تو وہ اس دنیا اور اس کے ماحول میں گم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب میں بھی سوانح فخرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن، لڑکپن، جوانی، شباب، ہجرت، غزوات اور جو کچھ بھی ضبطِ تحریر میں لایا۔ اس کے ساتھ ساتھ تصورات و تخیلات کی دنیا میں گھومتا اور جھومتا رہا۔ اور ایسے لگتا تھا جیسے خواب نہیں حقیقت میں ان مناظر کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اور وہ مقدس تصورات وتخیلات بھی میرے لیے سرمایہ حیات ہیں۔ سرمایہ افتخار ہیں۔

اس ایمان افروز تصنیف کی تقریظ لکھنے کا اعزاز حاصل کرنے پر میں ناچیز بھی فخر محسوس کر رہا ہوں۔ تو جس مصنف کا یہ شاہکار ہے کیا اس کے لئے یہ کم سرمایہ افتخار ہے؟۔ اللہ رب العزت اس تصنیف کو مصنف کے لئے سرمایہ آخرت بنائے۔ اور قارئین کرام کو اس سے علمی وروحانی استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نیک تمناؤں کے ساتھ۔

پروفیسر بشیر احمد مرزا
وائس پرنسپل
یونیورسٹی آف گجرات جی ٹی روڈ کیمپس گجرات

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

اللہ رب العزت نے حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے محامد ومحاسن خصائص وامتیازات اور کمالات و معجزات سے نوازا جو کسی اور نبی یا رسول کو عطا نہ ہوئے۔قرآن پاک کی ہر آیت مقدسہ اور ہر لفظ اذکارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وحمد کی دلالت کرتا ہے۔متعدد مقامات پر خالقِ کائنات نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنے ذکرِ معظم کے ساتھ فرمایا ہے۔اور اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے پیارے نبی کی اطاعت کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہر مسلمان کیلئے ''اسوۂ حسنہ'' ہے۔دلیل منزل ہے۔شمع ہدایت ہے۔یہی وہ راستہ ہے جس سے انسان ہدایت وسعادت حاصل کر کے سچا اور پکا مومن بنتا ہے۔اور اپنی زندگی کو حیاتِ جاوداں میں منتقل کر سکتا ہے۔اسلامی تعلیمات صاف اور سادہ ہیں۔اور ان ہدایات وتعلیمات کا مکمل نمونہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔اس پر خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَة

یہی وہ اسوہ حسنہ ہے۔جس کو اپنا کر ہم فلاح دارین پا سکتے ہیں۔اسی اسوہ حسنہ کی وجہ سے ہم اسلام کی حقانیت کو کما حقہ سمجھ سکتے ہیں۔ہماری نظر میں سیرت کے تمام پہلو آشکار ہو سکتے ہیں۔سیرت مقدسہ کے یہ پہلو ہمیں قرآن وحدیث سے مل سکتے ہیں۔یا پھر ایسی ہی نادر روزگار کتب سیرت سے جو مختلف ادوار میں اللہ کے نیک بندوں جن کو رب قدیر نے منتخب فرمایا۔ان کے تیار کردہ ان گلدستوں سے جن میں انھوں نے حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی۔اور اللہ رب العزت نے انہیں حضرات کو پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت کیلئے مامور فرما کر ان کیلئے توشۂ آخرت کا سبب بنایا۔

زیر نظر کتاب ''سیرت تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بھی فاضل مؤلف نے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے ہر گوشے کو ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے۔اور ہر باب میں ہر پہلو پر بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اختصار کو بھی مدِ نظر رکھا ہے۔ہر عبارت اور بیان کے ساتھ حوالہ جات کو تحریر کیا گیا ہے۔اس کتاب میں اختلافی مسائل اور مباحث سے پرہیز کی گئی ہے۔بلکہ یوں کہوں گا کہ سیرت طیبہ کے ہر پہلو کو احسن طریقہ سے اجاگر کیا گیا ہے۔غزوات کو نقشوں کی مدد سے واضح کیا گیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

مجھے پروف ریڈنگ کیلئے اس عظیم کاوش کا کچھ حصہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پڑھنے کے بعد اندازہ کیا واقعی میرے بزرگ خراجِ تحسین کے قابل ہیں۔ جن کے قلم سے ایک ایسا خزانہ تخلیق ہوا۔ جو تا قیامت ہزار ہا اہلِ ایمان کو ہمیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور خصائل وشمائلات کے بارے میں علمی پیاس بجھانے میں مفید ومعاون ثابت ہوتا رہے گا۔

ہر مؤلف ومصنف کا اپنا انداز ہوتا ہے۔ لیکن میرے اندازے کے مطابق فاضل مؤلف کا انداز جداگانہ اور منفرد حیثیت کا حامل نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنی عمر کے تقریباً 39 سال درس وتدریس میں صرف کئے۔ جس طرح انہوں نے اپنے تعلیمی کیریئر میں اپنے شاگردوں کو منفرد اور احسن انداز میں درس دیا۔ اسی انداز سے آپ نے سیرت مقدسہ کے ہر پہلو پر منفرد اور احسن انداز کو قائم رکھا۔ اور کتاب کو حوالہ جات، قرآنی آیات واحادیث سے مزین کیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے حضور صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کو آسان طریقہ سے سمجھنے اور ادراک حاصل ہوگا۔

اس کتاب میں ایک خوبی یہ بھی دیکھنے میں آئی کہ یہ عام فہم سے لیکر ایک عالم تک ہر کوئی اس میں موجودہ حقائق سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور خصوصاً طلباء کیلئے جو علم، سیرت پر لکھی گئی متعدد کتب سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حاصل ہوگا۔ جو ان کی تعلیمی اور تحقیقی پیاس کو بجھائے گی۔ میں بغیر کسی مبالغہ کے اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ کہ یہ کتاب حقیقت میں میرے راہبر ورہنما میرے استاد و مربی اور میرے والدِ گرامی محترم جناب محمد نواز شاہد صاحب کی ایک عظیم کاوش اور تحقیق کا نچوڑ ہے۔ جو انہوں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں دورانِ طالب علمی یا دورانِ سروس سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کے بعد عظیم شاہکار کی تالیف وتحقیق میں کی۔ یہ ان کی حیات مستعار کا ایک سرمایہ افتخار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے اس عاجزانہ نذرانے کو قبول فرمائے۔ آمین۔ جس نیک جذبہ کے تحت انہوں نے اس کی تکمیل کی واقعی اس میں ان کے مرشدِ کامل کی خصوصی نظر اور والدین کریمین کی خصوصی دعائیں اور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی کرم شامل ہے۔ جس نے اپنے عقیدت مند کو ایک خاص توفیق بخشی کہ وہ ان کی تعریف وتوضیح کو اپنے قلم کے ذریعے عاشقانِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک علمی خزانہ سمیٹ کر آنے والی نسلوں تک محفوظ کر لے۔ آخر میں یہی کہوں گا کہ

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
مگر تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

دعا کا طالب

ایم بی عامر (ہیڈ ماسٹر) گورنمنٹ سکول فیروز آباد گجرات

Marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه‘ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعد!

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی صلاح وفلاح اور رشد وہدایت کیلئے انبیائے کرام علی نبیا وعلیہم الصلوۃ والسلام مبعوث فرمائے۔

امام الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہوگیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو بنی نوع انسان کیلئے اسوہ حسنہ ہے۔ حیات انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے پاکیزہ خدو خال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں نہ ملیں۔ عقائد. معاملات، اخلاق وآداب غرضیکہ کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس کا حسن و جمال آنحضرت صلی الہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں نظر نہ آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں صاحب بصیرت کیلئے ایک ایسا مرقع ہے جس کا ہر جز دل کش ہے۔

حسن یوسفؑ، دم عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

رحمت دو جہاں، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ نام ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا جسے ہم سیرت کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ اُم المومنین صدیقہِ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں دریافت گیا تو آپؓ نے ارشاد فرمایا۔

کَانَ خُلُقُه‘ القرآن

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق بعینہ قرآن ہے

Marfat.com
Marfat.com

جس ذاتِ گرامی کا یہ مقام ہے۔ وہ یقیناً سب انسانوں سے اعلیٰ وارفع اور افضل واکمل ہے۔ اسی لئے وہ ذات گرامی تمام مخلوقِ خدا کی محبت کا سب سے بڑھ کر استحقاق رکھتی ہے۔ یہی حسن سیرت ہے جس نے قلوب واذہان کو نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الطیب الصلوۃ واز کی التسلیم کا گرویدہ وارفتہ بنادیا ہے۔

چنانچہ طلوع اسلام سے آج تک مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن کے اظہار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی نشر واشاعت میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں کوشاں ہیں۔

سیرت نگاری اتنا آسان کام نہیں بلکہ فنی لوازمات کے اعتبار سے یہ پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے۔ سیرت نگاروں نے گزشتہ چند صدیوں میں رنگا رنگ اور بوقلموں تصانیف سپردِ قلم لیں۔ ان میں بہت سی کتب امتدادِ زمانہ کے باوجود دنیائے علم وفن میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ ذخیرہ سیرت کی اس فراوانی کے باوجود اس موضوع پر ہر لحاظ سے دادِ تحقیق حاصل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اور یہ سلسلہ تاابد جاری وساری رہے گا۔ انشاءاللہ

مسلمانوں کیلئے تو ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ صد افتخار واعزاز اور ذریعہ نجات ہے۔ لیکن جب سیرت نگاروں کی طویل اور نہ ختم ہونے والی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو اس میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی برابر کھڑے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آکسفورڈ یونیورسٹی برطانیہ کے پروفیسر مارگولیتھ (D. S. Margoliouth) نے 1905 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی پر مبنی ایک کتاب ''محمد اور ظہور اسلام''

Muhammad and The Rise of Islam

کے نام سے لکھی تو اس کا آغاز ہی ان الفاظ سے کیا۔

''اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کا سلسلہ اتنا طویل ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن اس میں جگہ پالینا ہی باعثِ عز وشرف ہے''۔

چنانچہ گلستان سیرت کبریا صلی اللہ علیہ وسلم میں کتاب مستطاب ''سیرت تاجدار ختم نبوت ﷺ'' کی صورت میں ایک خوبصورت ومعطر گلِ زیبا کا اضافہ ہوا ہے۔ جس کا لفظ، لفظ اجالا حرف حرف معطر اور سطر سطر درخشاں و تاباں ہے۔

کیونکہ یہ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ سلم کا والہانہ لگاؤ، اور ارمغانِ عقیدت ہے۔ اس کے مؤلف محترم محمد نواز شاہد کے عشق ومستی میں سرشار قلم نے صفحاتِ سیرت پر گلکاری کی ہے۔ یوں کہیئے کہ محترم محمد نواز شاہد نے الفاظ

Marfat.com
Marfat.com

نہیں موتی پروئے ہیں۔ جملے نہیں ہیرے تراشے ہیں۔ان کے پاکیزہ اور دلکش دلآویز جملے قلوب واذہان میں اترتے چلے جاتے ہیں۔

یہ بھی حضرت مصنف کا کمال عقیدت ومحبت ہے کہ جب بھی محبوب کریم علیہ اطیب الصلوۃ والتسلیم کا اسمِ مبارک لیتے ہیں۔تو برنگِ ہزار، بار بار نئے پیرہن الفاظ پہنا دیتے ہیں۔تو پھر قدم قدم الفاظ کے پھولوں سے گجرے بنتے چلے جاتے ہیں۔

محترم محمد نواز شاہد ایک ممتاز ماہر تعلیم ہیں۔اوراس حوالے سے ہمارے اپنے علاقے کی ہردل عزیز شخصیت ہیں۔آپ کو یہ اعزاز وشرف بھی حاصل ہے۔کہ آپ شیخ الحدیث والتفسیر الحاج سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پر بیعت ہیں۔چنانچہ اسی نسبت کی آبیاری کیلئے آپ نے اپنے مشائخ کریمین کی سوانح پر متعدد کتب تحریر کرکے خوب داد وتحسین حاصل کی ہے۔

عشق رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو چنگاری آپ کے دل میں آپ کے والدین کریمین نے بوئی تھی۔ پھر مرشدِ کریم کی نگاہِ فیض نے اس کی آبیاری کی تو وہ شعلہِ جوالہ بن گئی۔

ازاں بعداس کی نمود کتاب مستطاب

''سیرت تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم، کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

بندہ ناچیز کو چند ابواب کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔جس کی بنا پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔کہ اس کا دامن علمی و معنوی خوبیوں سے مالا مال ہے۔جن کا ذکر سطور بالا میں کررہا ہوں۔اور یہ نسلِ نو کی تربیتی ضرورتوں کو پورا کرنے کی طرف ایک احسن اقدام ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور کی ضیاء پاشیوں سے ہماری زندگی کی تاریک راہوں کو جگمگاتی رہے گی۔

وہ لوگ یقیناً بہت سعادت مند ہوں گے۔جو اس کتابِ منیر کے مطالعہ سے اپنے قلوب واذہان کو منور کرتے رہیں گے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ وہ اس ارمغان عقیدت کو اپنی بارگاہ میں شرف وقبولیت عطا فرمائے اور اسے حضرت مصنف کیلئے ''توشۂ آخرت'' بنائے۔اگر کہیں کوئی تقصیر ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔آمین

آخر میں اعترافِ حقیقت کرتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع صفات وکمالات اور اوصاف و

Marfat.com
Marfat.com

کمالات کا احاطہ کرنا کسی بشر سے ممکن نہیں۔ ہزاروں، لاکھوں کتب سیرت مبارکہ پر لکھی جا چکی ہیں۔ دفتر کے دفتر بنتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ موضوع تمام ہوا۔

کیونکہ ؎

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہمچناں دراول و صف تو ماندہ ایم

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فرخ سیر ہاشمی
المدعو بصبغۃ اللہ احسن ہاشمی
کالرہ کلاں گجرات

Marfat.com
Marfat.com

آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَمّا بعدہٗ

شروع خالقِ کائنات کے بابرکت نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

حمد اس ربِ کائنات کو جو سب مخلوق کا خالق و مالک ہے۔ درود اس رحمتِ عالم ﷺ کو جس نے ربِ کائنات کو ظاہر فرمایا۔ حمد اس ربِ جلیل کو جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ درود اُس مصطفیٰ کریم ﷺ کو جس نے ہمیں مسلمان بنا کر اشرف المخلوقات سے نمایاں فرمایا۔ حمد ربِ قدیر پر جس نے ہمیں بولنا سکھایا۔ درود اس ذاتِ اقدس ﷺ پر جس نے ہماری زبان پر کلمہ طیبہ جاری فرمایا۔ حمد اس ربِ بے نیاز پر جس نے ہمیں دولتِ ایمان سے مالا مال فرمایا۔ درود اس صاحبِ تخت و تاج ﷺ پر جنہوں نے دولتِ قرآن عطا فرمائی۔ حمد اس ربِ ذوالجلال پر جس نے دنیا و عالم پر انسان بکھیرے۔ درود اس شاہِ عرش نشین ﷺ پر جنہوں نے بکھرے ہوئے انسانوں کو باہم شیر و شکر فرمایا۔

صبغۃ اللہ ہست رنگ خمِ اُو
ہستہا یک رنگ کرد و اندر اُو

حمد اس ربِ لامکان کو جو عقل و ہوش عطا کرنے والا ہے۔ درود اس نبی معظم ﷺ پر جو جامِ عرفان سے لبریز کرنے والا ہے۔ حمد اس ربِ کردگار پر جس نے آسمان پر مختلف تارے چمکائے۔ درود اس آفتابِ رسالت مآب ﷺ پر جنہوں نے تمام ستارے اپنے دامنِ نور میں چھپائے۔ حمد اس ربِ جبار و قہار پر جس نے جہنم کی آگ کو بھڑکایا۔ درود اس رحمۃ للعالمین ﷺ پر جنہوں نے بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔

حمد اس ستار و غفار پر جس نے جنتِ فردوس کو پیدا فرمایا۔ درود اس آقائے مدنی ﷺ پر جس نے اپنے متوالوں سے جنتِ فردوس کو بسایا۔ درود اس آقا ﷺ پر جس نے فرمایا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" حمد اس ربِ قدوس کو جس نے فرمایا "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ"۔

ہر کسی کے علم میں ہے کہ نظرِ انسانی، آفتابِ آسمانی کے آگے خیرہ، شمسی نور سے کافور و کمزور، جیسا کہ

Marfat.com
Marfat.com

روئی، روشن آگ سے فیض لینے سے معذور، ہر ادنی واعلیٰ کے مقابل محض مجبور۔

یہ تو مخلوق کا آپس میں معاملہ ہے۔ ذات خالق تو کہیں اعلیٰ و بالا ہے۔ کس آنکھ میں طاقت ہے کہ اس کی تجلی جھیل سکے۔ کس گوش میں طاقت ہے کہ اس کے تخاطب کی تاب لا سکے۔ کس مخلوق میں قوت ہے کہ اس کے مقابل ٹھہر سکے۔ یہ ظلمت، وہ نور، وہ قادر یہ مجبور، وہ قاہر یہ مقہور۔ ان مجبوریوں میں خالق کا تعلق مخلوق سے کیونکر قائم ہوتا۔ مخلوق کی یہ بے بسی کسی ایسے برزخِ کبریٰ کی تلاش میں تھی۔ جو رب و ربوب، عابد و معبود، خالق و مخلوق، میں فیض لینے اور اس کو تقسیم کرنے کا سلسلہ قائم کر سکے۔ مخلوق کی یہ کمزور نگاہ کسی ایسے گہرے رنگ والے شیشے کی تلاش میں سرگرداں تھی جو نورِ لم یزل کی جلالی شعاعوں کو جمالی رنگ دے کر مخلوق تک پہنچا سکے۔ مخلوقِ خدا کسی ایسے مضبوط واسطے کی متلاشی تھی جو اس کمزور و ادنیٰ کی اس قوی و اعلیٰ تک رسائی کرا دے۔ اس مجبوری و معذوری پر ربِ قدیر نے رحم فرمایا۔ کمزور و ادنیٰ کو اس قوی و اعلیٰ سے ملانے، گرتوں کو اٹھانے، بگڑوں کو بنائے، بکھرے ہوئے انسانوں کو باہم شیر و شکر کرنے کیلئے ایک ہستی پاک کو پیدا فرمایا۔ جو ہستی کا پہلا نقش، دفتر کائنات کا حرف اولین، گلزارِ خلائق کا نفیس پھول، آسمان وجود کا نیرِ اعظم، جسے جہاں والے تو مکی و مدنی کہیں، جناں والے سروِ چمنی، بلبل انہیں گل کہے، قمری سرو جانفراء بتائے۔ عرش والے انہیں ''احمد مجتبیٰ ﷺ'' کہتے ہیں۔ اور فرش والے ''محمد مصطفیٰ ﷺ''۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں تھا حرفِ مشدّد کا

اُن کا نام پاک ہی ان کے عظیم کام کا پتہ دیتا ہے۔ اللہ بولنے سے دونوں لب کھل جاتے ہیں۔ جبکہ محمد (ﷺ) بولنے میں آپس میں مل جاتے ہیں۔

ان کا نامِ پاک ہی حرزِ جان اور عصائے پیرِ ناتواں ہے۔ پھر خالی ہاتھ نہ آئے۔ اِک نسخہ کیمیا ساتھ لائے۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آئے
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لائے

یہ نسخہ کیا ہے؟ کیمیا ہے۔ بیماروں کی شفا۔ صحت والوں کو بقا۔ گمراہوں کا راہنما، مسجدوں میں اس کی تلاوت، میدانوں میں اس سے جہاد، عدالتوں میں فیصلے، جان کنی میں مشکل حل کرے، بعد از موت قبر و حشر میں

Marfat.com
Marfat.com

کام آئے۔تمام شعبہ ہائے حیات میں دستور العمل ہے۔

سیرتِ باعث تخلیق کائنات ﷺ پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے حوصلہ ہوا۔ دل اس طرف مائل ہوا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی مدح سرائی کیلئے اپنے قلم کو جنبش دی۔ اور اس عظیم و مشکل ترین کام کیلئے کمر بستہ ہوا۔ بھلا کہاں مجھ جیسا بے ہنر اور بے مایہ انسان اور کہاں مدنی آقا ﷺ کی ثناء خوانی، مگر اس حسنِ عقیدت وارادت سے کام کا آغاز کر دیا کہ شاید کوئی حقیر وادنیٰ سا کلمہ بھی محبوبِ خدا ﷺ کی بارگاہِ رحمت میں منظور ہو جائے اور میری بگڑی سنور جائے۔ (آمین ثم آمین)

دُعا ہے ربِ قدیر میری زبان وقلم کو غلطی سے بچائے۔ حق باتیں ظاہر فرمائے اور بخیر وخوبی اس عظیم کام کو انجام تک پہنچائے بعد از تکمیل اس کو قبول فرمائے۔ اور مجھ ایسے فقیر و بے نوا کیلئے صدقہ جاریہ اور توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین ثمہ امین)

اس سے قبل 1981ء میں مرشدِ بے نظیر حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری بنام ''تذکرۂ شاہِ ولایت'' اور 1998ء میں مجاہدِ ملت صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ایک کتاب بنام ''تذکرۂ مجاہدِ ملت'' تحریر میں آئیں۔ تذکرۂ شیخ الحدیث'' ، Key To Paradise اور Westren & Islamic Laws میں صاحبزادہ سید شہزاد مصطفیٰ الحسینی کی معاونت کی۔ مرشدِ کامل کے عقید تمندوں نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ حوصلہ بڑھا۔ اور اسی امید پر دس سال بعد پھر قلم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور سیرتِ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کیلئے کمر بستہ ہو گیا۔ امید کرتا ہوں کہ خداوندِ قدوس ضرور میری بخشش فرمائے گا۔ اور قلم وکلام کو کذب سے بچا کر رکھے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔

خادم اُمتِ محمد یہ ﷺ

محمد نواز شاہد (نقشبندی)

ایم اے بی ایڈ (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر)

Marfat.com
Marfat.com

حصولِ برکت کیلئے چند ابواب آغاز میں تحریر میں لانا ضروری سمجھتا ہوں۔

باب نمبر 1:۔

حیاتِ مبارکہ رسولِ خدا ﷺ کا (مختصر خاکہ)

بِسمِ اللّٰہِ الاَحَدِ والصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَحمَدُ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مختصر حیاتِ طیبہ پر اظہارِ خیال کر رہا ہوں۔ حالانکہ اپنی بضاعتی آڑے ہے۔ صرف فرطِ شوق میں چند الفاظ نذر خیر الوریٰ ﷺ کر رہا ہوں تا کہ عقیدتمندوں میں شامل ہو سکوں۔

رسالت مآب ﷺ ریگ زارِ عرب کے مشہور اور مقدس شہر مکہ میں اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ کی وفات کے چند ماہ بعد یتیمی کے عالم میں مبعوث ہوئے۔ عرب شریف کے رسم و رواج کے مطابق چار سال تک دایہ حلیمہ سعدیہؓ کے پاس کھلی فضا میں تربیت ظاہری پاتے رہے۔ واپس مکہ شریف تشریف لائے تو چھ سال کی عمر میں ماں حضرت آمنہؓ کا ظاہری سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ شفیق دادا حضرت عبدالمطلب نے پرورش کا ذمہ لیا تو صرف دو سال کے قلیل عرصہ میں ہی ملکِ عدم کو سدھار گئے۔

اب رسولِ خدا ﷺ کے چچا ابو طالب نے اس ظاہری یتیم بلکہ دُرِ یتیم بھتیجے کو آنسوؤں کے ساتھ اپنی کفالت میں لے لیا۔ وقت کے ساتھ شفیق چچا نے آپ ﷺ کو گلہ بانی اور تجارت میں شریک کیا۔

شبابِ نبوی ﷺ میں ہی حضور پر نور ﷺ حسنِ اخلاق، معاملہ فہمی، سنجیدگی، متانت، امانت، دیانت، صداقت اور توحید پرستی کے گھر گھر چرچے تھے۔ پچیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کی ان ہی اخلاقی خوبیوں سے مسحور ہو کر اس وقت کی ایک دولت مند بیوہ خاتون جس کی عمر چالیس سال تھی۔ جن کا نام مبارک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہے سے شادی کر لی۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے پینتیس (35) سال کی عمر میں خانہ کعبہ کی تعمیر میں حصہ لیا۔ اور حجرِ اسود کی دانش مندانہ تنصیب سے قبائل کو جنگ وجدل سے بچا لیا۔ قافلہِ وقت آگے بڑھتا گیا۔ آپ ﷺ بھی اپنی عمر کی چوتھی دھائی کو ختم کرنے والے تھے۔ غور وفکر کی عادت میں مبتلا تھے۔ معاشرہ کی ہر قسم کی برائیوں پر حیران ہوتے تھے۔ اور اسی سوچ وبچار میں تھے کہ کہیں یہ برائیاں ختم ہوں۔ اسی غور وفکر کی خاطر اکثر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے۔ اکتالیسویں سال 12 ربیع الاول کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو آخری نبی کی بشارت دی۔ یہ مرحلہ آپ ﷺ کیلئے نیا اور پہلا تھا کہ ایک الہامی پیغام ایک فرشتہ کے ذریعے ملا گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے۔ اپنی جان نثار بیوی حضرت خدیجہؓ کو تمام واقعات سنائے، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اخلاقِ حسنہ کی تعریف کی اور فوراً ایمان لے آئیں۔ اس کے بعد جوانوں میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Marfat.com
Marfat.com

غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نو عمروں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

سورۃ اقراء (پہلی وحی) کے چھ ماہ بعد سورۃ مدثر (دوسری وحی) نازل ہونے پر رسولِ معظم ﷺ اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی طور پر بگڑے ہوئے پورے عرب سے تن تنہا ٹکرا گئے۔ آپ ﷺ کی تبلیغ سے نبوت کے پہلے تین سالوں میں صرف چالیس افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں مشہور قبیلہ غفار کے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ سب خفیہ طور پر اسلام کے ارکان ادا کرتے تھے۔ اور رحمتِ عالم ﷺ سے تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔ چوتھے سال رسالت مآب ﷺ کھلے بندوں تبلیغ و ارشاد سرانجام دینے لگے۔ اس پر اہلِ قریش نے ظلم و استبداد کا دل لرزا دینے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ مظالمِ قریش سے تنگ آ کر پانچ نبوی کو تراسی (83) مسلمان مرد و خواتین حبشہ (ایتھوپیا) ہجرت کر گئے۔ چھ نبوی کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔ مگر مشرکین مکہ برابر مسلمانوں کو ظلم و ستم کا برابر تختہ مشق بناتے رہے۔

عزم و استقلال نبوی ﷺ کے سامنے تبلیغ اسلام کی راہ میں اہلِ مکہ کی تمام رکاوٹیں، ہیچ ثابت ہوئیں۔ شفیق چچا حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات رسول اکرم ﷺ کے لئے یہ سال ''عام الحزن'' بن گیا۔

دس نبوی ﷺ کو اہلِ طائف نے بداخلاقی اور بدفطرتی کی انتہا کر دی۔ واپسی پر صاحبِ معراج حضرت محمد ﷺ کو انعام کی صورت میں مشیتِ ایزدی کے تحت آسمانوں کی سیر (معراج) کرائی گئی۔ گیارہ نبوی کو حج کے موقع پر حضور سرورِ کونین ﷺ نے مختلف قبائل کو دعوتِ حق دی۔ تو پہلے چھ آدمی جو کہ اہلِ مدینہ تھے مسلمان ہوئے۔ اور اس پر مدینہ سے مزید بارہ افراد نے مسلمان ہو کر بیعت کی اسی کو بیعت عقبہ اول کہا جاتا ہے۔ تیرہ نبوی کو اسی منیٰ کے مقام پر تہتر (73) مرد اور دو خواتین نے اسلام قبول کیا۔ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، کی سعی جمیلہ سے اہلِ مدینہ اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

جب کفارِ مکہ کا ظلم و استبداد حد سے بڑھنے لگا تو داعیٔ حق رسول خدا ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرما دی۔ کچھ دیر کے بعد خود بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ علیہ کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لے آئے۔ یثرب کو مدینۃ النبی ﷺ بنانے کے بعد انصار و مہاجرین میں اسلامی اخوت و مواخات کی بنیاد رکھی۔ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں قبائل کو ایک معاہدہ (میثاق مدینہ) کے ذریعے باہم شیر و شکر کر دیا۔ کفار

Marfat.com
Marfat.com

کہاں سکون سے بیٹھنے والے تھے۔ مدینہ کے یہودیوں سے اور دیگر قبائل سے ساز باز کر کے مسلمانوں کو تنگ کرتے رہے۔ جس کے نتیجہ میں نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر، غزوہ اُحد، اور غزوہ احزاب میں تائید الٰہیہ سے مشرکین مکہ کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور سن پانچ ہجری تک رسولِ اکرم ﷺ نے مدینہ شریف کو تمام یہودیوں سے پاک فرما دیا۔ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کی صورت میں فتح مبین کی بشارت پائی۔ سات ہجری کو فتح خیبر میں نواحی علاقوں میں بھی یہودیوں کا قلع قمع کر دیا۔ اب فراغت کے ان سالوں میں رسولِ اکرم ﷺ نے گرد و نواح کے بادشاہوں، اور سرداروں کو بھی اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ آٹھ ہجری میں موتہ کی لڑائی میں فتح نصیب ہوئی۔ اور ساتھ ہی اسی سال بغیر کشت و خون، لڑائی جھگڑے مکہ بھی فتح کر لیا۔ اس موقع پر عام معافی کا عدیم المثال مظاہرہ فرما کر خدا کے مقدس گھر کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بتوں سے پاک فرما دیا۔ غزوہ حنین کی آزمائش اور فتح کے بعد بہت سے وفود نے مدینہ شریف میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ۹ ہجری رمضان المبارک میں سرحدِ شام میں غسانی قبائل کی شورش کو دبانے کیلئے لشکرِ اسلامی، سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سربراہی میں تبوک پہنچے۔ مگر مقابلہ کو کوئی نہ آیا۔ اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے اطرافِ شام میں دعوتِ اسلام کیلئے قاصد بھیجے۔ تمام عیسائی حاکموں سوائے حاکم دومتہ الجندل نے جذیہ دینا قبول کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن میں دعوتِ دین کیلئے بھیجا۔ یمامہ میں مسلمہ کذاب اور یمن میں اسود عنسی جیسے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی سرکوبی فرمائی۔

۱۰ ہجری میں ایک لاکھ سے زائد فرزندانِ توحید نے آپ ﷺ کی معیت میں حج کا فریضہ ادا فرمایا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے میدانِ عرفات میں اونٹنی پر سوار ہو کر آخری خطبہ دیا۔ جو پوری انسانیت کیلئے امن و سلامتی کا ایک لاثانی اور بے بدل منشور ہے۔ حجتہ الوداع کے بعد مدینہ شریف تشریف آوری پر ایران و روم کے غلط ارادوں کے پیش نظر شام پر چڑھائی کا حکم دیا۔ مگر انہیں ایام میں گیارہ نبوی کو ۱۲ ربیع الاول شریف کو سوموار کے دن تریسٹھ سال کی عمر میں پوری انسانیت کیلئے اطاعت و بندگی اور اخلاق عالیہ کا بے مثال اور قابلِ تقلید عملی اظہار کر کے اور عربوں کی کایا مکمل طور پر پلٹ کر "رفیقِ اعلیٰ" سے جا ملے۔

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اٹھی
پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
رہے اس سے محروم نہ آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی
نئی اک لگن دل میں سب کی لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

Marfat.com
Marfat.com

باب نمبر 2:۔

رحمۃ للعالمین ﷺ

بِسْمِ اللّٰہِ الاَ حُدُوَ الصَّلٰوۃُ و السَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الکَرِیْمِ

رحمت للعالمین ﷺ سے مراد ہے سب جہانوں کیلئے رحمت۔سادہ الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔کہ حضور پرنور ﷺ کے فضائل وشمائل میں صفت رحمت للعالمینی کی کیا حیثیت ہے؟لہٰذا موضوع زیر بحث میں ہمیں نبی ﷺ کی سیرت پاک کے صرف اسی پہلو پر گفتگو کرنا ہے۔جس سے ثابت ہو کہ مدنی تاجدار ﷺ سب جہانوں کیلئے رحمت ہی رحمت ہیں۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

خلیق آئے،کریم آئے،رؤف آئے،رحیم آئے
کہا قرآن نے جس کو صاحبِ خُلقِ عظیم آئے
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آئے
سحاب رحم بن کر رحمۃ للعالمین ﷺ آئے

موضوع کو کما حقہ، سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ عرب کے مطلع پر طلوع ہونے والے سراج منیر سے قبل دنیائے عرب کے حالات وکوائف کا مختصر سا ذکر کیا جائے۔فضائے بسیط پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔چاروں طرف جہالت وضلالت اُمڈ رہی تھی۔اخلاقی دنیا بگڑ چکی تھی۔ذکور واناث ایمان کی دولت سے محروم تھے۔ہر طرف جنگل کا قانون تھا۔عورت کا مقام بہت پست تھا۔لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔شراب وکباب کا چرچا تھا۔ھُبَل،لات ومنات کے پجاریوں نے اخلاق وشرافت کے تمام آئین درہم برہم کر دیئے تھے۔تمام برائیاں اپنے نقطہ عروج پر تھیں۔ایسے عالم میں بعض شریف اور سعید روحیں کئی صدیوں سے پیاسی زمین کی طرح ابرِ رحمت اور دینِ حنیف کے آخری مبلغ کی منتظر تھیں۔ان ہی حالات وواقعات میں دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ حضرت محمد ﷺ رحمۃ اللعالمین بن کر آئے۔ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ O

اس کی تشریح حتمی مرتبت رسول خدا ﷺ نے خود فرمائی۔

ترجمہ:۔ میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔

مفسرین کا بیان ہے۔کہ عالم امکاں کی ہر چیز کو بکیفیتِ استعداد جو فضل الٰہی سے ملتا ہے وہ حضور

Marfat.com
Marfat.com

رحمۃ للعالمین ﷺ کی معرفت سے ملتا ہے۔ اسی رحمتِ حق ﷺ کی وجہ سے سابقہ امتوں پر ہونے والے عذاب اُمتِ محمدی سے دور ہو گئے۔

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کی فوز و فلاح، بہبود و بہتری اور نجات و اصلاح کیلئے کوہِ استقامت بن کہ جو ستم اٹھائے۔ ان میں آپ کی شانِ رحمت کا جذبہ ہی کارفرما تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر ذرا رحمتِ رسول عربی ﷺ ملاحظہ فرمایئے۔ خطبہ کے بعد مجمع کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ تو ان میں اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے جوانمرد بھی تھے۔ جن کے حملوں کا سیلاب کئی بار مدینہ پاک کی دیواروں سے ٹکرایا تھا۔ ان میں غریب و مسکین نہتے مسلمانوں کو ظلم و تعدی کا تختۂ مشق بنانے والے بھی تھے۔ ان میں ابوسفیان سرغنہ لشکر کفار بھی تھا۔ ان میں ہبار بن اسود قاتلِ حضرت زینبؓ بھی تھا۔ ان میں سو اونٹوں کے لالچ میں ہجرت مدینہ کے موقع پر نبی آخر الزمان ﷺ کا پیچھا کرنے والا سراقہ بن جعشم بھی تھا۔ ان میں عکرمہ بن ابوجہل بھی تھا۔ جس نے فتح مکہ کے موقع پر بھی اپنی خصومت اور مزاحمت جاری رکھی۔ ان میں ''وحشی'' قاتلِ حضرت حمزہؓ بھی تھا۔ ان میں ''ہندہ'' بھی تھی۔ جس نے جنگ اُحد میں آپ ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ نکال کر نگلا تھا۔

اس وقت کفارِ مکہ شرم وندامت سے اپنے عبرت ناک انجام کی فکر میں گردنیں جھکائے کھڑے تھے۔ تو رحمتوں والے نبی ﷺ نے پوچھا ''تم کو کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں''۔ سہمے ہوئے قریش نہائت لجاحت سے بول اٹھے۔ ''تم کریم بھائی ہو اور کریم بھائی کے بیٹے ہو''۔ معاً رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْھَبُوْا!

عفو و درگزر اور رحم و کرم کی یہ ایسی برمحل نفسیاتی ضرب تھی کہ سارا مجمع اور آنے والے وفود پروانہ وار مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کچھ ان کے خلق نے کر لی کچھ ان کے پیارے نے کر لی
مسخر اس طرح دنیا شہِ ابرار نے کر لی

رحم و کرم اور بردباری کی یہ اچھوتی مثال رحمت عالم ﷺ کی رحمت بے شمار ہی کا پرتو تھا۔ آپ ﷺ کی رحمت و شفقت سے نہ صرف انسان بلکہ حیوان چرند و پرند بھی بہرہ ور ہوتے تھے۔

معاملہ چاہے بے قرار چڑیا کے انڈے واپس رکھوانے کا ہو۔ یا اونٹ اور گھوڑوں کو پیٹ بھر کر خوراک

Marfat.com
Marfat.com

دینے کا۔ غلاموں اور یتیموں سے حسنِ سلوک کی تلقین کا ہو۔ رحمتِ عالم ﷺ کسی بھی جاندار کو تکلیف و اذیت میں دیکھنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ بہر حال رحمۃ للعالمین کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کفر و شرک اور ظلمت و ضلالت میں ڈوبی ہوئی دنیا کو نورِ توحید سے مستنیر فرمایا۔ جس مظاہر ہستی کی شفقت، احسان و مہربانی اور رافت و رحمت کی بے داغ شہادت خود قرآن کریم فراہم کرتا ہے اس پر مزید کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ آیئے مولانا الطاف حسین حالی کے ہمنوا ہو کر آپ ﷺ کی رحمت کی عظمت کا برملا اقرار کریں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ — یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
خطا کار سے در گزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیرو زبر کرنے والا — قبائل کا شیرو شکر کرنے والا

الغرض آپ ﷺ کی صفت "رحمت" انقلاب آفرین اور جملہ مخلوق کی نجات دہندہ ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

باب نمبر3:۔

محسنِ انسانیت ﷺ

بِسمِ اللّٰہِ الا حَدِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامَ عَلٰی مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سرورِ کونین ﷺ کی بعثت سے قبل قیصر و کسریٰ کی ترقی یافتہ تہذیبیں اپنی بے راہ روی، ظلم و تعدی اور راہ اعتدال سے انحراف، بدعملی اور بداخلاقی کی بنا پر دم توڑ رہی تھیں۔ ہند، یورپ اور خود عرب میں بھی حالاتِ سیاست و معاشرت بہت بگڑ چکے تھے۔ فضائے عالم پر ظلمت و گمراہی کا تسلط تھا۔ چوری، رہزنی، شراب نوشی، فساد، عصمت فروشی، جوا اور سود خوری کا دور دورہ تھا۔ ایسے عالم میں رحمتِ حق نے جوش مارا اور عرب کی سرزمین میں جو زمانہ بھر کی برائیوں کا سرچشمہ تھی۔

رحمتِ دو عالم ﷺ یعنی محسنِ انسانیت ﷺ کا ظہور فرمایا۔

وہ آئے جن کو کہیے فخر آدم ، ہادیٔ اکرم
وہ آئے جن کو لکھیے زندگی کا محسن اعظم

آپ ﷺ کا پیغام جو ذہنی و جسمانی ہم آہنگی رکھتا تھا۔ نجات و سعادت کا باعث بنا۔ آپ ﷺ نے انسانی غلامی کا طوق سلاسل توڑا۔ اور انسان کا رشتہ خدائے وحدہ لا شریک سے جوڑا۔ عدل و انصاف کا بول بالا فرمایا۔ عالم گیر حکومت و سیاست کا شجر بویا۔ اس میں رنگ و نسل، گورے کالے، امیر و غریب کے امتیازات کو ذرہ بھر دخل نہ تھا۔ ایک ہی قانون تھا۔ یعنی سب کیلئے عدل، محبت، ایک جیسا سلوک، کسی کو دوسرے پر برتری نہ تھی سوائے تقویٰ کے۔ محسنِ اعظم ﷺ نے آقا و غلام صاحب و محتاج اور امیر و غریب کے تمام امتیازات مٹا کر اخوت و مساوات ابدی کی تعلیم دی۔ جس سے انسانی بغض و عداوت اور اختیارات من و تُو مٹے۔ ایک صالح معاشرہ تشکیل ہوا رسالت مآب ﷺ نے ایک ایسا اقتصادی، عسکری، سیاسی، معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب برپا کیا جس کی نظیر تاریخ انسانی میں ملنا نہ صرف محال ہے بلکہ ناممکن و ناپید ہے۔ قلب و نظر کی صحت و اعتدال کیلئے حرام و حلال کے پیمانے مقرر فرما دیئے۔ انسانی نجات و اصلاح اور بہبود و بہتری کی کاوشیں جو آپ ﷺ نے کیں۔ ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات، گلہائے رنگا رنگ کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ جس کی خوشبو سے تہذیب نو نے انگڑائی لی۔ آپ ﷺ نے انسانیت کی ترقی و تہذیب کیلئے اپنی تعلیمات کا عملی مظاہرہ کر کے اپنے شیدائیوں اور جانثاروں کی ایسی کھیپ تیار کی جن کی گفتار و کردار سے انسانیت آج تک متاثر ہو رہی ہے۔ بقول

Marfat.com
Marfat.com

اقبالؔ ۔

اِک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصرِ کہن کو جن کی تیغِ ناصبور
مُردہ عالم ، زندہ جن کی شورشِ قُم سے ہوا
آدمی آزاد زنجیرِ توہّم ہوا

اس زمانے میں جب یورپ علم وحکمت سے تہی دامن تھا۔تو افواج محمدی کے تربیت یافتہ مجاہدین علم و دانش، حکمت و دانائی، ادب و آگاہی اور فکر و تدبر کی مشعل ہاتھ میں لے کر گمراہ بادی ضلالت لوگوں کو راہِ راست دکھلا رہے تھے۔خود انگریز رائٹر'' ڈاکٹر رابرٹ بریفالٹ'' یہ کہنے پر مجبور ہے۔'' سائنس جدید دنیا کیلئے ،مسلمان تہذیب کا سب سے عظیم اور زبردست عطیہ ہے''۔

الغرض تعلیمات نبوی ﷺ کی تعلیمات حقانی کے ابر رحمت سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہانے لگیں، اخلاق وتمدن کے پژمردہ پھول بہار جاودانی سے آشنا ہو گئے۔ مدنیت کے پامال سبزے میں تر و تازگی پیدا ہوگئی۔اعمال صالح کے خشک سوتے حیات تازہ سے رواں دواں ہو گئے۔انسانیت کے خزاں دیدہ چمن میں فصل بہار کی آمد آمد ہوگئی۔انسان کو زندگی اور زندگی کو تازہ ولولے عطا ہوئے۔عقائد نے صحیح سمت اختیار کر لی۔ زندگی اخلاق وشرافت سے آشنا ہوگئی۔جان ومال اور حرمتِ آبرو نے احترام آدمیت کو فروغ بخشا۔عدل وروایات نے رواج پایا۔

ان شواہدات کی روشنی میں یہ بات ناقابلِ تردید اور اٹل حقیقت کی شکل میں سامنے آتی ہے کہ آپ رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی انسانیت کیلئے واقعی محسنِ اعظم کی حیثیت رکھتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

باب نمبر 4:۔

انوارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

ہر امتی کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ ہر دم رسول اللہ علیہ وسلم کی مدح وثناء کا ہمیشہ اعلان کرتا رہے۔

حضور پُر نور ﷺ کے فضائل ومحاسن کا ذکر جمیل رب اللعالمین جل جلالہ اور تمام انبیاء ومرسلین کا مقدس طریقہ ہے۔ رب جلیل نے قرآن پاک کو اپنے حبیب ﷺ کی مدح وثناء کے قسم قسم کے گلہائے رنگارنگ کا ایک حسین گلدستہ بنا کر نازل فرمایا۔ پورے قرآن پاک میں آپ ﷺ کی مقدس نعت وصفات کی آیات وبیانات اس طرح چمک چمک کر جگمگا رہی ہیں۔ جس طرح آسمان پر ستاروں کی بارات اپنی تجلیوں سے نور بکھیر رہی ہیں۔ اور انبیاء سابقین کی الہامی کتب بھی واضح اعلان کر رہی ہیں۔ اور ہر نبی ومرسل حبیب خدا ﷺ کی مدح وثناء کا نقیب اور ان کے مجاہد ومحاسن کا خطیب بن کر عمر بھر رسولِ خدا ﷺ کے جاہ وجلال کا ڈنکا بجاتا رہا۔ صحابہ کرام بھی ہر کوچہ وبازار اور میدان کارزار میں نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سے عظیم انقلاب برپا کر کے ایسے ایسے عظیم المرتب شاہکار عالم وجود میں لائے کہ کائنات کی ہستی میں ہدایت کی نسیم بہار سے ہزاروں گلزار معرض وجود ہوئے۔ دورِ صحابہ سے آج تک ثناء خوانانِ رسول ﷺ نے نظم ہو۔ نثر، ترنم ہو یا غیر ترنم، اتنا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اس کا شمار ناممکن ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب رسول ﷺ نے دربار نبوت کے شاعر اور ثناء خواں مصطفیٰ کریم ﷺ ہونے کی حیثیت سے نام پیدا کیا اور اپنا زادِ راہ بنایا۔ نعت خوانی کا یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس کو زوال نہیں ہے۔

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اس جہت سے ہر مسلمان خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ عالم ہو جاہل۔ شاعر ہو غیر شاعر۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کا نعت خوان ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

مقدمہ اول

کائنات ارضی میں سب سے بڑا اور مقدم فرض یہ ہے کہ نفوس انسانی کے اخلاق وتربیت کی اصلاح کی جائے۔ یعنی ہر قسم کے فضائل اخلاق، زہد وتقویٰ، عصمت وعفت، احسان وکرم، علم وعفو، عزم وثبات، ایثار ولطف، غربت واستغنا کے اصول نہایت احتیاط سے قائم کئے جائیں۔ اس مقصد خاص کے لئے عام طریقہ وعظ ونصیحت کا ہے۔ اس سے بڑھ کر فن اخلاق اس سے بھی بڑھ کر انسان فضائل واخلاق کا ایک پیکرِ مجسم بن کر لوگوں کے سامنے پیش ہو۔

اس وقت تک تاریخ عالم میں جو شواہد پیش ہوئے ان میں جو نفوس قدسیہ پیش ہوئے وہ فضائل واخلاق کی صرف ایک ہی صنف کے نمونہ تھے۔ جیسا کہ جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکتب درس میں حلم وتحمل، صلح وعفو اور قناعت وتواضع کی تعلیم ہوتی تھی۔ حکومت وفرمانروائی کا خانہ خالی تھا۔ جناب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے اوراق تعلیم میں عفو ودرگزر کا خانہ خالی تھا۔ لہٰذا کائنات ارضی کی وسعت میں ہر قدم پر کسی ایسے رہنما کی ضرورت پیش آئی جو فضائل واخلاق میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہو۔ جو صاحب شمشیر نگین بھی ہو۔ گوشہ نشیں بھی ہو۔ بادشاہ کشور کشا بھی ہو، خاک نشین بھی ہو۔ فرمانروائے جہاں بھی ہو۔ مفلس وقانع بھی ہو۔ غنی ودریا دل بھی۔ یہ برزخ کامل، یہی ہستی کامل واکمل ہے۔ یہ صحیفہ یزدانی کی آخری معراج ہے۔ اتنی خوبیوں کے باوجود کوئی ہستی ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس نفسِ مقدسہ کی مبارک زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ، حرکات وسکنات کی ہر ایک ادا۔ حلیۂ مقدسہ کا ہر ایک خدوخال محفوظ کر لیا جائے۔ تاکہ مراحلِ زمانہ میں جہاں بھی ضرورت پیش آئے اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکے۔

پھر سرورِ عالم ﷺ کی زندگی کی مثال بہتے ہوئے دریا کی طرح ہے۔ جس میں حرکت ہے۔ روانی ہے کشمکش ہے۔ موج وحباب ہے۔ جس کے پانیوں سے مردہ کھیتوں کو مسلسل حیات مل رہی ہے۔ اس دریا سے رمز آشنا ہونے کیلئے اس کے ساتھ رواں دواں ہونا پڑتا ہے۔

دنیا رنگ وبو میں بڑے بڑے انسان پیدا ہوئے۔ ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے کوئی تعلیم پائی اور تعمیری فکر پیش کر دی۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے اخلاق وقانون کے نظام سوچے۔ وہ بھی تھے جنہوں نے اصلاح معاشرہ کے کام کیے۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے ملک فتح کیے۔ اور بہادرانہ کارنامے چھوڑے۔ وہ بھی ہیں جنہوں

Marfat.com
Marfat.com

نے فقر و درویشی کو اپنایا۔ مگر جب ان کی زندگیوں کا بنظرِ غور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی قوت کا سارا رس زندگی کی کسی ایک شاخ نے چوس لیا اور باقی سارے پہلو تشنہ ہیں۔ ان کا اگر ایک پہلو روشن ملتا ہے تو دوسرا تاریک، ایک طرف افراط ہے تو دوسری طرف تفریط لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی مطاہرہ زندگی کا ہر گوشہ دوسرے گوشوں سے منطبق نظر آتا ہے۔ یعنی جلال ہے تو جمال بھی ہے۔ روحانیت ہے تو مادیت بھی معاد ہے تو معاش بھی۔ دین ہے تو دنیا بھی۔ بے خودی ہے تو اس کے اندر خودی بھی ہے۔ خدا کی عبادت و ریاضت ہے تو مخلوقِ خدا کیلئے محبت و شفقت بھی۔ اجتماعی نظم ہے۔ تو فرد کے حقوق کا احترام بھی۔ اگر مذہبیت ہے تو ہمہ گیر سیاست بھی ہے۔ قوم کی قیادت میں انہماک ہیں تو ازدواجی زندگی کا نظام بھی خوبصورتی سے چل رہا ہے۔ مظلوموں کی دادرسی ہے تو ظالموں کا ہاتھ پکڑنے کا انتظام بھی ہے۔

رسولِ خدا ﷺ کے مکتب سے حاکم و محکوم، امیر و غریب، وزیر و کبیر، افسر و سپاہی، آقا و غلام، مزدور، آجر و اجیر، معلم و واعظ، ریفارمر و فلسفی، یکساں درسِ حکمت لے رہے ہیں۔ ایک باپ کیلئے، ایک بیٹے کیلئے، ایک مسافر و ہمسفر کیلئے، ہمسایہ یا پڑوسی کیلئے یکساں مثالی نمونے موجود ہیں۔ جب ایک بار اس عظیم اور لاثانی درس گاہ میں آ پہنچا پھر کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہ رہی۔ انسانیت جس آخری عروج و کمال تک جا سکتی تھی۔ وہ اسی ہستی پاک میں جلوہ گر ہے۔ اسی لئے انہیں محسنِ انسانیت اور انسانِ کامل و اکمل کہا جاتا ہے۔

حضور سرورِ کونین ﷺ کی سیرت پاک ایک تاریخی طاقت کی حقیقت ہے۔ یہ تاریخی طاقت ایک اجتماعی تحریک کی روحِ رواں ہے۔ یہ انسان کی بلکہ انسان سازی کی روداد ہے۔ وہ عالم نو کے معمار کے کارنامے کی تفصیل ہے۔ سرورِ عالم ﷺ کی سیرت پاک غارِ حرا سے لے کر غارِ ثور تک، حرم کعبہ سے لے کر طائف کے بازار تک، اُمہات المومنین کے حجرات سے میدان ہائے جنگ تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے اَنمٹ نقوش بے شمار نفوس قدسیہ کی کتاب حیات کے اوراق زینت ہیں۔

ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عمارؓ، یاسرؓ، خالدؓ، بلالؓ، صہیبؓ اور ابوذرؓ، سعدؓ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سب کے سب اسی کتابِ سیرتِ رسول کے اوراق ہیں۔ ایک چمن کا چمن ہے۔ جس کے لالہ و گل اور نرگس و نسترن کی ایک ایک پتی پر اس چمن کے مالک کی زندگی کا رنگ ہے۔ یہ قافلۂ بہار جس بھی سرزمین سے گزرا اس کے ذرّے ذرّے پر ضیاء پاشی کر گیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عالمِ رنگ و بو میں وہ کونسی ایسی ہستی ہے جو جامعیت کبریٰ کے وصف سے متصف ہو۔ دنیا میں کونسی ذات پاک ہستی ہے۔ جس کے اقوال و افعال وضع و قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار،

Marfat.com
Marfat.com

مذاقِ طبیعت، اندازِ گفتگو، طرزِ زندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سوتے جاگتے کی ایک ایک طرز محفوظ رہ گئی ہو۔ تو اس کے جواب میں صرف ایک آواز بلند ہوتی ہے

"محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم"

یہی ہمارے پیارے رسول ﷺ جو رحمت عالم ہوتے ہوئے بھی عظیم حکمران ہیں۔ جن کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہوسکتا۔

گزارشِ ناشر

عقیدت نبی ﷺ معظم کے جذبہ سے سرشار ہوکر کم علمی کے باوجود اس عظیم کام کی ذمہ داری قبول کی اور تحریر کیلئے بیٹھ گیا۔ فضلِ ربانی اور والدِ گرامی قدر جناب میاں رحمت علیؒ کی دعاؤں سے کامیابی ہوئی۔

والدہ محترمہ جو آخری ایام میں "کالی کملی دا نوکر" کہہ کر پکارتی تھیں۔ ضرور نظر شفقت فرمائیں گی۔ اگر ناظرین کو میرے کلام میں کوئی خوبی نظر آئے تو اسے نبی اکرم ﷺ کی عنائت تصور کریں۔ اگر کوئی خامی ولغزش نظر آئے تو اصلاح چاہتا ہوں۔ اصل میں اس کارِ عظیم پر ہمت حُبِ رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے تھی۔ ورنہ

من کیستم کہ با تو دم دوستی زَنَم
چندیں سگانِ کوئے تُو یک کمترین منَم

محمد نواز شاہد نقشبندی

(ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر)

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

تاریخِ عرب قبل طلوع اسلام

سیرت مبارکہ کے آغاز سے پہلے کچھ حالات و واقعات قلم بند کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ ضرورتِ نبوت اور مقام نبوت کے متعلق کچھ معلومات مِل سکیں۔

نام عرب:۔

عرب نام کی وجہ تسمیہ دو طرح سے بیان میں آتی ہیں۔

اول:۔

عرب اور اعراب کے معانی فصاحت اور زبان آوری کے ہیں۔ چونکہ اہلِ عرب اپنی فصاحت اور زبان دانی میں سب سے افضل سمجھے جاتے تھے۔ اسی لئے یہ لوگ اپنے آپ کو عربی اور دوسروں کو غیر عربی (عجمی) کہہ کر پکارتے تھے۔

دوم:۔

بعض جگہ یہ روایت ہے۔ ''عرب'' اصل میں ''عربۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کے معنی سامی زبانوں میں دشت یا صحرا کے ہیں۔ چونکہ عرب کا زیادہ تر حصہ دشت و جبل اور صحرائی ہے۔ لہذا تمام ملک ''عرب'' کہلاتا ہے۔

جغرافیہ کے لحاظ سے:۔

حدود اربع:۔

مغرب میں بحیرۂ روم، مشرق میں خلیج فارس اور بحیرۂ عمان، جنوب میں بحرِ ہند، شمالی علاقہ سمندروں سے خالی ہے۔ لیکن سلسلہ ہائے کوہ سے اَٹا ہوا ہے۔ تین طرف سمندر اور ایک طرف خشکی ہے۔ اسی لئے اس کو ''جزیرہ نما عرب'' کہا جاتا ہے۔ طول تقریباً پندرہ سو میل اور عرض چھ سو میل ہے۔ مجموعی رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔ ملک کا زیادہ تر حصہ ریگستانی ہے۔ بہترین سواری اونٹ اور بہترین پیداوار کھجور ہے۔ زیادہ تر جانور بھیڑ اور بکریاں ہیں۔ سارے ملک میں چھوٹے بڑے پہاڑوں کا جال ہے سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ ''جبل اشراۃ'' ہے۔ جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر شمال میں شام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سب سے بلند چوٹی آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔ عرب کا کچھ حصہ زرخیز اور شاداب بھی ہے۔ معدنی تیل، چاندی اور سونے کی کانیں عام ہیں۔ لوگوں کا

Marfat.com
Marfat.com

زیادہ تر پیشہ تجارت ہے جو شام، مصر اور دمشق تک پھیلا ہوا ہے۔ اور زیادہ تر تجارت چاندی اور سونے کی ہوتی ہے۔

عرب کے طبعی خدوخال:۔

جغرافیہ دانوں نے عرب کو ساخت کے لحاظ سے آٹھ حصوں میں منقسم کیا ہے۔ جو یہ ہیں۔
(۱) حجاز (۲) یمن (۳) حضرموت (۴) مہرہ (۵) عمان (۶) بحرین (۷) نجد اور (۸) احقاف
ان آٹھ حصوں میں متعلقہ حصہ زیادہ تر حجاز ہے۔ اس کے متعلق ہی مختصر تعارف شامل کیا جا رہا ہے۔

حجاز:۔

ملک کے مغربی حصہ میں بحیرۂ قلزم کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ اس کا نشیبی علاقہ ''تہامہ'' یعنی پست زمین کہلاتا ہے۔ اور اس سے مشرقی جانب ''نجد'' (بلند زمین) کہلاتا ہے۔
حجاز کے یہ شہر شہرت کے لحاظ سے نہایت اہم تصور کئے جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورۃ (یثرب)، بدر، اُحد، خیبر، فدک، حنین، طائف، تبوک اور غدیر خم وغیرہ۔
طائف حجازِ مقدس میں سب سے زیادہ سرد اور سرسبز مقام ہے۔ اور یہاں کے میوے بہت مشہور ہیں۔

مکہ معظمہ:۔

یہ شہر حجاز مقدس کا مشہور شہر ہے۔ جو مشرق میں جبل ابوقبیس اور مغرب میں جبل قعیقعان سے گھِرا ہوا ہے۔ اس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور ریتلے میدان ہیں۔ یہی وہ شہر مقدس ہے جس کو ''حضور سرورِ عالم ﷺ'' کی ولادت باسعادت کا شرف حاصل ہے۔ اس شہر اور اس کے اطراف و اکناف میں کعبہ معظمہ، صفا و مروہ، منیٰ مزدلفہ و عرفات، غارِ حرا و غارِ ثور اور جبل نور واقع ہیں۔
مکہ معظمہ سے تقریباً چون (54) کلومیٹر کے فاصلہ پر عرب کی مشہور بندرگاہ ''جدہ'' ہے۔ جو بحیرہ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔ ہر سال دنیائے اسلام سے کروڑوں مسلمان اسی بندرگاہ سے اور ہوائی سفر کے ذریعے مکہ معظمہ میں حج بیت اللہ شریف کیلئے آتے ہیں۔

مدینۃ منورہ:۔

قبل از ہجرت اس کا نام ''یثرب'' تھا۔ یہ مشہور شہر مکہ شریف سے تقریباً تین سو میل پر واقعہ ہے۔
اسی مقدس شہر میں رسول اکرم ﷺ نے ترپن (53) سال کی عمر مبارک ۱۳ نبوی کو اہلِ قریش کے مظالم سے مجبور ہو کر ہجرت کر آئے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ہی اس شہر کا نام ''مدینۃ النبی'' ہو گیا۔ اور دس سال

Marfat.com
Marfat.com

تک یہاں رہ کر درس تبلیغ دین فرماتے رہے۔اسی مقدس شہر میں حضور سرور عالم ﷺ کا مبارک روضہ ہے۔جو اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک میں ہے۔اسی کو ''گنبد خضریٰ'' کہا جاتا ہے۔

مدینہ طیبہ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلہ میں ''اُحد'' پہاڑ ہے۔جہاں حق و باطل کا دوسرا معرکہ ہوا۔ اسی پہاڑ کے دامن میں سید الشہداء ''حضرت حمزہؓ'' کا مزار ہے۔

پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ''مسجد قبا'' ہے۔جہاں ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ کا پہلا قیام ہوا۔اور دستِ مبارک سے دنیا کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔مزید معلومات آئندہ صفحات میں تفصیلاً درج ہونگی۔کیونکہ یہی وہ مقدس نگری ہے جہاں سے ''اسلامی شعاعیں'' دنیا کے کونے کونے تک پہنچی۔یہی نبی آخر الزمان ﷺ کا ''پایۂ تخت'' ہے اور ''منبع اسلام'' ہے۔

بعثت نبوی کا انتخاب عرب شریف:۔

جغرافیائی لحاظ سے:۔

کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھا جائے تو جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجے عرض بلد اور شمال میں ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ درجے ہے۔جس کا نصف ۶۰ درجے ہے۔شمالی ۸۰ درجے میں سے ۶۰ درجے تفریق کریں تو ۲۰ رہ جاتا ہے۔اسی طرح ۶۰ میں سے ۴۰ تفریق کریں تو بھی ۲۰ ہی رہتا ہے۔اور مکہ معظمہ 21-1/2 درجے پر آباد ہے۔اس لئے کل کرۂ ارض کا وسط یہی ہوتا ہے۔اس طرح ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجے عرض بلد شمالی پر واقع ہے۔اور انہیں خطوط کے اندر دنیا کی مشہور آبادی اس طرح مقیم ہے کہ مشرق میں آریہ ومنگول، مغرب میں حبشی وہامائٹ (عام نسل) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) جب تمام اقوام کو تبلیغ اور ہدایت پہنچانا مقصود ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔

حالاتِ زمانہ:۔

کرۂ ارضی کے مطابق ملک عرب کا محل وقوع کچھ یوں بنے گا کہ یہ برِّ اعظم ایشیاء، برِّ اعظم یورپ اور برِّ اعظم افریقہ کے وسط میں ہے۔ارضی مخلوق کی رشد وہدایت اور تبلیغ وارشاد کیلئے عرب ہی موزوں ترین جگہ ہے۔اس کے علاوہ نبی آخر الزماں ﷺ کے زمانہ پر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ ایشیاء، یورپ اور افریقہ کی تین بڑی حکومتوں کا تعلق کاروبار کے لحاظ سے ملک عرب سے تھا۔اسی رابطہ کی وجہ سے ملک عرب سے اٹھنے والے چشمۂ ہدایت سے ساری دنیا آسانی سے سیراب ہوسکتی تھی۔یہی وہ حالات تھے رَبِّ جلیل نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو دنیا کے وسط میں مبعوث فرمایا۔خانہ کعبہ شریف کے ''باب عبدالعزیز'' اور مسجد نبوی شریف کے ''باب فہد'' کے باہر

Marfat.com
Marfat.com

گھڑیاں نصب ہیں جو (Standard Time) ظاہر کرتی ہیں۔

عرب کے سیاسی حالات:۔

ولادتِ باسعادت کے زمانہ میں عرب کے حالات یوں تھے۔ عرب کا جنوبی حصہ سلطنت حبشہ اور مشرقی حصہ پر فارس کا قبضہ تھا۔ شمال میں رومی سلطنت تھی۔ عرب کا اندرونی حصہ آزاد تھا۔ لیکن اس کا قبضہ کرنے کیلئے ہر حکومت زور لگاتی رہی لیکن آپس میں باہمی رقابت کی بنا پر کوئی بھی حکومت اس پر قابض نہ ہوسکی۔

اخلاقی حالات:۔

عرب کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جہالت نے ان میں بت پرستی کو جنم دے رکھا تھا۔ اور لوگ توہم پرست بھی تھے۔ وہ مظاہر قدرت کی ہر چیز مثلاً، پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ اور دریا، آگ اور پانی کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ خودساختہ مٹی اور پتھر کی مورتیوں کو اپنا خدا کہتے تھے۔ عقائد کے ساتھ اعمال وافعال بھی بگڑے ہوئے تھے۔ قتل وغارت، رہزنی، جوا، شراب نوشی، حرام کاری، زنا، عورتوں کا اغواء، عیاشی وفحاشی، لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا، جھوٹ بولنا، ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ ان عاداتِ بد پر فخر کرنا اور اترانا ان کی عادت تھی۔ الغرض ان کی سرشت میں ہر گندہ اور گھناؤنا عمل وفعل موجود تھا۔ نسل درنسل چلنے والی لڑائیاں عام تھیں۔ بچے، بوڑھے، مردوخواتین سب گناہوں میں گرفتار تھے۔

مشہور بُت اوران کی پجاری اقوام :۔

نام بت	مقام	پوجنے والے قبائل
لات	طائف	بنوثقیف
عزیٰ	مکہ معظمہ	بنوقریش/ بنوکنانہ
ھُبَل	مکہ معظمہ کی چھت پر	بنوقریش/ بنوکنانہ
مناۃ	مدینہ منورہ (بدر کے قریب)	اوس، خزرج، عسان
وُدّ	دومۃ الجندل	بنوکلب
سُواع	دومۃ الجندل	بنوہذیل
یغُوث	دومۃ الجندل	بنومذحج اور یمن کے کچھ قبائل
یعُوق	یمن	بنوہمدان

Marfat.com
Marfat.com

یہ حالات تھے کہ رب قدیر نے دنیا کی ہدایت کیلئے نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کو جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ دین حنیف کے پیروکار تھے۔ کی نسل سے بھیجا۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل سے آئے۔ مگر رسول اکرم ﷺ بنو ہاشم یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تشریف لائے۔

مختصر حالات حضرت اسماعیل علیہ السلام:۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام، بُردبار، صبر وتحمل اور بہترین تیراندازی وگھڑسواری کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ ان تمام اوصاف کے باوجود سب سے عظیم اعزاز یہ ہے کہ نبی آخرالزمان حضرت رسول خدا ﷺ آپ کی نسل سے ہیں۔

خاکہ حیات حضرت اسماعیل علیہ السلام:۔

اسم مبارک:	حضرت اسماعیل علیہ السلام
والدگرامی قدر:	حضرت ابراہیم علیہ السلام (جدانبیاء)
والدہ ماجدہ:	سیدہ ہاجرہ (علیہا السلام)
لقب:	ذبیح اللہ
بیٹے:	بارہ
بیٹی:	ایک
خصوصی صفت:	حلیم، صادق الوعد، صابر
خصوصی اعزاز:	انہی کی نسل سے نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ
فنِ حرب:	تیراندازی
معمار:	بیت اللہ شریف
قربانی:	قربانی کی سنت حضرت اسماعیل السلام کی قائم کردہ ہے۔
ہجرت:	مکہ مکرمہ (شیرخواری میں)
اولاد کا پھیلاؤ:	حجاز، شام، عراق، فلسطین اور حضرموت تک
عمرشریف:	136 سال

Marfat.com
Marfat.com

بارہ بیٹوں کے نام:-

جب آپؑ سن بلوغت کو پہنچے تو بنو جرہم سے شادی کر لی۔ لیکن کچھ دیر کے بعد والدِ گرامی قدر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواہش سے اس لڑکی کو طلاق دے دی اور ایک اور لڑکی سے شادی کر لی۔ آپؑ کی اولاد میں بارہ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ جن کی اولاد حجاز، شام، عراق، فلسطین اور حضر موت تک پھیل گئی۔

بیٹوں کے نام درج کئے جا رہے ہیں۔

☆- نیابوث

☆- قیدار

☆- اوبیل

☆- ہشام

☆- روما

☆- میشماع

☆- اعداد

☆- منشا

☆- یطور

☆- تافیش

☆- تیما

اور قدما

Marfat.com
Marfat.com

سلام

بحضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

☆......آفتابِ ہدیٰ۔ماہتابِ عطاء۔دُرِ بحرِ صفاء۔معدنِ اتقاء۔سید الاصفیاء۔جلوہ حق نما۔عکسِ نور خدا۔صاحبِ ھل عطاء۔احمد مجتبیٰ۔آپؐ پر کروڑوں درود۔

☆......شرحِ اُم الکتاب۔رَاستی کے نصاب۔کِذب کے سدِ باب۔دفترِ اکتساب۔انبیاء کے خواب۔رحمت بے حساب۔اے دَرِ مستجاب۔اے رسالت مآب۔آپؐ پہ کروڑوں درود۔

☆......عالمِ ہست وبود۔بزمِ غیب وشہود۔زندگی کے وجود۔بندگی کی قیود۔تم سے سب کی نمود۔اے امیرِ جنود۔اے قیام وقعود۔اے رکوع وسجود۔آپؐ پہ کروڑوں درود۔

☆......نورِ شمس وقمر۔ظلمتوں کی سحر۔راکبِ بحر وبر۔مالکِ خشک وتر۔سطوتِ بام ودَر۔رازدان و راہبر۔صادق ومُعتبر۔نطقِ شیریں اثر۔ذاتِ والا گوہر۔آپؐ پر کروڑوں درود۔

☆......رَدِ ہر قال وقیل۔حق پہ محکم دلیل۔دین کے سنگِ میل۔عادل بے عدیل۔کبریا کے وکیل۔انبیاء کے کفیل۔بے مثال وبے مثیل۔باکمال وجمیل۔عدو تیرا ذلیل۔آپؐ پر کروڑوں درود۔

☆......مدحتِ خاص وعام۔منت ہر غلام۔عاجزانہ پیغام۔ذکرِ خیر الانام۔سب درود وسلام۔ذاتِ والا کے نام۔خود خدائے کرم۔ روز وشب۔صبح وشام۔بھیجتا ہے مدام۔تم پہ لاکھوں سلام۔

☆......سید نیک ونام۔ذوالمنن ذوالکرام۔ہر قدم اک مقام۔ہر نفس اک پیام۔مرجعِ خاص وعام۔اے ذوالاحترام۔شاہِ خیر الانام ایک ادنیٰ سا غلام کر رہا ہے سلام۔آپؐ پر کروڑوں درود۔

☆......شہر یارِ ارم۔تاجدارِ حرم۔شاہِ والا حشم۔عارفِ کیف وکم۔ذاتِ قدسی شیم۔اے سپہرِ نعم۔اے سحابِ کرم۔تم کو ہر اک کا غم۔اے شفیعِ امم۔آپؐ پر کروڑوں درود۔

☆......فخرِ کون ومکاں۔نکتہ ورنکتہ داں۔حق نگر حق رساں۔رحمتِ ہر مقام وزماں۔دل بہ دل جان بہ جاں۔راحتِ عاشقاں۔رافتِ عاصیاں۔مونسِ بے کساں۔آپؐ پر لاکھوں سلام۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی.

صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

Marfat.com
Marfat.com

هدیۂ تبریک

بحضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی عقیدت اور محبت کے اظہار کی خاطر، حضرت مولانا حافظ غلام حسن قادری صاحب کی زبان میں ہدیہ تبریک پیش کر رہا ہوں۔

☆محبوبِ خدا خواجۂ ہر دوسرا، شفیعِ روزِ جزا، پشت پناہِ ہر بے نوا، عمیم الجود والعطاء، عظیم الرّجیٰ، نبی الانبیاء، حبیب کبریا، احمدِ مجتبیٰ

☆شبِ اسریٰ کے دولہا، تاجدارِ انبیاء، دو عالم کے داتا، بے کسوں کے حاجت روا، وسیلہ العظمیٰ، من آیاتِ ربِّ الکبریٰ، مطلوب ربِ الارض والسماء

☆ فلک نبوت کے آفتاب، حسنِ یوسفؑ کے شباب، جناب رسالت مآب منبعِ انوارِ ماہتاب، روح و جان کائنات، فاتح باب شفاعت،

☆محبوبِ رب الارباب، افضل الخطاب، سید السادات، مرکز دائرہ موجودات،

☆ قاسمِ عزت، مقیمِ سنت، شاہکارِ تخلیق قدرت، رازدارِ روزِ مشیت، مُربّیِ ملت، شفیعِ امت۔

☆انبیاء کے سرتاج، بے کسوں کی لاج، حدوثِ قدم کے منہاج، صاحبِ تاج ومعراج،

☆ صاحبِ اَلَم نَشرَح، نورالایضاح، مراقی الفلاح، امدادالفتاح، فلکِ رسالت کے قوس وقزح

☆ مختارِ شش جہات وچرخ، مشفعِ اہلِ برزَخ، انوارِ فطرت مرنخ، مایہ مورّخ وتاریخ۔

☆ برہانِ واجب الوجود، صاحبِ مقامِ محمود، منشائے ربِ ودود، حامد واحمد ومحمود (علیہ افضل الصلوات و التسلیمات)

☆مخزنِ انوار ربانی، منبعِ انوارِ یزدانی، حضور پُر نور، شافعِ یوم النشور، نورٌ علیٰ نور، حبیب رب غفور، معدنِ اہلِ بیت اطہار، شبِ اسراء کے راز دار، سیدہ آمنہ کے دلدار، دستِ قدرت کے شاہکار، مطلوبِ احجار و اشجار، غیب لاہوت کے پوشیدہ راز۔

☆ سایہءِ قندیلِ مقدس، قُبہٗ فلکِ اطلس، زیورِ ایوبؑ ویونسؑ، بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس، باعثِ شرفِ روح القدس، ذیشانِ الوہیت کے قدوس (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات) زینتِ مناظرِ فرش، نورِ

Marfat.com
Marfat.com

تجلیات عرش، برقِ ظلمت کش، سلطانِ جہات شش، مخرجِ اخلاص، مصدرِ خلوص، رسولِ مخصوص، حاکمِ مخلص، نبی فیاض، مکینِ روضہ من ریاض، قلمِ رب قدیر کے بیاض۔

☆ نافع ودافع، شافع ورافع، رسولِ مطاع، عبدِ مطیع، عاصیوں کے شفیع، کلمۃ اللہ کے مبلغ، مولائے چشم ما زاغ، صاحبِ السیف، مختارِ کم وکیف، شاہدِ کائنات، مکمل مکارم الاخلاق، راکب دوش براق، صاحب صدیق وعتیق، قلزمِ عرفان عمیق، (علیہ افضل الصلوات والتسلیمات)

☆ عارفِ علم وادراک، مصداقِ حدیث لولاک، کائناتِ شریعت کے فلک الافلاک، دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، آبروئے قیل وقال، بوستانِ فصاحت کے جمال، قاسمِ کوثر وسلسبیل، حاضرِ بارۂ گاہ ربِ جلیل، مقصودِ وجودِ عالم مطلوب قلوب بنی آدم، نورِ مجسم، شفیع معظم، خطیب امم، حبیب محتشم

☆ کنز الایمان، صاحبِ برہان، نور العین، جد الحسنؓ والحسینؓ، سببِ کون ومکان، مالکِ ہر زمان و مکان، مخدوم سجدہ گاہِ قدسیاں، واقفِ اسرارِ چہار سو، غنچہ رازِ مدحت کی خوشبو، دل موجودات کی آرزو، مقصودِ آیت صَلُّوا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوا۔

☆ سید وہادی، مولائے حجازی، مظہر کمالات الٰہی، النّبی، المکی والمدنی، ہاشمی ومطلبی، النبی الامی، فدا روحی وجدی وابی، وامی ومالی وارضی، واقربائی واحبائی ورفقائی وسائرِ عشیرتی، صَلُّوا عَلَیْهِ وَالِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن۔ کثیراً۔ کثیراً۔ کثیراً۔ کثیراً

Marfat.com
Marfat.com

احمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے
مختصر خاندانی حالات

نسب نامہ:۔

والد کی طرف سے :

محمد مصطفیٰ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن قصیٰ بن کلاب بن کعب (مرہ) بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے۔

والدہ کی طرف سے :

حضور محمد ﷺ بن آمنہ بنتِ وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن کعب (مرہ)

حضور ﷺ کے نسب کے دونوں سلسلے کلاب بن کعب (مرہ) پر مل جاتے ہیں۔''عدنان'' کا سلسلہ نسب صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہے۔حضور ﷺ جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تو صرف ''عدنان'' تک ہی فرماتے۔تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

اب چند اجدادِ نبوت کے بزرگوں کے احوال درج کر رہا ہوں۔سب بزرگ معزز اور پسندیدہ افراد تھے مگر ان سب میں سے معزز ترین ''قصیٰ بن کلاب'' تھے۔

قصیٰ بن کلاب:

آپ رسالت مآب ﷺ کے تمام خاندان اجداد کی شرافت اور ہر دلعزیزی کی وجہ سے مشہور تھے۔ جو تمام کتب سیر میں آچکے ہیں۔لیکن ''قصیٰ بن کلاب'' کا مقام سب سے الگ تھا۔

سیاست و اعزازات:

قصیٰ بن کلاب کا زمانہ تقریباً پانچویں صدی عیسوی کا تھا۔یعنی تقریباً 440ء مندرجہ ذیل امور ان کے ذمہ تھے۔

☆ **حجابت کعبہ :۔** بیت اللہ شریف کی کلید برادری کا اعزاز

☆ **سقایت:۔**

حاجیوں کیلئے میٹھے پانی کا مہیا کرنا۔یہ مشروب اہلِ مکہ کیلئے پسندیدہ مشروب تھا۔اس کے علاوہ کھجوروں

Marfat.com
Marfat.com

کا ''عصارہ'' جو کھانے اور پینے دونوں کی کفالت کرتا تھا۔

☆رفادت:۔

خدمت خلق کا یہ اعزاز بھی انہی کے ذمہ تھا۔اس کے ذریعے مفلوک الحال حاجیوں کو کھانا مہیا کرنا۔اور ان کی واپسی کیلئے زادِراہ مہیا کرنا تھا۔

ندوہ:۔

اہل مکہ کے مسائل کے حل کیلئے مجالس کا انتظام کرنا۔اور ایسی مجالس کی صدارت کرنا بھی آپ ہی کے اعزاز میں تھی۔

☆لشکر کی سپہ سالاری:۔

اہلِ مکہ کے تمام لشکروں کی سپہ سالاری کرنا بھی آپ ہی کے ذمہ تھی۔یہ تمام اعزازات کعبہ کی عظمت و برکت ہی سے ملے تھے۔چونکہ خانہ کعبہ عرب کے تمام باشندوں کی مرکزی عبادت گاہ تھی۔کعبۃ اللہ کو دینی شرف حاصل تھا۔اہلِ مکہ نے قصیٰ بن کلاب کی غیر معمولی صلاحیتوں اور خدمات واوصاف کی وجہ سے یہ اعزاز خود دیئے تھے۔

قصیٰ بن کلاب کے بعد نیابت:۔

قصیٰ بن کلاب کی وفات کے بعد یہ اعزازات آپ کے بڑے بیٹے عبدالدار کو تفویض ہوئے۔لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے ''عبدمناف'' کو زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔تمام اعزازات میں سب سے بڑا ''رفادت'' تھا۔ اس کے لئے تمام قریش سالانہ ٹیکس ادا کرتے تھے۔اس رقم سے غریب حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا اور ان کو زادِراہ دیا جاتا تھا۔

عبدِ مناف:۔

عبدالدار اپنے باپ کی وفات کے بعد اسی طرح خدمات سرانجام دیتے رہے۔لیکن عبدمناف اور ان کے بیٹوں کا اہلِ قریش میں بڑا وقار اور عزت تھی۔لہذا ان کے بیٹوں (ہاشم،عبدالشمس،مطلب اور نوفل) بنوعبد الدار سے کعبہ کی کلید برداری کے حصول کی کوشش شروع کردی۔اس طرح قریش دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ قریب تھا کہ خوفناک جنگ کا آغاز ہو جاتا مگر چند دانا اور بزرگ اہلِ قریش نے مصالحت کرادی۔فیصلہ ہوا کہ سقایت،رفادت،اور ندوہ عبدِ مناف کیلئے اور کلید برداری عبدالدار کیلئے دونوں فریق ظہور اسلام تک اپنے فرائض بڑے احسن طریقے سے نبھاتے رہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ہاشم بن عبد مناف:۔

ہاشم اپنے چاروں بھائیوں سے بڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا بہت کچھ تھا۔ ندوہ، سقایت اور رفادت تینوں ذمہ داریاں بڑے اچھے طریقہ سے نبھانے لگے۔ اپنے دادا قصیٰ بن کلاب کی طرح ایک روز اہلِ قریش کو اکٹھا کیا اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''حاجی اللہ کے گھر کی زیارت کرنے آتے ہیں وہ ہمارے مہمان ہیں ان کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے اور ہم سب کیلئے بڑا اشرف اور کارِ ثواب ہے۔

چنانچہ ہاشم نہ صرف حاجیوں کی ہی خدمت کرتے بلکہ غریب اہلِ مکہ کی بھی معاونت کرتے اور اپنے دسترخوان سے کھانا کھلاتے۔ ایک دفعہ مکہ میں قحط سالی تھی۔ تو ہاشم نے اپنے دسترخوان بچھا دیئے۔ اور سوکھی روٹیاں اونٹ کے گوشت کے شوربے میں بھگو کر لوگوں کو کھلاتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام ''ہاشم'' مشہور ہوا۔

ہاشم کی تکریم:۔

ہاشم سال میں دو دفعہ سیر و تفریح کیلئے اپنے گھر سے نکلتے، گرمیوں کے موسم میں یمن اور سردیوں میں شام کا سفر کرتے۔ اسی سفر کی وجہ سے اس عظیم سردار قریش کی گرد و نواح میں بھی بڑی عزت اور تکریم تھی۔ اہلِ مکہ میں بھی بہت ہر دلعزیز ہو گئے۔ اور اعزازات خانہ کعبہ کی وجہ سے بنو ''عبد مناف'' نے گرد و نواح کے امراء سے باہمی امن و سلامتی کے معاہدے کر لئے۔ ان معاہدوں میں قیصر روم اور قبیلہ غسان سر فہرست تھے۔ انہیں معاہدوں کی وجہ سے دونوں فریق ایک دوسرے کے مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت اور سلامتی کے ذمہ دار تھے۔ ہاشم کے چھوٹے بھائی عبد الشمس نے بادشاہ نجاشی سے امن معاہدہ کیا۔ دوسرے دونوں بھائیوں (نوفل اور مطلب) نے فارس اور یمن کے تاجدارانِ قبیلہ حمیر سے معاہدے کر لئے۔ ان معاہدوں کی وجہ سے مکہ معظمہ کی وجاہت و ثروت میں دُگنا اضافہ ہو گیا۔ جن ممالک سے امن معاہدے ہوئے ان ممالک کے تاجر مکہ معظمہ آتے اور مالِ تجارت فروخت کرتے تھے۔ اس طرح اہلِ مکہ کو تجارت کی مہارت ہو گئی۔ اس تجارت کا سبب بھی ہاشم ہی تھے۔

شادی:۔

ایک دفعہ شام کے سفر سے واپسی پر حضرت ہاشم مدینہ میں قیام پذیر تھے۔ اُن کے سامنے ایک حسین و جمیل عورت گزری۔ جس کا نام ''سلمیٰ'' بنتِ عمرو تھا۔ جو قبیلہ ''بنو نجار'' سے تعلق رکھتی تھی۔ قبیلہ بنو نجار (قبیلہ خزرج) کی ایک شاخ تھی۔ یہ مطلقہ خاتون تھی۔ اور تجارت پیشہ اپنا رکھا تھا۔ یہ نیک خاتون حضرت ہاشم کے اعلیٰ اخلاق و کردار کے چرچے سن چکی تھی۔ اور دل میں بڑی قدر کرتی تھی۔ باہمی رضامندی سے دونوں کا نکاح ہو گیا۔ اور

Marfat.com
Marfat.com

آپ اپنی زوجہ کے ہمراہ مکہ تشریف لے آئے۔ چند دنوں کے بعد تجارت کی غرض سے فلسطین چلے گئے اور فلسطین ہی میں ان کی وفات ہوگئی۔ وفات کا سن کر آپ کی اہلیہ سلمٰی بنت عمرو مدینہ واپس چلی گئی۔ وہیں ان کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام شیبہ رکھا گیا۔

آپ کے برادرِ خورد مطلب:۔

حضرت ہاشم فلسطین کے شہر غزہ میں ہی فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ''مطلب'' نے تمام ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ان کی فضیلت اور سخاوت اسقدر تھی کہ قریش ان کو ''الفیض'' کہہ کر پکارتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مطلب کو اپنے بڑے بھائی ''ہاشم'' کی یاد نے ستایا تو یثرب (مدینہ) اپنے بھتیجے ''شیبہ'' کو ملنے چلے گئے۔ اس وقت ''شیبہ'' عہدِ شباب میں قدم رکھ چکے تھے۔ ان کی والدہ کی رضامندی سے انہوں نے اپنے بھتیجے شیبہ کو اونٹنی پر بٹھایا اور مکہ لے آئے۔ اہلِ مکہ نے جب مطلب کے ساتھ اونٹنی پر ایک خوبصورت جوان کو دیکھا تو وہ پکار اٹھے کہ یہ ''عبدالمطلب'' یعنی مطلب کا غلام ہے۔ جس پر انہوں نے کہا کہ یہ میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ''شیبہ'' ہے۔ اس وضاحت کے باوجود لوگوں کے ذہن میں عبدالمطلب ہی جم ہوگیا۔ اور وہ اصلی نام ''شیبہ'' بھول گئے۔ مکہ میں آنے کے بعد مطلب نے تمام ذمہ داریاں اور اعزازات اپنے بھتیجے حضرت عبدالمطلب یعنی شیبہ کے سپرد کر دیں۔ اس سے قبل اپنے ہی خاندان میں ان کی شادی ہو چکی تھی۔ اسی دوران ان کے ہاں حارث پیدا ہوئے۔ جو عبدالمطلب کے ساتھ ان کی ذمہ داریوں میں مدد کرنے لگا۔

چاہِ زم زم کی صفائی:

جب حضرت عبدالمطلب (شیبہ بن ہاشم) کو تمام مناصب اور اعزازات سپرد کیے گئے تو اس وقت تک مضاض بن عمرو جرہمی چاہ زم زم کو بند کر چکا تھا۔ حصولِ پانی ایک اہم مسئلہ بنا ہوا تھا۔ ایک تجویز زیرِ غور تھی کہ خانہ کعبہ کے قریب ایک بہت بڑا حوض بنایا جائے۔ اور اس میں دور ونزدیک کے کنوؤں سے پانی بھر کر لایا جائے جو کہ بہت مشکل کام تھا۔ یہ تبھی ممکن تھا کہ تمام قبائل اس میں حصہ لیتے یا منصب دار کے بیٹے زیادہ ہوتے لیکن منصب دار حضرت عبدالمطلب کا صرف اس وقت ایک ہی بیٹا ''حارث'' تھا۔

یہ بات تمام عربیوں کے ذہن میں تھی۔ جو سینہ بسینہ چلی آ رہی تھی کہ خانہ کعبہ کے دامن میں چاہ زم زم موجود تھا۔ جس کا محلِ وقوع کسی کو معلوم نہ تھا۔ رحمتِ خدا سے ایک رات حضرت عبدالمطلب کو خواب میں چاہ زم زم کی نشاندہی کروادی گئی۔ پس آپ اپنے نورِ نظر ''حارث'' کو لے کر اس کی کھدائی میں مصروف ہوگئے۔ چاہ زم زم کو بند کرتے وقت مضاض بن عمرو نے سونے کے دو ہرن اور طلائی تلواریں اور دیگر خزانہ اسی میں دبا دیا تھا۔ کھدائی

Marfat.com
Marfat.com

کے دوران یہ خزانہ برآمد ہو گیا تو اہلِ مکہ اس کے حصہ کے دعویدار بن گئے۔اس جھگڑے کو ختم کرنے کیلئے حضرت عبدالمطلب نے تیروں کی قرعہ اندازی کی تجویز جو کہ عرب میں عام رواج تھا پیش کی۔تجاویز درج ذیل ہیں۔
(۱) کعبہ کے نام دو تیر۔(۲) قریش کے نام دو تیر۔(۳) حضرت عبدالمطلب کے نام دو تیر۔اس پر قریش رضامند ہو گئے۔دو دو تیر چلائے گئے۔مگر قریش کے نام کا کوئی تیر نہ نکلا۔تلواریں حضرت عبدالمطلب کے نام اور ہرن خانہ کعبہ کے نام۔ہرن خانہ کعبہ میں رکھ دیئے گئے اور تلواریں حضرت عبدالمطلب نے بیچ کر کعبہ شریف کا دروازہ بنوا دیا۔یوں چاہ زم زم کی دوبارہ کھدائی کروائی گئی جس سے پانی کا مسئلہ حل ہو گیا۔

حضرت عبد المطلب کی نذر:

حضرت عبدالمطلب کے دل میں اولاد کی کمی کا احساس تھا۔جو دن بدن زیادہ ہوتا گیا۔یہ بات بار بار دل میں کھٹکتی تھی کہ اگر ان کی اولاد زیادہ ہوتی تو چاہ زم زم کی صفائی میں اتنی تکلیف برداشت نہ اٹھانا پڑتی۔اولاد کی فراوانی کیلئے انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو اپنے ایک بیٹے کو کعبہ شریف کے سامنے اللہ کے حضور قربان کروں گا۔اللہ تعالیٰ کی شان کہ ان کی یہ نذر منظور ہو گئی۔انکے ہاں بارہ بیٹے ہوئے۔
جب تمام بیٹے جوان ہوئے۔تو انہوں نے اپنی نذر بیٹوں کے سامنے پیش کی۔تمام بیٹے اپنے باپ کی اس قربانی کیلئے تیار ہو گئے۔لہٰذا انہوں نے قرعہ اندازی کے طریقہ پر اتفاق کیا۔بیٹوں میں سب سے بڑے ''حارث'' اور سب سے چھوٹے ''حضرت عبداللہ'' تھے۔

بیٹوں کے نام :۔ حارث۔ابوطالب۔زبیرؓ۔حمزہؓ۔عباسؓ۔ابولہب۔غیداق۔ضرار۔عبد الکعبہ۔حجل۔مقوم اور حضرت عبداللہ۔

الغرض جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔جو سب سے چھوٹے اور حضرت عبد المطلب کو بہت پیارے تھے۔لیکن ایفائے عہد کے لئے حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو پکڑا اور چاہ زم زم کے سامنے خانہ کعبہ کے قریب لے گئے۔تمام اہلِ عرب کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب اپنی نذر پوری کرنے کیلئے اپنے کم سن بیٹے حضرت عبداللہ کو کعبہ پر قربان کرنے کیلئے آ گئے ہیں۔تو وہ دوڑے آئے اور حضرت عبدالمطلب کو کہا کہ آپ معذرت کر لیں۔اور اپنے بیٹے کی قربانی نہ دیں۔اس پر آپ نہ مانے اور کہا کہ کوئی اور تجویز دیں۔اس کیلئے ایک کاہنہ خاتون کے پاس جانے کی تجویز دی گئی۔اس کاہنہ خاتون نے قرعہ اندازی کی تجویز دی۔یہ تجویز ''مغیرہ بن عبداللہ مخزومی'' نے دی تھی۔اس طرح قرعہ اندازی کا طریقہ اپنایا گیا۔جب قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ اندازی حضرت عبداللہ کے نام نکلی۔پھر دس اونٹوں کا اضافہ کر کے دوبارہ قرعہ اندازی بھی حضرت عبد

Marfat.com
Marfat.com

اللہ کے نام نکلی۔کئی بار قرعہ اندازی کی گئی ہر دفعہ دس اونٹوں کا اضافہ کردیا جاتا۔آخرکار جب اونٹوں کی تعداد سو ہوگئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئی۔اس طرح حضرت عبداللہ کی بجائے سو اونٹ قربان کیے گئے۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے حضرت عبداللہ بہت عزت و وقار کے مالک ہیں۔

اوصاف حضرت عبد المطلب:۔ حضرت عبدالمطلب کعبۃ اللہ کے خادم اور متولی تھے۔نور احمدی کے امین اور امور حج و زیارت کے نگران تھے۔بہت جہاندیدہ اور صاحب عقل و دانش تھے۔فیوض و انوار کا اکثر ظہور ہوتا رہتا تھا۔آپ کے عقائد،نظریات و خیالات بہت پاکیزہ تھے۔شرح زرقانی جلد دوم صفحہ نمبر ۸۲ پر حضرت عبدالمطلب کے فیوض و انوار کا حال موجود ہے۔

حضرت عبدالمطلب ہمہ وقت خوشبو سے مہکے رہتے تھے۔ان سے کستوری کی خوشبو بڑی دلآویز ہوتی تھی۔نور نبی ﷺ پیشانی سے چمکتا رہتا تھا۔قریش پر پریشانی یا کوئی مصیبت آجاتی تو حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہ شبیر پر لے جاتے اور ان کا واسطہ دے کر خدا تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔تو صدقہ نور نبی معظم ﷺ وہ سختی دور ہو جاتی۔

ھاتھی والوں کا حملہ :۔ یمن کا حاکم ابرہہ بڑا سرکش اور مغرور تھا۔اور چاہتا تھا کہ لوگ اس کے گرد گھومتے رہیں۔سوچتا کہ لوگ مکہ کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔حالانکہ وہاں خانہ کعبہ ایک کچا سا کمرہ ہے۔اور اس کے اوپر کالا غلاف پڑا رہتا تھا۔لیکن لوگ جوق در جوق اس کا طواف کرتے ہیں۔اس میں نہ تو آرائش ہے اور نہ ہی نمائش اس کے باوجود لوگ بڑا ادب و احترام کرتے ہیں۔خلق خدا کا جوش و خروش،عقیدت و احترام،حیرت انگیز اور دیدنی ہوتی ہے۔

اس نے یمن سے مکہ شریف کے راستہ پر ایک خوبصورت گرجا نما محل تعمیر کیا۔اس کی زیب و زینت پر بے حد دولت خرچ کی۔اہل عرب اور دیگر لوگوں میں اعلان کردیا اور اس کی زیارت کی دعوت دی۔اور بتایا کہ حج و زیارت کیلئے اس کچے کمرے سے بڑھ کر دیدہ زیب،آراستہ و پیراستہ اور خوبصورت محل تعمیر کردیا گیا ہے۔لہذا خانہ کعبہ کی بجائے اس عمارت کی طرف رجوع کریں۔اہل عرب غصہ سے بھر گئے۔بنو کنانہ کے ایک شخص نے فوراً قصد کیا۔یمن پہنچ کر موقع پاتے ہی۔اس زیب و زینت والے محل کو گندگی اور غلاظت سے بھر دیا۔اور ہر چیز کو درہم برہم کردیا۔ابرہہ سنتے ہی اشتعال میں آگیا۔اس نے قسم کھائی کہ اب وہ ضرور بدلہ کے طور پر خانہ کعبہ کی بے حرمتی کریگا۔جس طرح اس کے محل کی گئی ہے۔

اس نے فوراً ساٹھ ہزار کا لشکر تیار کیا جس میں ہاتھی بھی تھے۔ابرہہ خود ہاتھی پر سوار تھا۔مکہ کے قریب

Marfat.com
Marfat.com

پہنچ کر حاکم (ابرہہ) نے اپنے لشکریوں کو کھلی تباہی کا حکم دے دیا۔ وہ اردگرد کے جانور (بھیڑ، بکریاں اور اونٹ) پکڑ کر لے آئے۔ ان میں حضرت عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی تھے۔ ابرہہ نے اپنے ایک امیر ''حناطہ'' کو بھیجا کہ امیر مکہ حضرت عبدالمطلب سے ملے اور میرا پیغام دے۔ کہ میں تمہارے ساتھ جنگ کرنے نہیں آیا۔ میرا مقصد صرف اس گھر کو گرانا ہے۔ اگر تم مجھ سے تعرض نہ کرو تو مجھے تمہارے خون بہانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

حناطہ جب حضرت عبدالمطلب کے سامنے پہنچا اور جونہی حضرت عبدالمطلب کے نورانی چہرے پر نظر پڑی۔ تو تمام اکڑ ختم ہوگئی۔ عظمت و وجاہت دیکھ کر اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ زبان لڑکھڑا گئی۔ رعب حسن سے بے ہوش ہوگیا۔ آواز مذبوح بیل کی طرح نکلنے لگی۔ جب ہوش آیا تو آپ کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ اور باآوازِ بلند پکار اٹھا۔ کہ آپ واقعی عرب کے سردار ہیں۔ جب ہوش سنبھالا تو ابرہہ کا پیغام دیا۔

حضرت عبدالمطلب بے تکلف ابرہہ کے سامنے پہنچ گئے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے سامنے پہنچے تو ابرہہ اس پیکرِ حسن و جمال کو حیرانگی کے عالم میں دیکھ کر کھڑا ہوگیا۔ بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ تخت سے اتر کر استقبال کیا اور نیچے ہی قالین پر بیٹھ گیا۔

وہ بولا! فرمایئے! آپ کس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ آپ نے بڑا مختصر جواب دیا تمہارے لشکری میرے اونٹ ہانک کر لے آئے ہیں۔ وہ لینے آیا ہوں۔ ابرہہ حیران ہوگیا۔ اور کہا'' میں تو تمہارے کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں۔ آپ کو چاہئے تھا کہ اس موضوع پر گفتگو کرتے مگر آپ نے صرف اونٹوں کا مطالبہ کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا تم یہ راز نہ سمجھ پاؤ گے۔ میں فقط اونٹوں کا مالک ہوں اور ان کی سلامتی چاہتا ہوں۔ کعبہ خداوند قدوس کا گھر ہے اس گھر کا مالک خود اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ معنی خیز جواب سن کر ابرہہ نے تمام اونٹ واپس کر دیئے۔

واپس مکہ شریف آ کر اپنی عوام کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف نکل جائیں۔ اور دعا کی ''اے اللہ! ہر مالک اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ صلیب کے پجاریوں کے مقابلہ میں اپنے بندوں کی مدد فرما۔ فوراً چہرہ مبارک پر نور محمدی کا ظہور ہوا۔ اس میں روشنی پیدا ہوئی اور کعبۃ اللہ تک چلی گئی۔

یہ منظر دیکھ کر آپ نے اہلِ قریش کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''یا معشرِ قریش! تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے۔ دشمن ذلیل و خوار ہوگا۔ کامیابی تمہاری ہوگی''۔

Marfat.com
Marfat.com

ابرہہ نے دوسرے دن حملہ کا حکم دے دیا۔ مگر باوجود ہاتھیوں کو آگے کی طرف حملہ آور ہونے کیلئے۔ ہاتھی آگے نہیں بڑھتے تھے۔ جب ہاتھیوں کو پیچھے کی طرف چلاتے تو وہ چل پڑتے مگر آگے نہیں بڑھتے تھے۔ یہ منظر حضرت عبدالمطلب، مسعود ثقفی اور عمرو پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ اچانک عمرو نے حضرت عبد المطلب کی توجہ ایک طرف مبذول کروائی۔ اور کہا ''وہ دیکھو تمہیں کوئی دیکھائی دے رہا ہے''۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا! ''ہاں! میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ پرندوں کے جھنڈ سمندر کی طرف سے آرہے ہیں۔ ان کے رنگ زرد، سر کالے اور پاؤں چھوٹے، چونچیں سرخ ہیں۔ جو کہ جسامت میں کبوتر سے چھوٹے ہیں۔ (دلائل النبوۃ۔ ابونعیم)

ہر پرندے کے پاس مسور کے دانے کے برابر تین تین کنکریاں تھیں۔ یہ ٹڈی دل ابرہہ کی فوج پر چھا گیا۔ اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیا اور کنکریوں کی بارش شروع کردی ان چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑوں نے طاقتور فوج کو چھلنی کر دیا۔ گوشت پوست اڑا دیا۔ وہ اس طرح ریزہ ریزہ ہوگئے۔ جس طرح کہ کھایا ہوا بھوسہ (کعصف ماکول)

حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب:۔ حافظ ابوسعید ہشیارپوری نے ابوبکر بن ابی مریم اور سعید بن عمرو انصاری کے ذریعے حضرت کعبؓ بن حبار سے روایت ہے۔ جب حضور پُر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور مبارک حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں منتقل ہوگیا۔ جب وہ جوان ہوگئے تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے ہوئے تھے۔ جب اٹھے تو آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہوا تھا حسن و جمال میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ خاندان نے شادی کا سوچا۔ تو شادی کردی گئی۔ پہلی بیوی کے فوت ہو جانے پر دوسری شادی ''فاطمہ'' سے ہوئی۔ جن کے بطن سے حضرت عبداللہ تولد ہوئے۔

وہ ابھی کمسن ہی تھے کہ حضرت عبدالمطلب نے اولاد کے لئے جو دعا مانگی تھی اور اس کیلئے منت مانی تھی۔ اس کا وقت آ گیا۔ تو حضرت عبداللہ پر قرعہ نکلا۔ پھر سو اونٹوں کا فدیہ دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ لوگوں میں ذبیح کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ یہ لقب ان کے لئے وجہ امتیاز اور خاندان کے افتخار کا سبب بنا۔ اس لقب کی انفرادیت یہ ہے حضور سرور کونین ﷺ نے خود فخر سے فرمایا کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہؓ۔

حضرت عبد اللہؓ بن عبد المطلب کی جوانی:۔ حضرت عبدالمطلب کو اپنے پیارے بیٹے حضرت عبداللہؓ کیلئے سو اونٹوں کی قربانی کے بعد بچ جانے سے بے حد مسرت و شادمانی ہوئی۔ وہ

Marfat.com
Marfat.com

سوچتے تھے کہ یہ خوشی کہاں چھپاؤں لیکن نہاں خانۂ دل میں اتنی خوشی اور مسرت ہو تو اس کا چھپانا محال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ ذاتی وجاہت کے مالک بھی تھے۔ ان میں رعنائی اور مردانہ حسن و جمال بھی بے حد تھا۔ اہلِ قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ نورِ نبیٔ اکرم ﷺ رخِ انور میں روشن ستارے کی طرح چمکتا تھا۔ قریش کی لڑکیاں ان کی وجاہت کو دیکھ کر شادی کی آرزومند تھیں۔ حضرت عبداللہؓ کو اسی وجہ سے کافی دِقت کا سامنا تھا۔ (سیرتِ حلبیہ)

حضرت عبد اللہؓ کی شادی:۔ حضرت عبداللہؓ جب عہدِ شباب کو پہنچے تو حضرت عبد المطلب نے اپنے بیٹے کی خوشیاں منانے کا اہتمام کیا۔

حضرت عبداللہؓ کے لئے تمام قبائل، بنو عبد مناف، بنو عبد شمس، بنو مخزوم کی تمام جوان لڑکیوں کی خواہش تھی کہ حضرت عبداللہؓ کو اپنا لیں۔ اس کی وجہ ان کی وجاہت اور پیشانی میں چمکتا نور تھا۔ وہ حصولِ عبداللہؓ کیلئے اپنی تمام جائیداد اور مال و متاع لٹانے کو تیار تھیں۔ لیکن صرف مدعا بن کر زبان پر نہیں آ رہا تھا۔ جب ان کو پتہ چلا کہ حضرت عبدالمطلب اپنے نورِ نظر کی شادی کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو ہر خاتون وجیہہ میدانِ عمل میں نکل آئی اور اپنی ناز و اداؤں سے حضرت عبداللہؓ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ لیکن وہ شرم و حیا کے پیکر تھے کسی کے جھانسہ میں نہ آئے۔ یہاں تک ایک خاتون نہایت حسین و جمیل اور اہلِ علم و فضل جس کا نام "قیلہ بنتِ نوفل یا فاطمہ بنت مہر" تھا۔ نے حضرت عبداللہؓ سے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ آپ کے فدیہ میں سو اونٹ قربان کئے گئے تھے۔ میں اتنے ہی اونٹ دینے کو تیار ہوں۔ آپ مجھ سے نکاح کر لیں لیکن آپ اپنے شفیق باپ کی مرضی کے بغیر رضامند نہ ہوئے۔

حضرت عبدالمطلب کے سامنے اب سب سے اہم مسئلہ کسی موزوں لڑکی کا انتخاب تھا۔ جو بیٹے کی شان و شوکت کے مطابق ہو۔ لہٰذا ان کی نظرِ انتخاب بنی زہرہ پر پڑی۔ جس کا ایک تاریخی پس منظر بھی ہے۔

جس کو حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے خود بیان فرمایا۔

آپؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں اور میرے والدِ محترم حضرت عبدالمطلب ملک یمن گئے ایک یہودی راہب کے ہاں قیام کیا۔ جو قیافہ شناس اور کتبِ قدیم کا عالم بھی تھا۔ اس نے والدِ مکرم سے چند سوالات کئے۔

راہب: تم کون لوگ ہو؟

حضرت عبدالمطلب: میں سردارِ قریش عبدالمطلب ہوں۔

راہب: قریش کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبدالمطلب: بنو ہاشم سے

یہ سن کر وہ چونکا اور بولا

راہب: کیا مجھے اپنی ناک دکھا سکتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے اجازت دے دی۔ اس نے بڑے غور سے دونوں نتھنے دیکھے اور رائے دی۔

راہب: تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت اور دوسرے میں نبوت عیاں ہے۔ یہ دونوں صفتیں ''بنوزہرہ'' میں اکٹھی ہونے والی ہیں کیا تم نے ان سے رشتہ قائم کیا ہے؟

حضرت عبدالمطلب: ابھی تک تو نہیں۔

راہب: بنوزہرہ سے رشتہ قائم کرو۔ یہ میری نصیحت ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے ''بنوزہرہ'' سے رشتہ قائم کرنے کا سوچا۔ اس قبیلہ کے نامور سردار ''وہب'' وفات پا چکے تھے۔ اب ان کے بھائی ''وہیب'' پورے خاندان کے سربراہ اور سردار تھے۔ ان کی بھتیجی اور ''وہب'' کی باکمال ونیک بخت صاحبزادی ''حضرت آمنہ'' انہیں کی زیر کفالت پرورش پا رہی تھیں۔ ادھر سعادت و فیروز مندی، رفعت و شادمانی حضرت آمنہؓ کے مقدس روپ میں سمائی ہوئی تھی۔ سعادت و بلند مقامی عظمت ورفعت بخشنے کو حضرت عبدالمطلب وہاں پہنچ گئے۔ اور سردار بنوزہرہ ''وہیب'' سے حضرت آمنہ کا رشتہ اپنے سعادت مند فرزند حضرت عبداللہؓ کیلئے مانگا۔ جس کو وہیب نے بڑی شادمانی، فخر وانبساط سے قبول کرلیا۔

وہیب کی اپنی بیٹی ''ہالہ'' بھی جوان تھی۔ حضرت عبدالمطلب نے اس کا رشتہ اپنے لئے مانگ لیا۔ وہ بھی قبول ہوگیا۔ بیک وقت دونوں ہی نکاح ہو گئے۔

''حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دجنابہ ہالہ کی اولاد ہیں۔ (سیرتِ حلبیہ، الطبقات)

حضرت عبدالمطلب عظیم المرتبت اور سراپا پیکرِ شرم وحیا بہو کو لے کر گھر آ گئے۔ یہ شادی مبارک اوائل ماہ رجب پیر کے دن عمل میں آئی۔ حضرت عبداللہؓ نے تین دن گھر قیام فرمایا۔ انہیں تین دنوں میں وہ مبارک گھڑی آئی جب نورِ محمدی ﷺ کی گراں باری اور ضیاء پاش امانت حضرت آمنہؓ کے سپرد ہوئی۔ اب ان کی مقدس پیشانی نور سے جگمگا اٹھی۔ یہ شب مبارک جمعۃ المبارک کی تھی۔

دیگر قبائل کی لڑکیوں کا حال: سیرت حلبیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ ''بتایا گیا کہ حضرت آمنہؓ کا نکاح حضرت عبداللہؓ سے ہوگیا۔ تو قریش کے دیگر قبائل بنومخزوم، بنوعبدمناف، بنوعبدشمس کی جو

Marfat.com
Marfat.com

لڑکیاں خواہش مند تھیں غم سے بیمار ہوگئیں اور اس محرومی سے سخت رنج ہوا۔

۲۔۔۔۔ ابو نعیم اور ابنِ عساکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں

حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ کو لے کر ایک کاہنہ کے پاس سے گزرے۔ وہ کاہنہ تورات، انجیل اور دیگر کتب سماویہ کی عالم تھی۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔ اس کا نام فاطمہ بنت مہر تھا۔ اس نے حضرت عبداللہؓ کی پیشانی میں چمکتا ہوا نور دیکھا تو انہیں شادی کی دعوت دی۔ آپؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت آمنہؓ سے نکاح کے بعد جب وہ نور حضرت آمنہؓ کے سپرد ہو گیا تو آپؓ ایک روز اس کاہنہ فاطمہ کے پاس سے گزرے تو اس نے ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت عبداللہؓ نے جب اس سے پوچھا کہ اس وقت تو تم دعوت نکاح دیتی تھی۔ مگر آج التفات سے بھی منہ موڑ رہی ہو۔ اس نے جواب دیا۔

''مجھے شادی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ جس نور کی میں تمنائی تھی وہ کسی اور کے نصیب میں ہو گیا ہے۔

حضرت آمنہؓ کی حالت:۔ انتقالِ نورِ احمدی ﷺ کے بعد حضرت آمنہؓ بنتِ وہب کی زندگی میں روح پرور تبدیلیاں ہوئیں۔ اور آپؓ نے روح پرور بشارتیں پائیں۔

ا۔ محدث ابو نعیم اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

''جس مبارک رات حضور پُر نور محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور حضرت عبداللہؓ کی پشت سے حضرت آمنہؓ کے بطن مقدس میں منتقل ہوا۔ روئے زمین کے حصوصاً قریش کے تمام جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے زبان عطا فرمائی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی کہ آج اللہ کا وہ مقدس رسول ﷺ شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا ہے۔ جس کے سر پر دنیا کی امامت کا تاج ہے۔ جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔ مشرقی مخلوق نے مغربی مخلوق کو بشارت دی۔ سمندروں اور دریاؤں کی مخلوق نے ایک دوسری کو مبارکباد دی۔ (زرقانی علی المواھب۔ ج۔ ا۔ ص ۱۰۸)

۲۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں۔

''میں نے ایامِ حمل میں دوسری عورتوں کی طرح کسی قسم کی تبدیلی نہ دیکھی۔ بلکہ تاوقت ولادت مجھے کسی قسم کی کوئی متلی وغیرہ نہ آئی۔ اور نہ ہی میں نے کوئی بوجھ محسوس کیا۔ بلکہ اکثر میرے پاس سابقہ مقدس خواتین حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت آسیہ تشریف لائیں اور مجھے مبارکباد دیتی رہتی تھیں۔

۳۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں۔

''کہ اس نورِ نبوت کی امین قرار پائے جانے کے بعد عرصہ دراز تک مجھے احساس نہ ہوا کہ میرے جسم میں ایک نیا وجود پرورش پا رہا ہے۔ اور میں کچھ مدت بعد ماں بننے والی ہوں''۔ (طبقاتِ ابن سعد)

Marfat.com
Marfat.com

لطافت اور سہولت کا یہ عالم تھا کہ اس عظیم امانت کا علم ہی نورانی بشارت کے ذریعے ہوا۔ پہلے اس کا پتہ ہی نہ چل سکا۔

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں۔

"أَتَـانِیْ اٰتٍ وَّ اَنَا بَیْنَ النَّوْمِ وَا لْیَقْظَانِ وَقَالَ هَلْ شَعُرْتِ اَنَّکِ قَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَنَبِیِّهَا ترجمہ: سونے اور جاگنے کی درمیانی صورت تھی کہ کوئی آنے والا آیا۔ اس نے کہا! کہ کیا آپؓ کو معلوم ہے کہ آپؓ اس وقت اُمت کے سردار اور اس کے نبی کی والدہ بننے والی ہیں۔

حضرت عبد اللہؓ کی وفات:۔

دستورِ قریش کے مطابق حضرت عبد اللہؓ کو نکاح کے چند یوم بعد تجارت کی غرض سے ملک شام جانا پڑا۔ مال تجارت کی فروخت کے بعد واپس آ رہے تھے۔ کہ یثرب (مدینہ) کے قریب بیمار ہو گئے۔ تو اہلِ قافلہ سے کہا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں۔ اور سفر نہیں کر سکتا لہذا اپنے قریبی رشتہ داروں بنو نجار کے ہاں قیام کرتا ہوں۔ واپس جا کر والدِ محترم اور دیگر بھائیوں کو میرے احوال بتا دینا۔

حضرت عبد اللہؓ وہاں ایک ماہ رہے مگر صحت یاب نہ ہو سکے۔ اور انتقال فرما گئے۔ اور عدی بن نجار کے ہاں مدفون ہوئے۔ قدرت کی طرف سے ایسے ہی حالات کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ کتب سماویہ میں وارد ہو چکا تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ "یتیم" پیدا ہونگے۔ یہ نشانی یہود و نصاریٰ کے ہاں صداقت تھی۔

جب حضرت آمنہؓ نے اپنے سرتاج کی وفات کی خبر سنی تو شدتِ غم سے نڈھال ہو کر گر پڑیں۔ ہوش آیا تو درد و غم کے بوجھ کی وجہ سے جذباتِ غم اشعار کی صورت اختیار کر گئے۔ ان اشعار کو "الطبقات" میں درج کیا گیا ہے۔ جن میں چند کا اندراج کر رہا ہوں۔

عفا جانبُ الْبَطْحَا مَن ابنِ هاشم
وَجَا وَرَ لحدًا فَا رِجَا فِي الغما غم

ترجمہ: وادی بطحا کا گوشہ ابن ہاشم کے وجود مسعود اور مترنم آواز سے خاموش اور خالی ہو گیا۔ اور وہ کفنوں میں لپٹا ہوا دور جا کر قبر میں مقیم ہو گیا۔

دعته المنایا دعوة فا جا بها
وَمَا ترکت فِي الناس مِثلِ ابنِ هاشم

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: موت نے اس کو پکارا تو وہ اس کی طرف چلا گیا۔اس موت نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی نہیں چھوڑا وہ بے مثل صفات کا حامل انسان تھا۔

عَشِیۃَ رَاحُوا یَحْمِلُونَ سَرِیرہ

تعاورہ أصحابہ فی التزاحم

ترجمہ: وہ ایک حیرت ناک شام تھی جب لوگ اسے چارپائی پر لے کر چلے گئے۔احباب کا ہجوم تھا۔جو اسے باری باری کندھا دے کر لے جا رہے تھے۔

فَاِن یک غالتھا المنایا و ریبھا فقد کان معطاءٍ کثیر التراحم

ترجمہ: اگر موت اور اس کی چیرہ دستی نے اسے ہلاک کر دیا ہے (تو لوگ سن لیں) وہ ایک دریا دل، فیاض، کریم دوست اور نہایت مہربان انسان تھے۔

وَلعَبدُ اللّٰہِ یومَ توفِی خمسَ وَعشرُونَ سُنۃً (الطبقات)

جس روز حضرت عبداللہ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر پچیس سال تھی۔

حضرت عبد اللہؓ کا ترکہ:- آپؓ کا ترکہ بکریوں کا ریوڑ، پانچ اونٹ، اور ایک کنیز جس کا نام ''اُمِ ایمن'' تھا۔جس نے نبی اکرم ﷺ کو گود کھلایا تھا۔اور بہت خدمت کی تھی۔جس کا اعتراف خود حضور سرورِ عالم ﷺ نے خود بھی فرمایا۔اس کی بہت قدر فرماتے تھے۔ظہورِ قدسی سے قبل چند شواہدات نبوت تحریر کر رہا ہوں تا کہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی آمد سے قبل کون سی کتب یا اہلِ علم لوگوں کے پاس آپ ﷺ کی بشارتیں موجود تھیں۔

یہ اقتباسات **''شواہدِ النبوۃ''** از حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ سے لیے گئے ہیں۔

۱......**اللہ کے ہاں رسول اللہؐ کا نام:** حضرت عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں۔کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے ہاں میرا نام اس وقت سے خاتم النبین لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی بے روح جسم خاکی میں تھے۔میں تمہیں ابتداء حال کی خبر دیتا ہوں کہ میں جدِ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔**رَبَّنَا وَابعَثْ فِیہِمْ رَسُولاً** کا مصداق ہوں۔پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے متعلق بشارت وخوشخبری دی۔**یَاتِی مِن بَعْدِیْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ** اور پھر میری والدہ محترمہ کا وہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور چمکا۔جس سے انہیں شام کے تمام محلات نظر آ گئے۔میری ہی آمد کی خبر دیتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

۲..... **تورات کی گواہی:۔** تورات کے سفر خامس حصہ دوم میں مرقوم ہے۔ کہ احبارِ یہود سے ستر آدمی اس عبارت جس کا عربی ترجمہ یہ ہے۔

اِنِّی لَهُم مُقِيمٌ بَنِيّاً مِن نَبِيّ اِخْوَانِهِم مِثْلِکَ وَاَجْرِیْ قَوْلِی فِيْهِ وَيَقُوْلُ لَهُمْ مَا اَمَرَهُ بِهٖ وَالرَّجُلَ الَّذِیْ يَتَكَلَّمُ بِاسْمِي وَاِنِّی اَنْتَمُ مِنه٭

اتفاق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کیا کہ بے شک میں بنی اسرائیل کیلئے ان کے بھائیوں میں سے ایک پیغمبر کھڑا کرنے والا ہوں۔ جو تیری مثل ہوگا۔ پھر اپنا کلام اس کی زبان پر جاری کروں گا۔ اور وہ وہی کہے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا۔ جو اس پیغمبر کی باتوں کو جو میرے نام پر کرے گا۔ قبول نہ کرے گا۔ تو اس میں شک نہیں میں ان سے انتقام لوں گا۔ اس حقیقت کا اطلاق ہمارے رسول ﷺ پر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی بھی پیغمبر صاحب شریعتِ صاحبِ شان وشوکت سوائے ہمارے آقا ومولا جناب محمد رسول ﷺ مبعوث نہیں ہوا۔

۳..... **فاران:۔** تورات کے حصہ اختتام میں یہ آیت مرقوم ہے جس کا عربی ترجمہ ہے۔

جَاءَ اللّٰهُ مِن سِيْنَا وَاَشْرَفَ عَلٰى سا لُمير وَاستعين مِنُ جِبَالِ فَارَانُ٭

یہ امر مخفی نہ رہے کہ اللہ اور اس کے اشراف واسقیلان سے مراد ایک ایسے مظہر کا ظہور ہے۔ جو اسی نام کے مظاہر سے ہوسکتا ہے۔ اور طورِ سینا حضرت موسیٰ علیہ السلام تھا۔ ساعر شام کے پہاڑوں میں وہ مقام ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام اقامت گزیں تھے۔ اور فاران سے مراد ''کوہِ مکہ'' ہے جہاں حضور سرورِ کونین کا نور طلوع ہوا۔

حضرت حیقوق علیہ السلام کے اس بیان کی تورات نے تصدیق کی ہے۔ کہ پروردگارِ عالم فاران کی پہاڑیوں سے قوتِ بیان کے ساتھ آیا تو نام احمد کی تسبیح سے آسمان معمور ہوگئے۔ اور اس کی امت کا سمندروں پر ایسا تصرف ہوگا۔ جیسا خشکی پر۔ وہ ایک ایسی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہوگا۔

٤..... **تورات میں ذکر مصطفی ﷺ:۔** حضرت شعیب علیہ السلام کے کلام میں ہے کہ میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہوگئی۔ ان میں سے ایک خچر پر سوار تھا اور دوسرا شتر پر۔ خچر سوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور شتر سوار پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ تھے۔ اسی طرح انہوں نے فرمایا۔

''اے قوم! میں نے ایک صورتِ انور اونٹ پر سوار دیکھی جو اپنی ضوفشانی میں چاند سے مشابہ تھی''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کے نام وصایا میں ہے کہ ''جلد ہی ایک پیغمبر تمہارے بھائی

Marfat.com
Marfat.com

بندوں سے آئے گا۔ تم سب اس کی تصدیق کرنا اور اس کی باتوں کو غور سے سننا''۔

۵...... **انجیل کی شہادت:** انجیل میں جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ ''میں تمہارے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں اور ''فارقلیط'' آئے گا۔ جو میرے متعلق سچی شہادت دے گا۔ جیسا کہ میں نے اس کے متعلق شہادت دی اور فارقلیط وہ ہوگا جو ہر چیز کو تفصیل سے بیان کرے گا''۔

فارقلیط سے مراد ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ چونکہ فارقلیط کا معنی عبرانی زبان میں نہایت تعریف کیا گیا ہے۔ اور حضرت جامی فارقلیط کا معنی ''احمد نزدیک'' لیا ہے۔ اور انجیل کے مطابق اس کے معنی ''انسانوں کے قریب ترین دوست'' ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے یہ بات نہایت صحت تک پہنچتی ہے کہ انہوں نے دین محمد عربی ﷺ کی خوشخبری دی ہے۔

۶...... **زبور کی شہادت:** الہامی کتاب زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ ابعَث مُقِیمُ السنۃِ بَعدِ الفَقرَتُ ۝

اے خدا فترت کے بعد کسی سنت قائم کرنے والے کو معبوث فرما۔

نوٹ: فترت وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں کوئی شریعت کا نفاذ نہ ہو۔

داؤد علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر جس نے بعد از فترت شریعت وسنت کو قائم کیا ہو۔ بجز ہمارے نبی محترم ﷺ کے نہیں ہوا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سنتِ تورات کے مطابق تھے۔ اور اسے مکمل کرنے والے تھے نا کہ بعد از فترت اس کے قائم کرنے والے تھے۔

۷...... **حضور ﷺ کی تصویر یہودی علماء کے پاس:** حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جب ہمارے پیارے رسول ﷺ معبوث ہوئے تو قریش کی ایذا رسانی عروج پر تھی۔ مجھے یہ ایذا رسانی اچھی نہ لگی۔ تو مجھے ایسے گمان ہوا کہ میں ملک شام کی طرف چلا گیا ہوں۔ وہاں کے راہبوں نے اپنے سردار کو میرے آنے کی اطلاع کر دی۔ اس نے حکم دیا کہ تین دن تک میری خاطر مدارت کریں۔ جب تین دن گزر گئے تو انہوں نے سردار سے کہا تو سردار نے مجھے طلب کر لیا۔

اور پوچھا کہ کیا تم اہلِ حرم میں سے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ ہاں، کہنے لگا جس نے دعویٰ نبوت کر رکھا ہے۔ اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا ''ہاں'' اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ''صومعہ'' کے اندر لے گیا۔ جہاں بہت سی تصاویر تھیں۔ اس نے کہا کہ کیا تم ان تصاویر میں اپنے پیغمبر کی تصویر دیکھتے ہو۔ مجھے تصویر نظر نہ آئی۔ پھر وہ

Marfat.com
Marfat.com

مجھے ایک بڑے ''صومعہ'' میں لے گیا۔ وہاں بھی تصاویر تھیں۔ ان میں حضور ﷺ پرنور کی تصویر تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر بھی دیکھی۔ تو اس نے بتایا کہ دوسری تصویر ان کے ساتھی کی ہے۔ جو ان کے بعد خلیفہ ہوں گے تو سردار نے کہا'' کیا تم گمان کرتے ہو کہ وہ لوگ ان کو ماریں گے''۔ میں نے کہا'' میرا تو گمان ہے کہ اہلِ مکہ اب تک ان کے قتل سے فارغ بھی ہو چکے ہوں گے۔ وہ خدا کی قسم کھا کر بولا۔'' مکہ والے اسے نہیں بلکہ وہ (آنحضرت ﷺ) ان لوگوں کو ماریں گے۔ خدا تعالیٰ ہر حالت میں ان پر غلبہ عطا فرمائے گا''۔

۸۔تورات میں حالات مصطفی کریم ﷺ:۔ حضرت کعب الاحبارؓ کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے توریت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک حصہ توریت کو ایک صندوق میں بند کر کے تالا لگا رکھا تھا۔ جب میرے والد فوت ہو گئے تو میں نے توریت کے اس حصہ کو نکالا تو اس میں لکھا تھا۔ کہ آخری زمانہ میں ایک آخری نبی آئے گا۔ جس کی زلفیں ہونگی۔ اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے گا (وضو کرے گا) کمر میں پٹکا باندھے گا۔ اس کی جائے پیدائش مکہ معظمہ ہوگی۔ اور ہجرت گاہ مدینہ ہوگی۔ اس کی امت اللہ پاک کی حمد و ثناء کرے گی۔ اور ہر حال میں تحمید و تسبیح کرے گی۔

ہر درجہ بلندی پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے گی۔ اور جب اس کی امت کے افراد قیامت میں اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ تو وضو کی برکت سے ان کے ہاتھ پاؤں پُر نور اور روشن ہونگے۔

۹...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کی شہادت: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جنگِ قادسیہ کے دوران حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لکھا کہ آپ نضلہ بن معاویہ انصاریؓ کو یہ خط حلوان بھیج دیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھیج دیا۔ حضرت نضلہ بن معاویہ انصاریؓ نے حلوان کے مضافات پر حملہ کیا۔ تو بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ ظہر کی نماز کیلئے آپؓ نے ایک پہاڑ کے دامن میں اقامت کی۔ اذان کیلئے جب ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کہا تو پہاڑ سے آواز آئی۔ اے نضلہ! تو نے بڑے کی بڑائی بیان کی۔ جب انہوں نے ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہا تو آئی۔ اے نضلہ! تو نے کلمہ اخلاص نکالا ہے۔ جب اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تو آواز آئی۔ ھُوَ الَّذِیْ بَشَّرَنِیْ بِعِیْسیٰ اِبْنِ مَرْیَم وَ عَلٰی رَاسِ اُمَّتِہٖ اِلٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِo۔ جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہا تو آواز آئی۔ طُوْبٰی لِمَنْ مَشٰی اِلَیْھَا وَاَطَبَ اِلَیْھَا۔ جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہا تو آواز آئی قَدْاَفْلَحَ مَنْ اَجَابَ۔ جب پھر اللہ اکبر کہا گیا تو آواز آئی اے نضلہ! تو نے کلمہ اخلاص ادا کیا۔

Marfat.com
Marfat.com

جب وہ اذان سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے۔ خدا کے بندے جب تم نے اپنی آواز سنادی تو اپنی شکل بھی دکھادو۔ اس کے بعد پہاڑ میں اچانک شگاف ہوا۔ اس میں سے ایک بہت بڑا سر نکلا جس پر سفید بال تھے اور پرانے پشمینہ کا کپڑا لپٹا ہوا تھا۔ السلام علیکم کے بعد پوچھا تم کون ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں ''رزیب بن برثلی'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصی ہوں۔ مجھے انہوں نے اس پہاڑ پر بٹھا رکھا ہے۔ اور اس وقت تک میری زندگی کی دعا کر رکھی ہے جب وہ دوبارہ آسمان سے اتریں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ یہ واقعہ حضرت نضلہ بن معاویہ انصاریؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا انہوں نے خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خط لکھا۔ کہ مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ اس پہاڑ پر جایئے۔ اگر وہاں اسے پاؤ تو میرا اسلام دینا۔ کیونکہ سید عالم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصیوں میں سے کوئی ایک اس پہاڑ میں اقامت گزیں ہے۔

۱۰ ...... **حضور سرورِ عالم ﷺ کی نعت شریف:۔** کعب بن لوی بن غالب جس کی وفات بعثت نبویؐ سے پانچ سو ساٹھ سال پہلے ہوئی تھی۔ اس نے اہلِ تورات و انجیل سے ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن رکھا تھا۔ اس لئے اپنے خطبوں میں وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و محاسن بیان کرتا رہتا تھا۔ اس کے کلام میں یہ بات بہت مشہور ہے۔

عَلٰی غَفْلَةٍ یَاتِی النَّبِی مُحَمَّدٌ   فَخَبَّرَ اَخْبَاراً صَدُوقاً خَبِیراً

ترجمہ:۔ جب لوگ غفلت و جمود میں ہونگے تو نبی محمد ﷺ تشریف لائیں گے جن کے صادق و خبیر ہونے کی خبر سابقہ کتابوں نے دی ہے۔

۱۱ ...... **کاهنوں کی زبان سے ذکرِ مصطفی ﷺ:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''سطیح غسانی'' ایک ایسا کاہن ہوا ہے جس کا اپنی تمام اولاد میں ثانی نہ تھا۔ اس کے بدن میں سوائے سر کی ہڈی (کھوپڑی) اور ہاتھ کی ہتھیلیوں کے کوئی ہڈی اور پٹھے نہ تھے۔ اور زبان کے سوا کوئی عضوِ بدن متحرک نہ تھا۔ اس کیلئے کھجور کے پتوں اور شاخوں کا ایک تخت بنا ہوا تھا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ اسے اس تخت پر اٹھا کر جہاں چاہتے لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ اسے مکہ شریف لایا گیا۔ چار آدمی اس کیلئے تحائف لے کر اسے دیکھنے آئے۔ انہوں نے تحائف اور اپنے حسب و نسب کو اس سے پوشیدہ رکھا۔ اور کسی دوسرے قبیلہ سے اپنی نسبت ظاہر کر دی۔ اس نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تمہارا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔ انہوں نے تحائف اس کے سامنے پیش کئے اور اس سے مستقبل کا حال پوچھنے لگے۔ اس نے بہت سی باتیں

Marfat.com
Marfat.com

بتائیں۔آخر کاراس نے کہا کہ بنو عبد المناف سے ایک ایسا جوان پیدا ہوگا جو از خود پڑھا لکھا ہوگا۔بتوں کو سرنگوں کر کے خدائے واحد کی بندگی کرے گا۔اس کے خلفاء ہوں گے۔پھر خلفاء کی نشانیاں تفصیل سے بتائیں۔اس طرح جو جو بادشاہوں کے بعد ہونے والے ہیں خبر دی۔جن کی تفصیل کتب میں آئی تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبد اللہ تک:- چونکہ حضرت آدم علیہ السلام انسانِ اول تھے اور تمام اولاد آپؑ کی صلب میں ذرات کی صورت میں مجموعی طور پر مندرج تھی۔ان میں سے جو حصہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا تھا وہ ایک نورِ عظیم کی شکل میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا۔پھر یہ صلب حضرت آدمؑ سے حضرت حوا علیہا السلام کے رحم میں منتقل ہوا۔وہاں سے پھر حضرت شیث علیہ السلام کی صلب میں اور اس طرح پاک مقدس لوگوں کے اصلاب سے نیک و پارسا۔بیبیوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔پھر ان پاک ارحام سے نیک و پارسا اصلاب میں آتا رہا اور وہ نور پیشانی در پیشانی تبدیل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب تک نوبت پہنچی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے نبی اکرم ﷺ تک کا عرصہ: حضور سرور کونین ﷺ کی ولادت باسعادت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چھ سو بیس (620) سال کی مدت ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت داؤد علیہ تک بارہ سو (1200) سال، حضرت داؤد علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پانچ سو (500) سال کی مدت ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک سات سو ستر (770) سال کا عرصہ ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک چودہ سو (1400) سال کی مدت ہے۔طوفان نوح سے حضرت آدم علیہ السلام تک کی مدت بارہ سو چالیس (1240) سال کا عرصہ ہے۔اس طرح تمام مدت پانچ ہزار سات سو تیس (5730) سال بنتی ہے۔

آیئے! اب آہستہ آہستہ ظہورِ قدسی کی طرف قدم بڑھایئے۔

یوں تو بے شمار شواہدات ہیں جو ظہورِ قدسی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔لیکن متذکرہ بالا چند ایک شامل کتاب کیے گئے ہیں۔تاکہ قارئین کو آسانی ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

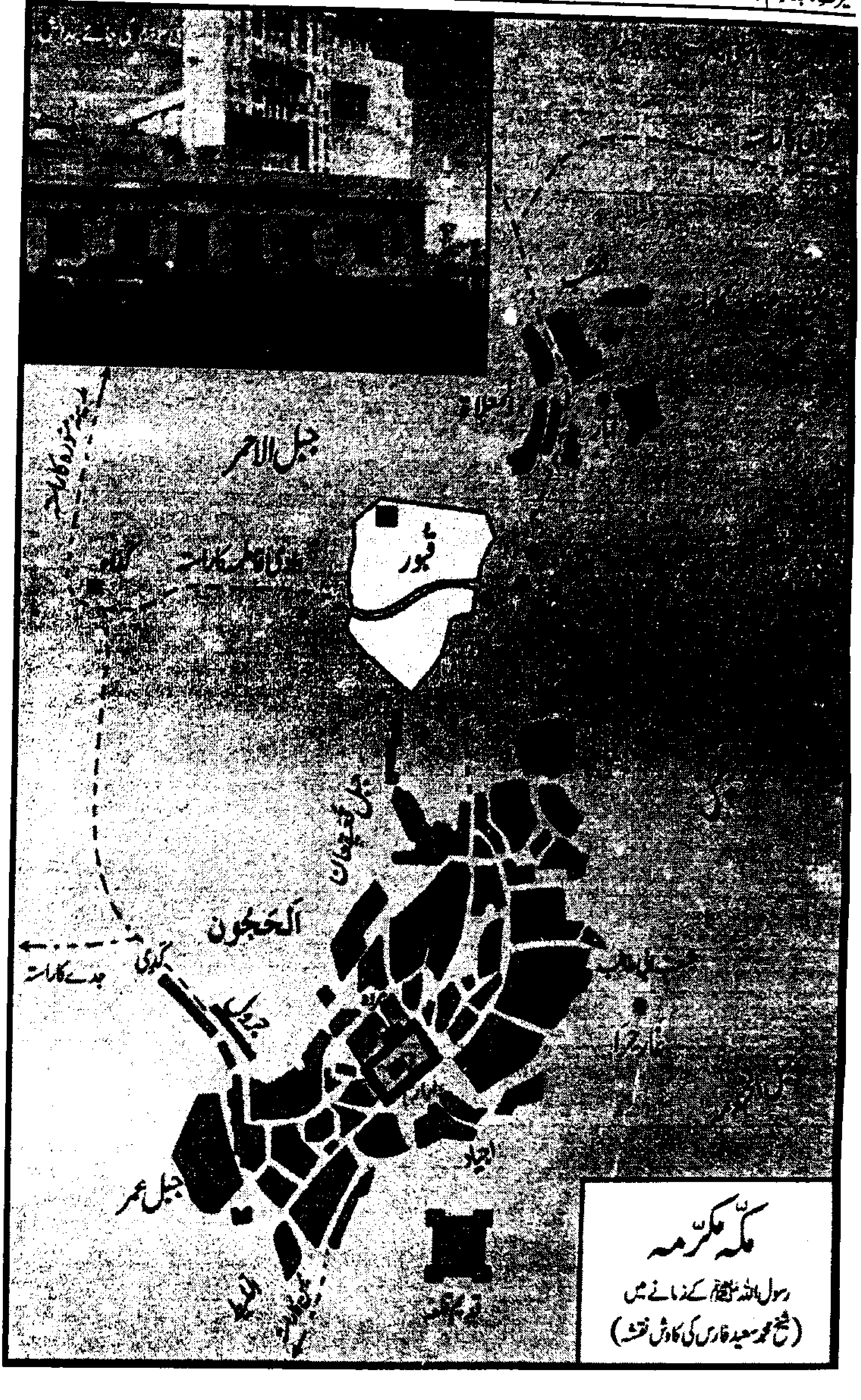

Marfat.com
Marfat.com

حیاتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر ایک طائرانہ نظر

اسم مبارک:	محمد واحمد صلی اللہ علیہ وسلم
والدِ ماجد:	حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب
والدہ ماجدہ:	حضرت آمنہؓ بنت وہب
خاندان:	بنو ہاشم
دایہ:	حضرت حلیمہ سعدیہؓ
کتاب:	قرآن کریم
نبوت:	تمام کائنات ارضی وسماوی تا قیامت
ولادت:	۱۲ ربیع الاول۔ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء دن سوموار بوقت صبح صادق
غزوات (مشہور):	بدر، احد، احزاب، خیبر، طائف، فتح مکہ، حنین، تبوک
معجزات:	سراپہ معجزہ، خصوصی، معراج شریف، قرآن مجید کا نزول، شق قمر
ہجرت کا مقام:	یثرب (مدینہ طیبہ)
اولاد:	چار بیٹیاں۔ تین بیٹے
ازواج مطہرات:	گیارہ
وفات:	۱۲ ربیع الاول دن سوموار ۱۱ھ
عمر شریف:	تریسٹھ سال چار دن
تدفین:	مدینہ شریف

Marfat.com
Marfat.com

ظہورِ قدسی:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنَامِنْ نُّورِ اللهِ وَالخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُورِی ٥ (مدارج النبوۃ)

میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا ۔۔۔ وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی ۔۔۔ جان ہے تو جہان ہے

آغازِ کائنات نورِ مصطفیٰ ﷺ کے نور ہی سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہر و انجم کی ضیاء پاشی ہوتی۔ نہ بہاروں کی شمیم جانفزاء۔ نہ کلیوں کا تبسم۔ نہ گل خنداں کی بہار دلکشا۔ نہ غنچوں کی چٹک۔ نہ پھولوں کی مہلک۔ نہ ہواؤں کی دل افروزی۔ نہ بلبل کا ترنم۔ یہ مہلکتے گلبن۔ یہ مسرت کے لمحات۔ یہ خوشیوں کی شہنائیاں سب اسی نورِ مقدس سے ہیں۔

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤ وُانُوْرَ اللّٰهِ بِا فْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِم نُورِه وَلَو كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ خواہ کافر برا ہی مانیں۔

آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے۔ جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر میں کروڑوں سال صرف کئے۔ سیارگان فلک اس گھڑی کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کیلئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں عالم پاک کے نقوس پاک، توحید ابراہیم علیہ اسلام، جمال یوسف علیہ اسلام، معجزہ طرازی موسیٰ علیہ السلام جان نوازی عیسیٰ علیہ السلام سب اسی لئے تھے کہ اپنی متاع گراں شہنشاہ کونین ﷺ کے دربار میں لائیں گے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

Marfat.com
Marfat.com

تاریخ ولادت پاک: جب حمل شریف کو چاند کے حساب سے پورے نو مہینے ہو گئے تو حضور محسن انسانیت ﷺ ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ (سوموار) صبح صادق کے وقت تشریف لائے۔ اس وقت رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ اور دن نمودار ہو رہا تھا۔ رات کے جانے اور دن کے آنے کا وقت رسول اکرم ﷺ کی تشریف لانے کا وقت تھا۔ اس پر نظامِ کائنات کے دونوں پر تو یعنی دن اور رات دونوں ہی فخر کر سکتے ہیں۔

آپ ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو دونوں ہاتھ مبارک زمین پر رکھے تھے۔ سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ اپنی عظمت و رفعت کا اشارہ فرما رہے ہیں۔ جسم اطہر بالکل صاف اور پاکیزہ۔ تیز خوشبو جیسے کستوری۔ ختنہ کیے ہوئے۔ ناف بریدہ۔ چہرہ مبارک پر چودھویں کے چاند کی نورانیت۔ آنکھیں قدرت الٰہی سے سرمگیں۔ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت درخشاں تھی۔ بعض مصنفین نے تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول بتائی ہے۔ لیکن جمہور علماء کرام اور سیرت نگاروں نے ۱۲ ربیع الاول شریف ہی بتایا ہے۔ ربیع کا مہینہ تھا۔ فصل بھی ربیع (بہار) تھا۔

حضرت آمنہؓ کا بیان: یہ ایک منفرد ولادت تھی۔ جس میں عجیب واقعات، انوار و تجلّیات کے ساتھ حسین و جمیل بہشتی خواتین کا بھی ظہور ہوا۔ ان کو ''حور عیں'' کہا جاتا ہے۔ ان کے ہمراہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم بھی تشریف لائیں۔ جشنِ ولادت کے ساتھ ساتھ حضرت آمنہؓ کو دلاسا دیتی تھیں۔ اور ان کو باور کرایا کہ وہ ایک بہت ہی عظیم و بے مثال ہستی کی ماں بننے کا شرف حاصل کرنے والی ہیں۔ (زرقانی علی المواہب۔ الانوار محمدیہ)۔

حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں۔

میں نے دیکھا۔ کھجور کی طرح لمبی خواتین جیسے قبیلہ عبد المناف کی عورتیں ہوتی ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ میں نے اس سے روشن چہرے والی خواتین نہیں دیکھیں۔ ان میں سے ایک آگے بڑھی میں نے اس کے ساتھ ٹیک لگالی۔ پھر دوسری آگے بڑھی اس نے پینے کیلئے مجھے ایک پاکیزہ مشروب پیش کیا۔ جو دودھ سے زیادہ سفید۔ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ بڑے پیار اور محبت سے بولی۔ اسے پی لو۔ میں نے پی لیا۔ دوسری بولی اور پیو۔ میں نے اور پیا میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ وہ آسیہ اور حضرت مریمؑ ہیں ان کے ساتھ حوریں ہیں۔ اس ساعت پورا گھر بقعۂ نور بن گیا۔ انوار و تجلیات نے نہ صرف میرے گھر کو بلکہ پوری کائنات کو گھیرے میں لے لیا۔ ہر چیز چاندنی میں نہا گئی تھی۔ عناصر کائنات ہی نہیں بلکہ ساکنان عرش بھی حرکت میں آ گئے۔ ہر شے رقصاں تھی۔ ہر طرف دھوم مچی تھی۔ کہ اس نورِ احمدیؐ کا ظہور ہو گیا۔ جو ظلمتوں کو اجالے۔

Marfat.com
Marfat.com

تاریکیوں کو ضیاء پاشیاں بخشے گا۔ دل کو انوار اور نگاہوں کو بصیرتیں عطا کریگا۔ وہ بے مثال و بے مثیل ہوگا۔ حسین و جمیل۔ کامل واکمل۔ سرورِ جان ہوگا۔ نہ اس جیسا کوئی ہوا نہ ہوگا۔

حضرت آمنہ ؓ فرماتی ہیں۔

(الف) بوقتِ ولادت میں نے محسوس کیا کہ ایک نور مجھ سے خارج ہوا جس کی روشنی میں شام کے محلات بھی نظر آنے لگے۔ بوقتِ ولادت آپ ﷺ بالکل پاک وصاف تھے۔

(ب) طبقاتِ ابن سعد میں مروی ہے۔

میں نے دیکھا کہ نور کا ایک شعلہ مجھ سے جدا ہوا۔ اس سے ساری دنیا روشن ہوگئی۔ آپ ؓ فرماتی ہیں۔ میں نے تین جھنڈے گڑے ہوئے دیکھے۔ ایک جھنڈا مشرق میں۔ ایک جھنڈا مغرب میں۔ اور ایک خانہ کعبہ کی چھت پر۔

یہ اقتباسات (سیرت حلبیہ۔ مدراج النبوت۔ الانوار المحمدیہ) سے لیے گئے ہیں۔

امِ عثمان فاطمہ بنت عبد اللہ کا بیان : آپ ؓ فرماتی ہیں۔ ''میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی پیدائش کے وقت حضرت آمنہ ؓ کے پاس تھی۔ اس وقت میں نے جس چیز کو بھی دیکھا وہ نور میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ستارے میرے قریب آرہے ہیں۔ حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ یہ مجھ پر نہ گر پڑیں۔''

اس حدیث کا ذکر خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کہ آپ ؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت بی بی آمنہ ؓ فرماتیں ہیں:

''میرے نورِ نظر پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بدلی آئی۔ جس میں روشنی کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے اڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اور کچھ انسانوں کی بولیاں بھی تھیں۔ پھر میرے لختِ جگر میرے سامنے سے غائب ہوگئے۔ ایک اعلان کرنے والا اعلان کررہا تھا۔ کہ محمد ﷺ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ۔ بحروبر کی بھی سیر کراؤ۔ تاکہ تمام کائنات کو ان کا نام حلیہ اور صفات معلوم ہوجائیں۔ ان کو تمام جاندار مخلوق۔ جن وانس۔ ملائکہ۔ چرند و پرند کے سامنے لے جاؤ۔ تاکہ انہیں ان کے حسن و جمال کی زیارت ہو جائے۔۔ اور ان کو حضرت آدم علیہ السلام کی صورت۔ حضرت شیث ؑ کی معرفت۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خِلعت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان۔ حضرت اسحاق کی رضا۔ حضرت صالح کی وضاحت۔ حضرت لوط ؑ کی حکمت۔ حضرت یعقوب ؑ کی بشارت۔ حضرت موسیٰ کی شدت ؑ۔ حضرت ایوب ؑ کا صبر۔ حضرت یونس ؑ کی اطاعت۔ حضرت یوشع ؑ کا جہاد۔ حضرت داؤد ؑ کی آواز۔ حضرت دانیال ؑ کی

Marfat.com
Marfat.com

محبت۔ حضرت الیاسؑ کا وقار۔ حضرت عیسیٰؑ کا زہد، عطا کر کے ان کو تمام انبیاء سابقین کے کمالات اور اخلاقِ حسنہ سے مزین کر دو۔ اس کے بعد وہ بادل چھٹ گیا۔ پھر میں نے آپ کو ریشم کے سبز کپڑے میں لپٹے ہوئے دیکھا۔ اس کپڑے سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اور منادی کرنے والا کہہ رہا تھا۔ واہ واہ کیا خوب محمد ﷺ کو تمام دنیا کا قبضہ دے دیا گیا ہے۔ اور کائناتِ عالم کی کوئی چیز باقی نہ رہی جو ان کے قبضہ اقتدار اطاعت میں نہ ہو۔ اب میں نے چہرۂ انور کو دیکھا۔ جو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اور جسم اطہر سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ پھر تین شخص آئے۔ ایک کے ہاتھ میں چمکدار لوٹا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا۔ تیسرے ہاتھ میں ایک چمکدار انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کو سات بار دھو کر حضور ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت کو واضح کیا کر دیا گیا۔ پھر ریشمی سبز کپڑے میں لپیٹ کر میرے حوالے کر دیا گیا۔ (مدارج النبوۃ۔ ج ۲۔ ص ۱۴)

تاریخ عالم میں یہ وہ نرالا اور عظمت والا دن ہے کہ یہی دن عالمِ ہستی کی ایجاد کا باعث بنا۔ گردشِ لیل و نہار کا مطلب۔ خلقِ آدم کی رمز۔ کشتی نوحؑ کی حفاظت کا راز۔ بانیٔ کعبہ کی دعا۔ ابنِ مریم کی بشارت کا ظہور۔ کائناتِ وجود کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے والا۔

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ دائم درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

حضرت یعقوب بن سفیانؓ کی روایت ہے۔ کہ اس سال اہلِ عرب تاریخ کے سخت ترین قحط میں مبتلا تھے۔ حضور سرورِ کونین ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ہی تمام ملک کی حالت ہی بدل گئی۔ تمام سختیاں اور پریشانیاں دور ہو گئیں۔ ویران زمینوں پر بہار آ گئی۔ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگا۔ اناج سے کھیت کھلیان بھر گئے۔ مزید یہ کہ اس سال دنیا خصوصاً اہلِ قریش میں لڑکے ہی پیدا ہوئے۔ اس سال کا نام ہی فتح و مسرت پڑ گیا۔ کیونکہ اس سے پہلے بنو قریش ہوش اڑا دینے والے قحط اور تنگی کا شکار تھے۔ پھر زمیں سرسبز ہو گئی۔ درخت برگ و بار سے لد گئے۔ اور ہر طرف سے آسودگی اور خوشحالی کی نوید آنے لگی۔ (سیرت حلبیہ جلد ا۔ ص۔ ۴۸)

Marfat.com
Marfat.com

اسم مبارک:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ وَعَلِیہِ وَسَلَّمْ

اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدٌ

میں ہی محمدؐ ہوں اور میں ہی احمدؐ ہوں۔

قرطاس کے چہرے پہ اک لفظ لکھا میں نے
اس لفظ کی خوشبو سے ہر چیز معطر ہے
ہر چیز منور ہے ہر چیز مکمل ہے
وہ لفظ محمد ﷺ ہے وہ لفظ محمد ﷺ ہے

روح کائنات، حضور سرورِ عالم ﷺ کے اسماء گرامی میں چار نام ''حمد'' سے مشتق ہیں۔ ''محمد، احمد، حامد اور محمود

''محمد''۔ اسم معفول کا صیغہ ہے۔ جس سے مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ یہ سرکارِ دو جہاں ﷺ کا ذاتی نام ہے۔ جیسے ''اللہ'' ہمارے خالق و مالک کا ذاتی نام ہے۔ باقی صفاتی نام ہیں۔ بعض سیرت نگاروں کے مطابق دو نام۔ آپؐ کے ذاتی ہیں۔

زمین پر ''محمد ﷺ'' اور آسمان پر ''احمدؐ'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حضور علیہ السلام کا تعارف ''احمد'' نام سے کرایا۔ اور آپ کی آمد کی بشارت دی۔

وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاتِیْ مِنْ بَعْدِی اِسْمُہٗ اَحْمَد (القرآن)

قرآن پاک میں ''محمد'' نام چار جگہ اور ''احمد'' ایک جگہ آیا ہے۔ کلمہ طیبہ جو دین کی اساس ہے۔ اس کے پہلے جز و میں اسم دلالت ہے۔ جو بمنزلہ دعویٰ ہے۔ الوہیت اور معبودیت کے مضمون پر مشتمل ہے۔ اور دوسرے جز و میں اسم ''محمد'' ہے۔ جو بمنزلہ دلیل ہے اور نبوت ورسالت کے مضمون پر مشتمل ہے۔ اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسالت مآب ﷺ کے اسمائے مبارکہ اس طرح کلمہ طیبہ میں جُڑے ہوئے ہیں۔ کہ ان کے درمیان ''واؤ'' کا فاصلہ بھی نہیں ہے۔ لفظ ''اللہ'' کی ''ھا'' ختم ہوتے ہی اسم ''محمد'' کی ''میم'' شروع ہو جاتی ہے۔

اسم مبارک ''محمد'' کا معنی ہے۔ بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔ بے شمار خوبیوں والا۔ مطلقاً سراہا ہوا۔ جس کی تعریف میں خدائی بھی زبان حال استعمال کرتی ہو اور خود خدا تعالیٰ بھی فرشتوں کے جلو میں تعریف کرتا ہو۔ یعنی

Marfat.com
Marfat.com

ہر وقت، ہر طرف، ہر جگہ، ہر ایک کا حمد کیا ہوا۔ اس کے ہر وصف اور ہر ادا کی تعریف کی جاتی ہو۔ بلکہ اہل ذوق کا کہنا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ حساب و کتاب تو بہت جلد ہو جائیگا۔ باقی وقت حضور ﷺ کی نعت خوانی (تعریف) میں گزرے گا۔

فقط اتنا سبب ہے ، انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

جتنا حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات و صفات پر لکھا گیا کسی اور کے بارے میں اتنا نہیں لکھا گیا۔ اور خوبی یہ ہے کہ ہر زبان میں لکھا گیا۔ علماء کی تقاریر کا موضوع سخن اولیاء کی زندگی کا مشن، اہل ذوق اپنی عاقبت سنواریں۔ گنہگار اپنا وسیلہ عاجزی بنائیں۔ بے آسراؤں کا آسرا ہیں۔ بے کسوں کے کس ہیں۔ بے نواؤں کے نوا ہیں۔

آیات قرآنی جن میں اسم مبارک ہے :

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آلِ عمران)

ترجمہ: اور محمد ﷺ کے رسول ہیں۔ آپ سے قبل بھی رسول گزر چکے ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.

ترجمہ: نہیں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ اور ایمان لائے اس پر جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔ اور وہی حق پر ہیں۔ یہ ان کے رب کی طرف سے ہے۔ (سورۃ محمد)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں۔ اور آپس میں بہت مہربان ہیں۔
(سورۃ الفتح)

اہلِ ایمان تو آپ کی تعریف کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ غیر اقوام نے بھی آپ کی تعریف میں خیر چاہی ہے۔ متشرقین یورپ میں جن لوگوں نے حضور آقا ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا۔ باوجود ہزار سعی تنقیص اعتراف

Marfat.com
Marfat.com

کمال پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے صاحب تعریف کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ سر ولیم میونخ اور مارگریٹ جیسے سحر انگیز لکھاریوں نے بھی کھلے لفظوں میں اقرار کر لیا۔ کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیم انتہائی سچائی اور حقیقی صداقت سے عبارت ہے۔ عہدِ نبویؐ میں بھی ایسے واقعات وشواہد رونما ہوئے کہ منکرین بھی توجہ نظرِ اقدس کی تاب نہ لا سکے۔ عبداللہ بن سلام جیسے طاقتور یہودی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

محمد ﷺ جو لامحدود بے انتہا تعریفوں کا مالک۔ رب ذوالجلال کا خاص مقبول کیا ہوا۔ تفویض کیا گیا ہو۔ تجویز کیا گیا ہو۔ مبعوث کیا گیا ہو۔ تعریف کیا گیا ہو۔ عجائبات قدرت کا کرشمہ۔ کائنات کا عجوبہ۔ جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ تو بوڑھا فلک حیران وششدر تھا کہکشاں پریشان تھی۔ فرشتے محو حیرت تھے۔ اس تعمیر پر اہل مکہ۔ کعبہ کے متولی اور صدیوں سے کشمکش کی زندگی بسر کرنے والوں میں جنگ وجدل کی عادی قوم کے منصوبوں پر حیران تھی کہ کیا ہونے والا ہے؟ حقیقت یہ تھی کہ آج ایک نئی تاریخ کا باب کھلنے والا ہے۔ آج باران رحمت کا دن ہے۔ آج اس سرزمین پاک پر قدرت لم یزل کے خزانے کھلنے والے ہیں۔ آج لفظ ''محمد'' کی تمہید کا دن ہے۔ آج کے بعد اس شہرِ مکہ کو امن کا گہوارہ بنا دیا جائے گا۔

اللہ اور محمد میں مناسبت:

ہے یہ وہ نام جو خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام جو خار کو پھول کرے سنوار کر

دونوں اسمائے مبارکہ میں چار چار حروف ہیں۔ اور چاروں حروف بے نقطہ ہیں۔ ''اللہ'' میں بھی شد اور ''محمد'' میں بھی شد۔ اس کے تین حروف حرکت والے اور اس کے بھی۔ لفظ ''اللہ'' کی شد پر کھڑی زبر قائم مقام ''الف'' ہے۔ اس پر بھی زبر ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ یہ اس کے وزیر اعظم ہیں۔ وہ خالق ہیں یہ مخلوق ہیں۔ اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں اور محمد بولنے سے دونوں مل جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ سے جدا ہونے والوں کو اس سے ملانے ہی تو آئے ہیں۔ نیچوں کو اونچا ہی تو کرنے آتے ہیں۔

''اللہ'' میں دو لام ہیں۔ ''محمد'' میں دو میم ہیں۔ لام کے بعد میم ہی آتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے بعد محمد ﷺ کا درجہ آتا ہے۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا۔ ''سب سے بڑا اللہ کریم ہے۔ اس کے بعد میں ہوں۔

ہے تو بس نامِ محمد ﷺ ہی سہارا اپنا
ان کے صدقے ہی سے چلتا ہے گزارا اپنا

Marfat.com
Marfat.com

مجھ کو طوفان کی موجوں کا کوئی خوف نہیں
میں اسی نام سے پالوں گا کنارا اپنا

اسم مبارکہ کی مزید وضاحت: حضور نبی معظم ﷺ کے متعدد اسمائے گرامی ہیں۔ اللہ رب العزت نے سرورِ کونین ﷺ کو بھی ننانوے (99) ناموں سے نوازا ہے۔ لیکن بعض کے قول کے مطابق رسالت مآب ﷺ کے تین سو نام ہیں۔

''صاحب ارشادِ الباری شرح صحیح البخاری'' لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک ہزار نام ہیں۔ ان میں ہر نام آپ کی سیرت و کردار کے کسی نہ کسی انوکھے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن جس طرح ربّ کائنات کے ہزاروں نام ہیں۔ مگر ذاتی نام صرف ایک یعنی ''اللہ'' ہے۔ اسی طرح سرورِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سینکڑوں نام ہیں۔ مگر ذاتی اور شخصی نام ایک ہی ہے۔ محمد ﷺ۔

الفاظ اور نام مجموعہ حروف ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی حرف کو حذف کر دیا جائے تو بقیہ حروف اپنے معنی کھو دیتے ہیں۔ لیکن اس کلیہ سے ''اللہ اور محمد'' مستثنیٰ ہیں۔ اگر ''اللہ'' سے پہلا حرف ''الف'' کم کر دیا جائے تو باقی ''للہ'' رہ جاتا ہے جس کا مطلب ہے اللہ کیلئے۔ دوسرا حرف ''لام'' ہٹا دیا جائے تو باقی ''الہ'' رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب ''معبود'' اگر ''الف اور لام'' دونوں ہٹا دیئے جائیں تو باقی ''لہ'' رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب بھی ہے۔ اللہ کیلئے، اسی طرح اسمِ مبارک ''محمد'' کا بھی ہر حرف بامعنی اور بامقصد ہے۔ اگر شروع کا ''م'' ہٹا دیا جائے تو ''حمد'' رہ جاتا ہے جس کا مفہوم تعریف و توصیف ہے۔ اگر حرف ''ح'' کو کم کر دیا جائے تو باقی ''ممد'' رہ جاتا ہے جس کا مطلب ہے مدد کرنے والا۔ اگر ابتدائی ''میم اور ح'' دونوں کو حذف کر دیا جائے تو ''مد'' رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے دراز یا بلند۔ یہ حضور ﷺ کی رفعت و عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر دوسرے ''میم'' کو بھی ہٹایا جائے تو ''د'' رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب دلالت کرنے والا ہے۔ یعنی اسمِ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت کی دلالت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ظاہری اور باطنی حسن کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ اور اپنی محبت کے لئے آپ کو منتخب فرمایا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ اپنے کمالات میں کوئی شریک نہیں رکھتے۔

دیگر اسمائے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم: حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے اسمائے گرامی قرآن مقدس اور احادیثِ مبارک میں اور تاریخ و کتب سیرت

Marfat.com
Marfat.com

میں کثرت سے آئے ہیں۔ مگر جو صرف قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد تیس ہے۔ جن کا تحریر کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں ان میں سے ''محمد ﷺ'' اور احمد ﷺ'' کا ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

☆۔ عبد اللہ ﷺ

قرآن مقدس میں رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسم مبارک ''عبداللہ'' بھی آیا ہے۔ جیسے

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا (سورۃ الجن)

ترجمہ: اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ بن کر اس پر پل پڑے۔

چنانچہ ''عبداللہ'' کا مطلب ہے اللہ کا بندہ

☆۔ شاھد ﷺ

شاہد کا معنی ہے گواہی دینے والا۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور سرور کونین ﷺ کو ''شاہد'' کے نام سے بھی پکارا ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن حضور ﷺ تمام مخلوق پر گواہی دیں گے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (الفتح)

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ○ (سورۃ المزمل)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہاری طرف بھی گواہی دینے والا رسول بھیج دیا ہے۔ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

☆۔ مبشر ﷺ

قرآن حکیم میں حضور ﷺ کو ''مبشر'' کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔

جس کے معنی ہیں بشارت دینے والا۔ یعنی حضور سرور کائنات ﷺ متبعین کتاب وسنت کے حسن انجام کی خوشخبری دینے والے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○ (سورۃ الفرقان)

Marfat.com
Marfat.com

اور ہم نے تو آپ کو خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا نبی بنا کر بھیجا ہے۔

اسی طرح سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاo

اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنیوالا بنا کر بھیجا ہے۔

☆- مزمل ﷺ

حضور امام الانبیاء ﷺ کا اسمِ مبارک ''مزمل'' بھی ہے۔ جس کا مطلب ہے ''چادر اوڑھنے والا'' رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کیلئے بے مثال محبت کا اظہار فرمایا۔ کہ حضور ﷺ جس حالت میں بھی تھے۔ اسی حالت میں مخاطب فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے۔

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ یعنی اے چادر میں لپٹنے والے (سورۃ المزمل)

☆- مدثر ﷺ

مدثر کا مطلب ہے ''کپڑا اوڑھنے والا'' اس نام سے بھی حضور ﷺ کو قرآن پاک میں مخاطب فرمایا گیا ہے۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ پہلی وحی کے بعد کافی عرصہ گزر گیا کہ وحی نازل نہ ہوئی۔ حضور سرورِ کونین ﷺ سخت مضطرب اور پریشان تھے۔ کہ ایک روز اچانک وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں آیا تھا۔ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی میں بیٹھا نظر آیا۔ جس سے حضور ﷺ پر خوف طاری ہو گیا۔ اور گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں سے فرمایا۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کو کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ اور اسی حالت میں وحی نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری شریف۔ تفسیر سورۃ المدثر)

ارشادِ خداوندی ہے

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُo

اے کپڑا اوڑھنے والے۔ (سورۃ المدثر)

☆- بشیر ﷺ

بشیر کے معنی خوش خبری دینے والا

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْراً وَّنَذِیْراً وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِo (سورۃ البقرہ)

ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور اہلِ جہنم کے بارے میں آپؐ سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا۔

اَلَّا تَعْبُدُو اِلَّا اللّٰہَ اِنَّنِی لَکُم مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌo (سورۃ ھود)

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْراًo (سورۃ السباء)

ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبریاں سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

☆۔ نذیر ﷺ

نذیر کا مطلب ہے "انجام سے آگاہ کرنیوالا"۔ یہ بھی حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی صفت ہے۔ جہاں آپؐ بشیر اور مبشر ہیں۔ وہاں نذیر بھی پکارا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰیٓ اِلَیَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌo

میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کر دینے والا ہوں۔

اس کے علاوہ قرآن پاک کی صورۃ البقرہ 119۔ العنکبوت 50۔ الاعراف (188، 184)۔ ھود 20۔ سباء 28۔ فاطر 42,37,24,23 اور ملک 26,9,8 میں بھی رسول کریم ﷺ کے اسم نذیر کا ذکر ہوا ہے۔

☆۔ رؤف ﷺ

رؤف کے معانی ہیں "شفیق و مہربان"۔ حضور رسول کریم ﷺ اپنی امت پر شفیق اور مہربان ہیں۔ اپنی امت کے کسی فرد کا جہنم میں جانا قطعاً پسند نہیں ہے۔ قرآن مقدس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌo (سورۃ التوبہ)

Marfat.com
Marfat.com

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں۔ جن کو تمہاری تکلیف کی بات نہایت گراں گزرتی ہے۔ جو تمہارے فائدے کے بڑے خواہشمند ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ شفیق اور مہربان ہیں۔

☆۔ رحیم ﷺ

رحیم بھی شفیق اور مہربان کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی حضور سرورِ کائنات ﷺ رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی ہیں۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں سورۃ توبہ کی آیت (138) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے دو نام (رؤف اور رحیم) اپنے ناموں پر رکھے ہیں۔

حضور ﷺ کی رحمت وشفقت جو مومنوں سے متعلق تھی وہ مخصوص اور بے حساب تھی۔ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''رحمۃ اللعالمین ﷺ میں لکھا ہے کہ محبوب خدا ﷺ کی شفقت و رافت کا یہ عالم تھا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اپنی امت کا خیال رکھتے۔ نماز کی حالت میں پیچھے سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر فرما دیتے۔ خود سوار ہو کر کسی شخص کو پیدل ساتھ نہ چلنے دیتے۔ اسے اپنے ساتھ سوار فرما لیتے یا واپس لوٹا دیتے۔

قرآن پاک میں خالقِ کائنات میں اپنے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ البقرہ)

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا شفیق اور مہربان ہے۔ اور اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ)

رسول کریم ﷺ مومنوں کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔

☆۔ داعی الی اللہ ﷺ

داعی کا مطلب ہے ''دعوت دینے والا'' اور الی اللہ سے مراد ہے ''اللہ تعالیٰ کی طرف''، یعنی رسول خدا ﷺ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ ۝ (سورۃ الاحزاب)

Marfat.com
Marfat.com

اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے ہیں۔

رسول خدا ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے داعی الی اللہ کا منصب سنبھالا اور اسے بحسن وخوبی انجام دیا۔

☆۔ سراج صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن پاک میں رسول کریم ﷺ کو سراجِ منیر ﷺ کے نام سے بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ ارشادِ خدا ہوتا ہے۔

وَّدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًاo (سورۃ الاحزاب)

اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ ہیں۔

اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو روشن چراغ کہا گیا ہے۔ سورج نہیں کہا گیا۔ کیونکہ سورج روشنی تو دیتا ہے مگر اس میں تمازت ہوتی ہے۔ جس کے قریب جانا محال اور ناممکن ہوتا ہے۔ اور اس سے روشنی اخذ کی جا سکتی ہے۔ جبکہ چراغ سے چراغ جلائے جاتے ہیں۔ اور اس کی روشنی سکون و راحت کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اسی لئے حضور سرورِ کونین ﷺ کو روشن چراغ اور قمرِ منیر پکارا گیا۔ اور مجلسِ نبوت سے فیض یاب ہونے والے صحابہ کرامؓ روشن ستارے کہلائے۔

☆۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم مہر کو کہتے ہیں۔ اور مہر اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کسی موضوع کو ختم کرنا ہو اور تکمیل کرنا ہو۔ یعنی حضور ﷺ پر رسالت و نبوت تکمیل ہو گئی۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَo

(لوگو) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

☆۔ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سرورِ کونین ﷺ تمام جہانوں کے لئے مجسم رحمت بن کر آئے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ''رب العلمین'' اور اس کی نازل کردہ کتاب ''ذکر للعلمین'' ہے۔ جبکہ پیغمبر آخر الزماں حضرت رسول کریم ﷺ ''رحمۃ للعلمین'' ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (سورۃ الانبیاء)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

اسی صفت رحمۃ للعالمینی کی وجہ سے ربِ قدیر نے سابقہ امتوں کی طرح امتِ محمدیہ کو تباہی و بربادی سے بچالیا۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے تو کفار و مشرکین کے لئے بھی رحمت و ہدایت کی دعا فرمائی۔

☆۔ **شہید** صلی اللہ علیہ وسلم :۔ شہید سے مراد گواہ ہے۔ یعنی حضور سرورِ کونین ﷺ کو تمام امت پر شہید اور گواہ بنا گیا ہے اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کی امت کو تمام امتوں پر گواہ بنایا گیا ہے۔ جو روزِ قیامت گواہی دیں گے۔ جیسا کہ ذکر ہوتا ہے۔

لِتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا ○ (سورۃ البقرہ)

تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ اور رسولِ اکرم ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔

لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ○ (سورۃ الحج)

تا کہ رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہوں۔

احادیث میں اس کی وضاحت یوں ہوئی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے پوچھیں گے۔ "کیا تم نے میرا پیغام لوگوں تک پہنچایا تھا"۔ وہ جواب دیں گے "ہاں" پھر سوال ہوگا۔ "تمہارا گواہ کون ہے؟ جواب دیں گے۔ "محمد ﷺ اور ان کی امت"

☆۔ **مُنْذِر** صلی اللہ علیہ وسلم :۔ حضور مدنی تاجدار ﷺ کا نام "منذر" بھی ہے۔ جس کا مطلب ہے آگاہ کرنیوالا یا ڈرانے والا۔

جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (سورۃ النمل)

اور جو بھٹک جائے تو کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں۔

حضور سرورِ دو عالم ﷺ منذر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ان کے اعمالِ بد کے انجام سے آگاہ کرنا اور ہوشیار کرنے کا کام انجام دیتے ہیں۔

☆۔ **عَبْدُهٗ** صلی اللہ علیہ وسلم :۔ عبد سے مراد ہے "بندہ" جبکہ "عبدہ" سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ۔ قرآن پاک نے دیگر اسمائے مبارکہ کے ساتھ حضور سرورِ عالم ﷺ کو عبدہ سے بھی مخاطب فرمایا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

سُبْحٰنَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ٥ (سورۃ بنی اسرائیل)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو رات ہی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ٥

تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

☆- **نبی ﷺ** :- نبی سے مراد ہے "خبر دینے والا"۔ قرآن پاک میں نبی کا لفظ حضور سرور انبیاء ﷺ کیلئے تقریباً پچیس مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ؕ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ٥ (سورۃ آل عمران)

یہ ناممکن ہے کہ نبی سے خیانت ہو جائے۔ جس نے خیانت کی وہ خیانت شدہ چیز کو لئے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا۔

مزید جن مقامات پر حضور ﷺ کو نبی کے نام سے مخاطب کیا گیا۔

المائدہ (81)۔ الاعراف (157,158)۔ الانفال (65,67,70)۔

براءۃ (61,73,113)۔ الاحزاب (45,38,32,28)۔ فاطر (50,52)۔ الحجرات (2)

☆- **رسول ﷺ** :- حضور محبوب خدا ﷺ کا ذکر "رسول ﷺ" کے نام سے قرآن پاک میں بیشتر مقامات پر ہوا جیسا کہ

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ٥ (سورۃ ال عمران)

کہہ دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

پس آپ ﷺ کا جوہر حسن غیر منقسم ہے۔ کامل انسان ﷺ کے صفاتی نام تو لاتعداد مگر ذاتی نام دو ہیں "محمد ﷺ اور احمد ﷺ"۔

نبی معظم حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ زمین پر میرا نام "محمد" آسمان پر "احمد ﷺ" ہے۔ احمد ﷺ کا ذکر قرآن پاک میں صرف ایک جگہ پر وارد ہوا جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

رضاعت

ابتدائی:

سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی والدہ محترمہ نے (دو۔تین) روز دودھ پلایا۔ پھر ابولہب کی لونڈی ''ثویبہ'' نے دودھ پلایا۔

''حضرت حلیمہ سعدیہ'':۔

اس زمانہ کا دستور تھا کہ مکہ شریف کے شرفاء اور رؤساء خاندان اپنے شیر خوار بچوں کو گردونواح کے قصبات اور دیہات میں دودھ پلانے کیلئے بھیج دیتے تھے۔ یہ رواج اس لئے تھا کہ بچے بدوؤں میں پل کر فصاحت کا جوہر پیدا کرتے تھے۔ اس طرح عرب شریف کی خالص خصوصیت محفوظ رہتی تھی۔ امام سہیلیؒ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا ''میں اس لئے فصیح ہوا کہ بنوسعد میں پلا ہوں''۔

سرولیم میورنے ''Life of Muhammad'' میں لکھتا ہے۔

''محمد ﷺ'' کی جسمانی حالت بہت اچھی تھی۔ ان کے اخلاق ومحاسن مستغنیٰ عن الغیر تھے۔ جس کی وجہ ان کا پانچ سال تک بنی سعد میں سیر کرنا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی تقریر جزیرہ نما عرب کے خالص نمونہ کے موافق تھی۔

دستور مذکور کی بناء پر سال میں دو دفعہ دیہات سے شہر میں خواتین آیا کرتی تھیں۔ اور شہر کے شرفاء اپنے بچوں کو ان کے حوالے کردیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور سرور کونین ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے چند روز بعد بنی ہوازن کی شاخ بنی سعد کی چند عورتیں بچوں کی تلاش میں مکہ معظمہ آئیں۔ ان میں ''حلیمہ سعدیہؓ'' بھی تھیں۔ جو دس عورتوں کے ساتھ آئی تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ ان کا شیر خوار بچہ ''عبداللہ'' اور شوہر ''حارث بن عبد العزیٰ'' بھی تھے۔

ایک دراز گوش اور کمزور سی اونٹنی بھی تھی۔ بھوک کے مارے اونٹنی دودھ بھی نہیں دیتی تھی۔ دراز گوش بھی بہت کمزور تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی یہ حالت تھی کہ ان کی چھاتی میں اتنا بھی دودھ نہیں تھا کہ اپنے بیٹے ''عبداللہ'' کو سیر ہو کر دودھ پلا سکیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا بیان:

حضرت حلیمہ سعدیہؓ خود فرماتی ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

''میں بنی سعد کی دیگر عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی۔ اس سال عرب میں قحط سالی تھی۔ میری گود میں ایک بچہ بھی تھا۔ مگر فقر و فاقہ کا یہ عالم تھا کہ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کی تسلی کر لیتا۔ رات بھر بچہ بھوک سے تڑپتا تھا۔ ہم اس کی دلجوئی کیلئے تمام رات بیٹھ کر گزار دیتے۔ ایک اونٹنی بھی تھی۔ مگر اس کے دودھ نہ تھا۔ دراز گوش بھی اسقدر لاغر تھا کہ قافلہ والوں کے ساتھ چل نہ سکتا تھا میری ہمراہی سے تمام عورتیں تنگ آ گئی تھیں۔

اب حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی ایسی قسمت جاگی کہ تمام کلفتیں اور تنگیاں دور ہو گئیں۔ اس مبارک رفیع سے جو شرف و کمال ملا وہ کسی اور کے حصہ میں نہ تھا۔ تمام زحمتیں کافور ہو گئیں۔ آپ کو اپنی دائیں چھاتی سے لگا لیا حضرت محمد ﷺ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ اور بائیں چھاتی اپنے رضائی بھائی ''عبداللہ بن حارث'' کے لئے چھوڑ دی۔ جب حارث بن عبدالعزیٰ نے اپنی اونٹنی کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ اس کے شیر دان دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ دونوں میاں بیوی نے اونٹنی کا دودھ پیا۔ یہ قافلہ تین دن تک مکہ پاک کے قریب خیمہ زن رہا۔ ولادتِ باسعادت کے آٹھ دن کے بعد بنی سعد کی خواتین اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہو گئیں۔ اور آپ کو دراز گوش پر اپنے آگے بٹھا لیا۔ جونہی آپؐ دراز گوش پر سوار ہوئیں تو اس جانور نے اس طرح خوشی منائی۔ کعبہ کی طرف نظروں کو نیچے کر کے تین بار دیکھا۔ گویا سجدہ کر رہا ہو۔ آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ یعنی اپنی سواری پر پُر جوش انداز میں خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی سواری بہت کمزوری تھی۔ مگر اب چست و توانا تھی اور تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ ساتھی عورتوں کی سواریاں پیچھے رہ جاتی تھیں۔ آخر کار انہوں نے پوچھا۔ ''اے حلیمہ! کیا سواری بدل لی ہے؟ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا ''سواری نہیں بلکہ سوار بدل لیا ہے''۔

ایک واقعہ:

بنی اسرائیل کا ایک شخص عرصہ دراز تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہا۔ جب مر گیا تو لوگوں نے اس کو گندی جگہ پر پھینک دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ اس کو اٹھایئے۔ جنازہ پڑھیے اور دفنا دیجئے۔ عرض کی یا اللہ! یہ تو نافرمان تھا۔ بدکار تھا۔ حکم ہوا وہ ٹھیک ہے ایسا ہی تھا۔ مگر جب تورات کی تلاوت کرتا اور میرے محبوب ﷺ کا نام دیکھتا تو چوم لیتا آنکھوں سے لگاتا اور درود پڑھتا تھا۔

ایک روایت میں ہے۔ ''میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اور ستر حوروں کا اس سے نکاح کیا''۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص 16)

Marfat.com
Marfat.com

نام احمد چون چنیں یاری کند
تاچہ نورش چوں مدد گاری کند

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر رحمتوں کا نزول:

حضرت رسالت مآب ﷺ نے جونہی حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر قدم رنجہ فرمایا تو ہر طرف بارانِ رحمت کا نزول شروع ہو گیا۔ برکاتِ انوارِ مصطفیٰ ﷺ سے گھر بار میں رونق ہو گئی۔ تمام جانوروں کے تھنوں میں دودھ بھر گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ خود فرماتی ہیں۔

''روزانہ میری بکریاں چراگاہ سے واپس آتیں تو خوب سیر ہوتی تھیں اور دودھ سے بھری ہوتی تھیں۔ حالانکہ قحط سالی کی وجہ سے کسی کو اپنے جانوروں کا ایک قطرہ دودھ نہیں ملتا تھا۔ قبیلہ والوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم لوگ بھی اپنے جانوروں کو اسی جگہ لے جایا کرو جہاں حلیمہؓ کی بکریاں چرتی ہیں۔ چنانچہ سب لوگ اسی جگہ بکریاں چرانے لگے۔ مگر ان کو کیا معلوم یہاں چراگاہ یا جنگل کو دخل نہ تھا۔ یہ تو برکاتِ رحمتِ عالم ﷺ تھیں جن کو میں اور میرا شوہر ہی سمجھ سکتے تھے۔

اس طرح ہر دم، ہر قدم پر پورا خاندان برکات سے مستفیض ہو رہا تھا۔ سب کام عجیب و غریب طریقہ سے ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو برکت حضرت حلیمہ سعدیہؓ کیلئے پیدا فرمائی تھی۔ اس کی نہ حد تھی نہ شمار۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی قدر رفیع ہو گئی۔ انہیں اپنے قبیلہ میں بڑی عزت اور بزرگی ملی۔ جو خیر و برکت، خوش بختی اور خیر وکثیر عطا ہوا حضرت حلیمہ سعدیہؓ ہمیشہ اس کا احساس کیا کرتی تھیں۔

لَقَدْ بَلَغَتْ بِالْهَاشِمِیِّ حَلِیْمَۃٌ . مَقَامًا عَلَا فِیْ ذِرْوَۃِ الْخَیْرِ وَالْمَجْدِ o

''ایک ہاشمی کے سبب حضرت حلیمہؓ ایسے مقام پر پہنچ گئیں کہ وہ اعلیٰ عزت اور بزرگی میں بلند تر ہے''۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ مزید فرماتی ہیں۔

''جب سے آپؐ میرے گھر میں تشریف لائے۔ بنی سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں مشک کی خوشبو نہ آتی ہو۔ آپؐ کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالی گئی۔ نوبت یہاں تک آئی کہ قبیلہ میں اگر کسی کو کوئی بیماری لاحق ہوتی تو وہ دستِ رحمت اپنے جسم پر لگاتا اور صحت مند ہو جاتا۔ اگر کوئی جانور بیمار ہوتا تو آپؐ کے دست مبارک سے شفا پاتا۔

وہ مزید فرماتی ہیں کہ ان کی نشو و نما دوسرے بچوں سے نرالی تھی۔ ایک دن میں آپ کی نشو و نما اتنی تھی

Marfat.com
Marfat.com

جتنی دوسرے بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی ہے۔ایک ماہ میں اتنی تھی جتنی ایک سال میں ہوتی ہو۔روزانہ ایک نور آفتاب کی طرح آپ پر اترتا۔جو ڈھانپ لیتا۔آپ کو متجلی کرتا۔جب آپ کسی چیز کو ہاتھ لگاتے تو ''بسم اللہ'' ضرور فرماتے۔میں آپ کو کہیں دور نہ جانے دیتی تھی۔ایک دن سخت گرمی تھی۔اور آپ کی رضاعی بہن ''شیما'' اپنے ساتھ باہر لے گئی۔میں تلاش میں بھاگی ہوئی گئی۔اور جب شیما کے پاس پہنچی تو شیما سے مخاطب ہوئی ''کیوں اپنے بھائی کو گرمی میں باہر لے آئی ہو؟

شیما نے کہا اے جان مادر! ہم نے گرمی محسوس نہیں کی۔کیونکہ میں نے دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کیے ہوا تھا۔جہاں آپ رکتے بادل بھی رک جاتا اور جب چلتے تو بادل بھی چلنے لگتا۔(مدارج النبوۃ)

بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کا دودھ چھڑایا تو آپ نے سب سے پہلے جو کلام کیا وہ یہ تھا۔ **اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً سُبْحَانَ بُکْرَۃً وَاَصِیْلاً** (مدارج النبوۃ)

☆- شق صدر(اول):-

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں: جب میں نے آپ کا دودھ چھڑایا تو ہم لوگ آپ کو بادلِ ناخواستہ لے کر حضور سرورِ عالم ﷺ کی والدہ کے پاس آئے۔برکات اور خیر کثیر کے باعث ہمارا دل یہی چاہتا تھا کہ آپ ہمارے ہی ساتھ چند سال اور رہیں۔یہ بات ہم نے حضرت آمنہؓ سے کہی۔حضرت آمنہ کا لطف وکرم، شفقت و عنایت عطا ہوگئی۔ہم نبی اکرم ﷺ کو لے کر واپس گھر آ گئے۔اس کے تقریباً دو ماہ بعد آپ اپنے رضاعی بھائی عبد اللہ بن حارث کے ساتھ بھیڑ بکریوں کو لے کر چرانے گئے۔کچھ دیر کے بعد ہمارا بیٹا بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔میرے قریشی بھائی کے پاس دو آدمی سفید کپڑوں میں ملبوس آئے۔انہوں نے ان کو زمین پر لٹایا اور اس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔میں اور میرا شوہر بھاگتے ہوئے گھر سے گئے۔ہم نے دیکھا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔رضاعی باپ نے آپ کو گلے سے لگایا اور پوچھا پیارے بیٹے! تمہارا کیا حال ہے؟

''حضور محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا'' میرے پاس دو مرد آئے جن کے جسم پر سفید لباس تھا۔انہوں نے مجھے لٹایا۔میرا پیٹ چیرا۔میرے پیٹ سے کوئی چیز نکالی اور پھینک دی اور پیٹ کو دوبارہ پہلے کی طرح کر دیا''

شداد بن اوسؓ سے روایت ہے۔جسے ابونعیم اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''میں بنو سعد بن بکر میں ابھی شیر خوار تھا اور وادی بطن میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ تھا۔اچانک تین

Marfat.com
Marfat.com

آدمی آئے۔ مجھے پکڑ لیا اور ایک نے مجھے لٹا دیا۔ پھر اسنے سینہ کی ہڈی جہاں سے جدا ہوتی ہے اور معدے کا سرا ہے۔ ناف کی انتہا تک چاک کیا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس شخص نے میرے پیٹ سے آنتیں وغیرہ نکالی انہیں برف جیسے پانی سے دھویا۔ ان کو دوبارہ اپنی جگہ پر رکھا۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اسنے کہا "ہٹ جاؤ" اس نے میرے پیٹ پر ہاتھ رکھا اور میرا دل نکالا۔ اس میں سے کالے رنگ کا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نورانی انگوٹھی تھی۔ اس سے اس نے میرے دل پر مہر لگائی۔ میرا دل نور سے معمور ہو گیا۔ وہ نور نبوت اور حکمت کا نور تھا۔ میرا دل اپنے مقام پر رکھا۔ اس مہر کی ٹھنڈک میں کافی دیر تک محسوس کرتا رہا۔ پھر تیسرا آدمی آگے بڑھا اور کہا "ہٹ جاؤ" اس نے اپنا ہاتھ جہاں سے معدہ شروع ہوتا ہے ناف کے اخیر تک پھیرا۔ اللہ کے حکم سے میرا شق مل گیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر بڑے لطیف انداز میں اٹھایا۔

اس نورانی اور حیران کن عمل سے شق صدر کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو خصوصی صلاحیتیں ودیعت کی گئیں۔ تا کہ بچپن میں بھی عمومی تقاضوں کے پیش نظر طبیعت مبارک راغب نہ ہو۔ اور بچپن ہی سے مقصدیت، سنجیدگی اور وقار کی شان پیدا ہو جائے۔ آپ کی اٹھان ایسی ہو کہ بڑی عمر والے بھی حیران ہوں اور زندگی کے لئے رہنمائی حاصل کریں۔

☆- حضور سرورِ عالم ﷺ کا گم ہونا:-

شق صدر کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے سوچا کہ یہ معمولی حادثہ نہیں ہے۔ کہیں آپ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔ لہذا انہیں آپ کی والدہ کے پاس چھوڑ آتے ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں۔ ہم حضور ﷺ کو لے کر مکہ شریف کی طرف چل پڑے۔ جب ہم مکہ معظمہ کے قرب و جوار میں پہنچے تو میں ایک ٹیلہ پر حاجت ضروریہ کے لئے گئی۔ جب واپس آئی تو دیکھا کہ آپؐ وہاں نہیں ہیں۔ بہت تلاش و جستجو کی مگر کوئی نام ونشان نہ پایا۔ تھک ہار کر پکارنے لگی "مُحمّدَ اہ و وَلَدَہ" اتنے میں ایک بوڑھا آدمی لاٹھی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اور پریشانی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا کہ میں نے محمد ﷺ بن عبداللہ کو ایک مدت تک دودھ پلایا ہے۔ اب ان کو انکی والدہ اور دادا کے پاس چھوڑنے جا رہی تھی کہ وہ گم ہو گئے۔ بوڑھے نے کہا "غم نہ کر" تم اس بڑے بت کے پاس جس کا نام "ھبل" ہے جاؤ وہ تمہیں بتا دے گا۔ میں نے کہا تمہارا بُرا ہو۔ تم کو معلوم نہیں کہ اس سعادت مند بچے کی ولادت کے موقع پر ان بتوں کا کیا حشر ہوا تھا۔ لیکن از حد پریشانی کے سبب چار و ناچار بڑے بت کے پاس چلی گئیں اور جونہی حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے اُس کے سامنے حضرت محمد ﷺ کا نام لیا۔ تو ھبل سر کے بل زمین پر گر گیا۔ اور باقی بت بھی اوندھے ہو گئے۔ اور ان کے

Marfat.com
Marfat.com

خولوں سے آواز آئی۔اے حلیمہؓ اس فرزندِ جلیل کا نام ہمارے سامنے نہ لے۔اس کا رب اس کو ضائع نہ کرے گا۔وہ ہر حال میں اس کا محافظ ہے۔

اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ حضرت عبد المطلب کے پاس گئیں۔اور تمام ماجرا سنایا۔حضرت عبد المطلب فوراً خانہ کعبہ میں گئے طوائف کعبہ کیا مناجات بارگاہ الٰہی پیش کیں۔آواز آئی اے عبد المطلب! غم نہ کرو۔محمد ﷺ کا محافظ خدا ہے۔عرض کی۔مجھے بتایا جائے کہ میرے پوتے کہاں ہیں؟ آواز آئی ''وادیٔ تہامہ'' میں آپ ورقہ بن نوفل کے ساتھ وادی تہامہ میں گئے۔تو آپؐ ایک کھجور کے درخت کے نیچے موجود تھے۔حضرت عبد المطلب نے دیکھتے ہی پکارا مَن اَنتَا یا غُلام اے فرزند تم کون ہو؟ آپؐ نے فرمایا۔اَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبدُ اللّٰہِ بنُ عَبدَ المُطَّلِب. حضرت عبد المطلب نے کہا کہ میری جان تم پر قربان میں تمہارا دادا عبد المطلب ہوں۔شفیق دادا نے آپ کو اپنی سواری پر بٹھایا اور مکہ تشریف لے آئے۔خدا جانتا ہے کہ اس گم شدگی کا کیا مطلب تھا۔بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس کی تمہید وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدیٰ ہے

☆۔ آغوشِ مادر میں:

اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے نہ چاہتے ہوئے بھی کسی ممکنہ خطرہ کے پیشِ نظر رسول خدا ﷺ کو والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سپرد کر دیا۔چنانچہ چھ سال تک والدہ کی آغوش محبت میں رہے۔اس دوران حضرت ام ایمنؓ نے آپ کی حفاظت اور پرورش کے فرائض سرانجام دیئے۔

حضرت ام ایمنؓ فرماتی ہیں۔''میں نے نبی آخر الزماں ﷺ کو کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کرتے نہ دیکھا۔جب صبح ہوتی ایک پیالہ زم زم شریف کا نوش فرماتے۔اور شام تک طلب نہ فرماتے۔اکثر ایسا ہوتا کہ دوپہر کے وقت کھانے کیلئے عرض کیا جاتا تو فرماتے مجھے کھانے کی رغبت نہیں ہے۔(مدارج النبوت)

☆۔ حضرت آمنہؓ کا وصال:

ولادت کے چھٹے سال حضرت آمنہؓ اپنے مرحوم شوہر حضرت عبد اللہؓ کی یاد وفا میں یثرب (مدینہ) تشریف لے گئیں تاکہ حضرت عبد اللہؓ کی قبر کی زیارت سے دل کو تسلی دے سکیں۔اپنے لختِ جگر اور حضرت ام ایمنؓ کو بھی ساتھ لے گئیں۔حضرت عبد المطلب بھی ہمراہ تھے۔تقریباً 415 کلومیٹر سفر کر کے مدینہ پہنچی۔اور وہاں اپنے بھائی کے گھر ایک ماہ تک قیام کیا۔واپسی پر ابھی تھوڑا ہی سفر کیا تھا کہ آپؓ بیمار ہو گئیں اور مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیانی فاصلہ پر مقام ''ابواء'' میں رحلت فرما گئیں۔وہاں ہی انہیں دفن کر دیا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضور سرورِ عالم ﷺ کی والدہ محترمہ کے متعلق ایک خاص واقعہ ابونعیم (دلائل النبوۃ) میں بیان کرتے ہیں۔ حضرت ام سماعہؓ بنت ابورہمؓ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں۔

''میں حضرت آمنہؓ کی رحلت کے وقت ان کے ساتھ تھی۔ رسول اکرم ﷺ ان کے سر کے قریب کھڑے تھے۔ سیدہ آمنہؓ ان کے چہرے کی طرف دیکھے جارہی تھیں۔ اور آپ کو مخاطب کر کے فرمارہی تھیں۔ ''اے میرے فرزند اللہ تعالیٰ تمہیں برکتیں عطا فرمائے۔ آپؐ اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند ہیں۔ جو سردار اور شریف تھے۔ اور جنہوں نے صاحب جود وسخا اور بزرگ و برتر خداوند قدوس کی امداد پائی۔ اور جن کی زندگی بچانے کیلئے صبح کے نیزوں سے قرعہ اندازی کی گئی۔ اور ان کے بدلے میں سواچھی نسل کے اونٹوں کا فدیہ دیا گیا۔ اے میرے چاند میں نے خواب میں جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے۔ اگر وہ درست ہے تو آپ تمام لوگوں کے لئے نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ آپ ملت وحرمت کیلئے اسی دین کے نبی بن کر مبعوث ہونگے۔ جو آپؐ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ اللہ تعالیٰ بتوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ اور ان قوموں سے آپ کی دوستی نہیں ہوگی۔ جو بت پرستی کرتی ہیں۔ اندازہ فرمایئے۔ کہ بچپن ہی سے حضور رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو کس طرح پختہ کار بنایا جارہا ہے۔ ولادت باسعادت سے قبل ہی والد محترم حضرت عبداللہؓ رحلت کر گئے اب ابھی چھ سال کی عمر ہے۔ کہ والدہ محترمہ حضرت آمنہ بھی رخصت ہوگئیں۔ پہلے یتیم تھے اب دریتیم ہوگئے۔

☆۔ شفیق دادا کی کفالت میں:

والدہ محترمہ کی رحلت کے بعد آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم نے پرورش کا ذمہ لیا۔ خانہ کعبہ میں ''حجرا سود'' کے قریب ایک فرش بچھایا جاتا تھا۔ جہاں سردارِ قریش حضرت عبدالمطلب تشریف فرما ہوتے تھے۔ کچھ فاصلہ پر آپ کے فرزند اور دیگر اہلِ قریش بیٹھا کرتے تھے۔ یوں منظر ہوتا تھا کہ چاند کے گرد ستارے رونق افروز ہوں۔ اس مقدس محفل میں رسالت مآب ﷺ بھی تشریف لے جاتے اور بچپن میں ہی تھے دوڑ کر اپنے دادا کی جگہ پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ آپؐ کے چچے پکڑ لیتے کہ سردارِ قریش کے برابر نہ بیٹھو۔ مگر شفیق دادا اپنے اس پوتے سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ بیٹوں کو منع فرماتے۔ اور کہتے کہ میرے پیارے بیٹے کو میرے پاس بیٹھنے دو۔ اور قریب بلا کر چھاتی سے لگاتے۔ دستِ شفقت پھیرتے اور فرماتے۔ ''میرے اس بیٹے محمد ﷺ کی بہت شان ہے۔ اس کو میرے قریب رہنے دو''۔

حضرت عبدالمطلب بوڑھے ہو چکے تھے۔ لیکن اپنے یتیم پوتے کیلئے شفقت ومحبت ان کے دل میں موجزن تھی۔ ایسی رفعت تھی کہ اپنی صلبی اولاد سے بھی اتنی نہ تھی۔ قسمت نے حضرت رسالت مآب ﷺ کو تنہائی

Marfat.com
Marfat.com

کے جس صحرا میں لا کھڑا کیا تھا، حضرت عبد المطلب آپ کو اکیلا چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بزرگوں کی طرح آپ کا احترام کرتے تھے۔

☆۔ حضرت عبد المطلب کی وفات:

اس پیار و محبت کرنے والے بزرگ کا سایہ بھی رب تعالیٰ نے چھین لیا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ربِ اعلیٰ کو نبی اکرم ﷺ کیلئے کوئی سہارا بھی پسند نہ فرمایا۔ حضرت عبد المطلب ۸۲ سال کی عمر میں دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔

رسول معظم ﷺ کی عمر مبارک اس وقت ۸ سال ۲ ماہ اور دس دن تھی۔ سردارِ قریش اپنی وفات سے قبل اپنے اس پوتے کو حضرت عبد اللہؓ کے حقیقی بھائی۔ حضرت ابو طالب کی کفالت میں دے دیا تھا۔

اس وفات پر حضور سرورِ عالم ﷺ ایک بار پھر اپنے شفیق دادا کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ اہلِ قریش نے آپ کو جنت المعلیٰ میں دفن کر دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا۔

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا
بڑھنے لگے تو مادر و عم ہوئے جدا
چلنے لگے تو دادا عدم کو رواں ہوئے
اک اک سایہ یونہی اٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

☆۔ حضرت ابو طالب کی کفالت میں:

حضرت ابو طالب نے اپنے بھتیجے کا حق کفالت بڑی خوبی سے ادا کیا۔ آپ کو اپنی حقیقی اولاد سے بڑھ کر محبت و پیار دیا۔ اور بڑے اعزاز و احترام سے نوازا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک آپ کو معاونت دی۔ اور اپنی حمایت کا سایہ دراز رکھا۔ آپ کی حمائت کی خاطر حضرت ابو طالبؓ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے پرواہ نہ کی۔

☆۔ روئے مبارک سے فیضانِ باران:

حضرت ابو طالب فرماتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

وَاَبۡیَضَ یُسۡتَسۡقَی الۡغَمَامُ بِوَجۡهِهٖ ثِمَالَ الۡیَتَامٰی لاَ رَامِلِ ○

وہ خوبصورت ہیں ان کے چہرے کے فیضان سے بارش ہوتی ہے۔ یتیموں کے ماویٰ اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

اہلِ قریش نے عرض کی اے ابو طالب! جنگل قحط ناک ہو گیا ہے۔ ہمارے عیال بھی قحط سالی میں مبتلا ہیں۔ آپ آئیں اور بارش کیلئے دعا کریں۔

اس واقعہ کو ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہؓ سے روایت کیا ہے۔

وہ خود فرماتے ہیں۔ جب ابو طالب گھر سے نکلے تو ان کے ہمراہ ایک لڑکا تھا۔ آفتاب کی طرح عالمتاب تھا۔ ابو طالب نے اس حسین و جمیل لڑکے کو پکڑ کر اس کی پشت کو خانہ کعبہ کی دیوار سے لگا دیا۔ اس لڑکے نے عاجزی سے آسمان کی طرف دیکھا۔ اور انگلی سے اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان پر دور دور تک کوئی بادل نہ تھا۔ فوراً ہی آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور برسنے لگا۔ وہ بادل اتنا برسا کہ جنگل تک بھر گئے۔ اہلِ مکہ بلکہ مکہ کے باہر والے بھی سیراب ہو گئے۔

یَلُوۡذُ بِهِ الۡهُلَّاکُ مِنۡ آلِ هَاشِمٍ - فَهُمۡ عِنۡدَهٗ فِیۡ نِعۡمَةٍ وَّفَوَاضِلِ ○

آلِ ہاشم سے جو لوگ ہلاک ہونے کے قریب ہوتے ہیں وہ آپؐ سے التجا کرتے ہیں۔ آپؐ انکی فریاد سن کر دادرسی فرماتے ہیں۔ یا ان کو کھانا کھلاتے ہیں اور عظیم نعمتوں سے نوازتے ہیں۔

☆— ملک شام کا پہلا سفر:

محبوب خدا ﷺ کی عمر جب بارہ سال ہوئی تو حضرت ابو طالبؓ تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف سفر کی تیاری کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جب آپ کو پتہ چلا تو شفیق چچا سے ساتھ چلنے کو کہا۔ گرمی کی حدت اور طویل سفر کی وجہ سے حضرت ابو طالبؓ اس نازک بھتیجا کو ساتھ نہ لیجانا چاہتے تھے۔ مگر جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ عاجزی میں کہی بات سن کر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور ساتھ لیجانے پر رضامند ہو گئے۔ آخر کار سفر شروع ہوا۔ دیگر اہلِ قریش بھی اس قافلے میں شامل تھے۔ قافلہ منزل در منزل سفر کرتا رہا۔ جب یہ قافلہ ''بصریٰ'' پہنچا تو مقام ''حوران'' میں قیام کیا۔ وہاں ایک عیسائی عالم (راہب) رہتا تھا۔ جس کا اصل نام ''جرجیس'' تھا۔ لیکن ''بحیرا راہب'' کے نام سے زیادہ مشہور تھا۔ جب اس سے ملاقات ہوئی تو آپ کی صفات و کمالات نبوت سے فوراً پہچان گیا۔ آپ کا دستِ مبارک تھام کر کہنے لگا۔ یہ سید المرسلین ہیں۔ یہ سید العالمین ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ

Marfat.com
Marfat.com

نے رحمۃ للعالمین مبعوث کیا۔

اہل قافلہ نے بحیرا سے دریافت کیا۔ تجھے اس بات کا علم کیونکر ہوا۔ اس نے جواب دیا۔ جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو میں نے دیکھا۔ تمام شجر و حجر اس بچے کے سامنے جھکے ہوئے تھے۔ شجر و حجر سوائے نبی کے کسی کے آگے نہیں جھکتے میں آپ کو اس مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو آپؐ کے شانے کے عفروف کے نیچے سیب کی طرح ہے۔ ہم نے یہ نشانیاں اپنی کتابوں میں پڑھی ہیں۔ جب یہ چلتے تھے تو ایک بادل آپؐ پر سایہ کرتا تھا۔

یہ تمام علامات دیکھ کر بحیرا نے حضرت ابو طالبؓ سے پوچھا کہ یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟ حضرت ابو طالب نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرا نے جواب دیا نہیں۔ یہ تو یتیم ہے۔ اس پر حضرت ابو طالبؓ نے کہا یہ میرے پیارے بھائی عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ جو آپ کی ولادت سے قبل ہی فوت ہو گئے۔ یہ سن کر بحیرا کا یقین اور بھی پختہ ہو گیا۔

جو بحیرا نے دیکھا اس کو بیہقی اور ابو نعیم نے بھی بیان کیا ہے۔

جس درخت کے نیچے قافلہ قیام پذیر تھا۔ اس درخت کی شاخیں جھکی ہوئی تھیں گویا سلام پیش کر رہی ہوں۔

دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت بھی کی۔

بحیرا نے رسول خدا ﷺ کو اپنی بغل میں لے لیا اور بہت سی باتیں پوچھیں۔ حضور سرور عالم ﷺ ہر سوال کا جواب دیتے جاتے تھے تو بحیرا ان کی تصدیق کرتا جاتا تھا۔

انہیں امور کے پیش نظر عیسائی راہب بحیرا نے حضرت ابو طالبؓ سے استدعا کی کہ آپ اس بچے کو واپس مکہ بھیج دیں کیونکہ یہودی ان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اسی سفر شام میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ یوں ہوا کہ روم سے سات آدمی جو کہ یہودی تھے۔ یہ ساتوں آدمی رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ بحیرا راہب ان لوگوں سے ملا۔ اور ان کے آنے کا مقصد دریافت کیا۔ انہوں نے کہا "یہ نبیؐ جو تمہارے ہاں قیام پذیر ہے۔ اسی مہینہ سفر کیلئے اپنے گھر سے نکلنے والا تھا۔ تو شاہ روم نے ہر طرف اپنے آدمی بھیج دیئے تاکہ موقع پا کر ان کو قتل کر دیا جائے۔ ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔ بحیرا نے کہا "کیا تم نے کسی ایسے کو دیکھا ہے جس کو زندہ رکھنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ رکھتا ہو۔ اور کوئی اس کی زندگی ختم کر دے؟ تو انہوں نے کہا کوئی ایسی قدرت نہیں رکھتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ان لوگوں نے رسول خدا ﷺ کو تنگ نہ کرنے اور ایزا نہ پہنچانے کا وعدہ کیا۔ بحیرا

Marfat.com
Marfat.com

سے بیعت کی اور اسی کے ہاں رہنے لگے لیکن بحیرا اسی خطرے کے پیشِ نظر تھا۔ کہ ان لوگوں کو شاہِ روم نے جس مقصد کے لئے بھیجا ہے اگر یہ اس میں ناکام ہوئے تو ان کی جانوں کو خطرہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اپنی بیعت توڑ دیں اور وعدہ خلافی کر دیں۔ اس لئے اس نے حضرت ابو طالب ؓ کو استدعا کی کہ وہ آپ کو واپس بھیج دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس سفر میں ساتھ تھے ان کے مشورہ سے آپ ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

راہب کی باتیں سن کر حضرت ابو طالب کے دل میں آپ کی محبت اور بھی زیادہ ہوگئی۔ لہذا وہ کبھی بھی آپ کو تنہا نہ چھوڑتے تھے۔ سرکارِ کونین ﷺ جوں جوں عہدِ شباب کو پہنچتے تھے۔ آپؐ کے اخلاق ومحاسن، صدق و صفا، اور زیادہ نکھرتے جاتے تھے۔ اور حضرت ابو طالب ؓ کی مسرتوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت ابو طالب کوئی بھی کام آپؐ کے مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے۔

☆۔ حربِ فجار میں شرکت:

قبل از اسلام عرب میں مبارک مہینوں میں جو لڑائیاں لڑی جاتی تھیں ان کو حروب فجار، کہا جاتا تھا۔ ایسی ایک لڑائی جو کہ چوتھی اور آخری تھی۔ میں حضور رسالت مآب ﷺ نے بھی شرکت فرمائی۔

اس لڑائی کا سبب یہ تھا کہ لقمان بن منذر، شاہ حیرا ہر سال اپنا مال تجارت ''بازار عکاظ'' میں فروخت کیلئے بھیجا کرتا تھا کسی عربی آدمی کی پناہ حاصل کرتا۔ اس دفعہ بنو کنانہ میں سے ''براض'' اور بنو ہوازن میں سے ''عروہ رحال'' وہاں موجود تھے۔ لقمان نے کہا کہ اس مال کو کون پناہ دے گا؟ براض بولا میں بنو کنانہ سے پناہ دیتا ہوں۔ لقمان نے کہا میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو اہلِ نجد و تہامہ سے پناہ دے۔ تو عروہ نے کہا کہ میں ان سے پناہ دیتا ہوں۔ براض بولا کیا تم بنو کنانہ سے بھی پناہ دیتے ہو؟ عروہ نے کہا ہاں! میں تمام دنیا سے پناہ دیتا ہوں۔

پھر لقمان بن منذر نے اپنا مال اس کے سپرد کر دیا۔ جس سے براض کو بڑا دکھ ہوا۔ اور عروہ کے پیچھے چل نکلا۔ اور موقع پا کر اس کو ماہِ حرام میں قتل کر دیا۔ اور بنو ہوازن نے قصاص میں براض کو قتل کرنے سے انکار کر دیا۔ عروہ چونکہ ہوازن کا سردار تھا۔ اس لئے وہ قصاص میں کسی سردار کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر قریش نے اس کو پسند نہ کیا۔ لہذا اہلِ قریش (بنو کنانہ) اور ہوازن میں جنگ چھڑ گئی۔ بنو کنانہ (قریش) کا سپہ سالار حرب بن امیہ تھا۔ جو ابوسفیان کا باپ تھا۔ ہوازن کا سپہ سالار مسعود بن معتب ثقفی تھا۔ لشکرِ قریش میں ایک پہلو پر عبداللہ بن جدیمان اور دوسرے پر کریز بن ربیعہ تھا۔ اور قلب میں حرب بن امیہ خود تھا۔ اس جنگ میں حضور ﷺ کو آپؐ کے چچا لے گئے۔ یہاں آپؐ نے بذاتِ خود کوئی تیر اندازی نہ کی۔ بلکہ تیر نکال کر اپنے چچاؤں کو دیتے جاتے تھے۔ آخر کار لڑائی بذریعہ ثالثی ختم ہوگئی۔ کوئی کشت و خون نہ ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

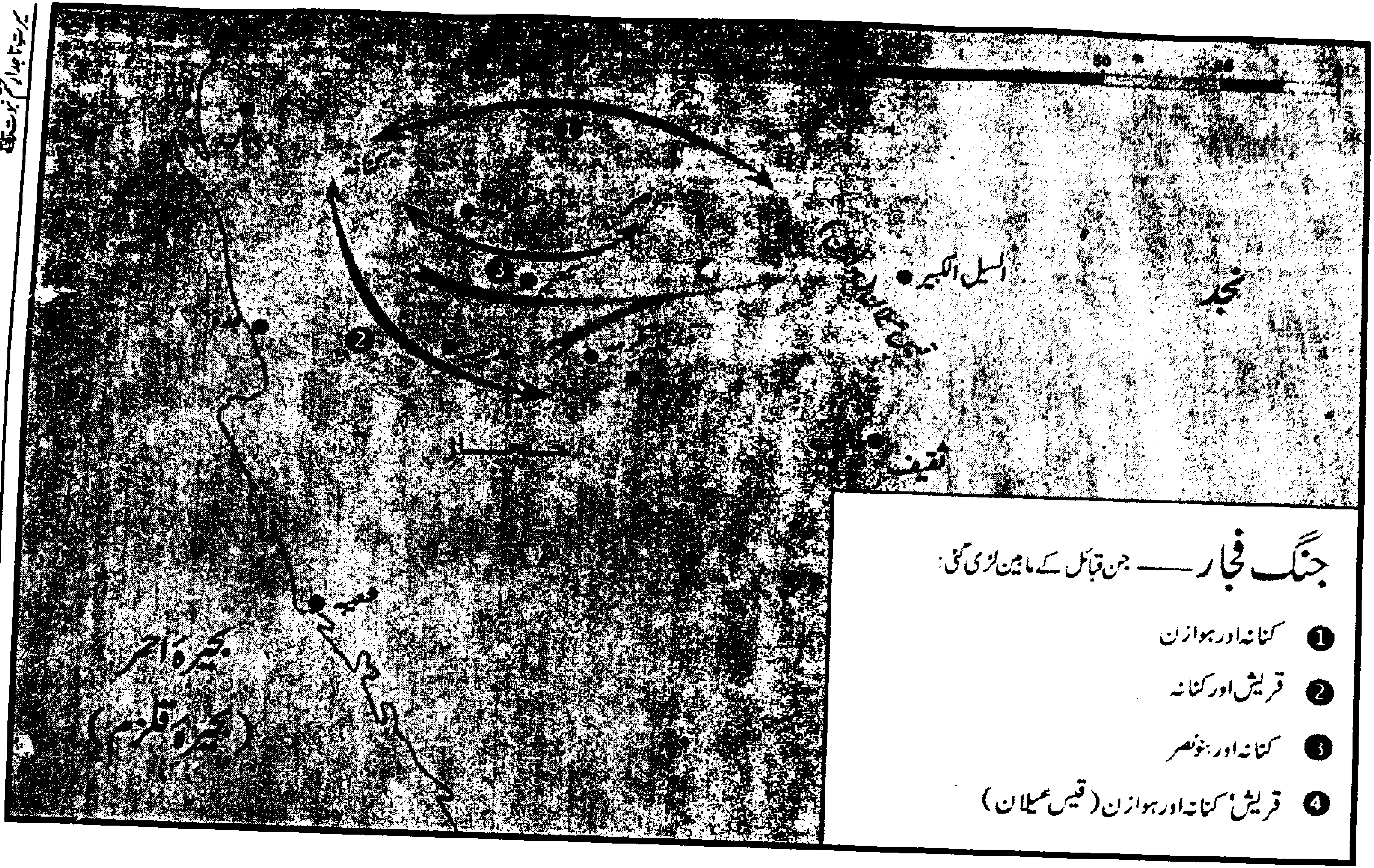

Marfat.com
Marfat.com

☆۔ معاہدہ حلف الفضول:

جب قریش ''حرب فجار'' سے واپس آئے تو ایک واقعہ ہوا کہ ''بنوزبید'' کا ایک شخص مکہ شریف میں اپنا مال تجارت لایا۔ جس کو عاص بن وائل سہمی نے خرید لیا۔ اور مال کی ادائیگی کیلئے ٹال مٹول کرنے لگا۔ اور آخر کار انکار کر دیا۔ اس پر ''بنوزبید'' کے اس شخص نے اپنے خلاف بنوعبد الدار، بنومخزوم، سہم اور عدی بن کعب سے مدد مانگی۔ مگر انہوں نے مدد سے انکار کر دیا۔ اس پر ''زبیدی'' نے ''جبل ابوقیس'' پر کھڑے ہو کر فریاد کی۔ اہلِ قریش نے جو کہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے سن لیا۔ اس کے بعد حضور روح کائنات ﷺ کے چچا حضرت زبیر بن عبد المطلبؓ کی تحریک پر بنوہاشم، بنوزہرہ اور بنواسد، عبد اللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے۔ اور ایک عہد نامہ تحریر کیا گیا جس کی درج ذیل شرائط تھیں۔

☆ہم سب مل کر مظلوم کی مدد کریں گے اور مظلوم کا لوٹا ہوا مال واپس کروائیں گے۔ ☆۔ ظالم کی بیخ کنی کی جائے گی۔

اس حلف کے بعد سب عاص بن وائل کے پاس گئے۔ اور زبیدی کا مال واپس کروایا۔ بنوجرہم کے سب لوگ جو اس حلف میں موجود تھے ان میں اکثر کا نام ''فضل'' تھا۔ اس لئے اس معاہدہ کا نام ''حلف الفضول'' پڑ گیا۔ ان میں خصوصی اشخاص جو شامل تھے ان میں فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے۔

قریش کے اس معاہدہ میں حضور روح کائنات ﷺ بذات خود موجود تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔ ''میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایسے معاہدہ میں شامل ہوا کہ اگر اس کی غیر حاضری کے لئے مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں ان کو پسند نہ کرتا اور اس معاہدہ میں ضرور شریک ہوتا۔ اور آج بھی اگر کوئی مظلوم ''یا آل حلف الفضول'' کہہ کر پکارے تو میں مدد کیلئے حاضر ہوں۔

☆۔ دوسرا سفر شام:

انوار و آثار، فضل و کمال اور پاکیزہ و برتر صورتوں اور فرشتوں کا مشاہدہ کرنا آپ کی حالت میں ہمیشہ رہا۔ ان حالات کا مشاہدہ اکثر حضرت ابو طالبؓ بھی کیا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خیال کیا کہ خدانخواستہ آپ کو کسی (بدروح) کا اثر نہ ہو گیا ہو۔ لہذا وہ آپ کو کاہنوں یا طبیبوں کے پاس لے کر جاتے رہے۔ جب انہوں نے حالات و کمالات کا مشاہدہ کیا تو پکار اٹھے۔ کہ حضور ﷺ ان چیزوں سے بالاتر ہیں۔ کیونکہ یہ کام شیطان کے ہیں اور کسی شیطان کو جرات نہیں کہ اس نوجوان کو ایذا پہنچا سکے۔

اس وقت رسالت مآب ﷺ کی عمر مبارک چوبیس سال ہو چکی تھی۔ اور ادھر حضرت ابو طالبؓ کے پاس

Marfat.com
Marfat.com

کثرت اعیال داری کی وجہ سے فاقوں کی نوبت تھی۔ ادھر سیدہ خدیجہؓ جو کہ مکہ کے دولت مند بیوہ تھی۔ کسی کو امین بنا کر اپنا مال تجارت مختلف علاقوں میں بھیجا کرتیں تھیں اور نفع میں سے اس امین کا حصہ دیتی تھیں۔ اس وقت مکہ شریف میں آپ کو ''امین اور صادق'' کہا جاتا تھا۔ ان سے بڑھ کر کوئی امین نہ تھا۔ پس حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی کے ذریعے آپ کو پیغام بھیجا۔ کہ اگر آپ میرا مال لے کر ملک شام جائیں اور نفع میں سے جتنا پسند فرمائیں لے لیں۔ سید عالم ﷺ نے حضرت ابو طالبؓ سے مشورہ کے بعد اس پیش کش کو قبول فرما لیا۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہؓ نے آپ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت کیلئے اپنا ایک غلام ''میسرہ'' بھیج دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک مخصوص آدمی ''خزیمہ'' آپ کے ہمراہ کر دیا۔

سفر شروع ہو گیا۔ جب آپ شام جاتے ہوئے ''بصرہ'' پہنچے تو وہاں ایک ''صومعہ/کلیسا'' تھا۔ اس صومعہ میں ''نسطورا'' نامی راہب رہتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہیں۔ اور اس درخت کے بارے میں یہ خبر تھی کہ اس کے نیچے سوائے نبی کے کوئی نہیں بیٹھا۔ یہ درخت بے برگ و بار تھا۔ اس کے تنے بھی بوسیدہ تھے۔ لیکن جونہی حضرت رسول خدا ﷺ اس درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو وہ سوکھا درخت ہرا بھرا ہو گیا۔ اور فوراً میوہ دار ہو گیا۔ ارد گرد بھی سبزہ اور شادابی ہو گئی۔ یہ تمام مناظر دیکھ کر وہ خود حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو عرض کہ کہ آپ سچ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ آپ کا اسم مبارک کیا ہے؟۔ نبی معظم ﷺ نے فرمایا۔ ''**ثَكِلَتْ اُمُّكَ**'' میرے پاس سے دور ہو جا نسطورا کے پاس ایک کتاب تھی جس کو دیکھا جاتا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا کہ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری۔ یہ وہی ہیں۔ جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے تمام مالِ تجارت اسی شہر میں فروخت کیا اور پہلے سے دگنا نفع حاصل کیا۔ اور واپس مکہ کی طرف چل پڑے۔ جو باقی تجار آپ کے قافلہ میں شامل تھے۔ ان کو کافی نفع ہوا۔ جس وقت آپ مکہ شریف میں داخل ہو رہے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مکان کی چھت پر کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ دو بادل آپ کے سر مبارک پر سایہ کیئے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد اپنے غلام میسرہ اور مخصوص آدمی خزیمہ نے بھی جو خوارق و معجزات، واقعات و حالات راہ میں پیش آئے ان کا ذکر اپنی مالکہ سے کیے۔ اور خود بھی دیکھا حضور ﷺ کی برکت سے میرا مال تجارت میں پہلے سے دوگنا نفع حاصل ہوا ہے۔ ان تمام مشاہدات کے بعد حضرت رسولِ خدا ﷺ کے اور زیادہ قریب آنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

Marfat.com
Marfat.com

☆۔ سیدہ حضرت خدیجہؓ سے شادی:

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ کی ایک بیوہ اور دولت مند خاتون تھی۔ اس سے قبل ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ اب بھی بہت سے نوجوان ان سے رشتہ استوار کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ مگر وہ متواتر انکار کر رہی تھیں۔ ان کی پاک دامنی کی وجہ سے اہلِ مکہ اس کو ''طاہرہ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے حضور روحِ کائنات حضرت محمد ﷺ سے ملتا تھا۔ اس وقت انؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ اور حضور رسالت مآب ﷺ کی عمر شریف پچیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفرِ شام کے تمام حالات و واقعات کا مشاہدہ کیا۔ انہی مشاہدات کے پیشِ نظر ''عظیم میلان'' اور شرح صدر پیدا ہوا۔ کیونکہ آپ عقل و فراست میں کامل اور خواتین قریش میں اشف الست تھیں۔ بکثرت قریش اس بات کے حریص تھے کہ وہ ان سے نکاح کر لیں اور پیغامات بھی بھیجے۔ مگر حضرت خدیجہؓ نے مسلسل انکار ہی کیا۔ اب انہوں نے خود خفیہ طور پر اپنی ایک لونڈی ''یعلی بنتِ منیہ'' کی بہن ''نفیسہ'' کے ذریعے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالبؓ سے مشورہ کیا اور اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ یہ واقعہ سفرِ تجارت کے تین ماہ بعد کا ہے۔ تاریخ مقرر ہوئی۔ حضور سرورِ عالم حضرت محمد ﷺ برات لے کر جس میں دیگر روساءِ قریش کے ساتھ ساتھ حضرت حمزہؓ۔ حضرت ابو طالبؓ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ادھر حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے برات کا استقبال کیا۔ اس طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے محبوب کبریا کی پہلی رفیقۂ حیات ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حق مہر کے بارے میں دو روایتیں ملتی ہیں۔

(۱) بیس جوان اونٹ (۲) ساڑھے بارہ اوقیہ سونا (ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہے)

☆۔ خطبات نکاح:

۱۔ حضرت ابو طالبؓ نے پہلا خطبہ نکاح پڑھا۔

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم و زرع اسماعیل و ضیعفی معد و عنصر مضبر جعلنا خضننۃ بسیۃ و اسواس حرمہ و جعلنا بیتا. محجوجا و حرما آمنا و جعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی محمد بن عبد اللہ لا یوزن بر حل الا رجع بہ فان کان فی المال قلافان المال ظل زایل و امر حایل و محمد ممن قد عرفتم قرابۃ و قد خطب خدیجہ بنت خویلد و بذل لھا من الصداق ما آبلہ و عاجلہ من عالی کذا و ھو اللہ بعد ھذالہ بناء عظیم و

Marfat.com
Marfat.com

خطر جلیل زوجھا.

ترجمہ:۔ اللہ پاک کے لئے جمیع حمد ثابت ہے۔وہ اللہ کریم جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے پیدا کیا۔اور اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی سے کیا۔اور معد کی اصل کیا ہے؟ معز کی عنصر سے بنایا۔اپنے گھر کعبہ شریف کا خادم ٹھہرایا اور اپنے حرم شریف کا مدیر بنایا۔ہمارے لئے ایسا گھر کیا جو حج کیلئے مقبول ہے۔اور ہمارے لئے وہ حرم کیا جو تمام شہروں سے پُر امن ہے۔ہمیں لوگوں پر حکام ٹھہرایا۔کہ ان پر جس طرح چاہیں حکم کرتے رہیں۔پھر حمد کے بعد یہ امر ہے کہ میرے بھائی عبداللہ کا بیٹا حضرت محمد (ﷺ) کے شرف اور فضل میں کوئی اس جیسا نہیں ہے۔عقل میں کوئی اس سے بہتر و غالب نہیں۔خدیجہؓ بنت خویلہ سے نکاح کرتا ہوں۔اگرچہ میرے بھتیجے کا مال تھوڑا ہے۔مگر مال کی کوئی حقیقت نہیں۔مال ڈھلتا سایہ ہے۔یہ ایک سے دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے۔اس کو کوئی بقا نہیں ہے۔محمد ﷺ ان لوگوں میں سے ہیں۔جن کی قرابت تم نے پہچان لی ہے۔وہ بنو ہاشم اور اولادِ عبدالمطلب سے ہیں۔آپؐ کے آبائے کرام۔مال سے افضل و اعظم ہیں۔خدیجہؓ کو میرے مال سے وہ مال دیا جو عجل اور عاجل ہے۔واللہ! محمد ﷺ کے بارے میں میں نے جو کچھ کہا وہ خبر عظیم ہے۔ان کا علم خطیر و عظیم و جسیم ہے۔

۲۔ دوسرا خطبہ ورقہ بن نوفل نے دیا۔

دوسرا خطبہ ورقہ بن نوفل جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا کے بیٹے تھے نے پڑھا۔جس کا ترجمہ یوں ہے۔

ترجمہ: اس خدائے برتر کی حمد و ثنا ہے۔جس نے ہمیں ایسا بنایا جیسا کہ ابو طالبؓ نے بیان کیا۔اور ہمیں وہی فضیلت بخشی جس کا انہوں نے ذکر کیا۔اس بناء پر کہ ہم تمام عربوں سے بہتر اور ان کے پیشوا ہیں۔تم سب بھی انہیں فضیلتوں کے اہل اور جامع ہو۔کوئی گروہ بھی تمہاری اس فضیلت کا منکر نہیں ہو سکتا۔اور کوئی بھی شخص تمہارے اس فخر و شرف کا انکار نہیں کر سکتا۔بلاشبہ ہم سب کی خواہش ہے کہ تمہارے ساتھ عقد و نکاح کے ذریعے اتصال و یگانگت ہو۔تو اے گروہِ قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہؓ بنتِ خویلہ کو محمد بن عبداللہ ﷺ کی زوجیت میں چار سو مثقال عوض مہر دیا۔

۳۔ تیسرا خطبہ عمرو بن اسد نے دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے تیسرا خطبہ پڑھا۔

''اے گروہِ قریش! گواہ ہو جاؤ۔میں نے خدیجہؓ بنت خویلہ کو محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی

Marfat.com
Marfat.com

زوجیت میں دیا''۔

پھر دونوں طرف سے ایجاب وقبول ہوا۔اس طرح رخصتی ہوئی۔

☆- نکاح کے بعد تقریبِ سعید:

روضۃ الاحباب میں منقول ہے۔نکاح کے بعد ام المومنین سیّدہ خدیجہ الکبریٰؓ نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ دف بجا کر مسرت کا اظہار کریں۔اور حضور سرور کونین ﷺ سے عرض کیا کہ وہ اپنے چچا سے کہیں کہ وہ ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ کو ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلائیں۔پس انہوں نے دعوت ولیمہ کی۔نبی اکرم ﷺ اس شادی مبارک سے بہت خوش ہوئے۔اور حضرت ابو طالبؓ نے بھی خوشی ومسرت کا اظہار کیا اور کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنَّا الْکُرَبَ وَرَفَعَ عَنَّا الْهُمُوْمَ ؁

ترجمہ: سب خوبیاں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہم سے مصیبتیں دور فرمائیں۔اور ہم سے غموں کو اٹھالیا۔

☆- تعمیر بیت اللہ:

جب محسنِ انسانیت حضرت احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی عمر شریف پینتیس (۳۵) برس ہوئی تو قریش مکہ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کا پروگرام بنایا۔اس وقت کعبہ شریف ۹ ہاتھ بلند چار دیواری پر مشتمل تھا۔جس پر چھت نہ تھی۔یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے تعمیر کیا گیا تھا۔اس کیفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض نقب زنوں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ چرالیا تھا۔اس کے علاوہ اس کی تعمیر کو ایک عرصہ گزر گیا تھا۔اب عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔یہ دیواریں کسی وقت بھی گر سکتی تھیں۔ایک زوردار سیلاب کا رخ خانہ کعبہ کی طرف تھا۔جس سے خانہ کعبہ کو کافی نقصان پہنچا۔اس پر اہل قریش مجبور ہو گئے۔کہ اس کا رتبہ ومقام برقرار رکھا جائے۔اور از سر نو تعمیر کیا جائے۔

☆- تعمیر کعبہ کیلئے جو شرائط مقرر ہوئیں:

۱۔ متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ تعمیرِ کعبہ میں صرف حلال رقم استعمال ہوگی۔

۲۔اس کی تعمیر میں کسی رنڈی کی اُجرت۔سود کی دولت اور کسی کا ناحق لوٹا ہوا مال صرف نہ ہوگا۔

۳۔نئی تعمیر کیلئے پرانی عمارت کو گرادیا جائیگا۔

۴۔ہر قبیلہ کی تعمیر کا حصہ الگ ہوگا۔وہ صرف اپنا حصہ ہی تعمیر کریگا۔

Marfat.com
Marfat.com

۵۔ ہر قبیلہ اپنا سامان تعمیر الگ الگ رکھے گا۔

نئی عمارت تعمیر کرنے کیلئے پرانی عمارت کو گرانے کا مسئلہ پیدا ہوا کوئی آدمی جرأت نہ کرتا تھا۔ آخر کار ولید بن مغیرہ مخزومی نے ابتداء کی جب لوگوں نے دیکھا کہ کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگ بھی شامل ہو گئے۔ جب قواعدِ ابراہیمی تک آئے تو چھوڑ دیا گیا۔ اور وہاں ہی سے دوبارہ تعمیر کرنا شروع کر دیا گیا۔ ''باقوم'' نامی ایک رومی معمار تعمیر کا نگران تھا۔ جب عمارت حجر اسود تک تعمیر ہو گئی تو جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجرِ اسود کو اس کے مقام پر کون نصب کرے گا۔ یہ جھگڑا چار پانچ روز تک جاری رہا اور تعمیر کا کام رک گیا۔ یہ سعادت ہر قبیلہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

تعمیر کعبہ میں خود رسولِ خدا ﷺ بھی شریک تھے۔ اور قریش کے ہمراہ پتھر اٹھاتے تھے۔ اہل قریش کا طریقہ کار یہ تھا کہ اپنے تہہ بند اتار کر اس پر پتھر رکھ کر اٹھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی اپنے چچا کے کہنے پر تہہ بند اتارا اور تہہ بند پر پتھر اٹھایا۔ تو آپؐ ایک دم گر پڑے اور یہ ندا آئی۔ ''خَمِّرْ عَوْرَتَكَ'' ستر پوشی کو لازمی کرو۔ علماء کا قول ہے کہ یہ پہلی آواز تھی جو ندائے خداوندی ہے۔ جو جناب رسالت مآب ﷺ کو کی گئی۔

☆۔ بے مثال دانائی:

حجرِ اسود کا جھگڑا طول پکڑ گیا۔ کوئی فیصلہ نہ ہو پاتا تھا۔ لیکن ایک بزرگ ابو امیہ مخزومی نے فیصلہ کیا کہ کل صبح جو آدمی سب سے پہلے مسجدِ حرام میں داخل ہو گا وہی اس کا فیصلہ کرے گا۔ تمام قبائل نے یہ تجویز مان لی۔ حکمتِ خدا کا کرشمہ ملاحظہ ہو کہ دوسرے دن سب سے پہلے فیصل عظیم حضرت محمد ﷺ ہی مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ تو لوگ پکار اُٹھے۔

هٰذَا الْاَمِيْنُ رَضِيْنَا . هٰذَا مُحَمَّدٌ ﷺ

''یہ امین ہیں۔ ہم ان سے راضی ہیں۔ یہ محمد ﷺ ہیں''۔

جب حضور سرورِ عالم ﷺ کو علم ہوا کہ جھگڑا حجرِ اسود کو نصب کرنے کا ہے تو آپؐ نے اپنی چادر بچھائی۔ اس پر اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود رکھا۔ اور متنازعہ قبائل کے سرداروں سے کہا کہ تم سب مل کر چادر کے کناروں کو پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا جب چادر حجرِ اسود کے مقام کے قریب پہنچی تو آپؐ نے آگے بڑھ کر اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر حجرِ اسود کو مقررہ جگہ پر نصب کر دیا۔ معقول فیصلہ تھا۔ تمام قبائل راضی ہو گئے۔ اور قریش ایک بڑے جھگڑے سے بچ گئے۔

اہلِ قریش کے مالِ حلال میں کمی واقع ہو گئی۔ لہٰذا انہوں نے شمال کی جانب سے کعبہ کی لمبائی تقریباً چھ ہاتھ کم کر دی۔ یہی ٹکڑا ''حطیم'' کہلاتا ہے۔ کعبہ شریف کا دروازہ دو میٹر بلند رکھا گیا۔ جب دیواریں پندرہ ہاتھ بلند

Marfat.com
Marfat.com

ہو گئیں تو اندر چھ ستون کھڑے کر کے اوپر کھجور کے پتوں اور شاخوں سے چھت ڈال دی گئی۔ یہ عمارت تقریباً چوکور نما ہے۔ حجرِ اسود والی دیوار اور اس سامنے والی دیوار یعنی جنوبی اور شمالی دیواریں دس دس میٹر بلند ہیں۔ حجرِ اسود ''مطاف'' کی زمین سے ڈیڑھ میٹر کی بلندی پر ہے۔ دروازے والی دیوار ۱۲ میٹر بلند ہے۔ دیوار کے نیچے ہر چہار جانب سے ایک بڑھے ہوئے کرسی نما ضلع کا گھیرا ہے۔ جس کی اوسط اونچائی تقریباً پینتیس (۳۵) سینٹی میٹر اور اوسط چوڑائی تیس (۳۰) سم ہے۔ اسے ''شاذ روان'' کہتے ہیں۔ یہ ہی دراصل بیت اللہ ہے۔

☆۔ احبابِ رسول ﷺ

بلادِ عرب میں اگرچہ ہر طرف شرک و باطل کا دور دورہ تھا۔ مگر کفرستانِ عرب میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے، جو توحید کے پرستار اور شرک و بت پرستی سے بیزار تھے۔ ان میں سے چند اشخاص کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ زید بن عمرو بن نفیل:۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ یہ علی الاعلان شرک و بت پرستی سے انکار اور جاہلیت کی مشرکانہ رسوم سے نفرت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے چچا خطاب بن نفیل ان کو بہت تکلیف دیا کرتے تھے۔ بلکہ انہیں مکہ سے ہی نکال دیا تھا۔ مگر ہزاروں ایذاؤں کے باوجود اپنے عقیدۂ توحید پر ڈٹے رہے۔

وہ شعر بھی کہا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ان کے دو شعر بہت مشہور تھے جو وہ دور سے ہی بلند آواز میں پڑھا کرتے تھے۔

اَرَباً وَّاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ　　اَدِینُ اِذَا تَقَسَّمَتِ الْاُمُوْرَ

تَرَکْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی جَمِیْعاً　　کَذَالِکَ یَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِیر

''میں ایک رب کی اطاعت کروں یا ایک ہزار کی؟ جب کہ لوگوں کے دینی معاملات تقسیم ہو چکے ہیں۔ میں نے لات اور عزیٰ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ہر بصیرت والا ایسا ہی کرے گا۔ (سیرت ابن ہشام۔ ج ص ۲۲۶)

۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو بکر صدیقؓ نہایت ہی بلند اخلاق، عالی مرتبہ اور صاحب عقل و دانش، پُر وقار شخصیت کے مالک تھے۔ یہ بچپن سے لے کر آخر تک حضرت محمد ﷺ کے ساتھ رہے۔ سفر ہو یا حضر، کاروبار ہو یا تجارت ہر معاملہ میں یہ ساتھ تھے۔ آپؐ کے شریکِ کار اور راز دان تھے۔ ان کا تفصیلی ذکر آگے کیا جائے گا۔

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ حضرت حکیم بن حزامؓ:

یہ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد تھے۔قریش کے معزز رؤساء میں سے تھے۔ان کا ایک شرف یہ بھی ہے کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی تھی۔یہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے معزز احباب میں شامل تھے۔

٤۔ حضرت ضماد بن ثعلبہؓ:

یہ زمانہ جاہلیت میں طبابت اور جراحی کے پیشہ سے منسلک تھے۔اعلانِ نبوت کے بعد یہ اپنے گاؤں سے مکہ آئے۔تو کفارِ قریش سے یہ سنا کہ محمد (ﷺ) مجنوں ہو گئے ہیں۔ان کو سُن کر شُبہ ہوا۔اور دوستی کی بناء پر رسول اکرم ﷺ کے پاس چلے گئے۔اور کہنے لگے اے محمد ﷺ! میں طبیب ہوں اور جنون کا علاج کر سکتا ہوں۔یہ سُن کر حضور ﷺ نے خداوندِ قدوس کی حمد وثناء کے بعد چند جملے ارشاد فرمائے۔جن کا حضرت ضمادؓ کے قلب پر اسقدر گہرا اثر ہوا۔کہ آپؓ فوراً اسلام لے آئے۔(مشکوۃ باب علاماتِ نبوت)۔

۵۔ حضرت قیس بن سائب مخزومیؓ:

تجارت کے کاروبار میں حضرت محمد ﷺ کے شریک کار تھے۔اور گہرے دوستوں میں شامل تھے۔کہا کرتے تھے کہ ہمارے دوست محمد ﷺ کا معاملہ اپنے تجارتی شرکاء کے ساتھ ہمیشہ ہی صاف ستھرا تھا۔اور کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔یہ بھی فوراً اسلام قبول کر گئے۔

مشاغل (کاروبار):

آپ ﷺ کا خاندانی پیشہ تجارت تھا۔اور کئی بار اپنے شفیق چچا حضرت ابو طالبؓ کے ہمراہ تجارتی سفر میں گئے تھے۔جس سے لین دین کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔لہذا آپؐ نے بھی تجارت کا پیشہ اپنایا۔تجارت کی غرض سے شام بصریٰ اور یمن کے کئی سفر کئے۔راست بازی، امانت و دیانت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ آپؐ کے رفقاءِ کار اور اہلِ بازار آپ ﷺ کو ''امین، صدیق'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

امانت، دیانت داری، ایفائے عہد اور خوش اخلاقی تجارت کیلئے بہت ضروری ہیں۔ان خوبیوں میں تاجرِ مکہ حضرت محمد ﷺ نے بے مثال و لازوال مثالیں پیش کیں۔ایسی مثالیں تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن ابی حمساءؓ:- بیان کرتے ہیں کہ نزولِ وحی اور اعلانِ نبوت سے قبل اس تاجر بطحا حضور سرورِ کونین ﷺ سے کچھ خرید و فروخت ہوئی۔کچھ رقم ادا کر دی اور باقی رقم تھوڑی دیر کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کیا اور نبی آخر الزمان ﷺ کو اسی جگہ ٹھہرنے کیلئے عرض کیا۔اتفاق سے تین دن تک مجھے

Marfat.com
Marfat.com

اپنا وعدہ یاد نہ آیا۔ جب مجھے یاد آیا تو بھاگتا ہوا وہاں آیا۔ تو یہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ آپ ﷺ بالکل اسی جگہ پر کھڑے ہو کر انتظار کرتے رہے۔ جس کا مجھے بہت زیادہ رنج ہوا۔ اور معذرت خواہانہ انداز میں عرض کی۔

''آپ ﷺ ابھی تک یہیں کھڑے ہیں؟

تو رسول خدا ﷺ نے صرف اتنا کہا۔ تم کہاں تھے؟ میں تین دن سے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابو داؤد ج ۲۔ ص ۳۳۴)

۲۔ ایک صحابی رسول حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب مسلمان ہوئے تو دیگر صحابہ نے ان سے رسالت مآب ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے آقا محمد ﷺ کو تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپ ﷺ "خلق عظیم" کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہیں۔ قبل از اسلام آپ ﷺ میرے شریک کار رہے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ نے ہمیشہ معاملہ اتنا صاف ستھرا رکھا کہ کبھی کوئی تکرار کا موقع نہ آیا۔ (سنن ابوداؤد ج ۲۔ ص ۳۱۷)

☆۔ **اَلکَاسِبُ حَبِیبُ اللہ :** اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمایا تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو کامل و اکمل بنائیں۔ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ کام اپنے دستِ مبارک سے کر کے لوگوں کو بتائیں۔ چنانچہ آپؐ نے گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹایا۔ نعلین پاک خود سیئے۔ کپڑوں کو خود پیوند لگایا۔ جھاڑو خود دیا۔ تاکہ ان کاموں کو کرنے کیلئے بُرا محسوس نہ کریں۔ اور جو حلال کام کرے وہ یہ تصور کرے کہ یہ میرے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ کے پسندیدہ کاموں میں گلہ بانی ہے۔ جسے آپ ﷺ نے بچپن سے جوانی تک اپنائے رکھا۔ اور ثابت کیا کہ محنت میں عظمت ہے۔ محنت کار اللہ کا دوست ہے۔ اسی میں عزت ہے۔ عزیمت ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک موقع پر بڑی بے تکلفی سے اور فخر سے اس کا ذکر کیا۔

ترجمہ:

صحابہ کرام! ہم مقام مرالظہران حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم نے ''پیلو'' کے پھل چننے شروع کئے۔ آپؐ نے فرمایا! کالے کالے چنو! یہ پکے ہوئے ہوتے ہیں۔

تجربہ کی یہ بات سن کر ہم دنگ رہ گئے۔ اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ بکریاں چرایا کرتے تھے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

چلو وادیٔ بطحا میں پا برہنہ
یہ وہ گلستان ہے جس میں کانٹا نہیں ہے

Marfat.com
Marfat.com

☆۔ خلوت پسندی:

حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک عمر چالیس سال کے قریب ہو رہی تھی۔ تو آپؐ میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔ ذاتِ مبارکہ میں ایک نیا انقلاب رونما ہو گیا۔ سرورِ عالم ﷺ کی طبع مقدس شہری ہنگاموں، معاشرتی دھندوں اور دنیاوی بکھیڑوں سے الگ تھلگ ہونے لگی۔ آپؐ ہر وقت اسی سوچ بچار میں رہنے لگے کہ تنہائی میں خداوندِ قدوس کی چاہت میں مصروف رہوں۔ رضائے ربِ جلیل، حضور ﷺ کو اسی مقصد کے لئے ''کوہِ حرا'' تک لے گئے۔

اسی جبلِ نور میں وہ غار تھا۔ جس کو ربِ قدیر نے اپنے جلوؤں کیلئے منتخب فرما لیا تھا۔ اس غار کا نام تاریخ نے ''غارِ حرا'' بتایا ہے۔ اصل میں یہ غار نورِ لم یزل سے منور ہونے والا تھا۔

رسالت مآب ﷺ نے اسی غار کو جلوہ گاہ محبوب سمجھا اور اس میں معتکف ہو گئے۔ اور عبادت و مناجات میں مشغول ہو گئے۔ کئی کئی دن آپؐ یہاں قیام فرماتے تھے۔ توشہ ختم ہوتا تو کبھی خود گھر جا کر لے آتے اور کبھی ام المومنین حضرت خدیجہؓ خود پہنچا دیتیں۔ دن گزرتے رہے آخر کار یہ خلوت رنگ لائی اور حضور سرورِ کونین ﷺ نے محسوس کیا کہ روشنی، غار کے ماحول کو منور کر رہی ہے۔ روشنی کے ساتھ ساتھ میٹھی میٹھی آوازیں آنے لگیں۔ جیسے کوئی پکار رہا ہو ''یا محمد ﷺ! یا محمد ﷺ'' اس ندا میں محبت اور عقیدت تھی۔ پھر یہ نئی اور انوکھی بات معمول بن گئی۔ جب آپ گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ کو بتایا۔

يَا خَدِيْجَةُ اِنِّیْ اَرٰی ضَوْءً وَّاَسْمَعُ صَوْتاً (الطبقاتِ الکبریٰ)

اے خدیجہؓ مجھے روشنی نظر آتی ہے۔ اور غیبی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

حضرت خدیجہؓ نے عرض کی۔

''آپ ﷺ میں خصائلِ حمیدہ ہیں۔ انسانیت کا درد موجود ہے۔ غرباء و مساکین کے ہمدرد ہیں یتیموں اور بیواؤں کے ملجا و ماوی ہیں۔ لہذا آپ کیلئے خیر ہی خیر ہے۔ حضرت خدیجہؓ ساری باتیں سن کر اپنے چچا زاد ''ورقہ بن نوفل'' جو بوڑھا بھی تھا۔ اور تورات و انجیل کا عالم بھی تھا۔ تمام باتیں اس کے گوش گزار کیں۔ جب اس نے یہ منفرد اور عجیب باتیں سنی تو بے اختیار پکار اٹھا۔ یہ تو نبی آخر الزماں کی نشانیاں اور علامات ہیں اور کہا۔

اَلْبُشْرٰی ثُمَّ الْبُشْرٰی فَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّکَ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهٖ ابْنُ مَرْيَمَ وَاَنَّکَ عَلٰی مِثْلِ نَامُوْسِ مُوْسٰی وَاَنَّکَ نَبِیٌّ ○ (دلائل النبوت، الخصائص الکبریٰ)

Marfat.com
Marfat.com

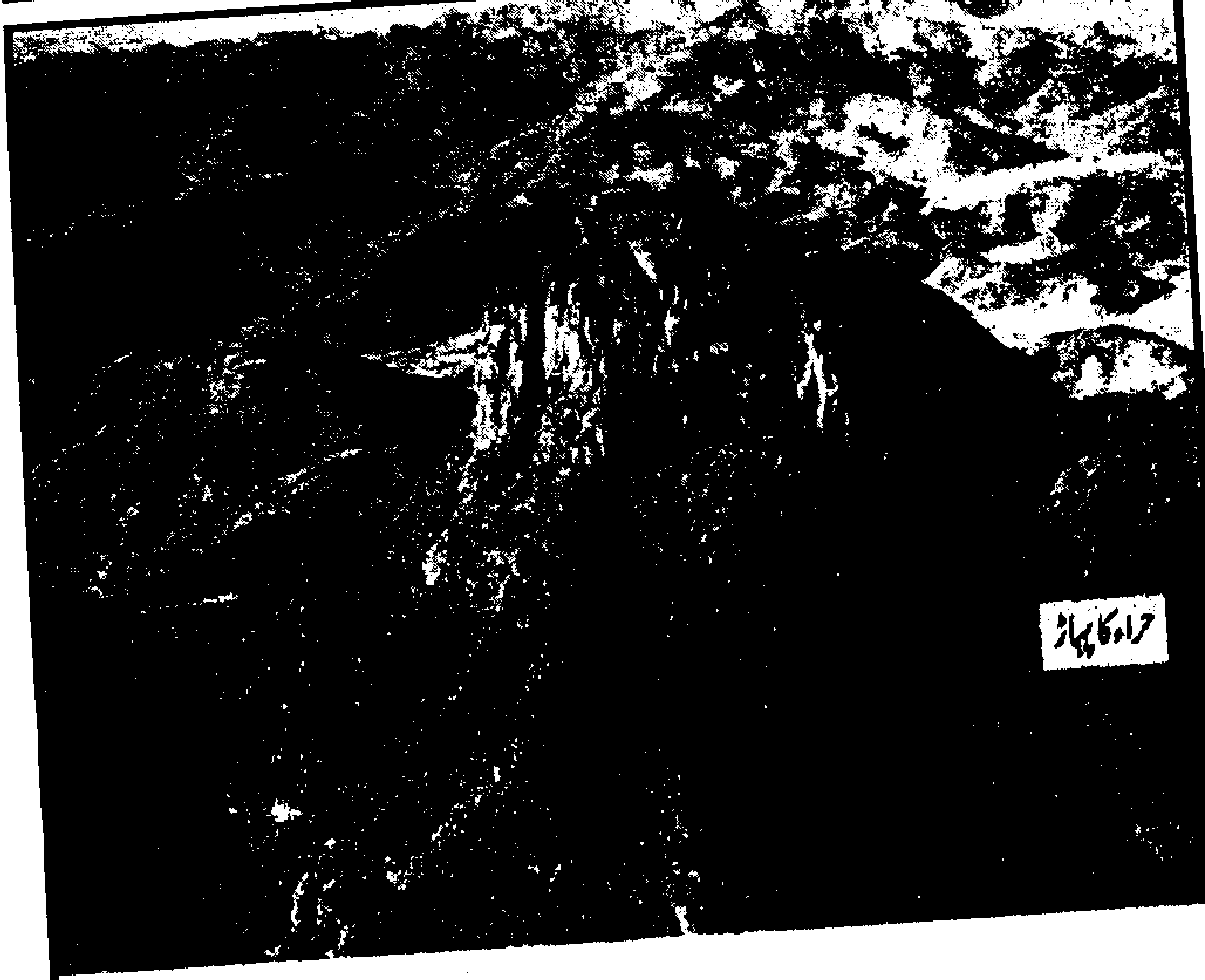

حراء کا پہاڑ

غارِ حراء میں پہلی وحی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ نازل ہونے سے تہذیب و تمدن کا وہ نور پھیلا جس سے تمام دنیا روشن ہوگئی۔ ایک قوم زندہ ہوگئی اور شعوب و قبائل کی زندگی میں ایک حیرت انگیز انقلاب آگیا۔ عرب جو پہلے دوسروں کے محکوم تھے اب انسانی تہذیب کے علمبردار بن گئے اور قدرت کو ان سے جو کام لینا تھا وہ انہوں نے انتہائی ذمہ داری اور احسن طریقے سے ادا کیا۔

غارِ حراء جہاں رسول اکرم ﷺ پر پہلی وحی ﴿اقرأ﴾ نازل ہوئی

Marfat.com
Marfat.com

''بشارت ہو، پھر بشارت ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ آپؐ ہی وہ جلیل القدر ہستی ہیں۔ جن کی خوشخبری عیسیٰ ابن مریم نے دی تھی۔ اور فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ وہ آپؐ کے پاس بھی آنے والا ہے۔ بے شک آپؐ نبی ہیں''۔

حضور سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ متواتر جبلِ نور کے اس غار میں جاتے رہے۔ جو روشنی دور سے نظر آتی تھی وہ قریب ہوتی گئی۔ اور تمام غیبی آوازیں بھی واضح ہونے لگیں۔ یعنی ''ورقہ بن نوفل'' کی بشارت اور مبارکباد کو تقویت ملنے لگی۔

☆۔ پہلی وحی:

غارِ حرا میں آپؐ مصروفِ عبادت تھے کہ بالکل اچانک آپؐ کے سامنے فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوا۔ اس کی آواز مانوس سی تھی۔ جو روشنی پیدا ہوئی یہ بھی آپؐ نے پہلے دیکھی ہوئی تھی۔ یہ آپؐ کی عمر کے اکتالیسواں سال کا پہلا دن تھا۔ اور مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ خدا تعالیٰ چالیس سال تک آخر الزمان نبی ﷺ کو تیار کرتا رہا۔ تاکہ آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے حامل ہو سکیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی حکمت تھی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام مخاطب ہوئے اور کہا ''پڑھیے''

اُمی نبی علیہ السلام نے فرمایا ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے معانقہ کیا۔ چھوڑا اور کہا ''پڑھیے''۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اپنے سینہ سے چمٹایا۔ چھوڑا اور پھر کہا ''پڑھیے'' رسالت مآب ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے پوری قوت سے معانقہ کیا۔ چھوڑا اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ o

قرآنِ مقدس کی یہ وہ آیاتِ مبارکہ ہیں جن کو پہلی وحی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ واقعہ بالکل اچانک ہوا تھا جس سے آپؐ کے قلبِ انور میں لرزہ طاری ہو گیا۔ گھر آتے ہی رسولِ کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ کو فرمایا ''زَمِّلُوْنِی۔ زَمِّلُوْنِی۔'' مجھے کمبل اُڑھا دو۔ مجھے کمبل اڑھا دو''۔ جب آپ کو سکون ہو گیا تو تمام واقعہ اور وحی کے بارے میں ام المومنین حضرت خدیجہ کو بتایا۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شوہر نامدار حضرت محمد ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ''ورقہ بن نوفل'' کے پاس گئیں۔ جب اس نے تمام واقعہ سُنا تو فوراً بولا۔

''یہ تو وہی فرشتہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش!

Marfat.com
Marfat.com

میں اعلانِ نبوت کے وقت جوان اور توانا ہوتا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے باہر نکالے گی۔ کیونکہ جو شخص بھی آپ کی طرح نبوت لے کر آیا لوگ اس کے خلاف کمر بستہ ہو گئے۔

☆۔ نزولِ وحی کی بندش:

چند دنوں تک وحی کا نزول بند ہو گیا۔ جس سے رسول اکرم ﷺ اس قدر غمگین ہوئے کہ کئی بار بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور وہاں سے لڑھکنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن فوراً جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے ''اے محمدؐ!'' آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔ غم نہ کھائیں۔'' یہ سلسلہ چند دنوں تک جاری رہا۔ اس کا وقفہ صرف دس دن کا تھا۔

صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر میں ایک حدیث مروی ہے۔

حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا۔

''میں نے حرا میں اعتکاف کیا۔ اور جب اعتکاف پورا کر چکا تو نیچے اترا پھر جب میں وادی بطن سے گزر رہا تھا۔ تو مجھے پکارا گیا۔ میں نے دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھا۔ کچھ نظر نہ آیا۔ اوپر نگاہ اٹھائی تو وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں آیا تھا۔ زمین و آسمان کے درمیان ایک مرصع کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں خوفزدہ ہو کر زمین کی طرف جھک گیا۔ پھر میں اہلِ خانہ کی طرف گیا اور کہا ''زملونی زملونی'' جب آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی دوسری وحی سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا''۔

یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

ترجمہ: ''اے کمبل اوڑھنے والے۔ کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ڈر سناؤ۔ اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔ اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو''۔

اہلِ سیر کی تمام روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے۔ کہ حضور محمد ﷺ نے تین سال غارِ حرا میں ماہِ رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا۔ نزولِ وحی والا رمضان تیسرا یعنی آخری رمضان تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ اعتکاف مکمل کر کے یکم شوال کو مکہ واپس تشریف لاتے تھے۔ اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے اگر پہلی وحی اکیس (۲۱) رمضان المبارک کو نازل ہوئی تو دوسری وحی یکم شوال یعنی ۹ دن کے بعد اور اگر پہلی وحی تیئس (۲۳) رمضان کو ہو تو ۷ دن بعد دوسری وحی نازل ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

إِنَّا أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ٥ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا نزول لیلۃ القدر میں شروع ہوا۔ اور لیلۃ القدر رمضان المبارک کی آخری عشرہ کی (طاق) راتوں میں ہوتی ہے۔ اور مفسرین کا خیال ہے کہ اس سال لیلۃ القدر اکیس رمضان کو تھی۔

☆ - وحیٔ رب قدیر کے اثرات:

اس سے قبل حضرت جبرائیل علیہ السلام اور نبی معظم ﷺ کے معانقہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ چند سطور اس موضوع پر نذر کر رہا ہوں۔

جبرائیل علیہ السلام کا آغوش میں لینا یا معانقہ کرنا۔ حضور پُر نور حضرت محمد ﷺ کے وجود اطہر میں ملکوتی انوار و تجلیات کا دخول تھا۔ تا کہ آپ وحی قبول کرنے پر آمادہ ہو سکیں۔ کیونکہ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

إِنَّا سَنُلْقِى عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ٥

بے شک ہم آپ پر وزنی القاء فرمائیں گے۔

اسی لئے حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ مَا أَنَا بِقَارِئٍ ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''۔ یہ اس مقام کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے صادر ہوا۔ ورنہ آپ تو فصاحت و بلاغت کے درجہ کمال پر فائز تھے۔

اس جواب پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک جنتی ''حریر'' کا نامہ نکالا۔ جو موتیوں اور یاقوت سے مرصع تھا۔ اور کہا ''اِقْرَاء یَامُحَمَّد'' تو سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' اس کے بعد حضرت جبرائیل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس سے وضو کیا۔ اور حضور ﷺ نے بھی وضو فرمایا۔ یہ وضو۔ کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے، چہرہ اور ہاتھ پاؤں دھونے اور سر کا مسح کرنے پر مشتمل تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چلّو پانی لے کر نبی معظم ﷺ کے چہرۂ انور پر چھینٹے مارے۔ اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ طریقہ وضو اور نماز سکھایا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ راستے میں ہر شجر و حجر کہتا تھا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُولَ اللّٰہ آپ رسالت مآب ﷺ اس کا جواب دے رہے تھے۔ لیکن قلبِ رسولؐ وحی کے بارِ گراں سے بوجھل تھا۔ جسم اطہر کانپتا تھا۔ گھر آتے ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا ''زَمِّلُونِي، زَمِّلُونِي'' اُمّ المومنینؓ نے آپ پر کمبل ڈال دیا اور چہرۂ انور پر پانی کے چھینٹے مارے۔ جب خوف ذرا دور ہوا۔ تو حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضرت خدیجہؓ بھی فہم و فراست، حکمت و دانائی، حقائقِ اشیاء اور صدقِ احوال میں اعلیٰ کمال رکھتی تھیں۔ اور یہی باتیں حضرت خدیجہؓ اس سے قبل مشاہدہ کر

Marfat.com
Marfat.com

چکی تھیں۔ اب اس کی تائید و تصدیق کا وقت تھا۔ ان کو پہلے ہی دن سے اس بات کا علم تھا۔ مگر وہ مزید تائید و تقویت کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ کو تورات وانجیل کے عالم "ورقہ بن نوفل" کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل اس وقت ۸۲ سال کے بوڑھے تھے۔ اور حضرت عبداللہؓ کے ہم عمر تھے۔ اسی لئے اس نے حضور ﷺ کو بھتیجا کہہ کر مخاطب کیا۔ تمام واقعات سننے کے بعد ورقہ بن نوفل نے تصدیق کر دی۔ اور کہا کہ "کاش! میں اس وقت تک زندہ اور توانا ہوتا۔ جب آپ کو اہلِ مکہ یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔

ظاہر یوں ہی ہوتا ہے ورقہ بن نوفل آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ اور صحابہ میں شامل ہوئے۔ کیونکہ صحابی کی تعریف "مَنْ رَّایَ النَّبِیَّ مُؤْمِناً جس نے حضور کو ایمان کے ساتھ دیکھا۔

مشکوۃ شریف میں ایک حدیث مروی ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہما نے اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا کہ "ورقہ" کے انتقال کے بعد ان کا کیا حال ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ "میں نے ان کو سفید لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ سفید لباس ایمان کی نشانی ہے۔

روضۃ الاحباب میں ایک اور حدیث مروی ہے۔

"میں نے قیس کو جنت میں دیکھا ہے"۔

قیس ورقہ کو کہتے ہیں۔ "قس اور قیس" نصاریٰ کے علمی دانشمندوں اور پیشواؤں کو کہتے ہیں۔

المواہب الدنیا میں بیان ہے

"ورقہ بن نوفل آپؐ پر سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں"

تمام علماء اس پر متفق ہیں۔ پہلے دو رکعت نماز کی فرضیت ہوئی۔ جس کی تعلیم جبرائیل علیہ السلام نے دی۔ اور حضور ﷺ نے ان کے ساتھ ادا فرمائی۔ یعنی دو رکعت فجر میں اور دو رکعت عشاء میں جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ "اپنے رب کی تسبیح عشاء اور فجر میں کیا کرو"۔

فتح باری میں ہے۔ آپؐ اس واقعہ سے قبل نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور آپؐ کے احباب بھی۔ یہ سب رب تعالیٰ کے شکرانہ کے طور پر ہوتا تھا۔

بعض کا قول ہے۔ طلوع آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نماز فرض تھی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِھَا٥

Marfat.com
Marfat.com

☆- اول رھروانِ اسلام :

یہ فطری بات تھی کہ رسول خدا ﷺ سب سے پہلے ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کا حکم سناتے جن سے گہرا ربط و تعلق تھا۔ یعنی اپنے اہلِ خانہ اور گہرے دوستوں کو بس یوں ہی ہوا۔ یہ لوگ ایسے تھے جن کے چہروں پر آپ رسالت مآب ﷺ بھلائی کے آثار دیکھ چکے تھے۔ اور یہ جان چکے تھے کہ یہ لوگ حق اور خیر کو ضرور پسند کریں گے۔ یہ ایسے لوگ تھے جو رسالت مآب ﷺ کے صدق وصلاح سے واقف تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جن کو کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت وشوکت، جلالتِ نفس اور سچائی پر شبہ نہیں گزرا تھا۔ انہوں نے فوراً دعوتِ حق کو قبول کر لیا۔ اور اسلامی تاریخ میں سابقین اولین کے وصف سے متصف ہوئے۔ ان میں سے سب سے پہلے۔

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ یارِ غار خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ دس بارہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہما، حضرت ابُو ذَر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسولِ خدا ﷺ کے معاون اور ساتھی ثابت ہوئے۔ وہ بڑے نرم خُو۔ خصائلِ حمیدہ کے حامل، بااخلاق اور دریا دل تھے۔ اُن کے پاس لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ آپؓ جس کو قابلِ اعتماد سمجھتے تھے ان میں تبلیغ اسلام فرماتے۔ ان کی مساعیٔ جمیلہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، مسلمان ہو گئے۔

ان ہی اولین و سابقین میں حضرت بلال حبشیؓ، امین الامت حضرت ابو عبیدہؓ، عامر بن جراحؓ، ابو سلمہ بن عبد الاسد، ارقمؓ بن ابی الارقم، عثمانؓ بن مظعون، اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہؓ اور عبد اللہؓ، عبیدہؓ بن حارث، سعیدؓ بن زید، اور ان کی بیوی حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ بنت خطاب، خبابؓ بن ارت، عبد اللہؓ بن مسعود اور کئی دوسرے مسلمان ہو گئے۔ یہ تمام لوگ قریشی تھے۔

ابنِ ہشامؒ نے ان کی تعداد چالیس بتائی ہے۔ خواتین میں اُمِ الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیش پیش تھیں۔

Marfat.com
Marfat.com

سیل، انوارِ رحمت کا رواں جو ہوا
نور ہی نور تھا جس طرف دیکھئے
دیدۂ دل اُجالوں میں ڈوبے ہوئے
جلوۂ طور تھا جس طرف دیکھئے

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ

(''آپ ﷺ اپنے قرابت داروں کو (عذابِ الٰہی) سے ڈرایئے''۔)

اس آیتِ مبارکہ کے نزول کے ساتھ ہی نیرِ اعظم حضرت رسولِ خدا ﷺ نے اپنی قوم کو کھلے عام تبلیغ کرنا شروع کر دیا۔ بنی ہاشم کو اکٹھا کیا۔ کوہِ صفا کی چوٹی پر تشریف فرما ہوئے۔ جب سب جمع ہو گئے تو فرمایا!

(اے میری قوم! اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر کھڑا ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم یقین کر لو گے؟

سب نے بیک زبان کہا۔ ''ہاں۔ ہاں! ہم یقین کر لیں گے۔ کیوں کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آپ ہمارے امین ہیں''۔

اس پر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ ''میں تمہیں عذابِ الٰہی سے ڈراتا ہوں، اور اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو تم پر عذابِ الٰہی اتر پڑے گا۔)

یہ سن کر تمام بنو ہاشم خصوصاً رسولِ خدا ﷺ کا چچا ابولہب سیخ پا ہو گیا۔ اور آپ کو ''اول فول'' بکنے لگا۔

اسی طرح نبوت کے تین برس گزر گئے۔ چوتھے سال سورۃ حجر کی آیت مبارکہ

''فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ'' نازل ہوئی۔

یعنی اے محبوب! جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے''۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ اعلانیہ دینِ اسلام کی تبلیغ و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ شرک و بت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔ اس پر اہلِ قریش خصوصاً اور پورا عرب عموماً رسولِ معظم ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے۔ حضور سرورِ کونین ﷺ اور دیگر مسلمانوں کی ایذا رسانی کا طولانی سلسلہ شروع ہو گیا۔

اسی سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ پیدا ہوتے ہی گھر کے اسلامی ماحول کی وجہ سے تھوڑی دیر کے بعد مسلمان ہو گئیں۔

Marfat.com
Marfat.com

☆۔ اہلِ قریش کا رویہ:

کفار مکہ کے بنو ہاشم سے لڑائی بھڑک اٹھنے کے ڈر سے حضور ختمی مرتبت ﷺ کو شہید تو نہ کر سکے۔لیکن ہر قسم کی ایذا رسانی اور ظلم وستم کا پہاڑ توڑ دیا۔ پہلے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو " کاہن، ساحر، شاعر اور مجنوں" کہہ کر پکارا۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے پیچھے شریر لڑکوں کے غول لگا دیتے جو آپؐ پر پتھر برساتے۔

کبھی راستہ پر کانٹے اور گندگی بچھاتے جس سے آپ کو تکلیف ہوتی ۔جسمِ مقدس پر غلاظت ڈال دیتے۔دھکے دیتے۔مقدس گردن میں چادر ڈال کر پھندا بنا دیتے۔

ایک دفعہ آپؐ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک لعین کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈالا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ بھاگے اور اس لعین کو دھکا دے کر دفع کیا اور فرمایا۔

"تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے"۔

ایک دفعہ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور کفار بھی وہاں موجود تھے۔ان میں ابوجہل نے کہا کہ کوئی ہے جو ذبح شدہ اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں ان کی پشت پر رکھ دیں۔اسی وقت وہی کافر عقبہ بن ابی معیط بدبخت اٹھا اور اوجھڑی لا کر آپ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔اس وقت سرورِ انبیاء ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے۔لہذا سر مبارک نہ اٹھایا اسی اثناء میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ادھر آئیں اور وہ اوجھڑی حضورؐ کی پشت سے ہٹائی۔اور کافروں کو لعن طعن کی۔حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے قلب مبارک میں کفارِ قریش کے اس رویہ سے بڑا صدمہ ہوا۔نماز سے فارغ ہو کر تین دفعہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ   ترجمہ: "اے اللہ! تو اس گروہ قریش کو پکڑ لے"۔

☆ ایک روز یہ لوگ آپؐ کے شفیق چچا حضرت ابوطالبؓ کے پاس گئے اور مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔تاکہ ہم ان سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔تو حضرت ابوطالبؓ نے فرمایا۔"اگر اونٹنی اپنے بچے کے بغیر رہ سکتی ہے تو میں بھی اپنا بچہ تمہارے حوالے کر دیتا ہوں۔لہذا یہ امر محال ہے۔اس پر انہوں نے کچھ اشعار بھی پڑھے"۔

وَاللّٰہُ لَنْ یَصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ
حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنَا

Marfat.com
Marfat.com

اللہ کی قسم! وہ تمام لوگ تم تک نہ پہنچ پائیں گے۔ یہاں تک میں مٹی میں نہ مل جاؤں۔

فاصدع بامرک ما علیک غضاضة

والبشر و قریذاک منک عیونا

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے اس کا جہر فرمائیں۔ اس کے اظہار کے لئے کسی قسم کی مصیبت نہیں آئے گی۔ آپ کو بشارت ہو۔ اس سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا فرمائیں۔

رَدَعَوْتَنِی وَزَعَمْتَ اِنَّکَ نَاصِحِی

وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَ کُنْتَ ثَمَّ اَمِیْنَا

وَعَرَضْتَ دِیْنًا لَا مُحَالَةَ اِنَّهٗ

مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّهِ دِیْنَا

لَوْ لَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارِی سَبَّةً

لَوَجَدْتَنِی سَمْحًا بِذَاکَ مُبِیْنَا

☆۔ اولین گستاخانِ رسول ﷺ

دین اسلام کے ساتھ مذاق کرنیوالوں اور رسالت مآب ﷺ کی گستاخی کرنیوالوں میں پانچ سرکردہ اشخاص خصوصی تھے۔ جن کا انجام بہت بُرا ہوا۔

ان میں سے چند بدبختوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

☆وَلِیدِ بِنْ مُغِیرہ:

یہ بد بخت رسول خدا ﷺ کو جادوگر کہا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو بھی اس بات پر اکساتا پھرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک تیر بنانے والے کے پاس سے گزر رہا تھا۔ جو اپنے تیر درست کر رہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔ تو ایک تیر اس کی پنڈلی میں گھس گیا۔ جس نے اس کی پنڈلی کی رگوں کو کاٹ دیا۔ جس سے وہ بیمار ہو گیا۔ اور اسی بیماری کی حالت میں سخت تکلیف کے سبب مر گیا۔ یوں اس کا انجام ہوا۔

☆عَاصِی بِنْ وَائل:

یہ بھی رسولِ خدا ﷺ کا نہایت گستاخ اور ایذاء رساں تھا۔ اسی کافر نے رسول اکرم ﷺ کے لخت جگر حضرت عبداللہؓ کی وفات پر آپ ﷺ کو (ابتر) کہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا اور اس کے تلوے میں ایک کانٹا چبھ گیا۔ اس کا پاؤں ورم کی وجہ سے سوجھ گیا۔ پاؤں زہر آلود ہو

Marfat.com
Marfat.com

گیا۔ زہر پورے جسم میں پھیل گیا۔ چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا۔ اسی تکلیف میں کفر کی حالت میں مر گیا۔

☆حَارِث بِنُ قَیس:

یہ وہ شخص تھا۔ جو مبلغ اعظم حضرت محمد ﷺ کے پیچھے پیچھے رہتا اور آپؐ جہاں جاتے اور تبلیغ شروع کرتے تو یہ بد بخت آدمی ہر بات کی تکذیب کرتا۔ اور ہر وقت گستاخی پر کار بند رہتا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے ناک کی طرف اشارہ کیا تو اس کی ناک میں پیپ پڑ گئی۔ ہر وقت بد بودار پیپ خارج ہوتی رہتی۔ لوگ اس سے دور بھاگنے لگے۔ گھر والوں نے بھی اس سے کنارہ کشی کر لی۔ اس گستاخ رسول ﷺ کیلئے جینا مشکل ہو گیا۔ اسی طرح اس کا انجام ہوا۔

☆اَسود بِنُ عَبدِ یَغوث:

یہ شخص آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بکھیرتا رہتا تھا۔ اور گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ یہ تکلیف دینے میں سب سے آگے تھا۔ اس کے سر میں خدا تعالیٰ کے حکم سے ایسا درد شروع ہوا کہ وہ ایک درخت کے نیچے جڑ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسی درخت کے تنے سے ٹکریں مار رہا تھا۔ چہرے کو کانٹوں پر مارتا تھا اسی حالت میں واصل جہنم ہوا۔

☆اَسود بِنُ المُطّلِب:

یہ شخص بھی حضور سرور کونین ﷺ کو تکلیف دینے میں پیش پیش تھا۔ وہ آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔ اور اسی حالت میں مر گیا۔

☆- دیگر اہلِ قریش کا رویہ

اہلِ قریش میں سے چند ایسے لوگ تھے جو رسالت مآب ﷺ کو بہت زیادہ تکلیف دیا کرتے تھے۔ آپؐ پر شعر گوئی، کہانت اور جنون کا عیب لگایا کرتے تھے کچھ ایسے تھے جو حضور سرور عالم ﷺ پر راستہ چلتے خاک ڈال دیا کرتے تھے۔ رہائش گاہ کے دروازے پر خون اور گندگی ڈال دیتے۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ابولہب:

یہ رسالت مآب ﷺ کا چچا تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ لوگوں کو راہِ ہدایت کیلئے بلاتے تو یہ لعین کہتا۔

''اے لوگو! اس کی بات نہ ماننا یہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے دین سے دور کر رہا ہے''۔

جب رسولِ معظم ﷺ نے لوگوں کو کوہِ صفا پر پکارا۔ اور لوگوں کو دعوتِ حق دی اور بتوں کی پوجا سے منع

Marfat.com
Marfat.com

فرمایا۔ تو اس پر ابولہب بد بخت نے کہا ''تمہارے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں تو نے ہمیں اسی لئے بلایا تھا۔ (نعوذ باللہ)۔ اس پر ''سورۃ لہب'' نازل ہوئی جس میں اس بد بخت کے انجام کا ذکر موجود ہے۔

☆ ہندہ زوجہ ابوسفیان:

یہ بد بخت عورت ابوسفیان کی بیوی تھی۔ اور حضور سرورِ عالم ﷺ کی سب سے بڑی دشمن اور بدفطرت عورت تھی۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی۔ غزوۂ اُحد میں تو اس نے ظلم کی انتہا کر دی کہ حضور ﷺ کے پیارے اور شیر دل چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال کر کچا چبا کر پھینک دیا۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی اس کا انجام بھی ''سورۃ لہب'' میں موجود ہے۔

☆ عقبہ بن ابی معیط:

اس کی شقاوت کا تذکرہ سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

انجام غزوہ بدر میں ہوا۔ قید ہوا اور بُری طرح قتل ہوا۔

☆ عمر بن ہشام (ابوجہل)

ابوجہل حضرت رسالت مآب ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ اور تمام گستاخان کا سرغنہ تھا۔ بلکہ حضور ﷺ نے خود فرمایا ''ابوجہل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن فرعون کی طرح ہے۔

اس کی دشمنی اس حد تک تھی کہ ایک دفعہ اس نے یہاں تک کہہ دیا۔ ''مجھے لات و عُزیٰ'' کی قسم کہ میں نے اگر محمد ﷺ بن عبداللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس کا (نعوذ باللہ) سر کچل دونگا۔

وہ بد بخت اس مذموم ارادے سے آیا۔ تو رسولِ اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آگے بڑھا تا کہ اپنے ارادے کی تکمیل کرے۔ مگر اپنے دونوں ہاتھ پیچھے ہٹا کر اپنے چہرے کو بچا رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا بولا ''میرے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی ایک خندق حائل تھی اور پرندوں کے بازو، جب میں آگے بڑھا تو آگ کا خوف تھا۔ جو میرے چہرے تک پہنچ رہی تھی۔ اور پرندے مجھ پر حملہ آور ہو رہے تھے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا بھی فرمان ہے۔ ''اگر ابوجہل میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضواً چک لیتے''۔

اس کا انجام بھی غزوہ بدر میں دونوں کمسن مجاہدین کے ہاتھوں ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

☆ عمارہ بن ولید

یہ بھی محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کے گستاخان میں شامل تھا۔ اپنی شقاوت میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ اس کا انجام سب سے بُرا ہوا۔ یہ جب حبشہ میں گیا تو کسی طرح نجاشی شاہ حبشہ تک رسائی حاصل کر لی۔ اور اس کی بیوی سے تعلق جوڑ لئے۔ جب نجاشی کو پتہ چلا تو اس نے ساحرہ عورتوں کو مقرر کیا۔ انہوں نے اپنا جادو اس کی شرمگاہ میں پھونک دیا۔ عمارہ لعین اسی سحر کی وجہ سے پاگل ہو گیا۔ بہت علاج معالجہ کروایا مگر آفاقہ نہ ہوا۔ آخرکار باقی زندگی اسی پاگل پن میں رہا۔ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

☆ اُمیہ بن خلف

یہ مکہ شریف کے سرداروں میں سے تھا۔ امیر آدمی تھا۔ حضرت بلالؓ کو خرید کر غلام بنایا۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس لعین نے اُن پر تکالیف کی انتہا کر دی۔ کبھی گرم ریت پر لٹاتا اور چھاتی پر پتھر رکھ دیتا۔ کبھی بے تحاشا مارتا۔

غزوہ بدر میں یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ عہدِ جاہلیت میں اس کی ان سے اخوت تھی۔ انہوں نے اسے زندہ رکھنا چاہا، اور اس کو اپنی پناہ میں رکھا۔ مگر جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پکار اُٹھے "اے انصار اللہ! یہ گرفتار موجود ہے۔ اگر اس نے دوسروں سے نجات پائی تو میں اس کو نجات نہ دوں گا؟ انصار اس پر حملہ آور ہوئے تلواروں سے کونچے دیئے اور آخرکار قتل کر دیا۔

☆۔ دیگر اہلِ ایمان پر قریش کے مظالم:

حضور سرورِ کونین ﷺ کے ساتھ ساتھ دیگر غریب مسلمانوں پر بھی اہلِ قریش نے ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ سرزمینِ مکہ بلبلا اُٹھی۔ کفارِ مکہ بجائے اس کے ان کو چشمِ زدن میں ختم کر دیتے۔ بلکہ ان کو ایسی مسلسل ایذائیں دیتے تاکہ وہ اسلام کو ترک کر کے دوبارہ کفر اختیار کر لیں۔ لیکن ان مستانوں نے اپنے استقلال اور استقامت کا ایسا منظر پیش کیا۔ کہ بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں بھی ان بلا کشانِ اسلام کے جذبہ استقامت کا نظارہ کرتے تو حیران ہوتے تھے۔ سنگدل، بے رحم اور درندہ صفت کافروں نے ان غریب مسلمانوں پر اس قدر ظلم ڈھائے کہ آج تک ان کی مثال نہیں ملتی۔ ایسے جور و جفا، بے پناہ اندوہناک مظالم، روح فرساء اور جان سوز عذاب ڈھائے کہ ان کی جگہ بلند و بالا پہاڑ بھی ہوتے تو وہ بھی ڈگمگا جاتے۔ صحرائے عرب کی گرم ریت پر ان کو لٹا کر گھسیٹا جاتا۔ پانی میں ڈبکیاں دی جاتیں۔ کوڑے برسائے جاتے۔ چٹائیوں میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیا جاتا۔ اور یہ مسلمان کرب و بے چینی سے بدحواس ہو جاتے۔ مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ

Marfat.com
Marfat.com

آتی۔ بلکہ ان کے شوق اور محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے اور قریب ہوتے گئے۔

مظلوم مسلمانوں کے اسمائے مبارک:

اہلِ قریش کے کفار نے ویسے تو کسی مسلمان کو بھی نہ چھوڑا ہر ایک کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے رہے۔ لیکن چند مظلوم مسلمان ایسے ہیں جن پر ہر ظلم کی انتہا کردی۔ ان کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔

☆حضرت خبابؓ بن الارت:

یہ ان دنوں میں مسلمان ہوئے جب حضور رحمت دو عالم ﷺ حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ، کے گھر مقیم تھے۔ صرف چند لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ قریش مکہ نے ان کو اسقدر اذیت میں مبتلا کیا کہ اُن کو انگاروں پر چت لٹا کر ان کے سینہ پر ایک شخص اپنا پاؤں رکھ کر کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ کوئلے ان کی پیٹھ کی چربی سے بجھ گئے۔ برسوں بعد حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ کھول کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دکھائی۔ اُن جیسے سخت جان اور بہادر شخص بھی فرطِ غم سے رو پڑے (طبقات ابن سعد)

☆ مؤذنِ رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ:

آپؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ان کی گردن میں رسی ڈال کر کوچہ و بازار میں گھسیٹا جاتا۔ پیٹھ پر لاٹھیاں برسائی جاتی تھیں۔ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں ریت پر لٹا کر چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا۔ تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں۔ شِدت گرمی سے ان کی زبان باہر نکل آتی۔ امیہ بن خلف بلند آواز میں کہتا کلمہ طیبہ پڑھنا چھوڑ دو ورنہ اسی طرح گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ مگر اس عاشق رسول ﷺ کی پیشانی پر ذرا بھی ملال نہ ہوتا۔ جتنی بلند آواز میں امیہ بن خلف کلمہ شریف پڑھنا چھوڑنے کیلئے کہتا اس سے بھی بلند آواز سے آپؓ "اَحَدْ. اَحَدْ" کا نعرہ بلند فرماتے رہتے۔ (سیرت ابن ہشام)

☆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ:

یہ جب مسلمان ہوئے تو کفار نے ان پر ظلم وستم کی بوچھاڑ کردی۔ ان کو گرم لوہے پر لٹا کر اتنا مارتے کہ یہ بے ہوش ہو جاتے۔ مگر دینِ حقّہ کی خاطر تکلیف برداشت کرتے رہے، مگر پریشان نہ ہوئے۔ ان کی ماں اور باپ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔

ابو جہل لعین نے آپؓ کی والدہ حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں زیرِ ناف ایسا نیزہ مارا وہ شہید ہوگئیں۔ یہ اسلام کی پہلی شہید ہیں۔

آپؓ کی والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی کفار نے اس قدر مارا کہ وہ بوڑھے ہونے کی بناء پر تاب نہ

Marfat.com
Marfat.com

لاتے ہوئے شہید ہو گئے

☆ حضرت صهيب رومی رضی الله عنه :

کفارِ مکہ آپؓ کو اس قدر مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے اور کئی کئی گھنٹے بے ہوش رہتے۔ جب آپؓ ہجرت کیلئے تیار ہوئے تو کفار نے روک کر کہا کہ تم خود جا سکتے ہو مگر اپنا تمام مال واسباب یہاں مکہ میں ہی چھوڑ جاؤ۔ تو آپؓ خوشی خوشی مالِ دنیا کو لات ماری۔ دولت ایمان سے مسرور ہو کر مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔

☆ حضرت ابو فكهيه رضی الله تعالیٰ عنه :

آپؓ صفوان بن اطیبہ کے غلام تھے۔ اور حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جب اُن کے اسلام کا صفوان کو پتہ چلا تو اس نے اُن کے گلے میں رسی ڈال لی اور گلیوں و بازاروں میں گھسیٹنے لگا۔ گرم جلتی ریت پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔ ایک دن جب وہ آپؓ کو گھسیٹ کر لے جا رہا تھا تو راستہ میں ایک ''گبریلا'' نظر آیا۔ تو صفوان نے کہا ''دیکھو! یہ تمہارا خدا ہی تو نہیں''۔ تو حضرت فکہیہؓ نے غضبناک ہو کر فرمایا۔

''اے کافر کے بچے! خاموش ہو جاؤ میرا اور تمہارا خدا صرف ''اللہ'' ہی ہے۔

اس پر صفوان اور زیادہ غضب ناک ہو گیا۔ کہ اور زیادہ زور سے آپؓ کا گلہ گھونٹا کہ آپؓ بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ اُن کا دم گھٹ گیا ہے۔

اسی طرح حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس قدر مارا جاتا تھا کہ اُن کے جسم کا اَنگ اَنگ دُکھنے لگتا تھا۔ مگر اپنی استقامت میں ذرا بھی فرق نہ پڑتا تھا۔

☆ حضرت ابو ذر غفاری رضی الله عنه :

یہ غفار قبیلہ کے پہلوان تھے۔ بہت شہ زور اور بہادر تھے۔ ایمان لانے والوں میں سے پانچویں نمبر پر تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور حرم کعبہ میں زور زور سے روزانہ پکارتے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور بلند آواز سے کلمہ شریف کا ورد کرتے تھے۔ روزانہ قریشِ مکہ ان کو شدید ضربیں لگاتے۔ لہولہان کر دیتے ان دنوں میں آب زم زم کے سوا ان کو کچھ نہ ملتا تھا۔ (صحیح بخاری ج 1۔ ص 544)

کفارِ مکہ کا یہ سلوک صرف غریب اور غلاموں پر ہی نہ تھا۔ بلکہ اسلام لانے پر بڑے بڑے رئیس اور مالدار بھی اسی ایذیت میں مبتلا تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ کے مالدار، شریف اور معزز رئیس تھے۔ ان کو حرم کعبہ میں کفار نے اس قدر مارا کہ ان کے سر مبارک سے خون بہنے لگا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو نہایت شریف النفس، مالدار، اہلِ ثروت اور صاحب اقتدار تھے۔ تو اُن کے چچا نے رسیوں میں باندھ کر خوب مارا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ علیہ بڑے رعب اور دبدبے والے آدمی تھے۔ ان کے چچا نے اُن کو چٹائی میں لپیٹ کر مارا اور ناک میں دھواں دے کر نہایت تکلیف میں مبتلا کیا۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، بہت جاہ و اعزاز والے رئیس مکہ تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی بھی تھے۔ جب ان کے اسلام کا پتہ حضرت عمرؓ کو چلا تو ان کو بھی رسیوں سے باندھ کر خوب مارا اور لہولہان کر دیا۔ اپنی بہن فاطمہؓ کو بھی اس زور سے مارا کہ ان کے کان کے آویزے گر پڑے اور چہرہ مبارک خون سے لت پت ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت مالدار تھے۔ اور انہوں نے اس دولت سے حضرت بلالؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت ابوفکیہہؓ، لبینہؓ، زنیرہؓ، نہدیہؓ، اور ام عبیسؓ جیسے غلام بڑی بڑی رقم ادا کر کے خریدے اور آزاد کر دیا۔ اور اُن کو کافروں سے آزادی دلائی۔ (زرقانی علی المواہب، سیرت ابن ہشام ج ا۔ ص ۳۹۱)

☆۔ مقدس خواتین اسلام :

☆ حضرت بی بی لبینہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے گھر کی لونڈی تھی جب حضرت عمرؓ حالتِ کفر میں تھے۔ کہ اُس کو اِس قدر مارتے کہ تھک جاتے مگر وہ اُف تک نہ کرتیں بلکہ جرأت و استقلال کے ساتھ کہتی ''اے عمر! اگر تم خدا اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو خدا تم سے انتقام لے گا''۔

☆ حضرت زنیرہؓ:۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو کافروں نے اس قدر مارا کہ اُن کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، نے خرید کر آزاد کیا۔ تو سرورِ کائنات ﷺ کی دعا سے دوبارہ بینائی نصیب ہوئی۔ تو مشرکین مکہ نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے جادو کا اثر ہے۔ (زرقانی علی المواہب ج ا۔ ص ۲۷۰)

☆ حضرت بی بی ''نہدیہؓ'' اور حضرت بی بی اُمِ عبیسؓ:۔ یہ بھی لونڈیاں تھیں۔ اسلام لانے پر کفارِ مکہ نے ان دونوں کو طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کیا۔ ان پر اذیتوں کی حد کر دی۔ مگر یہ اللہ والیاں صبر و شکر کے ساتھ بڑی بڑی مصیبتیں جھیلتی رہیں مگر اسلام سے منحرف نہ ہوئیں۔ بعد میں انہیں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

کفارِ مکہ کا وفد بارگاہِ رسالت ﷺ میں :

سردارانِ قریش نے باہمی صلاح ومشورے سے اندازہ کرلیا کہ اتنی اذیتیں اور تکلیفیں دینے کے باوجود حضرت محمد ﷺ دینِ اسلام کی تبلیغ سے باز نہیں آرہے۔ آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ بڑی سوچ بچار کے بعد انہوں نے مکہ کے ایک سردار "عُقبہ بن ربیعہ" کی سربراہی میں ایک وفد رسالت مآب ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ وہ اُن کا مقصد ومقصود حاصل کریں۔ چنانچہ وہ تنہائی میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ کو ملا اور کہنے لگا۔

("اے محمد ﷺ! آخر اس دعوتِ اسلام کا کیا مقصد ہے؟ کیا تُم مکہ کی بادشاہت چاہتے ہو؟ کیا آپ عزت ودولت کے خواہاں ہیں؟ یا کیا کسی بڑے گھرانے میں شادی کرنا چاہتے ہیں؟ میں ضمانت دیتا ہوں کہ آپ کی ہر تمنا پوری کی جائے گی۔ مگر آپ بدلے میں ہمارے بتوں کی توہین چھوڑ دیں"۔)

عقبہ بن ربیعہ کی یہ ساحرانہ تقریر سُن کر سرورِ کائنات ﷺ نے قرآنِ کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ جن کو سُن کر عقبہ اس قدر متاثر ہوا کہ جسم کانپنے لگا۔ اور لُوں لُوں خوف وجلالت سے لرزنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک میں ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔ میں آپ کو اپنی رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ بس کیجئے۔ میرا دِل اس کلام کی عظمت وہیبت سے پھٹا جارہا ہے۔ اس کے آگے مجھے سننے کی ہمت نہیں ہے۔

پھر عقبہ بن ربیعہ اپنے وفد کے ساتھ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے واپس مڑا۔ لیکن اس کے دِل میں ایک نیا انقلاب موجزن تھا۔

اس نے واپس آکر دیگر سردارانِ قریش سے کہا۔

("جو کلام محمد (ﷺ) پیش کرتے ہیں۔ وہ نہ جادو ہے نہ شعر نہ کہانت ہے۔ وہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ غالب آگئے تو اہلِ قریش کی تمام دنیا میں شان وشوکت بڑھے گی۔ ورنہ عرب اُن کو خود ہی فنا کردیں گے"۔)

لیکن سردارانِ قریش کے سرکش اور ظالم لوگوں نے اتنے ساحرالبیان خطیب، فصیح وبلیغ مقرر کی مدبّرانہ گفتگو پر کان نہ دھرے بلکہ اپنی مخالفت اور ایذا رسانیوں میں اور بھی اضافہ کردیا۔ (سیرت ابن ہشام ج ا۔ ص ۲۹۸)

Marfat.com
Marfat.com

ھجرت حبشه (اول) ۵ سہ نبوی ﷺ:

جب کفارِ مکہ کے ظلم وستم بے حد ہو گئے۔ اب مسلمانوں کیلئے قابلِ برداشت نہ تھے۔ سرورِ عالم ﷺ نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت فرمادی۔ وہ جگہ امن وامان کی تھی۔ یہ ہجرت ماہ رجب سن پانچ نبوی کو ہوئی۔

شرکاء ھجرت:

ہجرت کرنے والے حضرات میں گیارہ مرد اور چار خواتین تھیں۔ جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اوران کی اہلیہ بنتِ رسول حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۲) حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، اوران کی بیوی حضرت سہلہ بنتِ سہیل رضی اللہ عنہما۔

(۳) حضرت ابوسلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اوران کی اہلیہ حضرت اُمِ سلمیٰؓ۔

(۴) حضرت عامر بن ربیعہؓ اوران کی بیوی حضرت لیلیٰ بنتِ ابی حشمہؓ۔

(۵) حضرت زبیر بن العوامؓ۔

(۶) حضرت مصعب بن عمیرؓ

(۷) حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸) حضرت عثمان بن مظعونؓ۔

(۹) حضرت ابوسبرہ بن ابی رحمؓ

(۱۰) حضرت سہیل بن بیضاؓ۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

یہ تمام لوگ با حفاظت حبشہ پہنچ گئے تو کفارِ مکہ کو بہت دکھ ہوا انہوں نے عاشقانِ رسول کا پیچھا کیا۔ لیکن وہ سمندری راستے سے بڑے سکون سے حبشہ پہنچ گئے۔ اور قریش جب نامراد واپس ہوئے تو انہوں نے اور منصوبے بنانا شروع کردیئے۔ اسی دوران جب مسلمانوں کو حبشہ میں سکون ملا تو وہ یکسوئی سے عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

چند دنوں کے بعد یہ خبر پھیل گئی کہ کفار نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ صلح کرلی ہے۔ اب کفار کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن یہ خبر غلط تھی۔ کیونکہ مزید تراسی مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرآئے تھے۔ ان میں اٹھارہ خواتین

Marfat.com
Marfat.com

ہجرت حبشہ

جب نبی ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مصائب میں مبتلا پایا اور یہ دیکھا کہ انہیں ان مصائب سے نجات دلانا ممکن نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم حبشہ کی سرزمین کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی سلطنت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ سچائی کی سرزمین ہے حتیٰ کہ اللہ تمہارے لیے کوئی راستہ نکال دے۔" یہ ۱۰ھ میں پہلی ہجرت تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

بھی تھیں۔ ان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے بھائی حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، بھی تھے۔ تمام مہاجرین بڑے سکون سے حبشہ میں رہنے لگے۔ لیکن کفار مکہ پریشان تھے۔ کیونکہ ان کو گوارا نہ تھا۔ کہ مسلمان سکون سے کہیں رہیں۔ لہذا انہوں نے ''عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید'' کو کچھ تحائف دے کر نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا۔ اس کا اصل نام ''اصحمہ'' تھا اور نجاشی لقب تھا۔ اس وفد نے تحائف اور نذرانے پیش کئے۔ اور سجدہ کرنے کے بعد شاہِ حبشہ سے فریاد کی۔ اے بادشاہ! ہمارے کچھ مجرم مکہ سے ہجرت کر کے تمہارے ملک میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے مجرموں کو ہمارے حوالے کردیں''۔

یہ سُن کر اُس نے کہا ''پہلے میں اُن کی بات سنوں گا پھر فیصلہ کروں گا''۔ لہذا اس نے اپنے دربار میں مسلمانوں کو طلب کیا۔ تمام مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آگے بڑھے آداب کر کے سلام کیا۔ جب درباریوں نے اعتراض کیا تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''ہمارے پیارے رسول ﷺ نے خدا کے سوا سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہذا میں بادشاہ کو سجدہ کرنے سے قاصر ہوں''۔

اس کے بعد حضرت جعفرؓ نے بادشاہ کے دربار میں خطبہ دیا۔ اور فرمایا!

''اے بادشاہ! ہم جاہل لوگ تھے۔ شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے۔ لوٹ مار چوری ڈکیتی ہمارا پیشہ تھا۔ ظلم وستم، بدکاریاں اور بداعمالیاں ہمارا اوڑھنا بچھونا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا۔ ہم میں سے ایک شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ جن کے حسب ونسب، عادات واطوار، صدق و دیانت کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔ انہوں نے ہمیں بت پرستی سے روک دیا۔ ہم اس نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لے آئے۔ ہم بت پرستی، فسق و شرک اور بُرے کاموں سے تائب ہو گئے۔ یہی ہمارا گناہ ہے۔ اس پر ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی۔ انہوں نے ہمیں اتنا ستایا کہ ہم مجبور ہو کر آپ کے ملک میں ہجرت کر آئے۔ اور امن کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب یہ لوگ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم پرانی گمراہی میں لوٹ آئیں جو کہ ناممکن ہے۔''

حضرت جعفرؓ کی تقریر سُن کر نجاشی بہت متاثر ہوا۔ اس پر عمرو بن العاص نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک دیا اور کہا۔

''اے بادشاہ! یہ مسلمان لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی کوئی اور ہی عقیدہ رکھتے ہیں، جو آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے''۔

یہ سُن کر نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے اسکے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت جعفرؓ نے ''سورۃ المریم'' کی تلاوت فرمائی۔ کلام مقدس سُن کر نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس کی کیفیت ہی بدل

Marfat.com
Marfat.com

گئی۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا۔

''یہ بات ہمیں پیارے رسول ﷺ نے خبر دی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور رسول ہیں۔ جو کنواری مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اپنی نشانی کا اظہار فرمایا''۔

یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا'' خدا کی قسم! جو انہوں نے کہا ہے۔ اس میں ایک تنکا کے برابر بھی شک نہیں ہے۔ بے شک انجیل اور قرآن ایک ہی آفتاب کے نور ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ حضرت محمد ﷺ وہی رسول ہیں جن کی بشارت انجیل مقدس میں دی ہے۔ اگر میں دستورِ سلطنت میں مجبور نہ ہوتا تو خود مکہ جا کر حضرت محمد ﷺ کی زیارت سے بہرہ ور ہوتا اور ان کے جوڑے سیدھے کرتا اور قدم چومتا''۔

یہ کہہ کر نجاشی نے کفار کے وفد کے تمام تحائف اور نذرانے واپس کر دیئے۔ اور قریش کے وفد کو دربار سے نامراد واپس کر دیا۔ اور مسلمانوں سے کہا (تم میری سلطنت میں امن و سلامتی سے رہو۔ تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا)۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱۔ ص ۲۸۸)

☆۔ سید الشھداء حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا:

سن ۶ نبوی کو حضور سرور عالم ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن سے اسلام و مسلمانوں میں جاہ و جلال اور عزت و تکریم کا پرچم بلند ہو گیا۔ حضرت ابو طالبؓ کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، جناب رسالت مآب ﷺ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت امیر حمزہؓ کے حضور پرنور ﷺ سے دو رشتے تھے۔ اول، چچا اور بھتیجا کا رشتہ اور دوسرا رضاعی بھائی ہونے کا رشتہ۔ عمر میں بھی حضرت حمزہؓ دو یا تین سال بڑے تھے۔

اسلام لانے کا واقعہ:

حضرت حمزہؓ بہت شہ زور اور جرأت مند تھے۔ شکار کے بہت شوقین تھے۔ ہر روز صبح سویرے تیر و کمان لیتے اور شکار کیلئے نکل جاتے۔ شام کو جب واپس آتے تو سیدھے حرم پاک میں جاتے۔ طواف و احترام کر کے واپس آتے۔ ایک دن جب واپس آئے۔ تو طواف کعبہ کے دوران آپؓ کی بہن حضرت بی بی صفیہؓ اور ابن جدمان کی لونڈی نے بتایا کہ آج ابوجہل (عمر بن ہشام) نے آپؓ کے بھتیجے (محمد ﷺ) کو بہت ستایا ہے۔ بہت بے ادبی اور گستاخی کی ہے۔ غیرت عصبیت سے خون کھول اٹھا۔ اسی غصہ میں تیر و کمان لیا اور ابوجہل کو جا لیا۔ کمان اس زور سے ابوجہل کے سر پر مارا کہ خون بہنے لگا۔ وہاں موجود بنو مخزوم کے چند لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ ابوجہل خاموش ہو گیا۔ ڈرتا تھا کہ کہیں بنو ہاشم سے ٹکراؤ نہ ہو جائے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، فوراً اپنے

Marfat.com
Marfat.com

پیارے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کے پاس گئے اور کہا ''اے بھتیجے! میں نے ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے، اس کا سر پھوڑ دیا ہے''۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، چچا! بدلے سے بہتر تھا۔ آپؓ اسلام لے آتے مجھے زیادہ خوشی ہوتی''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

''خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را''

اس وقت رحمتِ عالم ﷺ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

اس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے چند اشعار پڑھے۔

حَمِدْتُ اللّٰهَ حِيْنَ هَدٰى فُؤَادِيْ ۔۔۔ اِلَى الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ

میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں جس وقت اس نے میرے دِل کو اسلام اور دینِ حنیف کی طرف ہدایت دی۔

اِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهٗ عَلَيْنَا ۔۔۔ تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِى اللُّبِّ اللَّحَصِيْفِ

جب احکامِ اسلام کی ہمارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے۔ تو با کمال عقل والوں کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

وَاَحْمَدُ مُصْطَفًى فِيْنَا مُطَاعٌ ۔۔۔ فَلَا تَغْشُوْهُ بِالْقَوْلِ الضَّعِيْفِ

اور خدا کے برگزیدہ احمد ﷺ ہمارے مقتدیٰ ہیں تو (اے کافرو) اپنی باطل بکواس بند کرو۔

فَلَا وَاللّٰهِ نُسْلِمُهٗ بِقَوْمٍ ۔۔۔ وَلَمَّا نَقْضِ فِيْهِمْ بِالسُّيُوْفِ

خدا کی قسم! ہم انہیں قوم کفار کے سپرد نہیں کریں گے۔ حالانکہ ہم نے ابھی کفار کے ساتھ تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا۔ (زرقانی ج ۱۔ ص ۲۵۶)

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا اسلام لانا:

ظلم و تعدی کی گھمبیر فضا میں ایک رُخِ تاباں جلوہ نما ہوا۔ جس کی چمک خیرہ کن تھی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس تھی۔ جو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے صرف تین دِن بعد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پہلوان، جرأت مند اور دلیر آدمی تھے۔ ان کی شخصیت بڑی نمایاں تھی۔ قد آور

Marfat.com
Marfat.com

اتنے تھے کہ تمام سے واضح نظر آتے تھے۔ آپؓ مُرادِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ امام ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ طبرانی نے حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اَعِدَّ الاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ بِعُمَرِ بْنِ الْخَطَّابَ وَ بِعُمَر بِنْ ھَشَّام

(''اے اللہ! عمر بن خطاب اور عمر بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اس کے ذریعے اسلام کو قوت عطا فرما۔)

سیرت کی تمام کتب میں وارد ہوا ہے۔ کہ یہ دعا حضرت عمرؓ بن خطاب کیلئے ہی تھی۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دِل کے نہاں خانوں میں رفتہ رفتہ اسلام کی حقانیت جاگزیں تھی۔ ان روایات کا خلاصہ پیش کرنے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج اور احساسات کا جائزہ لینا ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، تُند مزاجی اور سخت خوئی کیلئے بہت مشہور تھے۔ مسلمانوں نے گزشتہ سالوں میں اُن کے ہاتھوں بڑے ظلم وستم سہے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کہ اُن میں متضاد قسم کے جذبات و احساسات باہم دست وگریباں ہیں۔ یعنی ایک طرف تو وہ آباؤ اجداد کی قائم کردہ رسومات کا بڑا احترام کرتے تھے۔ بلانوشی اور لہو لعب کے دلدادہ تھے۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کو راسخ العقیدہ دیکھتے اور ان کی قوت برداشت کا مشاہدہ کرتے تو حیران ہوجاتے۔ ان کے اندر کسی باہوش آدمی کی طرح شکوک وشبہات جاگزین تھے۔ دَم میں ماشہ، دم میں تولہ ہوجاتے۔ بھڑکے اور فوراً ڈھیلے پڑ گئے۔

ایک دفعہ انہیں گھر سے باہر ایک رات گزارنا پڑی، وہ حرم کعبہ میں آئے۔ کعبۃ اللہ کے پردہ میں گھس گئے۔ وہاں اس وقت رسول اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس وقت آپؐ ''سورۃ الحاقہ'' کی تلاوت فرمارہے تھے۔ حضرت عمرؓ تلاوت سنتے رہے اور اس کی تالیف پر حیرت زدہ تھے۔ اُن کا اپنا بیان ہے وہ کہتے ہیں۔

''یہ تو وہ شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں''۔ اتنے میں حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْم ○ وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ○ قَلِیْلاً مَّا تُؤْمِنُوْن ○** یہ ایک بزرگ رسول کا قول ہے۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔ تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دِل میں خیال کیا۔ ''اوہو یہ تو کاہن تھے'' اتنے میں آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

Marfat.com
Marfat.com

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ o تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ o

''یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں۔ تم لوگ کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ اللہ رب الرحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ اس وقت میرے دِل میں اسلام کی حقانیت جاگزیں ہوگئی تھی۔ لیکن اُن کے اندر ابھی جاہلی جذبات، تقلیدی عصبیت اور آباؤ اجداد کے دین کی عظمت کا احساس موجود تھا۔ جونہاں خانۂ دِل کے اندر مچلنے والی حقیقت پر غالب تھی۔ لہٰذا وہ اس شعور کے باوجود اسلام دشمنی کے عمل میں سرگرداں رہے۔ اُن کے دِل کی سختی اور رسولِ خدا ﷺ سے فرطِ عداوت کا یہ حال تھا کہ ایک دِن از خود ہی ننگی تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ کہ آج میں مسلمانوں کے نبی ﷺ کا کام تمام کر دونگا (نعوذ باللہ)۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ملے۔ تیور بدلے ہوئے دیکھ کر پوچھا، عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟

جواب دیا۔ ''محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں'' انہوں نے کہا۔ ''بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچو گے، حضرت عمرؓ بولے ''معلوم ہوتا ہے تم بھی پچھلا دین چھوڑ چکے ہو''۔ انہوں نے کہا ''ایک عجیب بات نہ تمہیں بتاؤں؟ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تمہارا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر چکے ہیں''۔

یہ سُن کر حضرت عمرؓ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر کا رُخ کر لیا۔ وہاں کا حال یہ تھا کہ وہاں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، انہیں ''سورۃ طٰہٰ'' پر مشتمل آیات پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت عمرؓ کی آہٹ سُنی تو چھپ گئے۔ اور حضرت بی بی فاطمہؓ بنت الخطاب نے وہ مقدس اوراق چھپا دیئے۔ حضرت عمرؓ اس وقت تک تلاوت کی آواز سُن چکے تھے۔ آتے ہی پوچھا۔

''یہ دھیمی، دھیمی آواز کیسی تھی؟ جو میں نے سُنی۔

انہوں نے کہا کچھ نہیں ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ ''غالباً تم دونوں بے دین ہو چکے ہو''۔

حضرت عمرؓ کے بہنوئی ''حضرت سعید بن زیدؓ'' نے کہا ''اے عمر! تمہارے دین سے کوئی بہتر دین ہو تو؟'' یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ غصہ سے بھر گئے اور اپنے بہنوئی پر چڑھ دوڑے۔ خوب مارا۔ ان کی بہن حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے لپک کر انہیں اپنے شوہر سے الگ کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو ایسا زوردار چانٹا مارا کہ ان کے دو آویزے گر گئے اور ان کا چہرہ لہولہان ہوگیا۔ تو بہن نے فوراً بلند آواز سے کہا۔

''اے عمر! تمہارے دین سے یہی دین حق پر ہے''۔ اور بلند آواز سے پڑھا۔

Marfat.com
Marfat.com

اَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًرَّسُوْلُ اللّٰهِ
(''میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔)

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نرم ہو گئے۔ بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر ندامت محسوس کی۔ اور کہا ''اچھا! تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی پڑھنے کو دو''۔ نرمی کو دیکھ کر آپؓ کی بہن نے کہا۔ تم ناپاک ہو۔ ان اوراق کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اُٹھو غسل کرو۔

انہوں نے غسل کیا اور پھر مقدس اوراق لیے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور کہا ''یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں'' اس کے بعد ''سورۃ طٰہٰ'' کی یہ آیت '' اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ٥ طٰـه :(۱۴) پڑھی، کہنے لگے۔ یہ تو بہت عمدہ اور محترم کلام ہے۔ مجھے محمد ﷺ کا بتاؤ۔ اسی وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ اندر سے نکلے اور کہا۔ ''اے عمر! خوش ہو جاؤ مجھے اُمید ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے جمعرات کو جو دعا مانگی تھی وہ تمہارے حق میں قبول ہوگئی ہے۔ اس وقت جناب رسولِ خدا ﷺ کوہِ صفا والے مکان میں مقیم ہیں''۔

اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار پکڑی اور تقریباً بھاگتے ہوئے مکان کے قریب آ کر دروازے پر دستک دی۔ ایک صحابی اُٹھے اور دروازے سے جھانک کر دیکھا۔ کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے درِ اقدس پر کھڑے نظر آئے۔ بھاگ کر رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ عمر آیا ہے۔ یہ سُن کر تمام لوگ سمٹ کر بیٹھ گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''دروازہ کھول دو اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو ہم اُسے خیر دیں گے۔ اگر کوئی بُرا ارادہ لے کر آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں گے''۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ پر وحی اُتر رہی تھی۔ فراغت کے بعد جب واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام میں بیٹھا پایا۔ آتے ہی فرمایا۔ ''عمر! کیا تم باز نہیں آؤ گے اس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ تم پر وہی ذلت و رسوائی اور عبرتناک سزا نہ فرما دے جس طرح ولید بن مغیرہ پر نازل فرمائی''۔

اور مزید فرمایا۔ ''یا اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے۔ یا اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے قوت و عزت عطا فرما۔

یہ فرمانا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔
اس گھر میں موجود صحابہ کرام نے اس بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہا پورے مکہ شریف میں گونج پڑ گئی اور

Marfat.com
Marfat.com

حرمِ کعبہ میں موجود سب لوگوں نے یہ گونج سُن لی۔

ابن اسحاق اپنی سند سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے خود فرمایا۔ جب میں مسلمان ہوا تو سوچا کہ مکہ پاک میں کون وہ شخص ہے جو رسول پاک ﷺ کو سب سے زیادہ تنگ کرتا ہے خیال کیا کہ ابو جہل ہی سب سے زیادہ مشکلات پیدا کرتا ہے۔ فوراً اس کے گھر گیا۔ دروازے پر دستک دی۔ وہ فوراً باہر آیا اور کہا ''اھلاً وسھلاً'' کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا ''تمہیں بتانے آیا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکا ہوں، اور وہ جو کچھ لے کر آئے اس کی تصدیق کر چکا ہوں''۔

اس کو ایسے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ فوراً اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد اپنے ماموں ''عاصی بن ہاشم'' کے پاس گیا اس کو خبر دی۔ اس کے بعد دیگر رئیسانِ قریش کو خود جا کر اطلاع دی۔ پھر جمیل بن معمر جمحی کے پاس گیا یہ شخص ڈھول پیٹنے میں پورے شہر مکہ میں مشہور تھا۔ جب میں نے اس کو بتایا تو اس نے بلند آواز سے چیخ کر کہا ''خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پیچھے ہی کھڑے تھے۔ فرمایا۔ ''یہ جھوٹ بک رہا ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں'' اس پر لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پر ٹوٹ پڑے اور مار پیٹ شروع ہو گئی۔ لوگ حضرت عمرؓ کو مارتے اور آپؓ لوگوں کو مارتے اسی طرح سورج سر پر آ گیا۔ اتنے میں ابو عمرو عاص بن وائل بھی آ گیا۔ وہ دھاری دار یمنی چادر اور ریشمی گوٹے کا آراستہ کرتہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ وہ جاہلیت کے دور میں حضرت عمرؓ کے قبیلہ کا حریف تھا۔ اس نے پوچھا ''کیا بات ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں مسلمان ہو گیا ہوں اور آپ کے لوگ مجھے مارنے پر تلے ہوئے ہیں''۔

ابو عمرو نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد اُس نے لوگوں سے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ''ہم خطاب کا بیٹا چاہتے ہیں جو بے دین ہو گیا ہے''۔ تو ابو عمرو عاص نے کہا ''اس کی طرف کوئی راہ نہیں''۔ اس پر لوگ فوراً منتشر ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام ج ا۔ ص ۳۴۹)

فاروق لقب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ ''کس وجہ سے آپؓ کا لقب فاروق ہے؟'' تو انہوں نے فرمایا کہ میں جب مسلمان ہوا۔ تو میں نے پوچھا ''اے اللہ پاک کے رسول ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ تو اس پر آپؐ نے فرمایا ''اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم ہی حق پر ہیں''۔

تو میں نے فوراً عرض کیا ''پھر چھپنا کیسا؟'' ہم فوراً دو صفوں میں آپ کو لے کر باہر نکلے۔ ایک صف میں

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسری صف میں میں خود تھا۔ ہمارے چلنے سے آٹے کی طرح ہلکا سا غبار اٹھتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ جب قریش نے مجھے اور حضرت حمزہؓ کو دیکھا تو ان کے دِلوں پر سخت چوٹ لگی۔ لیکن کچھ نہ کر سکے اور خاموش ہو گئے۔ اسی دِن سے مجھے رسالتِ مآب ﷺ نے ''فاروق کہنا شروع کر دیا تھا''۔

حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہوئے تو اسلام پردے سے باہر آیا۔ اس کی علانیہ دعوت ہوئی۔ ہم حلقے بنا کر بیت اللہ شریف کے گرد بیٹھتے تھے۔ بیت اللہ کا طواف کرتے۔ جس نے ہم پر سختی کی اس سے انتقام لیا۔ اور دیگر مظالم کا بھی جواب دیتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تب سے ہم برابر طاقتور اور باعزت ہیں۔ (صحیح بخاری باب اسلام عمر بن خطاب ج ا۔ص ۵۴۵)

بنی عبد مناف کا اجتماع:

حالات کا دھارا بدل گیا تھا۔ مکہ پاک کے ماحول میں واضح تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ مگر حضرت ابو طالبؓ کے اندیشے ابھی تک برقرار تھے۔ انہیں ابھی تک مشرکین مکہ کی طرف سے پیارے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کیلئے خطرات منڈلا رہے تھے۔ انہیں سابقہ واقعات پر طائرانہ نگاہ ڈالنے اور مشرکین مکہ کا مقابلہ کیلئے پکارنا، اور پھر اُن کا عمارہ بن ولید کے بدلے میں رسول خدا ﷺ کا حاصل کرنا یاد تھا۔ انہیں یہ بھی یاد تھا جب ابوجہل ایک پتھر لے کر رسولِ خدا ﷺ کو مارنے دوڑا تھا۔ عقبہ بن ابی معیط لعین کا حضور سرورِ عالم ﷺ کے گلے میں پھندا ڈالنا بھی یاد تھا۔ جب خطاب کا بیٹا ننگی تلوار لیے قتل کرنے آیا تھا۔ حضرت ابو طالبؓ کو یقین ہو چکا تھا کہ مشرکین تمام تر توانائیوں کے ساتھ حضرت رسولِ خدا ﷺ کو زِک پہنچا رہے تھے اور انہیں خدا تعالیٰ کا فرمان

''اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ○

ترجمہ: اگر انہوں نے ایک بات کا تہیہ کر رکھا ہے تو ہم بھی تہیہ کیے ہوئے ہیں۔

جب انہیں یقین ہو گیا کہ مشرکین مکہ ہر طرح سے اُن کے بھتیجے کی مخالفت پر تلے پڑے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے جدِ اعلیٰ عبد مناف کے دو صاحبزادوں (ہاشم اور مطلب) کی اولاد کو اکٹھا کیا۔ اور اُن سے کہا۔

''اب تک وہ اپنے بھتیجے کی حفاظت و حمایت کا جو کام تنہا انجام دیتے رہے ہیں۔ اب سب مل کر انجام دیں''۔ تو عصبیت اور حمیت کی بناء پر سوائے بد بخت ابولہب کے مسلم اور غیر مسلم افرادِ خاندان نے اس کو قبول کر لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

کفارِ مکہ کو چار عظیم دھچکے:

صرف چار ہفتوں میں کافروں کو چار بڑے دھچکے لگے۔

١۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام

٢۔ تین دِن بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرف بہ اسلام ہونا۔

٣۔ رسولِ خدا ﷺ نے عقبہ بن ربیعہ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

٤۔ بنی عبد مناف نے اجتماع کر کے حضرت محمد ﷺ کی حفاظت و حمایت کا ذمہ لیا۔

اس پر مشرکین مکہ چکرا گئے اور ظلم و ستم کے نئے انداز اور طریقے سوچنے لگے اس پر وہ ''وادیِ محصّب'' میں حنیف بن کنانہ کے گھر اکٹھے ہوئے۔ اور آپس میں عہد و پیمان باندھا کہ .1 - وہ بنی عبد مناف سوائے ابولہب کے شادی نہیں کریں گے۔ 2۔ نہ اُن سے خرید و فروخت کریں گے۔ 3۔ اُن کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ترک کر دیں گے۔ 4۔ اُن کے گھروں میں نہ جائیں گے اور نہ انہیں اپنے گھروں میں آنے دیں گے۔ 5۔ اُن سے اس وقت تک کوئی بات چیت نہیں کی جائے گی جب تک وہ محمد ﷺ بن عبد اللہ کو قتل کرنے کیلئے ہمارے حوالے نہیں کریں گے۔ جب عہد پیمان طے پا گیا تو انہوں نے ایک عہد نامہ تحریر کیا۔ یہ عہد نامہ بفیض بن عامر بن ہاشم نے لکھا تھا۔ اس کو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ عہد نامہ لکھنے والے کیلئے رسولِ اکرم ﷺ نے بد عا فرمائی تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ اِسی وجہ سے سات نبوی کو تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب سمٹ کر ''شعب ابی طالب'' میں محبوس ہو گئے۔ (زاد المعاد۔ ج دوم ص ۴٦)

شعبِ ابو طالب کا منظر:

مکمل مقاطعہ کے نتیجے میں مسلمانوں کے لئے حالات نہایت ناگفتہ بہ ہو گئے۔ غلہ اور سامانِ خورد و نوش کی ترسیل مکمل طور پر بند ہوگئی۔ مکہ شریف میں جو غلہ فروخت ہونے آتا اہلِ قریش اس کو فوراً خرید لیتے۔ جس کی وجہ سے محصورین شعب ابی طالب کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ درختوں کے پتوں اور چمڑے پر گزارا کر رہے تھے۔ فاقہ کشی کا یہ عالم تھا کہ بچے بھوک سے بلکتے تھے۔ عورتیں آہ و زاری کرتی تھیں۔ جن کی آوازیں گھاٹی سے باہر سنائی دیتی تھیں۔ اگر ان کے پاس کوئی چیز پس پردہ پہنچائی جاتی تو وہ ناکافی ہوتی۔ قافلہ والوں سے کوئی چیز خریدنے کی کوشش کرتے تو اس کے دام بہت زیادہ تھے۔ جو ان کی قوتِ خرید سے بہت زیادہ ہوتے۔

حکیم بن حزام جو کہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھتیجا تھا۔ کبھی کبھی اپنی پھوپھی کیلئے گندم وغیرہ بھیجوا دیتا تھا۔ ایک دفعہ روسیاہ ابو جہل نے رکاوٹ کی۔ مگر ''ابوالبختری'' نے مداخلت کی اور

Marfat.com
Marfat.com

غلہ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیج دیا گیا۔

ادھر ابو طالبؓ کو رسولِ خدا ﷺ کیلئے برابر خطرہ تھا۔لہذا جب سب لوگ اپنے اپنے بستر پر سونے کیلئے جاتے تو وہ بھی آپ ﷺ کو اپنے بستر پر سونے کیلئے بھیج دیتے۔مگر جب سب لوگ سو جاتے تو حضرت ابو طالب حضور سرورِ کونین ﷺ کی جگہ بدل دیتے۔اُن کی جگہ اپنے بیٹوں بھائیوں یا دوسرے بھتیجوں میں سے کسی ایک کو بستر پر سلا دیتے اور پیغمبرِ خدا ﷺ کو ان کے بستر پر سلا دیتے۔یہ تمام تبادلے حضور ﷺ کی حفاظت خود اختیاری کی بناء پر تھا۔ورنہ اپنے پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کی حفاظت خدا تعالیٰ اپنے فرشتوں سے خود کروا رہا تھا۔ ہمہ وقت دو فرشتے آپ کی حفاظت پر معمور تھے۔یہاں تک کہ وہ آپؐ پر سورج کی دھوپ بھی نہ پڑنے دیتے تھے۔

اس محصوری و مجبوری کے باوجود رسالت مآب ﷺ ایام حج میں گھاٹی سے نکل کر حج کیلئے آنے والے وفود سے ملاقات فرماتے اور ان کو دعوتِ حق کی طرف بلاتے۔اس موقع پر ابولہب جو کردار ادا کرتا اس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔

عہدنامہ کا خاتمہ :

تین سال شعب ابی طالب میں مسلمان محصورر ہے۔آخر کار خداوندِ قدوس کو ان کی بے بسی و مجبوری پر رحم آیا اور عہد نامہ قریش مٹانے کا سبب پیدا کر دیا۔ہوا یوں کہ عہد نامہ تحریر کرتے وقت کچھ اہل قریش اس کے خلاف تھے۔انہوں نے اس عہد نامہ کو چاک کرنے کا ارادہ کرلیا۔اس مقصد کیلئے سب سے پہلے بنو عامر بن لوی کے ''ہشام بن عمرو'' میدانِ عمل میں نکلے۔یہ شخص خفیہ طور پر شعب ابی طالب میں سامانِ خورد و نوش بھی بھیجتا تھا۔

وہ ''زہیر بن ابی امیہ مخزومی'' کے پاس گیا۔ان کی والدہ ''عاتکہ بنت عبدالمطلب'' حضرت ابو طالبؓ کی بہن تھیں۔ان سے کہا ''زہیر! کیا تم گوارا کرتے ہو کہ تم مزے سے کھاؤ، پیو اور تمہارے ماموں اور ان کا خاندان بھوک سے نڈھال ہو''۔

زہیر نے کہا ''میں اکیلا کیا کرسکتا ہوں۔ہاں اگر میرے ساتھ کوئی آدمی ہوتا تو میں اس عہد نامہ کو چاک کر دیتا''۔

ہشام بن عمرو نے کہا ''ایک آدمی اور موجود ہے'' پوچھا کون؟

کہا ''میں خود'' کہا کوئی تیسرا آدمی بھی تلاش کرو۔اس پر ہشام بن عمرو ''مطعم بن عدی'' کے پاس گیا اس کو اپنے ساتھ ملایا۔پھر ''ابوالبختری'' کو ساتھ ملایا۔اور ''زمعہ بن اسود بن مطلب'' سے بات کی اور اس کو بھی قائل کرلیا۔یہ پانچوں اشخاص سرورِ کائنات ﷺ کے قرابت داروں میں سے تھے۔آخر کار انہوں نے مصمم ارادہ کر

Marfat.com
Marfat.com

لیا۔ اور مقام ''حجون'' کے پاس جمع ہو کر اس ظالمانہ عہد نامہ کو چاک کرنے کا عہد کیا۔ زہیر بن ابی امیہ نے کہا کہ میں گفتگو کا آغاز کرونگا۔

صبح کے وقت جب سب لوگ حسب معمول اپنی اپنی محفلوں میں پہنچے تو زہیر بن ابی امیہ بھی فاخرانہ لباس زیب تن کیے وہاں پہنچ گیا۔ پہلے بیت اللہ شریف کے سات چکر لگائے۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوا اور کہا!

''مکہ والو! کیا ہم کھانا کھائیں؟ اور بنو ہاشم تباہ و برباد ہوں۔ نہ اُن کے ہاتھ کچھ بیچا جائے اور نہ خریدا جائے۔ خدا کی قسم! میں اس وقت تک بیٹھ نہیں سکتا۔ یہاں تک اس ظالمانہ قرابت شکن عہد نامہ کو چاک نہ کر دیا جائے''۔

ابو جہل وہاں موجود تھا فوراً بولا ''تم غلط کہتے ہو اس کو پھاڑا نہیں جا سکتا''۔
اس پر زمعہ بن اسود بولا ''تم غلط کہتے ہو جب یہ عہد نامہ لکھا گیا ہم لوگ اس پر راضی نہ تھے''۔
فوراً ابوالبحری بولے ''زمعہ ٹھیک کہتا ہے۔ جو اس پر لکھا گیا نہ اس پر راضی ہیں اور نہ ہی ماننے کو تیار ہیں۔

مطعم بن عدی نے بھی گرہ لگائی۔ اور کہا تم دونوں ٹھیک کہتے ہو جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط ہے''۔
اور آخر میں ہشام بن عمرو نے ان کی تائید کی۔ یہ حالات و واقعات دیکھ کر ابو جہل خاموش ہو گیا۔ اور بہانہ کیا کہ عہد نامہ رات کے وقت لکھا گیا تھا۔ اور کہیں اور لکھا گیا تھا۔

اِدھر رسولِ اکرم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے خبر کر دی تھی کہ عہد نامہ ختم کرنے کیلئے دیمک بھیج دی گئی ہے۔ جس نے اس کو چٹ کر دیا ہے۔ یہ اطلاع جناب رسولِ معظم ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالبؓ کر دی تھی۔ جب ابو جہل اور دیگر اہلِ قریش گفتگو کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت ابو طالبؓ بھی حرم پاک کے ایک کونے میں موجود تھے۔ وہ خود بھی اہلِ قریش سے کہنے آئے تھے۔ کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ اگر یہ خبر سچی ہے تو ہمارے راستہ سے ہٹ جاؤ''۔ جب دیگر اہلِ قریش نے سُنا تو کہنے لگے آپ انصاف کی بات کر رہے ہیں۔
ادھر ابو جہل اور باقی لوگوں کی نوک جھونک جاری تھی کہ مطعم بن عدی اُٹھا۔ اور عہد نامہ چاک کرنے کیلئے چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ عہد نامہ واقعی دیمک نے ختم کر دیا تھا۔ جہاں اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسم مبارک تھا صرف وہی جگہیں بچی تھیں۔

اس کے بعد عہد نامہ ختم ہو گیا۔ رسولِ خدا ﷺ اور آپؐ کے عزیز و اقارب تین سالہ سخت ترین زندگی کے بعد شعب ابی طالب سے نکل آئے۔ یہ بھی نبی آخر الزمان ﷺ کا معجزہ تھا۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی ان

Marfat.com
Marfat.com

کے رویوں میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔تبدیلی کیسے آتی۔اُن پر خدا کی لعنت جو ہے۔

ارشادِ ربانی ہے۔وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○

ترجمہ:اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو رُخ پھیر لیتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا پھرتا جادو ہے۔

مشرکینِ مکہ اس نشانی سے بھی مُنہ پھیر گئے۔اپنی جبلت کفر سے اور بھی آگے بڑھ گئے۔

(بحوالہ صحیح بخاری شریف،باب نزولِ رسول ﷺ جلداول صفحہ ۲۱۶)

قریش کا وفد حضرت ابو طالبؓ کے حضور:

خروجِ شعبِ ابی طالب کے ساتھ ہی رحمتِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے دعوت وتبلیغ اسلام کا کام بھی تیز کر دیا۔جس کا کفار کو بہت دکھ ہوا۔اور مسلمانوں پر شدّ ومدّ سے دباؤ ڈالنے اور اللہ کی راہ سے روکنے کا سلسلہ بھی زور وشور سے جاری رکھا۔حضرت ابو طالب بھی اپنی دیرینہ عادت کے مطابق رسولِ خدا ﷺ کی حفاظت وحمایت پر کمر بستہ رہے۔لیکن آپ کی عمر اسی (۸۰) برس ہو چکی تھی۔اور تین سال کی مسلسل محصوری نے اُن کی کمر توڑ دی تھی۔اور اس کے ساتھ ہی وہ سخت بیمار ہو گئے۔

ابنِ اسحاق کا بیان ہے۔

جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالبؓ بیمار پڑ گئے ہیں اور ان کی حالت غیر ہوتی جا رہی ہے۔مزید یہ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے ہیں۔اور دینِ احمدیؐ روز بروز ہر قبیلہ میں پھیل رہا ہے۔تو انہوں نے سوچا کہ حضرت ابو طالبؓ کے پاس چلیں۔تاکہ اُن کے بھتیجے کے بارے میں عہد کر لیں۔تاکہ ان کو کسی بات پر پابند کریں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی وفات کے بعد لوگ ہمارے قابو میں نہ رہیں۔اگر ان کے بعد محمد ﷺ کو کچھ ہو گیا تو تمام عرب ہمیں طعنہ دیں گے کہ چچا کے ہوتے ان کی جرأت نہ ہوئی۔اور اب بے قابو ہو کر چڑھ دوڑے۔چنانچہ قریش کا ایک وفد حضرت ابو طالبؓ کے پاس پہنچا۔اس وفد میں اکابرینِ مکہ میں سے ”عتبہ بن ربیعہ،شیبہ بن ربیعہ،ابوجہل بن ہشام،امیہ بن خلف اور ابوسفیان بن حرب کے علاوہ پچیس مزید اشرافِ قریش تھے“۔

(انہوں نے کہا! ”اے ابو طالبؓ! ہمارے اور تمہارے درمیان جو مرتبہ ہے اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔اب آپؓ جس حالت میں ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔اندیشہ ہے کہ آپؓ کے آخری ایام ہیں۔ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو معاملات چل رہے ہیں۔آپؓ ان سے خوب واقف ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ اُن کو بلائیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اور آپؓ کے سامنے اُن کے بارے میں کچھ معاملات طے کر کے عہد و پیمان لیں تا کہ وہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں''۔)

حضرت ابو طالبؓ نے اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کو بلایا اور کہا!

(''اے بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے معززین ہیں۔ اور تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ کچھ معاملات طے کر کے عہد و پیمان لئے جائیں''۔)

جواب میں حضور سرورِ کونین ﷺ نے وفد سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

(''اے گروہ قریش! تم کو اگر میں ایک بات پیش کروں اگر آپ قائل ہو جائیں تو تم عرب کے بادشاہ بن جائیں اور عجم آپ کے زیرِ نگین ہو جائے تو آپ کی کیا رائے ہے''۔)

اس پر ابو جہل بولا۔

''بتائیں وہ کونسی بات ہے؟ تمہارے باپ کی قسم! ایک بات تو کیا ہم دس باتیں ماننے کو تیار ہیں''۔

حضور نبی آخر الزمان ﷺ نے فرمایا۔

''آپ لوگ صرف ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہیں اور اس کے سوا جو کچھ پوجتے ہو اُسے چھوڑ دیں۔

اس پر وہ حیران ہوئے اور کہا ''اے محمد ﷺ! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم سارے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود بنائیں؟ یہ ہم سے نہ ہوگا''۔

پھر انہوں نے باہمی صلاح و مشورے سے کہا کہ ہم ایک بات بھی نہیں مانیں گے۔ چلو ہم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ڈٹ جائیں۔ پس وہ نامراد ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی! بلکہ جنہوں نے کفر کیا اور اپنی ضد پر رہے۔ ہم نے کتنی ہی اقوام اُن سے قبل ہلاک کر دیں۔ وہ چیختے چلاتے تھے۔ لیکن اس وقت ان کے بچنے کا وقت نہ تھا۔ تعجب ہے کہ ان کے پاس خود انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آیا۔ کافر کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے۔ بڑا جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کی بجائے ایک ہی معبود بنا لیا؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اور اُن کے بڑے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ چلو ہم اپنے معبودوں پر ڈٹے رہیں۔ یہ ایک سوچی سمجھی سکیم ہے۔ ہم نے کسی اور ملت میں یہ بات نہیں دیکھی نہ سُنی یہ ایک من گھڑت بات ہے۔ (یہ واقعہ بھی ۱۰ نبوی کا ہے۔ ماہ محرم تھا)

Marfat.com
Marfat.com

عـام الحزن: قریش کے وفد کی ناکامی کے چند دن ہی بعد حضرت ابو طالبؓ کی بیماری میں اضافہ ہوگیا۔ اور آپؓ بہت کمزور ہو گئے۔ آخر کار ماہِ رمضان المبارک ۱۰ نبوی کو آپؓ رحلت کر گئے۔ درحقیقت وہ رسول اکرم ﷺ کیلئے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اپنا تمام کاروبار بند کر کے رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح رہتے تھے۔ اپنی صلبی اولاد کی بھی پرواہ نہ فرماتے تھے۔ مکہ کے جابر اور ظالم مشرکین کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے۔

حضرت ابو طالبؓ کی وفات کے صرف تین دن بعد آپ ﷺ کی غمخوار بیوی اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہو گیا۔ بوقت وفات ان کی عمر ۶۵ سال تھی اور رسولِ خدا ﷺ اس وقت اپنی عمر کی پچاسویں بہار میں تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، سرورِ کائنات ﷺ گرانقدر نعمت تھیں۔ وہ پچیس (۲۵) سال تک آپ کی رفاقت میں رہیں۔ اس دوران اگر کوئی بھی رنج و غم کا وقت آیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کیلئے تڑپ اُٹھتیں تھیں۔ سنگین اور سخت ترین حالات میں مدد فرماتی تھیں۔ اپنے مال و دولت سے خیر خواہی اور غمگساری کرتیں۔

رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے۔

(''جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ ایمان لائیں۔ جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی۔ جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا تو انہوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے انہیں ہی سے اولاد دی''۔)

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ رسولِ خدا ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا! ''اے اللہ کے رسول! حضرت خدیجہؓ آپؐ کے پاس آ رہی ہے۔ اُن کے پاس ایک برتن ہے۔ جس میں کچھ کھانا ہے۔ جب وہ آپؐ کے پاس آئیں۔ تو انہیں اپنے رب کی طرف سے سلام کہنا۔ اور جنت میں ''موتیوں کے محل'' کی بشارت دیں۔ جس میں شور و شغف نہ ہوگا نہ ہی درماندگی اور تکان ہوگی۔

۱۰ نبوی کو آپ ﷺ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ یعنی ایک ہی سال میں بلکہ ایک ہی ماہ میں دو ہستیاں آپؐ کا ساتھ چھوڑ گئیں۔ لہذا آپؐ زیادہ غمزدہ ہو گئے۔ اس سال کو آپؐ نے ''عام الحزن'' یعنی غموں کا سال کہا۔

حضرت ابو طالبؓ کی آخری وصیت:

جب حضرت ابو طالبؓ پر موت طاری ہونے لگی تو انہوں نے بنی ہاشم کے چند سرکردہ لوگوں کو اکٹھا کیا۔

Marfat.com
Marfat.com

اور انہیں خطاب کیا۔

''اے گروہ قریش! تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں برگزیدہ ہو۔ میں تمہیں محمد ﷺ سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ میرا بھتیجا قریش میں امین اور عرب میں صادق ہے''۔

انہوں نے مزید کہا! ''میں تم کو جن باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ محمد ﷺ ان سب کے جامع ہیں۔ اور جو اَمر وہ لائے ہیں۔ وہ صادق ہے۔ میں اس کو دِل سے قبول کر لیا ہے۔ لیکن تمہاری دشمنی کی وجہ سے اظہار نہیں کیا۔ اللہ کی قسم! عرب کے فقیر، اہلِ بادیہ، ضعیف لوگ اور اردگرد کے رہنے والوں نے محمد ﷺ کی دعوت قبول کر لی ہے۔ اور آپؐ کے کلمہ کی تصدیق کر لی ہے۔ آپؐ نے ان لوگوں پر فتح پالی ہے۔ قریش کے رئیس اور صنادید، ادنیٰ درجہ کے ہو گئے ہیں۔ قریش کے مکانات ویران ہو گئے۔ اور ضعیف و کمزور بادشاہ بن گئے۔ اے گروہ قریش! تم آپؐ کے خادم اور ناصر ہو جاؤ۔ آپؐ کے گروہ کے حامی بن جاؤ۔ واللہ! جو شخص آپؐ کے راستے پر چلے گا ہدایت پائے گا۔ جو آپؐ کی سیرت اختیار کرے گا۔ سعادت پائے گا۔ اگر میرے نفس کے لئے کچھ مدت ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ضرور آپ کو فتنوں سے بچاتا اور آفتوں کو آپؐ سے ضرور دفع کرتا''۔ اس وصیت سے محسوس ہوتا ہے۔ حضرت ابو طالبؑ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی رسالت کا اعتراف کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

اس کے بعد حضرت ابو طالبؓ کا انتقال ہو گیا۔ (انا للہ وانا علیہ راجعون)

حضور سرورِ کونین ﷺ طائف میں:

اہلِ مکہ کے عناد اور سرکشی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ جب حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کو ان لوگوں سے مایوسی ہوئی تو مکہ سے ملحقہ آبادیوں کی طرف بڑھے۔ اور دعوتِ اسلام کیلئے کوشاں رہے۔ سب سے پہلے حضور ﷺ قبیلہ بنی بکر بن وائل کے ہاں تشریف لے گئے، دعوتِ اسلام دی مگر سرداروں نے بے ہودہ سا جواب دیا۔ وہاں سے آپ قبیلہ بنو قحطان تشریف لے گئے۔ ابتداء میں عربی دستور کے مطابق انہوں نے بڑی مہمانداری کی۔ لیکن آخر میں پشیمان ہوئے۔ وہاں سے رحمتِ عالم ﷺ طائف اور بنو ثقیف کی جانب متوجہ ہوئے۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ، ہمراہ تھے۔ طائف میں امراء لوگ رہتے تھے۔ ان قبائل میں ''عمیر'' کا خاندان تمام قبائل کا سردار تھا۔ یہ لوگ تین بھائی اور ان کی اولاد پر مشتمل تھا۔ ان کے نام ''عبد یالیل، مسعود اور حبیب'' تھے۔ خدا کے رسول ﷺ انہی سرداروں کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں دعوتِ اسلام دی۔

ان تینوں نے دعوت بھی قبول نہ کی۔ اور نہایت نامعقول اور گستاخانہ جواب بھی دیا۔ یہاں تک کہ

Marfat.com
Marfat.com

غلاموں اور بچوں کو پیچھے لگا دیا۔ تا کہ وہ ایذا اور آزار دیں۔ وہ شور وغوغا کرتے اور گستاخیاں کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ رسولِ کریم ﷺ کو پتھر مارتے تھے۔ بد بخت غنڈوں نے رسولِ خدا ﷺ کے پاشنوں پر پتھر مارے تھے۔ جب آپ تھک کر بیٹھتے تو بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ رحمتِ عالم ﷺ کے پائے اقدس خون سے بھر گئے۔ اس دوران آپؐ کے خادم حضرت زیدؓ ڈھال بنے رہے۔ مگر اُن کا بھی سر پھٹ گیا اور وہ بھی نڈھال ہو گئے۔

(روزِ اغیار از دیوار سنگ باری می آید ملائے دردمنداں از در و دیواری آید)

اَلْبَلَآءُ عَلٰی قَدْرِ الْوَلَاءِ اَلْاَنْبِیَآءُ اَشَدُّ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَ مِثْلُ ۝

ترجمہ: محبت اور دوستی کے اندازے پر بلائیں ہوتی ہیں۔ آزمائش اور امتحان کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ شدائد میں ہیں۔ پھر جو اُن کے مشابہ ہیں وہ اس سے زیادہ مماثل ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

(''میں نے ایک دِن رسولِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔ کہ روزِ اُحد سے بڑھ کر کوئی شدید دن۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! تمہاری قوم کی طرف سے مجھ پر سخت سے سخت مصائب و آلام توڑے گئے۔ لیکن ان کی جانب سے جتنا دُکھ روزِ عقبہ (طائف) پہنچا ہے۔ اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔ لیکن میں وہاں سے مخمور و مخزون اور بے خود ہو کر چل دیا۔ جب میں ''قرن الثعالب'' پہنچا۔ تو جب اوپر آسمان کی طرف دیکھا تو ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن تھا۔ اور جبرائیل علیہ السلام سے آنکھیں چار ہوئیں۔ انہوں نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں ''مَلکُ الجِبَال'' کو بھیجا ہے۔ اس کو حکم دیں یہ بجالائے گا۔)

اس کے بعد ملک الجبال نے عرض کی۔

(اے محبوب خدا ﷺ! حکم فرمائیں کہ میں ان دونوں پہاڑوں (جبلِ ابوقبیس و جبل قیقعان) کو ان لوگوں پر آپس میں ملا دوں۔ تا کہ یہ کچلے جائیں۔ اور ہلاک ہو جائیں۔)

(رحمتِ حق ﷺ نے فرمایا۔ ''میں ان لوگوں پر عذاب نہیں چاہتا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ان کو پیدا کریگا جو اکیلے رب کی عبادت کریں گے''۔)

صاحبِ مواہب کا قول ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا قیام طائف میں دس دن تھا۔ روضۃ الاحباب والے کے خیال میں ایک ماہ قیام ہے۔ (یہ واقعہ ۱۰ نبوی ماہ شوال ہے)۔

Marfat.com
Marfat.com

سفر طائف کے بعد دعا: آپؐ طائف کی بستی سے باہر تشریف لائے تو دل ان کے ظالمانہ رویہ سے مغموم تھا۔ سارا جسم زخموں سے چور چور تھا۔ نعلین مبارک میں خون تھا۔ مکہ اور طائف کے درمیان ایک باغ تھا۔ وہاں تشریف لے گئے اور انگور کی بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ وہاں فوراً حضور سرور کونین ﷺ نے دو رکعت نفل ادا فرمائے اور پُر سوز لہجہ میں اپنے کریم و رحیم خدا کی بارگاہ میں جو مناجات دعاء کی صورت میں پیش کئے وہ کچھ اس طرح ہیں۔

''اے اللہ! میں اپنی طاقت کی توانائی، اپنی قوت کی کمی، لوگوں کی نگاہوں مین اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ اے رب الرحیم! تو کمزوروں کا رب ہے تو میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ ایسے بعید کے حوالے جو ترش روی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے۔ کیا کسی دشمن کو تو نے میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر تم مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے ان تکالیف کی ذرا پرواہ نہیں ہے۔ پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لئے زیادہ دلکش ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور دنیا و آخرت کا کام سنور جاتا ہے کہ تو نازل کرے اپنا غضب مجھ پر اور اتارے مجھ پر اپنی ناراضگی میں تیری رضا طلب کرتا ہوں۔ تا کہ تو راضی ہو جائے۔ تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے نہ قوت''۔
(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۲۔ ص ۵۷۷)

یہ باغ دو کافر سرداروں عتبہ اور شیبہ کا تھا۔ جب انہوں نے حضور سرورِ عالم ﷺ سے اہلِ طائف کا سلوک دیکھا۔ قرابت داری کے جذبے سے سرشار ہو کر فوراً اپنے غلام ''عداس'' کو کہا کہ فوراً خوشگوار انگوروں کا ایک گچھا توڑ و طشتری میں رکھو اور محمد ﷺ کو پیش کرو۔ عداس نے ایسا ہی کیا۔ رسالتِ حق ﷺ نے ''بسم اللہ'' شریف پڑھی اور انگوروں کے دانے توڑ کر کھانے لگے۔ عداس نے جب نورِ رسالت مآب کی زیارت کی تو فریفتہ ہو گیا۔ بولا کہ یہ کلام تو اس بستی کے لوگوں کا نہیں ہے۔ نہ یہ اس طرح بولتے ہیں۔ (اس پر نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ عرض کیا میں ''نینوا'' کا رہنے والا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور فرمایا!

''جو مردِ صالح یونس بن متی کا شہر ہے''۔

عداس نے کہا'' آپ یونس بن متی علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟

حضور نے فرمایا۔

ذَالِکَ اَخِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّاَنَا نَبِیٌّ ۝

Marfat.com
Marfat.com

وہ میرے بھائی ہیں۔ وہ نبی ہیں اور میں بھی نبی ہوں۔)

عداس اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھوں کو چوما قدموں کو بوسے دینے لگا۔ مالکِ باغ (عتبہ اور شیبہ) دونوں یہ منظر دیکھ رہے تے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کہا "اس غلام کو کیا ہوا اب وہ ہمارے کام کا نہیں"۔ جب وہ واپس آیا تو انہوں نے کہا "تمہارا ستیاناس ہو تو نے یہ کیا گیا ہے"۔ عداس نے جواب دیا "اے میرے مالکو! ساری کائنات میں اس ہستی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جسے نبیؑ کے بغیر کوئی نہیں بتا سکتا۔ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

جنات کا اسلام لانا:

طائف کے اس دِل ہلانے والے واقعہ، روح پگھلانے والے سانحہ کے باوجود پورے حوصلے، عزم و ہمت کے ساتھ واپس ہوئے۔ "وادیِ نخلہ" میں رات بسر کی۔ صبح کی نماز میں خدا تعالیٰ کا پیارا محبوب ﷺ حاضر ہے۔ دِل عجز و نیاز میں ڈوبا ہوا ہے۔ زبان مبارک قرآن مقدس کی تلاوت میں مشغول ہے۔ ساری فضا اس پُر کیف سرور میں محو ہے۔ شجر و حجر تلاوت کی اس حلاوت سے سرشار ہیں۔ اسی اثناء میں "نصیبین" کے جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ قرآن کریم کی پُر سرور آواز سے مسحور ہوئے اور ہمہ تن گوش ہو کر لطف اندوز ہونے لگے۔ بعد از آوازِ قرآن پاک وہ اپنی قوم کی طرف مڑے اور اپنی قوم کو کہا۔ "آج ہم نے ایسا کلام سنا ہے جو حق تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ اے ہماری قوم! غنیمت جانو اور اللہ کی طرف بلانے کی دعوت قبول کر لو۔"

یہ سن کر جنات کی ایک کثیر تعداد مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ یہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔ اس کا ذکر قرآن پاک "سورۃ الاحقاف (۲۹۔۳۰) میں موجود ہے۔

مکہ شریف میں دوبارہ تشریف آوری:

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ "وادیِ نخلہ" میں رات گزارنے کے بعد مکہ کی تاریک فضاؤں کو پھر پُر نور بنانے کیلئے حرم مقدس کی طرف رواں ہوئے۔ دن بھر سفر کرنے کے بعد پاپیادہ حضور سرورِ عالم ﷺ شام کے وقت "غارِ حرا" میں پہنچے۔ راستہ میں غلام حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

یا رسول اللہ! آپ کس طرح مکہ میں داخل ہونگے وہاں کے لوگ تو ہمارے خون کے پیاسے ہیں"۔

انہیں خدشہ تھا کہ جب حضور ﷺ مکہ میں داخل ہونگے تو وہ پھر آپ کو ایذا پہنچائیں گے۔ لیکن سرورِ کونین ﷺ نے اپنے ساتھی کو فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

"یَا زَیْدُ! اِنَّ اللّٰہَ جَاعِلٌ لِمَا تَریٰ فَرَجاً وَفَخْرَ جاً اِنَّ اللّٰہَ مُظْھِرُ دِیْنِہٖ وَنَاصِرُ بَنِیِّہٖo (السیرۃ الحلبیہ ج ا ص ۳۴۲)

ترجمہ: "اے زید! اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ دے گا۔ اور اپنے نبی کی مدد کرے گا۔"

یہ سُن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ، نے مشورہ دیا کہ ہمیں عرب کے رواج کے مطابق کسی کی پناہ لے لینی چاہیئے۔ اس مشورے کو نبی اکرم ﷺ نے پسند فرمایا اور "عبداللہ بن ارلقیط" کو پیغام بھیجا۔ جس نے یہ کہہ کر معذرت کر لی۔ " اَنَا حَلِیْفٌ وَالْحَلِیْفُ لَا یَجِیْرُ عَلَیo

اس کے بعد سہیل بن عامر کو پیغام دیا گیا۔ اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔

اِنَّ بنی عَامِرِ بْنُ عامرِ بن لُؤی لَا تُجِیْرَ عَلیٰ کَعْب بن لُوی o

میں بنی عامر میں سے ہوں۔ ہمارے اختیار میں نہیں کہ ہم کعب بن لوی کی اولاد کے خلاف کسی کو پناہ دے سکیں۔

یہ دونوں شخص محروم ہو گئے۔ پھر حضور ﷺ نے "مطعم بن عدی" کو پیغام بھجا جس نے فوراً کہا میں بسرو چشم حاضر ہوں"۔ پس حضور اسی کے ہاں تشریف لے گئے اور رات وہاں ہی بسر کی۔

صبح کے وقت جب حضور ﷺ حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو مطعم بن عدی کے سات بیٹے اپنے باپ کے ساتھ سرورِ دو جہاں ﷺ کی حفاظت کیلئے موجود تھے۔ آپ طوافِ کعبہ میں مصروف ہو گئے اور چار بیٹے ہتھیار بند ہو کر کعبہ کے چاروں کونوں میں کھڑے ہو گئے۔ اور باقی بیٹے اور خود مطعم "مطاف کعبہ" میں موجود تھا۔ یہ دیکھ کر ابو جہل اور ابوسفیان نے پوچھا "اے مطعم! تو نے صرف پناہ دی ہے کہ خود بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ تو مطعم نے کہا "صرف پناہ دی ہے" تو ابوسفیان نے کہا "اِذاً لَّاتَخَفْ " ڈرنے کی ضرورت نہیں جسے تو نے پناہ دی اس کو ہم بھی پناہ دیتے ہیں۔

پناہ لینے کی وجہ :

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ نے ایک کافر کی پناہ کیوں لی۔ وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی مکہ سے طائف جانے کی اطلاع ہر کس و ناکس کو تھی۔ اور اہل طائف کے جور و جفا کا چرچا بھی ہو چکا تھا۔ یہ سُن کر اہلِ مکہ نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا تھا۔ محمد (ﷺ) کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائیگا"۔

Marfat.com
Marfat.com

اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی۔ جو زور بازو سے جواب دینے کے قابل نہ تھے۔ اور نہ ہی ابھی جہاد کا حکم ملا تھا۔ ان حالات میں یا تو حضور سرور عالم ﷺ مرکز (مکہ) کو نظر انداز کر کے کسی صحرا میں گوشہ نشین ہو جانے۔ یا پھر مکہ میں تشریف لا کر دوبارہ تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہو جاتے۔ بس آپؐ نے مکہ میں ہی تشریف لانے کا فیصلہ فرمایا۔ اس طرح مکہ میں موجود کمزور مسلمانوں کو بھی تقویت ملی۔ اور مکہ پاک میں حج کے ایام میں دوسرے قبائل سے بھی رابطہ جاری رکھنے کا ذریعہ دستیاب ہو گیا۔ اَخفُّ الْبلیَّتَیْنِ (دو مصیبتوں میں کم تر) کے اس اصول پر عمل کرتے ہوئے رسولِ خدا ﷺ نے کم تر مصیبت کو اپنا لیا۔ اور مطعم بن عدی کی پناہ لے لی۔ یہ ہادی برحق ﷺ کی عین مصلحت تھی۔ جس کے نتائج بہت جلد رو پذیر ہونے لگے۔ اور اسلام کے سنہری دور کا آغاز ہو گیا۔

حدیث پاک ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَیُوَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ وَفِیْ حَدِیْثٍ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ ٥

اللہ تعالیٰ دین کی امداد کسی فاسق و فاجر شخص سے بھی کرا دیتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد ایسی قوموں سے بھی کروا دیتا ہے۔ جن کا اس دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ا۔ ص ۴۷۲)

بعد از طائف تبلیغی سرگرمیاں:

طائف کے سفر میں سرورِ کائنات ﷺ کو جان گھسل تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپؐ کی بلند ہمتی اور ولولہ انگیزی میں کوئی فرق نہ آیا اور تبلیغی سرگرمیوں کو جاری و ساری رکھا۔ ایام حج تھے۔ عرب کی دور دراز کے علاقوں سے مختلف قبائل فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ شریف وارد ہو چکے تھے۔ اور مختلف مقامات پر فروکش تھے۔ رسولِ خدا ﷺ ان قبائل کی قیام گاہوں میں تشریف لے جاتے اور اُن کو دعوت حق دیتے تھے۔ آپؐ کے غلام حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمراہ ہوتے تھے۔ ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے اور کھڑے ہو کر پیغام حق دیتے تھے اور فرماتے۔

یٰبَنِیْ فُلَانٍ! اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ اٰمُرُکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْبِہٖ شَیْئًا اَنْ تَخْلَعُوْا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ ھٰذِہِ الْاَنْدَادَ وَ تُوْمِنُوْا بِیْ وَتُصَدِّقُوْ اَبِیْ وَتَمْنَوْنِیْ حَتّٰی اُبَیِّنَ عَنِ اللّٰہِ مَا بَعَثَنِیْ بِہٖ ٥

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اے بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اللہ کے سوا جن بتوں کی پوجا تم کرتے ہو ان کو چھوڑ دو۔ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ میری تصدیق کرو۔ اور کفار کی دست درازی سے میرا دفاع کرو۔ تاکہ میں تمہیں وضاحت سے بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا دیا ہے۔ اور تمہاری طرف مبعوث فرمایا''۔ (السیرۃ النبوۃ ج ۲۔ ص ۱۵۵)

ہر موقعہ پر آپ کا چچا ''عبدالعزیٰ (ابولہب) رکاوٹ کرتا تھا۔ ان قبائل میں خصوصاً ''بنی کلب، بنی عبد اللہ، بنی حنیفہ اور بنی عامر'' تھے۔ بنی عامر کا ایک شخص جس کا نام ''فراس بن عبداللہ بن سلمان تھا'' نے کہا واللہ!

لَو اَنِّی اَخَذْتُ هٰذَا الْفَتٰی مِنْ قُرَیْشٍ لَحَکَمْتُ بِهِ الْعَرَبَ ۝

ترجمہ: ''بخدا! اگر میں اس نوجوان قریشی کو قابو میں کرلوں تو اس کے ذریعے سارے عرب پر حکومت کر سکتا ہوں''۔

جب یہ لوگ ادائیگی حج کے بعد اپنے علاقہ میں گئے تو ایک عمر رسیدہ بزرگ عالم کو تمام احوال کہہ سنائے۔ تو اس شیخ نے حالات سُن کر کفِ افسوس سے کہا۔ ''کم بختو! وہ خدا کا آخری رسول ہے'' یہ بات اُس نے بنو ہاشم کی سچائی کی حقیقت کے حوالے سے کی تھی۔ یہ چند قبائل تھے۔ جن کو حج کے موقع پر حق کا پیغام دیا گیا۔ انہوں نے اپنے علاقہ میں جا کر جگہ جگہ اس کا تذکرہ کیا۔ یوں تبلیغ حق کا آغاز ہوتا چلا گیا۔

بنی شیبان بن ثعلبہ:

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں'' میں اور ابو بکر صدیقؓ اپنے محبوبؐ کے ہمراہ تھے۔ جب بنی شیبان بن ثعلبہ کی قیام گاہ پر گئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہل کی۔ اس قبیلہ میں کچھ نمایاں سردار تھے۔ جن میں چند ایک نام تحریر کرتا ہوں۔ ''مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک''۔ مفروق بن عمرو فصاحت و بلاغت میں سب سے نمایاں تھا۔ لیکن جب سرکارِ دو جہاں ﷺ نے ''سورۃ الانعام'' کی آیات نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۴ کی تلاوت فرمائی۔ تو اس کی تمام فصاحت و بلاغت دھری کی دھری رہ گئی۔ وہ خود حیران رہ گیا اور بے ساختہ پکار اُٹھا'' یہ کلام کسی انسان کا نہیں ہو سکتا''۔ پھر رسولِ اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

یہ سن کر مفروض بن عمرو نے کہا۔

Marfat.com
Marfat.com

اے قریشی بھائی! تم نے مکارم الاخلاق اور اچھے اعمال کی دعوت دی ہے۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تمہاری تکذیب کرتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔

اس کی اس گفتگو اور حقیقت بیانی میں ہانی بن قبیصہ اور مثنیٰ بن حارثہ بھی شریک تھے۔ ان سب نے مل کر کہا کہ آج آپؐ سے پہلی ملاقات ہے۔ ہم اس پر غور وخوض کریں گے اور آئندہ اپنے پورے قبیلہ کے ساتھ مشورہ کر کے آپ کی دعوت کا جواب دیں گے۔ اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے انہیں ایرانیوں سے جنگ کے بارے میں بھی بتایا۔ جن میں انہیں فتح کی بھی بشارت دی۔

قبیلہ بنی عَبَس:

یہ قبیلہ ''جمرۃ الاولیٰ'' کے سامنے فروکش تھا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ اونٹنی پر سوار حضرت زیدؓ بن حارث کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور انہیں دعوتِ حق دی اس قبیلہ میں ان کا سردار ''میسرہ بن مسروق العبسی'' موجود تھا۔ اس نے اپنے قبیلہ والوں سے کہا ''اللہ کی قسم! یہ شخص جو کہہ رہا ہے۔ یہ سچ ہے ہمیں اس کی تصدیق کرنی چاہئے اور اپنے علاقہ میں لے جا کر پناہ دینی چاہئے۔ یہی عقلمندی ہے۔

لیکن قبیلہ والوں نے اس کی بات نہ مانی۔ حضور ﷺ واپس چلے آئے۔ اہلِ قبیلہ جب واپس جا رہے تھے تو مقام ''فدک'' کے یہودیوں سے گزر ہوا۔ اور یہودیوں کے عالموں سے اس نئے دین کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے اپنی کتب سے پڑھ کر سنایا۔

''خطۂ عرب سے تعلق رکھنے والے ایسے جلیل القدر نبی معبوث ہونگے جن کا لقب اُمی ہوگا۔ دراز گوش پر سواری کریں گے۔ کفائت شعاری ان کی شان ہوگی۔ درمیانہ قد ہوگا۔ بال گھنگھریالے ہونگے۔ آنکھوں میں سُرخی کا ڈورا اور چہرہ چمکدار ہوگا۔

اب معاملہ بالکل صاف ہو چکا تھا۔ مگر وہ اس انتظار میں تھے کہ دوسرے قبائل اگر ایمان لاتے ہیں تو ہم بھی اسلام لائیں گے۔ آخر کار ۱۰ ہجری حجۃ الوداع کے موقع پر وہ مسلمان ہو گئے۔ جن قبائل کو حضور سرورِ عالم ﷺ نے دعوتِ حق دی۔ ان میں مندرجہ ذیل ہیں۔

''بنی عامر، بنی غسان، بنی فزارہ، بنی مرہ، بنی حنیفہ، بنی سلیم، بنی قیس، بنی نصر بن ہوازن، بنی ثعلبہ بن عکابہ، بنی کندہ، بنی کلب، بنی حارث بن کعب، بنی عذریٰ اور بنی قیس بن حطیم''۔

تجارتی منڈیوں میں دعوتِ حق:

عرب کے قبائل نے باہمی مشاورت سے مختلف مقامات پر تجارتی منڈیاں قائم کر رکھی تھیں۔ تا کہ تمام

Marfat.com
Marfat.com

تجارِ عرب اپنی اپنی مصنوعات کی وہاں خرید و فروخت کر سکیں۔ ان مقرر کردہ مقامات پر جتنے روز لوگوں کا قیام رہتا ان کے جان و مال کی ضمانت ہوتی تھی۔ راستے محفوظ ہوتے تھے۔ کسی کے مال سے کوئی تعرض نہیں ہوتا تھا۔ صحراؤں میں بھی آباد قبائل کے مسلمہ قواعد و ضوابط مقرر تھے۔ جن کی ہر صورت پابندی کی جاتی تھی۔ ان میں ''عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ'' کی منڈیوں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان منڈیوں کی تاریخیں ایسی تھیں جو فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے آنے والے ہر شخص کیلئے آرام دہ تھیں۔ یہ منڈیاں قریش اور دیگر اہلِ عرب کی مشترکہ تھیں۔ اور ''عکاظ'' سب سے بڑی منڈی تھی۔

رحمتِ دو عالم ﷺ کو فرائض نبوت کا ہر وقت احساس تھا۔ جہاں بھی اہلِ عرب کے اجتماعات کی اطلاع ملتی۔ وہاں ہی آپ تشریف لے جاتے۔ اور فرماتے۔

''یٰاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْ''

اس کا ذکر معجم البلدان ج ۱۔ ص ۳۹۷ میں ابو طارقؓ سے مروی ہے)۔

اسی طرح امام بیہقیؒ سے بھی ایک روایت ملتی ہے۔

(''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ''ذوالمجاز'' کی منڈی میں یہ فرماتے ہوئے سنا اور دیکھا! ''اے لوگو! پڑھو لا الٰہ الا اللّٰہ'' دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ حضور کے پیچھے ایک شخص کھڑا تھا۔ جو ابو جہل یا ابولہب تھا۔ جو رحمتِ عالم ﷺ پر خاک پھینک رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے لوگو! یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے ہٹا رہا ہے۔ اس سے بچو!

اسی طرح عبدالرحمان العاسری کی روایت ملتی ہے کہ آپ ''عکاظ'' کی منڈی میں جایا کرتے تھے۔ عامر بن مسلمہ الحنفی جو رسالت مآب ﷺ کے آخری ایام میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ کہتا ہے۔

میں نے متواتر تین سال تک حضرت محمد ﷺ کو ''عکاظ'' کی منڈی اور ذوالمجاز کی منڈی میں دعوتِ حق دیتے ہوئے دیکھا۔ لیکن ہم نے نہ کبھی دعوت کو قبول کیا اور نہ ہی خوبصورت جواب دیا۔ پھر عامر کہتے ہیں کہ جب ہم واپس آئے تو ''ھودہ بن علی'' نے پوچھا کہ اس سفر کی کوئی عجیب بات بتاؤ۔ تو ہم نے نبی رحمت ﷺ کی دعوتِ حق کے بارے میں بتایا تو ھودہ نے ہم سے پوچھا کہ وہ قریش کے کس خاندان سے تھا؟

ہم نے کہا ''عبدالمطلب'' سے پھر اس نے پوچھا کہ کیا وہ محمد بن عبداللہ تو نہیں؟ تو ہم نے کہا ''بے شک وہی ہیں'' فوراً ھودہ نے کہا۔ ''بے شک وہی نبی آخر الزمان ہیں۔ عنقریب ان کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائیگا''۔

Marfat.com
Marfat.com

انشقاق قمر:

علامہ قرطبی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ اکٹھے ہو کر حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے۔اور کہنے لگے اگر آپؐ سچے نبی ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔تو آپؐ نے فرمایا۔

اِنْ فَعَلْتُ تُوْمِنُوْنَ؟

اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لاؤ گے۔

وہ بولے ضرور! اس پر محبوبِ خدا ﷺ نے اپنے خالق حقیقی سے دعا مانگی۔اور چاند کو انگشت شہادت کا اشارہ کیا۔چاند فوراً دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔اور مشرکین کا نام لے لے کر فرمایا۔

یافَلاَن، یا فَلاَن، اِشْهَدُوا

اے فلاں، اے فلاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور گواہ رہنا

لیکن انہوں نے کہا

هٰذَا مِنْ سَحْرِ ابْنِ كَبْشَةَ

اس نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا۔

کئی قافلے جو کہ سفر میں تھے۔جب وہ آئے تو اُن سے بھی پوچھا گیا۔تو انہوں نے بھی اعتراف کیا کہ ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔اس تصدیق کے باوجود ان کو ایمان لانے کی توفیق نہ ہوئی۔

علامہ سلمان ندوی نے اپنی کتاب ''خطبات مدارس'' میں لکھا ہے کہ سنسکرت کی پرانی کتاب میں تحریر ہے کہ ریاست مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رو پذیر ہوا۔کیونکہ اختیار خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔مگر دعائے نبی کبھی بھی رائیگاں نہیں جاتی۔صرف خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کی نبوت کی تصدیق کرنے کیلئے چاند کو دو ٹکڑے ہونے کا حکم دیا۔

یثرب(مدینہ شریف) سے اول مسلمان:

گیارھویں سن نبویؐ میں ایام حج کے دوران رسولِ اکرم ﷺ کو جب چند کارآمد معاونین میسر آئے۔تو تبلیغی سرگرمیوں میں بھی تیزی آگئی۔

اہل مکہ نے رسول اکرم ﷺ کو جھٹلانے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹانے پر پورا زور لگا دیا۔لیکن محبوب خدا ﷺ کے پائے استقلال میں ذرا بھر بھی فرق نہ آیا۔اور اب آپؐ نے ایام حج میں رات کے وقت اندھیرے

Marfat.com
Marfat.com

میں تبلیغ وارشاد کا فریضہ انجام دینا شروع کر دیا۔

ایک رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ''منی کی گھاٹی'' سے گزرے تو کچھ لوگوں کو باہم گفتگو کرتے سنا۔ تو رحمتِ دو عالم ﷺ سیدھے ان کے پاس چل پڑے۔ یہ لوگ یثرب (مدینہ) سے آئے تھے۔ جن کی تعداد چھ تھی۔

☆- حضرت اسعدؓ بن زرارہ (قبیلہ بنی نجار)

☆- حضرت عوفؓ بن حارث (بنی نجار)

☆- حضرت رافعؓ بن مالک (بنی زریق)

☆- حضرت قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ (بنی سلمہ)

☆- حضرت عقبہؓ بن عامر بن تابی (بنی حرام بن کعب)

☆- حضرت حارثؓ بن عبداللہ (بنی عبید بن غنم)

حضور سرور عالم ﷺ نے ان کے پاس پہنچ کر دریافت فرمایا۔

''آپ کون لوگ ہیں اور کہاں سے آئے ہیں''۔ انہوں نے کہا ہم بنی خزرج سے تعلق رکھتے ہیں اور یثرب سے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''تم یہود کے حلیف ہو؟'' انہوں نے کہا ''ہاں'' پھر فرمایا۔ ہم کیوں نہ بیٹھ کر کوئی بات چیت کر لیں۔ وہ لوگ بیٹھ گئے۔ تو رحمت حق ﷺ نے ان کو دعوتِ حق دی۔

خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد۔ قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا حوالہ دے کر یہود ہمیں دھمکیاں دیا کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے حلیف یہودیوں سے سُن رکھا تھا۔ کہ یہ زمانہ نبی آخر الزمان کا ہے۔ جو مکہ شریف میں مبعوث ہونگے اور یثرب ان کی ہجرت کا مقام ہے۔ یہودی ان کو دھمکیاں دیتے تھے کہ ہم اُن پر ایمان لائیں گے اور تمہیں ''عادِارم'' کی طرح قتل کر دیں گے۔

ان چھ سعادت مند روحوں نے یہودیوں سے سبقت لینے کیلئے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اور مسلمان ہو گئے۔ یہ لوگ یثرب کے عقلاء الرجال تھے۔ اس کے بعد وہ یثرب کی طرف لوٹ گئے۔ اب یہ اہلِ ایمان تھے۔ اُنکی کاوشوں سے وہاں کے ہر گھر میں رسولِ اکرم ﷺ کا چرچا ہونے لگا۔

بیعت عقبہ اُولیٰ:

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نبوت کے گیارہویں سال یثرب کے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا اور یثرب

Marfat.com
Marfat.com

جا کر نبی علیہ السلام کی باتیں کرتے رہے۔ اور رسولِ خدا ﷺ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ ہم اپنے قبائل میں جا کر رسالت کی تبلیغ بھی کریں گے۔ نتیجہ بڑا حوصلہ افزا تھا۔ بارہ نبوی کو بارہ آدمی یثرب سے حج کی سعادت حاصل کرنے آئے۔ ان میں پانچ وہی تھے اور سات افراد نئے تھے۔ جن کے نام درج ہیں۔

☆۔ حضرت معاذؓ بن الحارث (قبیلہ بنی النجار)

☆۔ زکوانؓ بن عبدالقیس (بنی زریق)

☆۔ عبادہؓ بن صامت (بنی غنم)

☆۔ یزیدؓ بن ثعلبہ (بنی غنم کا حلیف)

☆۔ عباسؓ بن عبادہ (بنی سالم)

☆۔ ابوالہیثمؓ بن التہان (بنی عبداللہ شہل)

☆۔ عویمؓ بن ساعدہ (بنی عمر بن عوف)

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے منیٰ میں عقبہ کے قریب بیعت کی اسی بیعت کا ذکر صحیح بخاری شریف میں کیا گیا ہے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت سے مروی ہے۔ ''بیعت پوری ہوگئی، حج ختم ہوگیا۔ خاتم النبیین ﷺ ان لوگوں کے ساتھ حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر اور مبلغ بنا کر بھیجا۔ اس پہلے دینی سفیر نے اہلِ یثرب میں جوش وخروش سے تبلیغ شروع کر دی۔ اہلِ یثرب نے انہیں ''مُقرِیٔ'' کا خطاب دیا۔ جس کا مطلب ''پڑھانے والا'' ہے۔ آپؓ نے حضرت اُسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔

برق نامی کنواں کا واقعہ :

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی جوش وخروش سے تبلیغ شروع کر دی بلکہ یوں ہوا کہ ایک روز حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مبلغ کو لے کر ''بنوعبدالاشہل'' اور بنی ظفر'' کے محلہ میں چلے گئے۔ اور بنی ظفر کے باغ میں ''برق'' نامی کنویں پر بیٹھ گئے۔ اور دینِ حقہ کی باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں وہاں بنی عبدالاشہل کے دونوں سردار'' حضرت سعد بن معاذ، رضی اللہ عنہ، اور حضرت اسید بن حضیرؓ وہاں پہنچے۔ حضرت اُسید اپنا حربہ اٹھائے ہوئے تھے ان دونوں کے پاس پہنچے اور کہا۔

(''تم دونوں ہمارے محلہ میں کیوں آئے ہو۔ کیا ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بناتے ہو اگر تم اپنی جان سے پیار کرتے ہو تو یہ محلہ چھوڑ دو''۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا'' آپ تھوڑی دیر بیٹھیں اور ہماری باتیں سنیں۔ اگر پسند آئیں تو قبول کرلیں ورنہ چھوڑ دیں۔)

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اُسید نے کہا بات منصفانہ کہہ رہے ہو۔ حربہ زمین میں گاڑا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے دین کی سچی باتیں بیان کیں۔ اور قرآن پاک کی تلاوت سنتے ہی حضرت اُسید کی دنیا ہی بدل گئی۔ اور کہا ''یہ تو بہت عمدہ اور خوب تر ہے۔ اس میں داخل ہونے کیلئے کیا کرنا پڑتا ہے؟'' انہوں نے کہا ''غسل کریں، کپڑے پاک کریں اور پھر حق کی شہادت دیں اور دو رکعت نماز پڑھیں۔

انہوں نے اُٹھ کر غسل کیا کپڑے تبدیل کیے، کلمہ شہادت ادا کیا اور مسلمان ہو گئے۔ حربہ اٹھا کر اپنے ساتھی حضرت سعدؓ بن عبادہ کے پاس چلے گئے۔ اور کہا ''میں نے ان کو منع کر دیا ہے''۔ حضرت سعد بن عبادہ غصہ سے بھر گئے۔ اور کہا کہ ''تم جھوٹ بول رہے ہو''۔ انہوں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور سیدھا ان دونوں کے پاس چلے گئے۔ دیکھا تو دونوں اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ سخت لہجہ میں بات کرتے ہوئے کہا ''اے خدا کے بندو! اگر میرے اور تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو آپ میرے محلہ میں کیسے آسکتے تھے؟ فوراً یہاں سے چلے جاؤ کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔

حضرت اسعدؓ نے پہلے ہی حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو کہہ دیا تھا کہ تمہارے پاس ایک ایسا سردار آرہا ہے۔ جس کے ساتھ اس کا سارا قبیلہ ہے۔ لہذا حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے پہلے والی بات کو دوہرایا۔ اور روحانیتِ اسلام کو پیش کیا۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اور واپس اپنے قبیلہ میں چلے آئے۔ قبیلہ کا اجتماع کیا اور فرمایا۔ ''اے بنی عبد الاشہل! تم لوگ اپنے اندر میرا کیا معاملہ رکھتے ہو؟'' سب نے کہا ''آپ ہمارے سردار ہیں۔ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور ہمارے سب سے بڑے پاسبان ہیں''۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا'' تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری بات چیت حرام ہے۔ جتنی دیر تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لاؤ''۔

ان کی اس بات کا اثر یہ ہوا کہ شام تک تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ صرف ایک شخص جس کا نام ''اُمیرم'' تھا مسلمان نہ ہوا۔ جو غزوہ احد میں مسلمان ہوا۔ اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اس نے ایک بھی سجدہ نہ کیا تھا اور خدا کے راستے میں شہید ہو گئے۔ اسی شخص کے بارے میں فرمانِ رسول خدا ﷺ ہے کہ عمل تھوڑا کیا اور اجر وثواب زیادہ لے گیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اپنا کام جاری رکھا۔ یہاں تک کہ انصار کے اکثر گھرانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں سے صرف امیہ بن زید اور خطمہ کے مکانات باقی رہ گئے تھے۔ مشہور شاعر ''قیس بن اسلت'' اسی قبیلہ سے تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

تیرہ (۱۳) نبوی کو ایام حج سے پہلے حضرت مصعبؓ (سفیر اسلام) بشارتیں لے کر مکہ شریف آئے اور حضور سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کو قبائلِ یثرب کے حالات و واقعات اور ان کی جنگی صلاحیتوں کے بارے میں بتایا۔ سُن کر حضورِ پُر نور ﷺ کے چہرۂ انور پر پہلے سے بڑھ کر نور کی ضیاء پاشیاں ہونے لگیں۔

بیعت عقبہ ثانی:

تیرہ (۱۳) نبوی کو ایام حج میں ستر (۷۰) سے زیادہ آدمی یثرب سے سعادتِ حج کیلئے مکہ شریف آئے۔ یہ اپنی قوم کے مشترک حجاج کرام تھے۔ وہ مکہ پہنچ کر ''منیٰ'' میں خیمہ زن ہوئے اور خفیہ طور پر رسول اکرم ﷺ سے رابطے کر لئے اور یہ طے ہوا کہ ''ایام تشریق'' کے درمیان یعنی ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ میں ''جمرہ اولیٰ'' کے قریب گھاٹی میں ملاقات ہوگی۔ یہ اجتماع رات کے وقت ہوگا۔ یہ اجتماع عام نہ تھا۔ بلکہ اسی اجتماع سے تاریخِ اسلام کا رُخ مڑنے والا تھا۔ اور بت پرستی حق پرستی میں بدلنے والی تھی۔

انصارِ مدینہ کے قائد ''حضرت کعبؓ بن مالک'' کا فرمان ہے۔

(''ہم لوگ حج کیلئے نکلے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ سے ایام تشریق کے درمیانی روز عقبہ میں ملاقات ہوئی۔ ہمارے ساتھ ہمارے سردار ''عبداللہ بن حرام'' بھی تھے۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہیں کہا'' اے ابو جابر! آپ ہمارے ایک معزز اور شریف سردار ہیں۔ ہم آپ کو قیامت کا ایندھن بننے سے روکنا چاہتے ہیں۔ انہیں اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی بتایا کہ آج رات کو عقبہ میں نبی آخر الزّمان حضرت محمد ﷺ سے ملاقات طے ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہمارے ساتھ عقبیٰ میں مقررہ وقت پر پہنچ گئے اور وہی ہمارے نقیب بھی مقرر ہوئے۔ اور حضور سرورِ کونین ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ آخر کار رحمت عالم ﷺ تشریف لے آئے ان کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ صرف حفاظت کے لئے ساتھ رہتے تھے۔ سب سے پہلے اُنہی نے ہمارے ساتھ گفتگو کی۔ حضرت عباسؓ نے کہا'' اے خزرج کے لوگو! ہمارے اندر جو قدر و قیمت محمد ﷺ کی موجود ہے۔ اس کا آپ سب کو معلوم ہے۔ لیکن ہماری قوم بھی اچھی طرح جانتی ہے۔ مگر ایمان نہیں لاتی بلکہ ظلم و ستم میں مبتلا ہو چکی ہے۔ اس کے بعد وفد کے نقیب حضرت عبداللہ بن حرام اور حضرت کعب بن مالک نے کہا ''ہم نے آپ کی باتیں سن لی ہیں'')۔ اے محمد ﷺ! اب آپ خود بات چیت کریں۔

اس کے بعد نبی برحق ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا اور بیعتِ عقبیٰ ثانی ہوئی۔

اس موقع پر چند شرائط بھی طے ہوئیں جو کہ درج کی جا رہی ہیں

Marfat.com
Marfat.com

(☆ چستی اور سستی ہر حال میں آپ میری بات سنو گے اور مانو گے۔
☆ تنگی اور خوشحالی میں مال خرچ کرو گے
☆ بھلائی کا حکم دو گے اور بُرائی سے روکو گے۔
☆ اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی بھی ملامت گر کی کوئی بات نہ مانیں گے۔

☆ جب میں تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ تو میری مدد کرو گے۔ اور جس چیز سے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہو۔ اسی سے میری بھی حفاظت کرو گے۔ اسی میں تمہارے لئے جنت ہے۔)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں'' کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ('' جس چیز سے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہو اسی سے میری بھی حفاظت کرو''۔)

اس پر حضرت '' براء بن معرور رضی اللہ عنہ۔ نے حضور سرور کائنات ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے کہا'' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ ہم یقیناً اس چیز سے آپ کی حفاظت کریں گے۔ اے خدا کے سچے رسول ﷺ! ہم سے بیعت لیں۔ ہم جنگ کے بیٹے ہیں۔ ہتھیار ہمارے کھلونے ہیں۔ ہماری یہی ریت باپ دادا سے چلی آ رہی ہے''۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی حضرت براء رضی اللہ عنہ بات کر ہی رہے تھے۔ کہ حضرت ابوالہیثم بن تیہان'' نے بات کاٹی اور کہا '' اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے کچھ لوگوں یعنی یہود سے عہد و پیمان ہیں۔ آج سے وہ باطل کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم ایسا کر ڈالیں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ حکم دے اور ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس آ جائیں۔

یہ سُن کر حضور سرورِ عالم ﷺ مسکرائے۔ اور فرمایا۔ نہیں! بلکہ آپ لوگوں کا خون میرا خون ہوگا۔ آپ لوگوں کی بربادی میری بربادی ہوگی۔ میں آپ سے ہوں اور آپ مجھ سے ہیں۔ جس سے آپ جنگ کریں گے میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جس سے آپ صلح کریں گے میری ان سے صلح ہوگی۔

اس پر سب لوگوں نے بیک آواز کہا۔

('' ہم مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کا خطرہ مول لے کر اس کو قبول کرتے ہیں۔ ہاں اے اللہ کے سچے رسول! ہم نے یہ عہد پورا کیا تو اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟'')

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا '' جنت'' لوگوں نے کہا۔ '' آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے ہم بیعت کرتے ہیں''۔

Marfat.com
Marfat.com

اس بیعت میں پچھتر (۷۵) اشخاص تھے۔ جن میں دو خواتین بھی تھیں جن کے نام حضرت اُم عمارہؓ نسیبہ بنت کعبؓ اور اُم منیع اسماء بنت عمروؓ۔

اس کے بعد حضرت رسولِ خدا ﷺ نے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(الف): بنوخزرج سے:۔

☆۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ۔
☆۔ حضرت سعد بن ربیع بن عمرو رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ

(ب): بنواوس سے:۔

☆۔ حضرت اسید بن حضیر بن مالک رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت سعد بن خشیمہ بن حارث رضی اللہ عنہ
☆۔ حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زہیر رضی اللہ عنہ)

جب تمام نقباء کا انتخاب ہو چکا تو اُن سے سردار اور ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے رسولِ خدا ﷺ نے ایک اور عہد لیا۔ فرمایا ''آپ لوگ اپنی قوم کے مجلہ معاملات کے کفیل ہیں اور میں اپنی قوم یعنی مسلمانوں کا کفیل ہوں''۔

ان سب نے یک زبان ہو کر کہا ''ہاں''

(سیرت ابنِ ہشام جلد اول صفحہ ۴۲۳ تا ۴۲۶)

معاھدہ کا انکشاف:

بات مکمل ہوئی عہد و پیمان مکمل ہو گیا۔ لوگ اپنے اپنے ڈیروں پر جانے والے تھے کہ ایک ''شیطان''

Marfat.com
Marfat.com

کو اس کا علم ہو گیا۔ حالانکہ معاہدہ بالکل خفیہ تھا اور رات کا وقت تھا۔ اس شیطان صفت انسان نے جھٹ ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے پکارا۔

(''خیمے والو! دیکھو محمد ﷺ کو دیکھو اس وقت بد دین اس کے ساتھ ہیں۔ اور تم سے لڑنے کیلئے جمع ہیں''۔)

خاتم النبین ﷺ نے فرمایا'' (یہ اس گھاٹی کا شیطان ہے۔ اور اللہ کے دشمن! سن اب تیرے لئے جلد فارغ ہو رہا ہوں''۔

اس کے بعد حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا'' آپ لوگ اپنے اپنے ڈیروں پر چلے جائیں'')۔ (زاد المعاد جلد دوم صفحہ ۵۱)

اس شیطان کی آواز سُن کر حضرت عباسؓ بن عبادہ نے فرمایا۔

''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ آپؐ چاہیں تو ہم کل اہلِ منیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا'' (ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ آپ اپنے ڈیروں پر چلے جائیں''۔)

اس پر تمام لوگ اپنے ڈیروں پر جا کر سو گئے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

قریش کا احتجاج:

جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ کیونکہ ایسی بیعت کے نتائج سے وہ آگاہ تھے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی ایک وفد اہلِ یثرب کے پاس آیا اور سخت احتجاج کیا۔ اور یوں گویا ہوئے۔ ''خزرج کے لوگو! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے ہمارے اس صاحب کو ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانے کا منصوبہ بنا رہے ہو۔ اور ہمارے ساتھ جنگ کرنے کی اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہو۔ حالانکہ کوئی قبیلہ بھی ایسا نہیں جو ہمارے ساتھ جنگ کو تیار ہو''۔

حقیقت یہ تھی کہ جن اہلِ یثرب کے پاس وہ آئے تھے۔ اُن میں عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ جو اس معاہدہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ یہ معاہدہ رات کے وقت ہوا تھا۔ اور نہایت رازداری سے ہوا تھا۔ لہذا ان اہلِ یثرب نے قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا تھا۔ کہ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اور عبداللہ بن ابی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ میری قوم کوئی معاہدہ میری اجازت کے بغیر کرتی ہو''۔ اہلِ معاہدہ جو اُن میں تھے وہ خاموش رہے۔ انہوں نے ہاں یا نہیں میں بھی جواب نہ دیا۔ یوں روساءِ قریش نامراد چلے گئے۔

Marfat.com
Marfat.com

اھلِ بیعت حضرات کا تعاقب:

اس وقت تو قریش چلے گئے ۔ مگر اس کی تصدیق کیلئے کرید جاری رکھی ۔ بالآخر اُن کو یقین ہو گیا۔ خبر درست ہے۔ بیعت ہو چکی ہے۔ لیکن وقت گزر چکا تھا۔ ادائیگی حج کے بعد حجاج اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو چکے تھے ۔ پھر بھی انہوں نے تیز رفتار گھڑ سواروں سے اُن کا پیچھا کروایا۔ انہوں نے "حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت منذرؓ بن عمروؓ" کو دیکھ لیا اور انہیں گھیر لیا۔ حضرت منذرؓ بن عمرو تیز رفتار تھے ۔ وہ نکل گئے ۔ مگر حضرت سعدؓ بن عبادہ کو پکڑ کر مکہ لے آئے ۔ اُن کے ہاتھ گردن کے پیچھے باندھ دیئے گئے ۔ مارتے پیٹتے بال نوچتے مکہ لے آئے ۔ لیکن "مطعمؓ بن عدی اور حارث بن حرب نے آ کر انہیں چھڑایا۔

ادھر انصار (اہل یثرب) اپنے بھائی کو چھڑانے کے لئے حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے ۔ اتنے میں وہ واپس آتے ہوئے دکھائی دیئے اور سب لوگ بخیریت یثرب کی طرف چل پڑے ۔

یہ ہے "بیعت عقبہ ثانی" جو ایسی فضا میں ہوئی ۔ جس پر محبت و وفاداری، تعاون و تناصر، باہمی اعتماد اور جان نثاری اور شجاعت کے جذبات چھائے ہوئے تھے ۔ اور اہلِ یثرب میں اہل ایمان کے دِل اتنے کمزور مکی بھائیوں کی شفقت و پیار سے لبریز تھے ۔ ان میں بھائیوں کی حمایت کا جوش تھا۔ اور ظالم اہلِ مکہ کے خلاف غم وغصہ بھرا ہوا تھا۔ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کو اپنا حقیقی بھائی سمجھ رہے تھے ۔

یہ جذبات و احساسات محض کسی عارضی کشش کا نتیجہ نہ تھے ۔ جو زمانہ کی چیرہ دستیوں سے منہدم ہو جاتے ۔ بلکہ ان کی بنیاد ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ﷺ تھا۔ ایمان بھی ایسا پختہ جو کسی ظلم و استبداد کے آگے سرنگوں نہ ہوتا ہو۔ یہ ایسا ایمان بالیقین ہے جب اس کی بادِ بہاری چلتی ہے تو عقیدہ و عمل میں عجائباتِ زمانہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ایسی ایمانی قوت سے مسلمانوں نے صفحاتِ زمانہ پر ایسے نقش چھوڑے ہیں جو آثار و اثرات کے لحاظ سے ماضی و حال و مستقبل خالی نظر آتے ہیں۔

ھجرت مدینه کی تیاری:

جب مسلمان کفر و الحاد کے لق و دق صحرا میں اپنے ہمدرد اور حمائیتوں کی جماعت کا وطن پا چکے ۔ اور آغازِ اسلام سے اب تک حاصل ہونے والی کامیابیوں میں سب سے بڑی کامیابی حاصل کر چکے تو رسولِ خدا ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی ۔ تا کہ وہ اپنے نئے وطن کی طرف ہجرت کر جائیں اور قریش کے ظلم و ستم سے نجات پا سکیں۔ ادھر مشرکین مکہ نے رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ہجرت کے چند نمونے اور کفار کی چیرادستیاں: ہجرت کرنے والوں کے چند واقعات درج کر رہا ہوں۔ تا کہ معلوم ہو سکے کہ کفار کو مسلمانوں اور اہلِ یثرب کے درمیان امن معاہدہ کا کتنا دکھ تھا۔

۱) سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی اور بچہ کو لے کر مدینہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ وقتِ روانگی ان کے سسرالیوں نے اپنی بیٹی اور ان کی بیوی کو زبردستی روک لیا۔ اور حضرت ابوسلمہؓ کے گھر والوں نے تاؤ کھایا۔ اور اپنے پوتے اور ان کے بیٹے کو چھیننے لگے۔ اسی کھینچا تانی میں بچے کا بازو بھی اکھڑ گیا۔ اور آخر کار وہ ظالم بچے کو بھی گھر لے آئے اور اُن کی اہلیہ کو ان کے گھر والے واپس لے آئے۔ اس پر حضرت ابوسلمہؓ اکیلے ہی مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ ادھر حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہما کا یہ حال تھا۔ کہ اپنے شوہر کی روانگی اور بچے سے محرومی کیلئے تڑپتی رہتی تھیں۔ وہ صبح شام مقام ''بطح'' جہاں یہ واقعہ ہوا تھا۔ چلی جاتیں اور شام تک روتی رہتی تھیں۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ آخر کار ان ظالموں کو ترس آیا۔ بچہ واپس کیا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ اور وہ حضرت عثمان بن طلحہؓ کے ہمراہ مدینہ چلی گئیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۴۶۸ تا ۴۷۰)

۲) حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو کفارِ قریش نے گھیر لیا۔ اور کہا جب تم یہاں آئے تھے۔ فقیر و حقیر تھے۔ اب تم مالدار ہو۔ یہ دولت تم نے یہاں ہی رہ کر اکٹھی کی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ حضرت صہیبؓ نے فرمایا۔ ''اگر یہ سارا مال میں یہیں چھوڑ دوں تو تم راضی ہو؟'' انہوں نے کہا ''ہاں'' حضرت صہیبؓ نے تمام مال و دولت چھوڑ دیا اور مدینہ شریف ہجرت کر گئے۔

جب رسولِ اکرم ﷺ نے سُنا تو فرمایا۔ صہیبؓ نے نفع کمایا۔ صہیبؓ نے نفع کمایا۔ (سیرت ابن ہشام)

۳) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عباس بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ نے آپس میں مل کر پروگرام بنایا کہ صبح فلاں جگہ پر اکٹھے ہونگے۔ اور پروگرام کے مطابق ہجرت کر جائیں گے۔ لیکن وقت مقررہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا گیا۔

یہ دونوں ہجرت کر گئے اور مدینہ پہنچ کر قباء میں قیام پذیر تھے کہ چند دِنوں کے بعد ان کے پاس ابوجہل اور اس کا بھائی حارث پہنچے اور کہا کہ اے عباسؓ! تمہاری ماں نے نذر مانی ہے، کہ جب تک تمہیں نہ دیکھ لونگی۔ اپنے سر میں کنگھی نہیں کروں گی۔ دھوپ چھوڑ کر سائے میں نہ آؤنگی۔ یہ سُن کر حضرت عباسؓ کو اپنی ماں پر ترس آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کے باوجود اُن فتنہ پردازوں کے ساتھ چل دیئے۔ انہوں نے راستہ

Marfat.com
Marfat.com

میں حضرت عباسؓ کو رسی سے باندھا اور اونٹ پر بٹھا کر اسی حالت میں مکہ لے آئے۔ اور کہا "اے لوگو! اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسی ہی سلوک کرو جس طرح ہم نے اپنے بے وقوف سے کیا ہے"

ان سب مظالم کے باوجود اہلِ ایمان یکے بعد دیگر ہجرت کرتے رہے۔ چنانچہ بیعت عقبہ ثانی کے دو ہی ماہ بعد حضرت رسولِ اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کچھ ایسے مسلمان باقی رہ گئے جنہیں مشرکین نے زبردستی روک رکھا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، کو رحمتِ دو عالم ﷺ نے خود روک رکھا تھا۔ اور خود رسولِ اکرم ﷺ بھی ساز و سامان تیار کر کے حکمِ خداوندی کے انتظار میں تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی رختِ سفر بندھا پڑا تھا۔

قریش کی پارلیمنٹ:

جب مشرکین نے دیکھا کہ مسلمان تو باوجود رکاوٹوں کے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے ہیں اور "اوس" وخزرج کے ہاں قیام پذیر ہو رہے ہیں۔ انہیں رنج وقلق ہوا۔ یہ ان کی بت پرستانہ اور اقتصادی اجتماعیت کی شکست تھی۔ انہیں اس کا بھی علم تھا کہ یہ یثرب میں اسلامی ریاست کا قیام اور اس کی مضبوطی کتنی خطرناک تھی۔ انہوں نے مشترکہ طور پر اس مسئلہ کا کامیاب حل تلاش کرنا شروع کیا۔ آخر کار ان کی نظر میں اس خطرے کی اصل بنیاد پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ ہی قرار پائے۔

مشرکین مکہ نے "بیعتِ عقبہ ثانی" کے تقریباً اڑھائی ماہ بعد ۲۶ صفر ۱۴ نبوی بروز جمعرات مکہ کی پارلیمنٹ "دارالندوہ" میں تاریخ کا سب سے خطرناک اجتماع کیا۔ اس میں قریش کے تمام قبائل کے نمائندے موجود تھے۔ اس اجتماع کا مقصد صرف ایک ہی تھا۔ کہ پیغمبرِ ﷺ کا قصہ تمام کیا جائے۔

شرکاء پارلیمنٹ:

☆- ابوجہل بن ہشام (بنی مخزوم)
☆- جبیر بن مطعم (بنی نوفل بن عبد مناف)
☆- نضر بن حارث (بنی عبدالدار)
☆- شیبہ بن ربیعہ "
☆- عتبہ بن ربیعہ "
☆- ابوسفیان بن حرب (بنی عبدشمس بن مناف)

Marfat.com
Marfat.com

☆- ابوالبختری بن ہشام "

☆- زمعہ بن اسود "

☆- حکیم بن حزام "

☆- منبہ بن حجاج "

☆- منبہ بن حجاج (بنی سہم)

☆- امیہ بن خلف (بنی جمح)

:ب تمام نمائندگان جمع ہو گئے تو ابلیس بھی ایک شیخ جلیل کی صورت میں عبا اوڑھے دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ اور اپنے پ کو اہلِ نجد کا ایک شیخ ظاہر کر کے شامل ہو گیا۔

ریش کی ظالمانہ قرارداد:

جب جتماع مکمل ہو گیا تو تجاویز پیش کرنے کا مرحلہ آیا۔ اس پر سب سے پہلے "ابوالاسود" بولے۔ "ہم اس شخص کو اپنے درمیان سے نکال دیں۔ اپنے شہر سے جلاوطن کر دیں۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھیں پھر ہمارے درمیان پہلے جیسی یگانگت پیدا ہو جائے گی"۔

شیخ نجدی (ابلیس) بولا۔ "خدا کی قسم یہ تجویز بہتر نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ اس شخص کی ہر بات کتنی عمدہ اور بول کتنے میٹھے ہیں۔ اس کے ذریعے لوگوں کے دل جیت لیتا ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ ضرور عرب کے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر تم پر دھاوا بول دے گا۔ کوئی اور تجویز کرو۔

اسی قبیلہ کے ایک اور سردار "ابوالبختری" نے تجویز دی اور کہا۔

"اُسے لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر کے باہر سے دروازہ بند کر دو پھر اس کے انجام (موت) انتظا رکرو۔ یہی کام ہم دوسرے شاعروں زُہیر اور نابغہ سے کر چکے ہیں۔

اس تجویز کو بھی شیخ نجدی (ابلیس) نے رد کر دیا۔ اس کے بعد قریش کے سرکردہ سردار "ابوجہل" نے تجویز دی۔

"ہر قبیلہ سے ایک مضبوط، صاحب نسب اور بانکا جوان منتخب کیا جائے۔ ہر ایک کو تیز تلوار دی جائے۔ اور اس شخص کی طرف رُخ کریں اور یکبارگی تلوار مار کر (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے۔ یوں ہمیں اس شخص سے راحت ملے گی۔ اور اس کا خون ہمارے سارے قبائل میں بکھر جائے گا۔ اور بنو عبد مناف تمام قبائل سے بدلہ نہ لے سکیں گے۔ اور ہم دیت ادا کر کے بری ہو جائیں گے"۔

Marfat.com
Marfat.com

یہ تجویز تمام نے پاس کر لی۔اس پر شیخ نجدی (ابلیس) نے ابوجہل کو شاباش دی۔(سیرت ابن ہشام ج ا۔ص ۴۸۰)

سرورِ کونین ﷺ کو ھجرت کا حکم:

جمعرات کے دن قریش کی پارلیمنٹ ختم ہوئی۔قبل از دوپہر قرارداد منظور کی گئی۔تو فوراً خالق کائنات نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے رسول اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع دے دی اور ساتھ ہی ہجرت کا حکم دیدیا۔ اور حکم ہوا کہ آج رات اپنے بستر پر نہ سوئیں۔

ارشادِ ربانی ہوا۔

وَاِذَا یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہo واللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَo

ترجمہ: اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں۔اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے۔اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

اس اطلاع کے بعد رحمتِ عالم ﷺ عین دوپہر کے وقت سر مبارک کو ڈھانپے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔دستک دے کر اجازت مانگی۔اجازت ملنے پر اندر تشریف لائے اور اپنے پیارے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

(''تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر ہٹا دو'')۔اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی (''بس آپؐ کے اہلِ خانہ ہی موجود ہیں، سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔تیار رہنا آج رات ہی ہجرت ہوگی)۔حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ سُن کر باغ باغ ہو گئے۔کہ اُن کو ساتھ چلنے کا حکم ہو رہا ہے۔ ہجرت کا پروگرام طے ہوا۔اور رسولِ اکرم ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ:

دارالندوہ کے فیصلے کے بعد کفارِ مکہ نے گیارہ سرکردہ لوگ منتخب کیے جن کے نام یہ ہیں۔

ابوجہل بن ہشام۔حکم بن عاص۔عقبہ بن ابی معیط۔نضر بن حارث۔امیہ بن خلف۔زمعہ بن الاسود۔طعیمہ بن عدی۔ابولہب۔ابی بن خلف۔نبیہ بن الحجاج اور منبہ بن الحجاج۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یہ لوگ شام ہوتے ہی گھات لگا کر بیٹھ گئے۔نبی رحمت ﷺ کا گھر تھوڑے ہی

Marfat.com
Marfat.com

محاصرہ پر تھا۔ ادھر نظریں گڑی ہوئی تھیں۔ سازش کو پورا کرنے کا مقررہ وقت آدھی رات کے بعد کا تھا۔ لہذا یہ لوگ جاگ کر رات گزار رہے تھے۔ اور مقررہ وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ قریش اور مجرمین اپنے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے پوری طرح تیار بیٹھے تھے۔ اس نازک ترین لمحے میں رسولِ حق ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔

"تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ! اور میری سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سو رہو۔ تمہیں ان کے ہاتھوں سے نقصان نہ پہنچے گا۔ اور صبح یہ تمام امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر کے ہجرت کر آنا"۔

اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ مجرمینِ مکہ جو گھات لگائے بیٹھے تھے ان کے سروں پر سنگریزوں ملی مٹی ڈالی اور خداوندِ قدوس نے اُن کی نگاہوں کو اُچک لیا۔ وہ رسولِ ربِ کریم ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ اس وقت رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک پر قرآن پاک کے یہ الفاظ تھے۔

"وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ٥"

ترجمہ: ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی۔ اور اُن کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کر دی۔ پس ہم نے انہیں ڈھانپ دیا۔ اور وہ دیکھ نہیں رہے تھے۔

کوئی مشرک ایسا نہ تھا۔ جس کے سر پر حضور سرورِ عالم ﷺ کی پھینکی ہوئی خاک نہ پڑی ہو۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور پھر رات کے اندھیرے میں مکان کی کھڑکی سے نکل کر دونوں یمن کے رُخ مکہ شریف سے نکل گئے۔

ادھر مشرکین مکہ ابھی تک آپ جناب سرورِ عالم ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے۔ کہ ایک شخص نے پوچھا "تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟" انہوں نے کہا "محمد ﷺ بن عبداللہ کا" اس نے کہا "تم لوگ ناکام و نامراد ہو گئے ہو۔ محمد ﷺ تمہارے درمیان سے تمہارے سروں پر مٹی ڈال کر کب کے گزر چکے ہیں"۔

یہ سن کر انہوں نے اپنے سروں سے مٹی جھاڑی اور حیران ہوئے۔ لیکن جب انہوں نے دروازے کی درز سے اندر جھانکا تو سبز چادر اوڑھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا "تم جھوٹ بولتے ہو وہ تو اندر سوئے ہوئے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ پھر ڈٹ گئے۔ اور صبح تک انتظار کرتے رہے۔ لیکن صبح کے وقت جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اُٹھے تو ان کے طوطے اُڑ گئے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا۔ اور پوچھا "تمہارے ساتھی کدھر ہیں"۔ فرمایا۔ "مجھے کیا معلوم"۔ (یہ واقعہ ۲۷ صفر سن ۱۴ نبوی کا ہے)

Marfat.com
Marfat.com

قیامِ غارِ ثور:

رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ قریش پورے زور و شور سے ہمارا تعاقب کریں گے۔ لہٰذا پہلے وہ مدینہ پاک کے روانی راستہ پر چلے۔ جو کہ مکہ شریف کے شمال کی طرف ہے۔ پھر اچانک جان نثار ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کے بالکل برعکس جنوب کا راستہ اختیار کیا۔ دونوں۔ ساتھی طلوع آفتاب تک پانچ میل کا سفر طے کر چکے تھے۔ اور ''جبل ثور'' تک پہنچ گئے۔ یہ پہاڑ نہایت پُر پیچ اور بلند ہے۔ جس پر چڑھنا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہاں پتھر جو کہ نوکیلے ہیں بکثرت ہیں۔ آج بھی اس کی چڑھائی پر تقریباً 4-3 گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ جس سے رحمت دو جہاں ﷺ کے پاؤں مبارک بھی زخمی ہو گئے۔ قدموں کے نشان چھپانے کیلئے سرورِ انبیاء ﷺ پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ باوفا ساتھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ علیہ نے جب یہ حالت دیکھی تو رحمۃ اللعالمین ﷺ کو کندھوں پر اٹھالیا۔ نورِ محمدی کے زور سے دوڑتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار کے قریب پہنچ گئے۔ اسی غار کو ''غارِ ثور'' کہا جاتا ہے۔

حضرت صدیق باوفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

(''آپؐ باہر ٹھہریں میں خود پہلے غار میں داخل ہوتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی چیز یا موذی جانور ہو تو پہلے اس سے سابقہ میرا ہو''۔)

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، غار میں داخل ہوئے۔ اس کو صاف کیا اور ایک جانب چند سوراخ تھے۔ اپنی دستار پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ دو سوراخ باقی بچ گئے۔ ان پر اپنے دونوں پاؤں رکھ دیے۔ پھر محبوبِ خدا ﷺ کو اندر تشریف لانے کی دعوت دی۔ اندر تشریف لاتے ہی سرورِ کونین ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ کی آغوش میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ اِدھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاؤں پر کسی موذی سانپ نے ڈس لیا۔ مگر بے ادبی کے خوف سے نہ ہلے۔ لیکن تکلیف اس قدر تھی کہ آنسو نکل آئے۔ اور رسولِ اکرم ﷺ کے رخسار مبارک پر آنسو پڑے۔ تو آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اور فرمایا ''ابو بکرؓ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کی ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! مجھے کسی موذی چیز نے ڈس لیا ہے''۔

(حضور رحمتِ حق ﷺ نے ایڑھی پر لعاب دہن مبارک لگایا تو فوراً تکلیف دور ہو گئی۔)

اس غار میں دونوں ساتھیوں نے تین دن (جمعہ، ہفتہ اور اتوار) گزارے اس دوران حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ بھی رات کو آ جاتے تھے۔ وہ معاملہ فہم نوجوان تھے۔ سحر کی تاریکی میں واپس چلے جایا کرتے تھے۔ اور صبح تک مکہ میں واپس چلے جاتے۔ اگر قریش کی کوئی نئی سازش یا منصوبہ ہوتا تو غار میں جا کر خبر کر دیتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

ہجرت سے چند اہم نتائج برآمد ہوئے: مسلمان ایک جگہ اکٹھے ہوئے جس سے ان کے لیے اپنا دفاع ممکن ہو گیا۔ دین کی علانیہ دعوت کا موقع میسر آ گیا۔ اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ شام کو آنے جانے والے قریش کے تجارتی قافلے مسلمانوں کی زد میں آ گئے اور انکی تجارت غیر محفوظ ہو گئی۔

ثور پہاڑ اور غار ثور

Marfat.com
Marfat.com

ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامرؓ بن فہیرہ بکریاں چراتے چراتے شام کو غار کے قریب لے جاتے۔ اس طرح دونوں پاک ہستیاں خوب سیر ہو کر دودھ بھی پی لیا کرتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱۔ ص ۴۸۶، صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۵۳)

قریش کا غصہ اور تعاقب:

جب کفار مکہ کو یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) تو اپنے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ باحفاظت ہمارے حصار سے نکل گئے ہیں تو سیخ پا ہو گئے۔ سب سے پہلے اپنا غصہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نکالا۔ انہیں گھسیٹا اور حرم پاک میں لے آئے۔ کچھ دیر تک حراست میں رکھا۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ ان سے کچھ حاصل نہیں ہے تو انہیں چھوڑ دیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جا دستک دی۔ گھر سے آپؓ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باہر آئیں تو اُن سے پوچھا "تمہارے باپ کہاں ہیں؟" انہوں نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں" اس جواب سے غصہ میں آ کر ابوجہل لعین نے ان کے رُخسار پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ جس سے ان کی ایک بالی بھی گر گئی۔ (سیرت ابنِ ہشام ج ۱۔ ص ۴۸۷)

اس کے بعد سردارانِ قریش نے ایک ہنگامی اجلاس منعقد کیا۔ اور یہ طے پایا کہ ان دونوں کو ہر حال میں پکڑا جائے۔ مکہ سے نکلنے والے ہر راستہ پر سخت پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اور ساتھ ہی اعلان کر دیا گیا کہ "جو کوئی حضرت محمد ﷺ یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اس کو ہر ایک کے بدلے میں سو سُرخ اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

یہ اعلان سُن کر سوار، پیدل اور ماہر کھوجی تلاش میں لگ گئے۔

متلاشی پارٹیاں غارِ ثور کے دھانے تک پہنچ گئیں۔ مگر ناکام و نامراد رہیں۔ کیونکہ "غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا۔ جنگلی کبوتر کا گھونسلہ تھا۔ جس میں اس نے انڈے دے رکھے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ عرصہ دراز سے کوئی انسان نہیں آیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ میں نے غار کے منہ پر تلاش کرنے والوں کے پاؤں تک دیکھے۔ اور کچھ پریشان بھی ہوا۔ ان کی پریشانی کو دیکھ کر شافعِ روزِ جزا حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے ابوبکرؓ! غم نہ کرو۔ خدا ہمیں محفوظ رکھے گا۔"

یعنی یوں فرمایا۔

مَا ظَنُّکَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا ۝

ترجمہ: اے ابوبکرؓ! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جن کا تیسرا خود خدا ہو"۔

Marfat.com
Marfat.com

یہ بھی رحمت دو عالم ﷺ کا معجزہ تھا۔ کہ دشمن سر پر تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اُن کے رُخ موڑ دیئے۔

غارِ ثور سے روانگی:

حکمِ خداوندی سے جب غارِ ثور میں تین دن قیام مکمل ہو گیا۔ ادھر قریش کی تگ و دو ماند پڑ گئی۔ تو رسولِ خدا ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھی کے ساتھ مدینہ کی طرف روانگی کا قصد کیا۔ ''عبداللہ بن ارقیط'' جو ابھی تک قریش کے دین پر قائم تھا۔ معاوضہ دے کر مدینہ شریف پہنچانے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ یہ بھی طے تھا کہ وہ تین دن کے بعد سواریاں لے آیا۔ جو اس کے سپرد کر دی گئیں تھیں۔ چنانچہ طے شدہ روز سوموار (دوشنبہ) کو جب چاند کی چاندنی ظاہر ہوئی تو وہ دونوں سواریاں لے آیا۔ یہ دو ''اونٹنیاں'' تھیں۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی مقصد کے لئے خرید رکھی تھیں۔ ایک افضل اونٹنی رسالت مآب ﷺ کو پیش کر دی گئی اور حضور سرورِ کونین ﷺ نے اس اونٹنی کی قیمت ادا فرما دی۔

پروگرام کے مطابق حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ زادِ راہ لے کر آئیں۔ لیکن اس کو کجاوے سے لٹکانے کیلئے بندھن نہیں تھا۔ اس پر ''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا'' نے اپنا کمر بند کھولا اور اس کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے استعمال میں لائیں اور دوسرے حصہ سے توشہ باندھ دیا۔ اسی وجہ سے انہیں ''ذات النطاقین'' یعنی دو کمر بندوں والی کہا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۵۳)

عبداللہ بن ارلقیط نے غار سے نکلتے ہی ان نورانی مسافروں کو یمن کے رُخ موڑ لیا۔ اور جنوب کی طرف دور تک لے گیا۔ پھر ساحل سمندر کا رُخ کیا یہ راستہ، بحرِ احمر کے ساتھ تھا۔ جہاں کوئی مسافر نہ چلتا تھا۔ راہنما بہت ماہر تھا۔ اس نے زیرین ''عسفان'' سے لے کر ''وادیِ رابغ'' کا چکر لگایا تھا۔

راستہ کے واقعات:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان صحیح بخاری شریف میں درج ہے۔

''ہم لوگ غار سے نکل کر رات بھر اور دن دو پہر تک چلتے رہے۔ جب دو پہر ہوئی تو ایک لمبی چٹان نظر آئی جس کے سایہ میں دھوپ نہیں تھی۔ ہم وہاں اُتر گئے۔ میں نے چٹان کے سایہ میں ایک جگہ رسولِ خدا ﷺ کیلئے صاف کی اور عرض کی کہ آپ تھوڑی دیر سو جائیں۔ اور خود نگرانی کرتا رہا۔ اچانک ایک چرواہا نظر آیا۔ جو اپنی بکریاں لئے اس چٹان کی طرف آ رہا تھا۔ اجازت لے کر اس کی بکریوں کا دودھ دوہا اور حضور سرورِ عالم ﷺ کو پیش کیا''۔

Marfat.com
Marfat.com

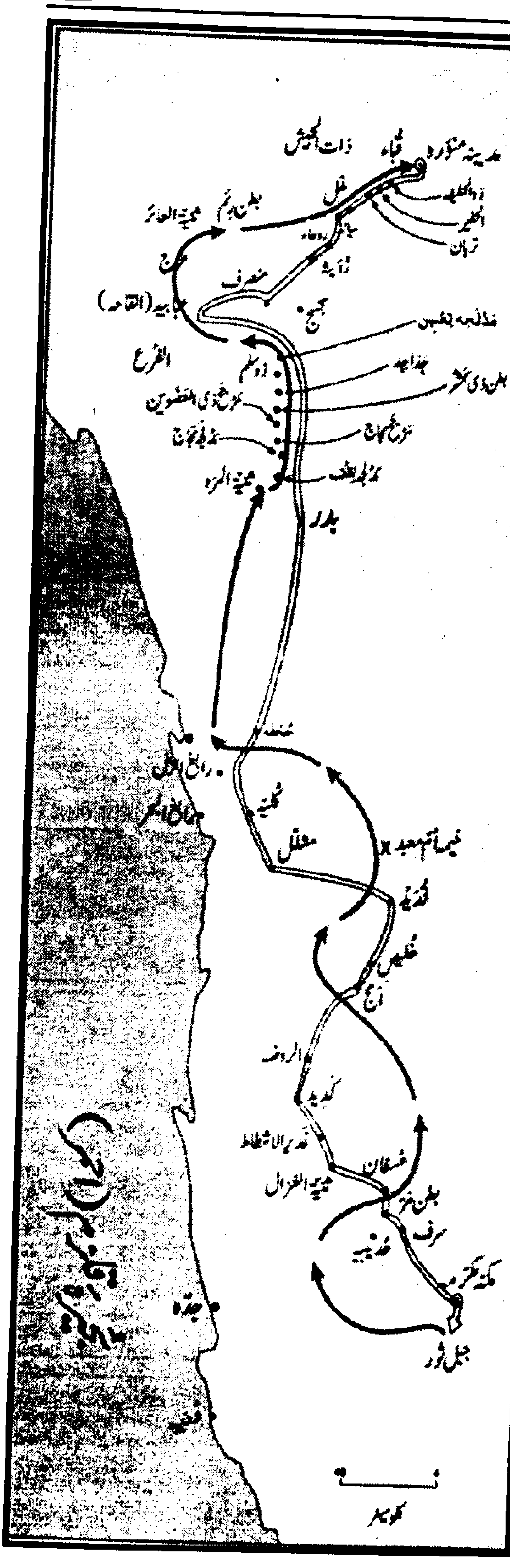

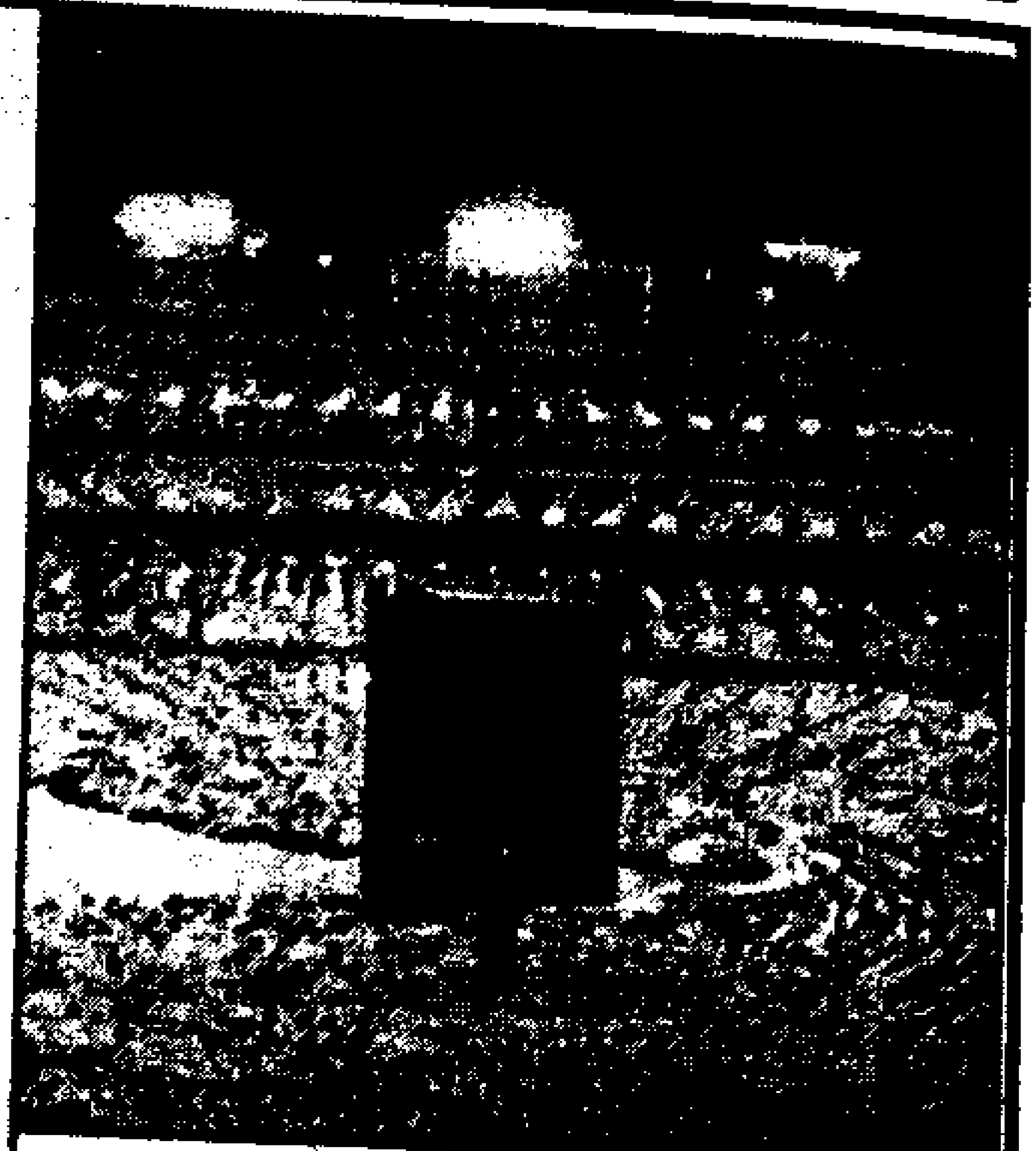

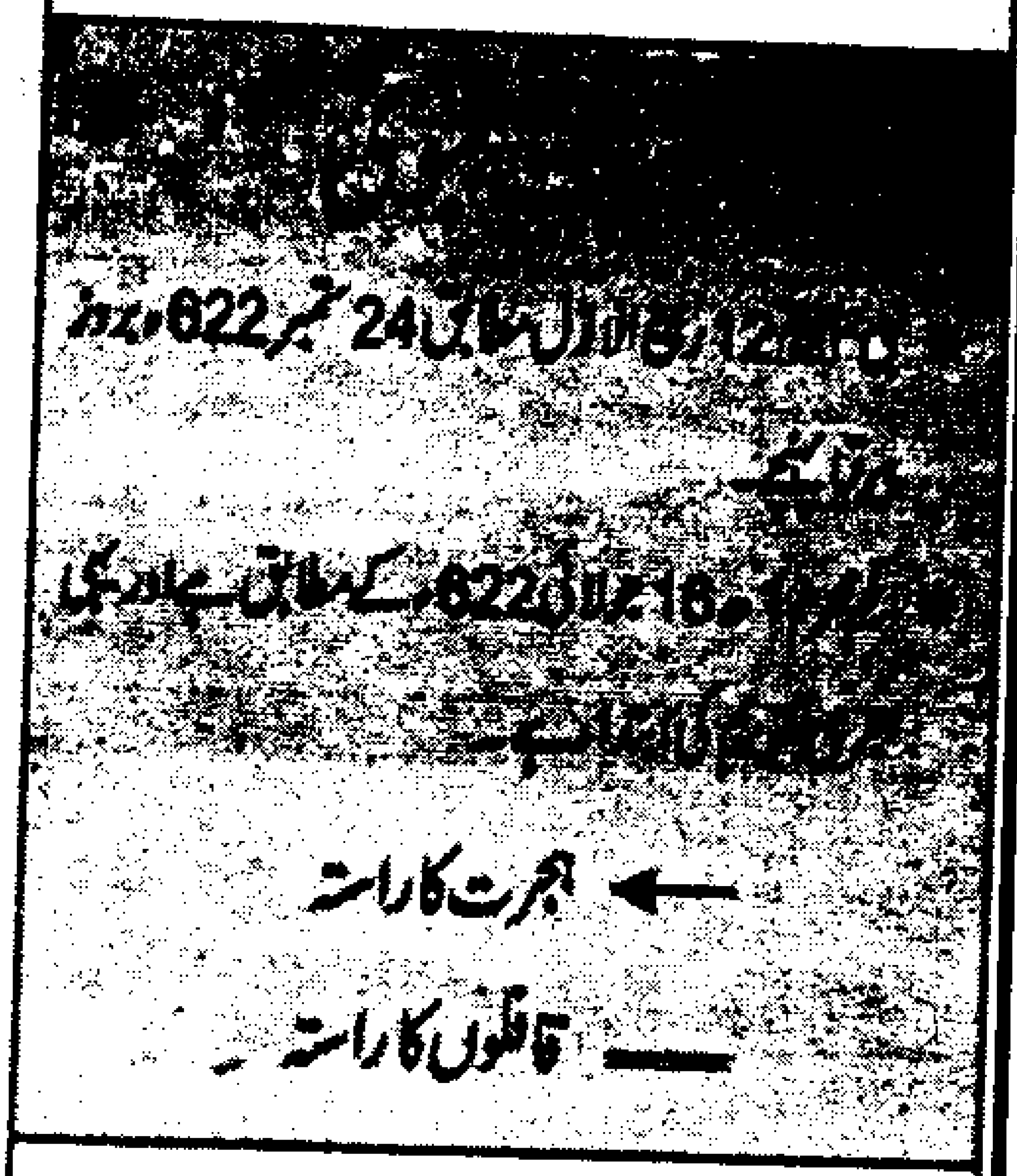

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ روانگی کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے ردیف تھے۔ یعنی آپؐ کے پیچھے بیٹھتے تھے۔ جب کوئی پوچھتا تو آپؓ فرماتے یہ میرے ''راہنما'' ہیں۔

۳۔ اسی سفرِ مقدسہ میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کا گزر ''اُمِ معبد خزاعیہ'' کے خیمے سے ہوا۔ اس وقت اس کے خیمے میں ایک ناتواں بکری کھڑی تھی۔ باقی بکریاں ''ابو معبد'' چروانے گئے ہوئے تھے۔ جب رحمتِ عالم ﷺ خیمے کے قریب اُترے تو فرمایا ''اگر اجازت ہو تو میں اس بکری کا دودھ دوہ لوں''۔ انہوں نے عرض کیا ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ اگر اس میں دودھ ہے تو نکال لیجئے''۔

امام الانبیاء ﷺ نے جونہی بکری پر دستِ مبارک رکھا اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ ایک بڑا برتن بھرا اور تمام لوگوں کو پلایا۔ پھر وہی برتن دوبارہ بھرا اور اُمِ معبد کو دے دیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔

اس کے تھوڑی دیر بعد ''ابو معبد'' بکریاں لے کر واپس آ گیا۔ گھر میں دودھ اور توانا بکری دیکھ کر حیران ہوا۔ اور پوچھا ''یہ دودھ اور توانا بکری کہاں سے آئی ہے''۔

اُمِ معبد نے بتایا کہ ہمارے گھر میں ایک بابرکت ہستی کا گزر ہوا یہ سب اُسی ہستی کی برکت کی وجہ سے کہ اس مریل بکری نے تمام برتن دودھ سے بھر دیئے ہیں۔

اس کے بعد مکہ شریف میں ایک آواز بلند ہوئی۔ آواز موجود تھی لیکن بولنے والا دکھائی نہ دیتا تھا۔ صدا یہ تھی ''اللہ تعالیٰ ان دو رفیقوں کو جزائے خیر عطا کرے جو اُمِ معبد کے خیمے میں اُترے''۔

حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ صدا سُن کر رسولِ اکرم ﷺ کے راستے کا پتا چلا کہ آپ کدھر کو جا رہے ہیں۔ (زاد المعاد جلد دوم صفحہ ۵۳)

سراقہ بن مالک کا تعاقب:

راستہ میں سراقہ بن مالک جو کہ پہلوان تھا نے تعاقب کیا۔ جو خود بیان کرتا ہے۔ جس کو صحیح بخاری شریف میں نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

''میں اپنی قوم بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ مجھے معلوم ہوا کہ ساحلِ سمندر کے قریب چند آدمی دیکھے گئے ہیں۔ میں کسی کو بتائے بغیر تنہا سو سرخ اونٹوں کے لالچ میں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور تعاقب میں چل پڑا۔ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا۔ بہت قریب پہنچ گیا۔ فوراً گھوڑا اوپھسلا اور میرے ساتھ ہی زمین پر گر گیا۔ فوراً اُٹھا گھوڑے کو اُٹھایا، سوار ہوا اور چل پڑا۔ تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی جب کہ میں ان کو دیکھ رہا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ بغیر التفات کے چل رہے تھے۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، پیچھے دیکھ رہے تھے۔ گھوڑا فوراً گھٹنوں تک

Marfat.com
Marfat.com

زمین میں دھنس گیا۔ جب گھوڑے نے بمشکل اپنے پاؤں زمین سے نکالے تو اس کے پاؤں کے نشانوں سے آسمان کی طرف سے ایک غبار اُٹھ رہا تھا۔ یہ حیرانگیاں دیکھ کر میں نے ان لوگوں کو امان کے ساتھ پکارا وہ رُک گئے میں گھوڑے پر سوار ہو کر قریب پہنچا۔ اس وقت میرے دِل میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ اس نبی آخر الزمان ﷺ کا دین غالب آکر رہیگا۔ میں نے تعاقب ترک کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے پروانہ امن لکھوالیا۔

سراقہ کا وطن ''وادیِ رابغ'' کے قریب تھا۔ یہ واقعہ غار سے روانگی کے تیسرے دِن پیش آیا۔

۵۔ جونہی رسالت مآب ﷺ کی وہاں سے روانگی ہوئی تو تھوڑی دیر کے بعد راستہ ہی میں ایک سردار ''بریدہؓ اسلمی'' سے ملاقات ہوئی۔ یہ بھی قریش کے اعلان کے لالچ میں تعاقب میں تھا۔ اور رسولِ خدا ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا تھا۔

جونہی رحمتِ دو عالم ﷺ کا سامنا ہوا۔ بات چیت ہوئی تو اپنا دِل ہار بیٹھا۔ فوراً اپنے قبیلہ کے ستر آدمیوں کے ساتھ ہی مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنی پگڑی اتار کر نیزہ سے باندھ لی۔ اور ہوا میں لہراتے ہوئے بشارت دیتا تھا ''وہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو عدالت وانصاف سے مزین کرنے والا تشریف لا رہا ہے'۔ (رحمۃ اللعالمین ج اول صفہ ۱۰۱)

یہ رسولِ کریم ﷺ کی آمد میں پہلا جھنڈا تھا جو سردار بریدہؓ اسلمی نے لہرایا تھا۔

۶۔ راستہ میں نبی معظم ﷺ کو ''حضرت زہیر بن عوام رضی اللہ عنہ'' ملے جو مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آرہے تھے۔ انہوں نے نورانی مسافروں کو سفید پارچہ جات پیش کئے۔ (صحیح بخاری شریف)

قیام قباء اور استقبال:

۱۲ ربیع الاول شریف سوموار کے دِن رسول اکرم ﷺ کا درود شریف قباء میں ہوا۔ اس وقت ''حضرت بریدہ اسلمیؓ'' پگڑی کا پھریرا نیزے پر لٹکائے بلند کئے ہوئے تھے۔ حضرت زہیرؓ بن عوام کی طرف سے پیش کردہ سفید لباس زیب تن تھے۔

حضرت عروہ بن زہیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

''اہلِ مدینہ نے سُن لیا تھا۔ کہ ماحیِ رحمت ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ لہذا روزانہ صبح ہی صبح مقام ''حرہ'' کی طرف نکل جاتے اور انتظار کرتے رہتے۔ دوپہر کو جب دھوپ شدت اختیار کر جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک روز ایک یہودی اپنے کسی کام کی خاطر ٹیلے پر کچھ دیکھنے کیلئے چڑھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک مختصر قافلہ جس کے آگے ایک جھنڈا تھا۔ اور لباس سفید تھا۔ جن سے چاندنی چمکتی تھی۔ دیکھا وہ فوراً پہچان گیا۔ اور نہایت بلند

Marfat.com
Marfat.com

آواز سے پکارا "اے اہلِ مدینہ! تمہارا نصیب جس کا تم روزانہ انتظار کرتے تھے۔ آگیا ہے"۔

یہ سنتے ہی مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھے اور خوب مسلح ہو کر بڑے جوش و خروش سے استقبال کیا۔ فضا نعرۂ تکبیر سے گونج اُٹھی"۔

مسلمان رسولِ اکرم ﷺ کے استقبال میں اسقدر محو تھے کہ اُن کو اپنا بھی ہوش نہیں تھا۔ پروانوں کی طرح گرد جمع ہونے لگے۔ مگر اس وقت رحمتِ دو عالم ﷺ پر وحی کا نزول تھا۔

"فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرَائِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ٥

اللہ آپ کا مولا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام اور صالحین مومنین بھی۔ اور اس کے بعد فرشتے آپؐ کے مدد گار ہیں۔ (زاد المعاد جلد دوم صفحہ ۵۴)۔

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ، مزید فرماتے ہیں، کہ رحمتِ عالم ﷺ دائیں طرف مڑے اور بنی عمرو بن عوف میں تشریف لائے۔ یارِ باصفا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، لوگوں کے استقبال کے لئے کھڑے رہے۔

لوگ دیدارِ مصطفیٰ کریم ﷺ کیلئے جوق در جوق اُمڈ آئے تھے۔ یہ ایک تاریخی دن تھا۔ عرب نے ایسے مناظر پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ شمعِ رسالت کے پروانوں کا ایک سیلاب تھا۔ جو تا حدِ نگاہ پھیلا ہوا تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے قباء میں "حضرت کلثومؓ بن ہدم" کے مکان میں قیام فرمایا۔ ادھر حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تین دن مکہ میں قیام کے دوران لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر کے پیدل قباء میں پہنچ گئے۔ اور حضور سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ ہی حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے ہاں قیام کیا۔

اسی دوران مہاجرین جو پہلے ہی مدینہ پہنچ چکے تھے۔ آگئے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے چوبیس روز قباء میں قیام فرمایا۔ مسجد قباء کی تعمیر فرمائی۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد قرار پائی۔ جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔ بروز جمعۃ المبارک رسالت مآب ﷺ اپنی اونٹنی "قصویٰ" پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل حضور سرورِ کونین ﷺ نے "قبیلہ النجار" جو کہ آپ کا ننھیال تھا کو اطلاع کر دی۔ چنانچہ وہ تلواریں حمائل کئے استقبال کیلئے حاضر تھے۔ رحمتِ دو عالم ﷺ ان کی معیت میں مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ "بنو سالم بن عوف" کی وادی میں پہنچے تو "جمعہ" کا وقت ہو گیا۔ سرورِ عالم ﷺ نے "وادیِ بطن" میں نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔ اس وقت رسالت مآب ﷺ کی ہمرائی میں ایک سو اصحاب سے زیادہ تھے۔ اسی وادی میں مسجد جمعہ تعمیر ہے جو تاریخی حوالے سے مشہور ہے۔ جس میں مسلمان نفل ادا کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری شریف، زاد المعاد، سیرت ابنِ ہشام، رحمۃ اللعالمین)

Marfat.com
Marfat.com

مدینۃ الرسول ﷺ میں تشریف آوری:

بعد از ادائیگی نمازِ جمعۃ المبارک رسول اکرم ﷺ شمعِ رسالت کے پروانوں کے جلو میں اپنی اونٹنی ''قصویٰ'' پر سوار مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ دِن اہلِ مدینہ کیلئے نہایت تابناک تاریخی دِن تھا۔ ہر طرف تقدیس وتمجید کے نغمے تھے۔ شادمانی اور مسرت کی فضا تھی۔ ہر کوئی مسرور وشاد تھا۔ کیونکہ ان کو دلدارِ ل رہا تھا۔ ہر طرف مسرتوں کے نغمے گونج رہے تھے۔ انصار کی بچیاں راستہ کے دونوں طرف رحمت دو عالم ﷺ کی آمد کی خوشی میں دَف بجا کر خوشی ومسرت کے نغمے بکھیر رہی تھیں۔ اور پڑھ رہی تھیں۔

اَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا ... مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب ...... چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا ... مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

کیسا ہے عمدہ دین اور تعلیم ہے ...... شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا ... جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ہے اطاعت تیرے حکم کی ...... بھیجنے والے ہیں تیرے کبریا

یہ چند اشعار شامل کر رہا ہوں۔ تاکہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی مدینہ شریف تشریف آوری کا منظر پیش کیا جا سکے۔ اور ہمیں معلوم ہو کہ کس طرح اہلِ مدینہ، مرد وزن، جوان وعمر رسیدہ، بچے اور بچیاں، شاداں اور مسرور تھے۔

اہلِ مدینہ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ زیادہ امیر بھی نہ تھے۔ لیکن ہر ایک کی خواہش وتمنا تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ اس کے ہاں تشریف فرمائیں اور قیام فرمائیں۔ جس محلہ یا کوچہ سے آپ ﷺ کا جلوس گزرتا۔ وہاں کے لوگ (قصویٰ) کی مہار پکڑ لیتے اور عرض کرتے۔ کہ آپ تشریف لائیں۔ ہم خدمت کیلئے حاضر ہیں۔ مگر حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا ''اونٹنی کو چھوڑ دیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں حکم ہوگا بیٹھ جائے گی اور میرا بھی وہیں قیام ہوگا''۔

چنانچہ اونٹنی کو چھوڑ دیا گیا اور مسلسل چلتی رہی۔ آخر کار ایک کشادہ جگہ جہاں آج مسجد نبوی ہے۔ بیٹھ گئی۔ یہ محلہ بنی النجار کا تھا۔ جو سرورِ عالم ﷺ کے ننھیال تھے۔ لیکن رحمت حق ﷺ اونٹنی پر ہی تشریف فرما رہے۔ اونٹنی اٹھی اور تھوڑی دور جا کر پھر پہلے والی جگہ پر ہی آکر بیٹھ گئی۔ اب حضور ﷺ نیچے تشریف لائے۔ اس جگہ کے

Marfat.com
Marfat.com

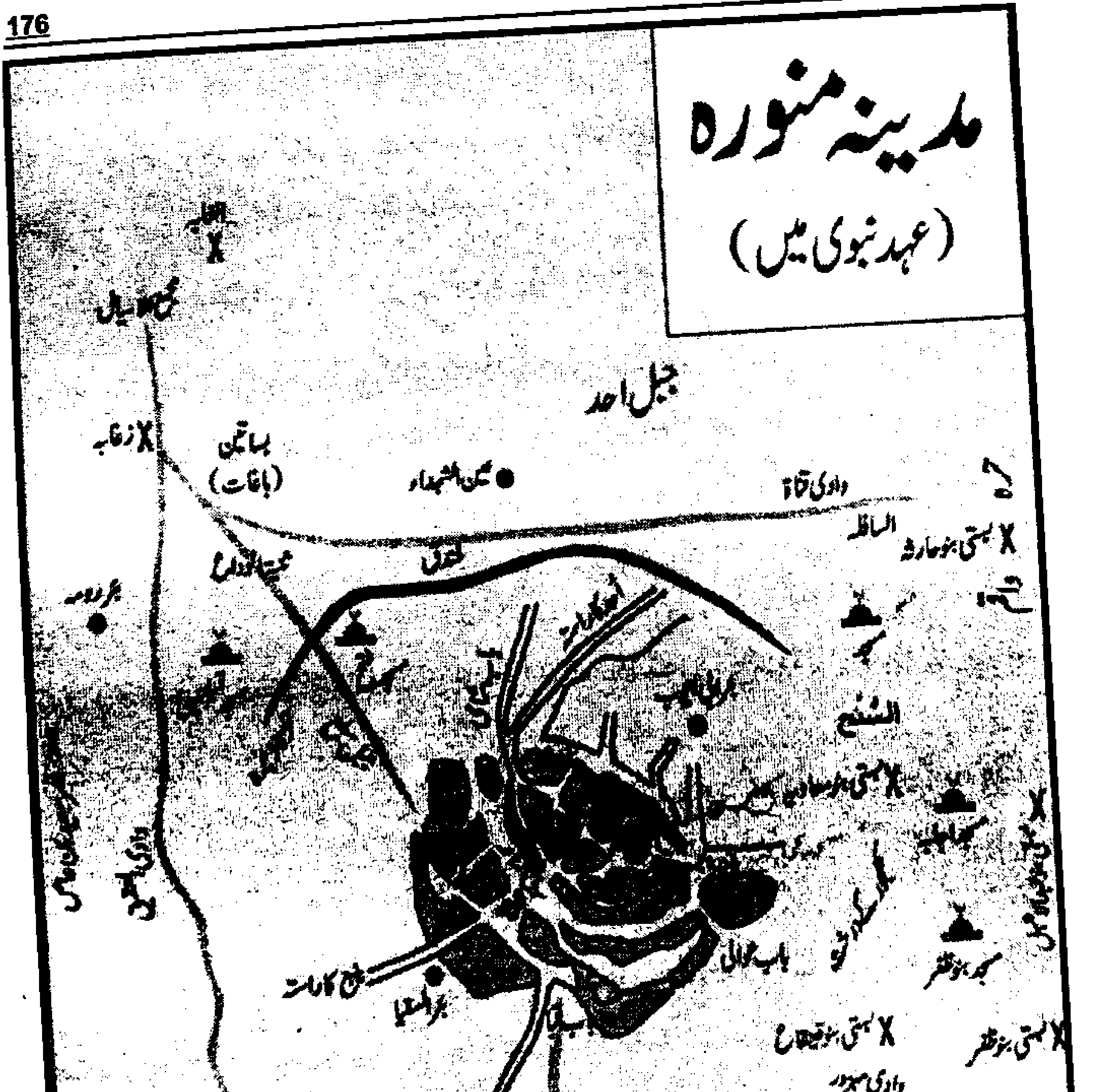

Marfat.com
Marfat.com

سامنے (قریب ترین) گھر حضرت ''ابوایوب انصاری'' رضی اللہ عنہ کا تھا۔ وہ فوراً مسرور و شاد ہو کر بھاگے اور کجاوا اور دیگر سامان اُٹھا کر گھر تشریف لے گئے۔ یہ بہت بڑی سعادت تھی کہ رحمۃ للعالمین ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو شرفِ بخش رہے تھے۔ وہ ہستی شادمانی کی بلندیوں پر تھی۔ اور جہانِ عالم پر فوقیت حاصل کر رہے تھے۔ کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی میزبانی کا شرف پا رہے تھے۔ اِدھر ''حضرت اسعد بن زرارہ'' رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔ چنانچہ اونٹنی ان کی حفاظت میں دے دی گئی۔ یہ دوسری سعادت اور برکت تھی۔ جو اس جان نثار کے حصہ میں آئی۔

آمدِ قباء نعیم صدیقی کی نظر میں:

''محسنِ انسانیت ﷺ'' میں نعیم صدیقی نے حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی آمد کا یوں نقشہ بنایا ہے۔

مہاجرین کی تعداد جوں جوں بڑھ رہی تھی۔ مدینہ میں زندگی کی روز ور پکڑ رہی تھی۔ دعوتِ حق کا اجالا ہر طرف آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ اور جس زور سے اسلامی دلوں کو مسحور کر رہا تھا۔ اسلام پیغام لانے والے محسنِ اعظم ﷺ کی محبت بڑھتی جا رہی تھی۔ خصوصاً ''بیعت عقبہ ثانیہ'' کے بعد مدینہ کی چشمِ انتظار ہر دم مکہ سے آنے والے ہر راستہ پر لگی رہتی تھیں ایک فصل لہلہا رہی تھی کہ ابرِ کرم آئے اور برس جائے۔ ایک چمن لالہ و گل آراستہ تھا اور امیدوار تھا۔ کہ بادِ بہاری کے جھونکے آئیں۔ اور رنگ و بُو کے طوفان اُبل پڑیں۔ ہر کوئی ہمہ تن آرزومند تھا۔ کہ معمارِ انسانیت ﷺ تشریف لائیں اور تعمیر نور کی ضیاء پاشیاں فرمائیں۔

ہوا کی لہریں یہ اطلاع بھی کسی نہ کسی طرح لے آئیں کہ احمدِ مختار ﷺ مکہ سے نکل چکے ہیں۔ اور جادۂ ہجرت کے مراحل طے فرما رہے ہیں۔ اس خبر جاں فزا، پر مدینہ شریف میں شدت جذبات اپنی حد کو پہنچ چکی تھی۔ انتظار کی بے چینیاں زور پکڑ چکی تھیں۔ تصور کریں کہ ہر طرف کیا چرچے ہوں گے؟ کیا استفسارات ہوا کرتے ہونگے؟ کیسی گفتگوئیں محفلوں کی رونق ہوتی ہونگی؟ جذبات و احساسات کا کیا عالم ہوگا؟ مسلمان، مشرکین مدینہ اور یہود مدینہ کے ہاں کیسی ہل چل مچی ہوگی؟

چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبان پر یہی بات رہنے لگی۔ ''رسول ﷺ آ رہے ہیں۔ رسول ﷺ آ رہے ہیں''۔ لوگ صبح ہی صبح گھروں سے نکلتے اور شہر سے باہر جمع ہوتے اور انتظار کرتے۔ جب تابستان کا سورج اونچا ہو جاتا اور دھوپ قابل برداشت نہ رہتی تو حسرت زدہ ہو کر لوٹ جاتے۔ یوم آمدِ رسول ﷺ کو بھی لوگ اسی طرح انتظار کے بعد واپس لوٹ رہے تھے کہ ایک یہودی نے ایک بلند مقام سے دیکھا اور مژدہ سنایا۔ ''اے اہلِ یثرب! تو تمہاری جس بزرگ ہستی کا انتظار تھا وہ آ پہنچے''۔

Marfat.com
Marfat.com

تمام شہر تکبیر کے نعرہ مستانہ سے گونج گیا۔ لوگ بے تابانہ دوڑے۔ اکثر انصار مدینہ خوب ہتھیار سجا کر نکلے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔

اولین قیام ''قبا'' میں ہوا۔ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مضافاتی آبادی تھی۔ خاندان عمرو بن عوف نے نعرۂ مسرت کے ساتھ استقبال کیا۔ اور اسی خاندان کو شرف میزبانی حاصل ہوئی۔ یہ گھر دراصل اسلامی مرکز کا منبع بن گیا۔ مہاجرین کے قیام کا شرف بھی یہی گھر تھا۔ یہاں چوبیس روز قیام رہا۔ مہاجرین وانصار جوق در جوق شرف ملاقات کے لئے آتے رہے۔ لوگ اس ہستی کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔ جن کا پیغام اُن کے سینوں میں گھر کر چکا تھا۔ اس چہرہ مقدس کی ایک جھلک نگاہوں کے دامن میں سمیٹ لینے کی تمنا رکھتے تھے۔ دہن مبارک سے شیریں بول سننے کی امنگ لئے ہوتے تھے۔ اُن کی دعائے خیر سے حصہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ غائبانہ عقیدت اب محسن انسانیت ﷺ کو روبرو دیکھنا چاہتی تھی۔ سلام، ملاقاتیں، دعائیں اور مجلسیں کیا کچھ نہ ہوگا؟

قیام قباء کے دوران رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ ایک ایک مسلمان اس تعمیری مہم میں شریک تھا۔ اور خود دنیا کا سب سے بڑا تاریخ ساز شخص ﷺ ایک معمولی مزدور کی طرح بھاری بھر کم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا۔ کام جاری تھا اور ساتھ ہی ساتھ نغمات مسرت گائے جا رہے تھے۔

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا. وَیَقْرَءُ الْقُرْآنَ قَائِماً وَّ قَاعِداً وَلَا یَبِیْتُ اللَّیْلَ عَنْهُ رَاقِدَاo

ترجمہ: یعنی کامیاب وہ ہے جو مسجدیں تعمیر کرے۔ اٹھتے بیٹھتے قرآن کی تلاوت کرے اور راتوں کو عبادت کیلئے جاگے۔

یہ مسجد محض اینٹ، پتھر، گارے اور پھونس کا مجموعہ ہی نہ تھی۔ بلکہ اس میں خاتم النبیین ﷺ سے لے کر ایک عام مسلمان تک ہر ایک نے بہترین جذبات صرف کیے تھے۔ اسی لئے اس مسجد کی شان میں قرآن پاک میں کہا گیا ''**لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی**'' یہ ایسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر استوار کی گئی۔ مسجد قبا شریف میں دو رکعت نماز پڑھنے سے عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ (فرمان رسول ﷺ) اس حدیث کا پس منظر یہ ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ میں طواف سے عمرہ ہوتا ہے، جو ہم سے چھوٹ گیا ہے۔ جس پر ہم مغموم ہیں''۔ جس پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

''جاؤ اپنے گھروں سے وضو کر کے آؤ اور مسجد قبا میں دو رکعت نماز نفل ادا کرو تمہیں عمرے کا

Marfat.com
Marfat.com

ثواب ملے گا''

آج بھی لوگ بڑے اہتمام سے اس مسجد میں نفل ادا کرتے ہیں اور عمرہ شریف کا ثواب پاتے ہیں۔

چوبیس روز قیام کے بعد انسان اعظم ﷺ نے رفقاء کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔ قبا سے مدینہ تک دو رویہ انصار خیر مقدم کیلئے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ سرورِ کونین ﷺ کے ننھیالی رشتہ داروں (بنی النجار) نے خاص اشتیاق سے ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ عورتیں اور بچیاں دف بجا کر ترانۂ خیر مقدم گا رہی تھیں۔ ترانۂ استقبال کا ذکر ہو چکا ہے۔

چھوٹی چھوٹی، بچیاں تمول کی صورت میں جھوم رہی تھیں۔ اور دف بجا کر گاتی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی نَجَّارٍ

یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ

ان بچیوں کی پاکیزہ محبت کا جواب بھی سرورِ عالم ﷺ نے خاص شفقت سے دیا فرمایا۔ ''کیا تم مجھے چاہتی ہو'' انہوں نے کہا ''ہاں'' تو رحمتِ حق ﷺ نے فرمایا ''میں بھی تم کو چاہتا ہوں''۔

ذرا تصور میں لایئے۔ اس تاریخی اور پُر مسرت گھڑی کو جو مدینے کے نصیب میں آئی تھی۔ گلیوں کی خاک کے ذرے ذرے میں دل دھڑک رہے ہونگے۔ دیواروں کی درزوں کو بھی آنکھیں مل گئی ہونگی۔ ہوا کے جھونکوں میں بھی انسانی احساسات پیدا ہو گئے ہونگے۔

فضائے مدینہ شریف

چند دِن کے بعد اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، رسولِ کریم ﷺ کی دو صاحبزادیاں ''حضرت اُم کلثومؓ اور سیدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا'' حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت اُم ایمنؓ بھی تشریف لے آئیں۔ ان سب کو حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ، لے کر آئے تھے ان کے ساتھ۔ صدیقہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما، بھی تھیں۔ ایک صاحبزادی حضرت ''زینب رضی اللہ عنہا'' اپنے شوہر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی تھیں (زاد المعاد) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں۔

''جب رسالت مآب ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا۔ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی حال واحوال دریافت کیا۔ تو آپ کی

Marfat.com
Marfat.com

زبان پر یہ شعر تھا۔

کُلُّ امْرِیءٍ مُصَبَّحٌ فِیْ أَھْلِہٖ
وَالْمُوْتَ اَدْنٰی مِنْ شَرَاکِ نَعْلِہٖ

ترجمہ: ہر آدمی سے اس کے اہل کے اندر صبح بخیر کہا جاتا ہے۔ حالانکہ موت اُس کے جوتے کے تسے سے بھی قریب ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کچھ آفاقہ ہوتا تو وہ کربناک آواز بلند کرتے اور کہتے۔

آلا لَیْتَ شِعْرِیْ ھَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَةً
بِوَادٍ وحَوالِی اِذْخَرِ دَ جَلِیْل
وَھَلْ اَرِدَنَّ یَوْماً مِیَاہَ مجَنَّةٍ
وَھَلْ یَبْدُوْنَ لِیْ شَامَةٌ وَّطُفَیْلُ

ترجمہ: کاش! میں جانتا کہ کوئی رات وادی مکہ میں گزار سکوں گا۔ اور میرے گرد اِذخر اور جلیل گھاس ہو گی اور کیا دِن مجنہ کے چشمے پر وارد ہوسکوں گا۔ اور شامہ اور طفیل کے پہاڑ نظر آسکیں گے؟

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما مزید فرماتی ہیں۔

(''میں نے حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی حالت کی خبر دی''۔)

تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے دُعا کیلئے دست مبارک بلند فرمائے اور فرمایا:

(''اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ پاک کو اس طرح محبوب کر دے جیسے مکہ شریف محبوب تھا۔ یا اس سے بھی زیادہ مدینہ طیبہ کی فضا کو صحت بخش فرما دے۔ اور اس کے صاع اور مُدّ (غلّے کے پیمانے) میں برکت عطا فرما اور ان کے بخار منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے)۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۸۸۔۵۸۹)

رَبِّ قدیر نے حضور ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ اور مدینہ پاک کی فضا کو مکہ شریف سے بڑھ کر پُرصحت اور پُرفضا بنا دیا۔

سیرتِ رسول عربی ﷺ کی چند خصوصیات:

قارئین با کمال! پاک تعلیم کے ایسے کرشمے ہوتے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کر کے جاگزیں ہوتے جاتے ہیں۔ انبیاء سابقین کے بے شمار معجزات ہیں۔ جیسا کہ ''لاٹھی، سانپ، پتھر برسنا، دریا جلنا،

Marfat.com
Marfat.com

آگ کی ماہیت۔

لیکن پیارے رسول معظم ﷺ نے عظیم الشان معجزہ کر دکھایا۔ یعنی دلوں کو بدل کر رکھ دیا۔ روح کو پاکیزہ کر دیا۔

کاش! عوام الناس اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ اور مقصدِ حیات سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اسلام کی تعلیم کی حفاظت کریں۔ اسلام کی بقاء کو اپنی جانوں، اپنے بچوں، اپنے والدین اور بزرگوں کی حیات و بقاء سے زیادہ ضروری اور عزیز سمجھیں۔

قارئین! رسولِ خدا ﷺ کی سیرت میں اعلیٰ خصوصیت ہے کہ اُن سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت و رہنمائی پا رہا ہے۔ حضور سرورِ کونین ﷺ دنیا میں سانس لینے سے قبل ہی یتیم ہو گئے۔ اور ''دُرِ یتیم'' کہلائے۔ اس سے مسکینی اور غربت ایسے اوصاف حمیدہ پیدا ہو گئے۔

عمر مبارکہ کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں گزارے اس لئے سادگی اور بے تکلفی جیسی صفات کا ظہور ہوا۔ لڑکپن اس دور میں سے گزرا جب قوم ''حربِ فجار'' کی لڑائیوں میں مصروف تھی۔ اس لئے امن بسیط، ہمدری عامہ، خلوص و محبت کی قدر و منزلت شروع ہی سے خاطر نشین تھیں۔

۲۵ سال کی عمر مبارک تک رسولِ اکرم ﷺ نے شادی نہ فرمائی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوانِ شباب کا عالم تھا۔ کمال عفت و صحت، شرم و حیا ماپاکبازی و حرمت میں بسر ہوا۔ ہمعصر لوگوں کی شہادت موجود ہے۔ کہ حضور ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر شرم و حیا کے پیکر تھے۔

معاش کے لئے تجارت کا پیشہ اپنایا۔ اس طرح ان بلند حوصلہ لوگوں کیلئے ثبات و استقلال، معاملہ فہمی، ضرورت شناسی، حلم و بردباری سے متصف ہوئے۔ اور طریقہ تجارت لوگوں کو دکھا دیا۔

مردانہ کمال میں کمال حسین، حسب و نسب میں نہایت اعلیٰ خاندانی تعلق ہونے کے باوجود ایک بیوہ عورت جن کی عمر میں پندرہ سال کا فرق ہو۔ پہلا نکاح فرمایا۔ اس عقدِ بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا۔ اور واضح فرما دیا۔ کہ عین شباب میں شہوانی خواہشات سے آزاد رہ سکتے ہیں۔

آنحضور ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ، امانت دارانہ اور ہمدردانہ حیاتِ مقدس کا اثر پوری عرب قوم میں پھیلا دیا اور سب کے دِلوں میں اپنے لئے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنا لی۔ اس طرح راست بازوں کیلئے ایک درخشندہ مثال قائم فرما دی۔ اور ثابت کر دیا کہ نیکی و صداقت ظلم و جبر کو مغلوب کر سکتی ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور ''حلف الفضول'' کے قائم کرنے

Marfat.com
Marfat.com

سے قیامِ امن اور حفاظت نوعِ انسانی کی جدید ترین مثال تیار فرمادی اور ثابت کر دیا کہ منتظمین کو سچے دل سے ملک کی ترقی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ شریکِ کار کے زرّیں اصول مرتب فرمادیئے۔

حجرِ اسود نصب کرنے میں میرے آقا ﷺ نے بتادیا کہ جب مختلف اغراض و مقاصد کے لوگ ایک جگہ پہ انتشار کا شکار ہو جائیں تو کس طرح ان کو مرکزِ واحد پر مرکوز کیا جاتا ہے۔ ثابت فرمادیا کہ خدشۂ جنگ میں ظلم و جبر سے نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی اور قابلیت سے یکجا کیا جاتا ہے۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ جملہ انبیاء کی صفاتِ کریمانہ سے متصف تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے گئے۔ مگر ثابت قدم، صابر و شاکر رہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں، بستیوں اور ویرانوں میں خداوندِ قدوس کا پیغام بڑی جوانمردی اور اندازِ کریمانہ سے پھیلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدائے گھر کی عزت و حرمت کو از سرِ نو زندہ فرمایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال گزارے۔ جس میں تنگی و تکلیف تھی۔ لیکن دِل خدا تعالیٰ کی مدح سرائی میں مصروف رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ، اعلانیہ، خلوت میں، خلوت میں، میلوں اور مجلسوں، گزرگاہوں اور راہوں میں، پہاڑوں اور وادیوں میں تبلیغ اسلام فرمائی۔ اور دِلوں کو مسخر کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ مادرِ وطن کو چھوڑ کر شجرِ طیبہ کی آبیاری کیلئے کسی مقدس دیار کی تلاش میں عازمِ ہجرت ہوئے۔ شبِ ہجرت میں داؤد علیہ السلام کی طرح اغیار کے حصار سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے تین دِن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر بھی ''نینویٰ'' میں اپنی منادی حق کو جاری رکھا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے تین دِن ''غارِ ثور'' کے شکم میں گزار کر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعونِ مصر کی غلامی سے آزادی دلائی۔ ادھر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کفرستانِ دنیا سے انسانیت کو آزاد فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو جنوں سے تعمیر کروایا۔ ادھر سرورِ عالم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر دنیا کی پہلی مسجد ''مسجد قباء'' اور دنیا کی عظیم ترین مسجد ''مسجد نبوی'' کی تعمیر فرمائی۔ یہ خانۂ خدا، خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پُر نور رہا۔ جسے کوئی دنیاوی ''بخت نصر'' بھی ویران نہ کر سکا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام نے اقتدار کے دوران اپنے بھائیوں کو غلہ پہنچایا۔ جبکہ نبی محتشم ﷺ نے خود بوریے پر بیٹھ کر برادرانِ مکہ کو "نجد" سے غلہ پہنچایا۔ اور فتح مکہ کے موقع پر "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" فرمایا۔

الغرض! ہمارے آقا ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت، حضرت ہارونؑ کی طرح صاحب امامت، ذاتِ والاصفات میں نوح علیہ السلام کی سی گرمی۔ ابراہیم علیہ السلام جیسی نرمی، یوسف علیہ السلام جیسی عفو درگزری۔ داؤد علیہ السلام جیسی فتوحات، یعقوب علیہ السلام کا سا صبر، سلیمانؑ کی سی سطوت، عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری، یحییٰ علیہ السلام کا سا زُھد، اسماعیلؑ کی سبک روحی کا ظہور تھا۔

اے کہ بر تختِ سیادت زازل جاداری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت مآب میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے۔ مگر "رحمۃ اللعالمین" کے نور کا ایسا رنگ تھا۔ جس نے تمام رنگوں کو اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا۔ اور تمام عالم کو ایک برگزیدہ و چیدہ ضیاء سے منور کر رکھا تھا۔

مدنی زندگی پر ایک طائرانہ نظر:

حیاتِ مقدسہ در مدینہ پاک:-

مدینہ پاک میں حیات مقدسہ کو چار مراحل میں منقسم کر رہا ہوں۔

ا۔ مرحلہ اول: اس مرحلہ میں پریشانیاں بپا کی گئیں۔ مدینہ کے اندر بھی بہت سی رکاوٹیں تھیں۔ اور باہر سے دشمنانِ اسلام نے مدینہ شریف میں اسلام کو مٹانے کیلئے مساعی شروع کر دی۔ یہ دور صلح حدیبیہ تک ۶ ہجری تک محدود ہے۔

۲۔ مرحلہ دوم: اس مرحلہ میں تمام غزوات رو پذیر ہوئے۔ اور آخر کار مکہ شریف فتح ہوا۔ اور دیگر بادشاہوں کو دعوت اسلام دی گئی۔ جو کہ ۸ ہجری تک محدود ہے۔

۳۔ مرحلہ سوم: اس مرحلہ میں مخلوقِ خدا دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئی۔ اسلام کو دوام ملا۔ دیگر اقوام کے وفود مدینہ شریف میں وارد ہوئے۔ یہ دور حضور سرورِ عالم ﷺ کی آخری حیاتِ مبارکہ تک ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

جو کہ ۱۱ ہجری تک محدود کیا گیا ہے۔

۴۔ مرحلہ چہارم: حضور سرورِ کونین ﷺ کی علالت، تدفین اور دورِ خلافتِ راشدہ تک محدود ہے۔

پہلا مرحلہ:

مدینہ شریف اور مکہ پاک کے حالات کا موازنہ:

☆ مکہ شریف میں صرف قوم قریش کا غلبہ تھا۔ جو تجارت پیشہ لوگ تھے۔ امیر تھے اور معیشت پر چھائے ہوئے تھے۔ سب کا مذہب بھی بت پرستی تھا۔ ظلم و تعدی کے دلدادہ لوگ تھے۔

☆ مدینہ طیبہ میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ کو تین اقوام سے سابقہ تھا۔ جن میں ہر قوم کے حالات و واقعات ایک دوسرے سے جدا تھے۔ ہر قوم اپنے مسائل رکھتی تھی۔ جو دوسری اقوام و مسائل سے مختلف تھے۔

تین اقوام:

(۱) حضور ﷺ کے پاکباز اصحاب کی جماعت جو ہر طرح سے رسالت مآب ﷺ کے ساتھ تھی۔

(۲) مدینہ شریف سے متعلقہ قبائل جن میں اکثریت ابھی تک مسلمان نہ ہوئی تھی۔

(۳) یہود: ان کو دولت کمانے کے گُر آتے تھے۔ خوب امیر و کبیر تھے۔ معیشت پر چھائے ہوئے تھے۔ غلہ، کھجور، میوہ، شراب اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ان میں ''بنو قینقاع'، بنو نضیر اور بنو قریظہ'' خاص مشہور تھے۔

صحابہ کرام کیلئے مدینہ شریف کے حالات مکہ پاک سے مختلف تھے۔ وہاں وہ بے اختیار، مجبور و مقہور تھے۔ کیونکہ مکہ شریف میں دشمنانِ اسلام تمام اختیارات کے مالک تھے۔

اس کے برعکس مدینہ شریف میں مسلمان کے ہاتھ میں اسلام کی زمامِ کار روزِ اول سے تھی۔ اب اُن کو نئے معاشرہ کی تشکیل کا خیال آیا۔ لیکن کوئی بھی معاشرہ یا تہذیب ایک ہی دن میں تشکیل نہیں پا سکتی۔ اس کو بتدریج نافذ العمل ہونا تھا۔ جس کو سالوں کی مدت درکار تھی۔ لیکن خداوندِ قدوس نے اسلامی معاشرہ کی تشکیل منصفِ اعلیٰ حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ میں دے دی۔ جنہوں نے بہت قلیل عرصہ میں ایسا معاشرہ تشکیل فرمایا۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مسلمانانِ مدینہ کو جو بھی حکم ملتا اس کی تکمیل کیلئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ . اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۝

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتیں ہیں تو اُن کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں۔
اہلِ مدینہ میں بھی طرح طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو خود اپنی زمین، اپنے گھر اور اپنے احوال کے اندر رہتے تھے۔ جو کہ ''گروہِ انصار'' کہلاتا تھا۔ یہ لوگ پشت در پشت عداوتوں اور نفرتوں میں گھرے ہوئے تھے ۔ اور دوسرا ''گروہ مہاجرین'' کا تھا۔ جو لٹ پٹ کر تن تنہا اپنی جانیں بچا کر مکہ سے وارد ہوئے تھے۔ ان کے پاس نہ رہنے کو مکان تھا۔ نہ ہی پیٹ پالنے کا کوئی ذریعہ تھا۔ ان کے علاوہ کچھ لوگ مدینہ میں کھیتی باڑی کرتے تھے۔ ذرائع آمدنی محدود تھے۔ اور دشمنانانِ اسلام نے مدینہ سے اقتصادی بائی کاٹ کر دیا تھا۔ جس سے درآمدات اور حالات انتہائی سنگین ہو گئے تھے۔

ایک ''گروہ مشرکین'' مدینہ کا تھا۔ جو ابھی تک شک وشبہات میں مبتلا تھے۔ اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ کچھ مسلمان ہو گئے لیکن کچھ اپنے سینوں میں رسول ہاشمی ﷺ اور دیگر مسلمانوں کے خلاف کینہ وعداوت رکھتے تھے۔ لیکن مقابلہ کے قابل نہ تھے۔ ان میں ''بنو قینقاع'' یہودیوں کا خاص قبیلہ تھا۔ جن کا سردار ''عبداللہ بن ابی بن سلول'' تھا جو باہمی اتفاق سے بادشاہ بننے کا فیصلہ کروا چکا تھا۔ اور اس کیلئے مونگوں کا تاج تیار کیا جا رہا تھا۔ اس کو منتخب کرنے والوں میں ''بنو اوس اور خزرج'' بھی تھے۔ یہ فیصلہ ہجرت سے قبل ہو چکا تھا۔ لیکن رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری پر تمام پروگرام ٹھپ ہو گیا۔ جس کا اُس کو بڑا دکھ تھا۔ اس لئے وہ دل میں بغض وکینہ رکھتا تھا۔

تیسرا گروہ یہود کا تھا۔ یہ لوگ رومی ظلم وجبر سے بھاگ کر حجاز میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ یہ عبرانی لوگ تھے۔ لیکن یہاں کے قیام کے دوران زبان اور تہذیب سیکھ کر عربی کہلاتے تھے۔ بیاہ شادی بھی عربی قبائل میں کرواتے تھے۔ ظاہری طور پر عربی تھے۔ مگر اپنی قوم ''بنی اسرائیل یعنی یہودی'' ہونے پر فخر کرتے تھے۔
عربوں کو اپنے مقابلے میں حقیر جانتے تھے۔ عربوں کے مال کو اپنے لئے جائز جانتے تھے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ ہم پر امیوں کیلئے کوئی راہ نہیں''۔
مذہبی لحاظ سے وہ بالکل کورے تھے۔ صرف فال گیری، جادو اور تعویز گنڈے سے گزارا کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اہلِ علم اور روحانی پیشوا تصور کرتے تھے۔ یہ لوگ سیاہ کاریوں، سازشوں اور جنگ وفساد میں بڑے ماہر تھے۔ ایک مدت تک ''اوس اور خزرج'' میں جنگ کی آگ کو بھڑکاتے رہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ابن اسحاق نے سیرت ابن ہشام میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

انہوں نے اُم المومنین حضرت صفیہؓ بنت حیی بن اخطب سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا!

''میں اپنے والد حیی بن اخطب اور چچا ابو یاسر کی نگاہ میں سب سے زیادہ لاڈلی تھی۔ جب والد اور چچا اپنی اولاد میں ہوتے تو مجھے ہی زیادہ پیار کرتے تھے۔لیکن جب رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور ''قبا'' میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں قیام فرمایا۔تو میرے والد اور چچا صبح ہی صبح ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔غروبِ آفتاب کے وقت واپس آئے۔ تھکے ماندے اور لڑکھڑاتی چال میں تھے۔میں حسبِ عادت دوڑ کر ان کے پاس گئی۔مگر دونوں غم میں اس قدر رندھال تھے کہ انہوں نے میری طرف بالکل التفات نہ کیا۔میں نے سُنا کہ میرے چچا میرے والد سے کہہ رہے تھے۔

چچا: کیا یہ وہی ہیں؟

والد: ہاں! خدا کی قسم یہ وہی ہیں جن کا ذکر ہماری کتب میں آیا ہے

چچا: کیا آپ انہیں ٹھیک پہچان رہے ہیں؟

والد: ہاں! میں پہچان رہا ہوں۔

چچا: تو اب آپ کے دِل میں اُن کے متعلق کیا ارادے ہیں؟

والد: عداوت! خدا کی قسم جب تک زندہ رہونگا عداوت ہی کروں گا۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ درج ہے۔

جب انہیں ''بنی النجار'' میں رحمتِ دو جہاں ﷺ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔انہوں نے رسالتِ مآب ﷺ سے چند سوالات پوچھے۔جن کا جواب صرف نبی ہی دے سکتے تھے۔حضور سرورِ عالم ﷺ ان تمام سوالوں کے جوابات بڑی وضاحت سے دیئے۔اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو کہ یہودیوں کا بلند پایہ عالم تھا۔نے یقین کرلیا۔کہ واقعی یہی نبی ہیں۔بلکہ ''نبی آخر الزمان ﷺ'' ہیں۔اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔

(''یہود ایک بہت بہتان باز قوم ہے۔اگر انہیں میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا۔تو وہ مجھ پر بہتان زنی کریں گے'')

Marfat.com
Marfat.com

رسولِ حق ﷺ نے یہودیوں کو بلا بھیجا وہ آئے اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو گھر کے اندر چھپا دیا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا۔

(''عبداللہ بن سلامؓ تمہارے اندر کیسے آدمی ہیں؟)

یہودی: وہ ہمارے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب سے اچھے آدمی اور سب سے اچھے آدمی کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب سے افضل بھائی اور سب سے افضل بھائی کے بیٹے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلامؓ اسلام لے آئیں تو تمہارے خیال میں وہ کیسے ہونگے؟

یہودی: انہوں نے دو، تین بار کہا اللہ تعالیٰ انہیں بچا کے رکھے۔

اسی دوران حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اندر سے باہر آئے اور بلند آواز سے پڑھا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ یہ سُننا تھا کہ یہودی بول اُٹھے۔ شَرُّنَا وَابْنِ شَرُّنَا یہ ہمارا سب سے بُرا آدمی اور سب سے بُرے آدمی کا بیٹا ہے۔ اس وقت ان کی بُرائیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ آگے بڑھے اور فرمایا۔ ''اے جماعتِ یہود! اللہ سے ڈرو! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تم لوگ جانتے ہو۔ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اور یہی وہ رسولِ خدا ﷺ ہیں جو حق پر تشریف لائے۔

یہودیوں نے کہا ''تم جھوٹ بولتے ہو''۔

یہ پہلا موقع تھا کہ رسولِ کریم ﷺ کو یہود کے بارے میں آگاہی ہوئی یہ مدینہ طیبہ میں پہلا دن تھا۔

یہ مدینہ پاک کے داخلی حالات و واقعات تھے۔ اور بیرونِ مدینہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن قریشِ مکہ تھے۔ جنہوں نے تیرہ سالہ نبوت کے دوران مسلمانوں پر اذیت اور مصائب کے پہاڑ توڑے تھے۔ ہجرت کے بعد اہلِ مکہ نے مسلمانوں کے مکانات، جائیداد اور مال و دولت پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس کے علاوہ جزیرۃ العرب کے دوسرے مشرکین سے رابطہ کر کے اُن کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ اور مدینہ شریف کا مکمل بائیکاٹ کرا دیا۔ جس کی وجہ سے مدینہ میں درآمدات محدود ہو گئیں۔

Marfat.com
Marfat.com

مدینہ شریف میں پہلا قدم (تعمیرِ مسجد نبوی)

گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے کہ حضور ﷺ کی ناقہ (قصویٰ) ایک میدان میں بیٹھی تھی۔ یہ میدان کھجوریں خشک کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے قریب ترین گھر ''حضرت ایوب انصاریؓ بن خالد'' کا تھا۔ جس کو رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی قیام گاہ بنایا۔

نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا ''یہ زمین کا قطعہ کس کی ملکیت ہے؟ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یہ میدان دو یتیم بچوں کا ہے جن کا میں سرپرست ہوں۔ میں ان کی طرف سے آپ کو نذر کرتا ہوں۔ اس کو استعمال میں لائیں۔

فرمایا ''اُن بچوں کو بلایا جائے''۔ فوراً دونوں بچے حاضر ہو گئے اور انہوں نے بھی یہ زمین کا ٹکڑا حضور سرورِ عالم ﷺ کو عطیہ کرنے کی پیش کش کی۔

مگر داعیِ انصاف ﷺ نے مفت زمین لینے سے انکار فرما دیا۔ اس کی قیمت ''سات دینار'' مقرر ہوئی۔

لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے خزینہ دار ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ'' کو دس دینار ادا کرنے کا حکم دیا۔ خرید کے دوسرے دن ہی حضرت محمد ﷺ نے وہاں مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھی اور جوش وخروش سے تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔

تعمیر کے کام میں تقسیم کار:

رسولِ اکرم ﷺ نے قیامِ مدینہ کے وقت سب سے پہلے ''مواخات'' (بھائی چارہ) قائم کیا۔ تاکہ مہاجرین مکہ کی حوصلہ افزائی ہو۔ ایک مہاجر کو ایک انصار کا بھائی بنا دیا۔ انصار نے ہر قسم کی قربانی اپنے مہاجر بھائی کیلئے پیش کی۔ ان کو اپنے گھر میں لے گئے۔ اپنے مال ومتاع کا نصف کر کے ان کو پیش کر دیا۔ اہلِ مدینہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو بسروچشم قبول کیا۔ اور عہدِ اخوت باندھا۔ قرآن پاک کی سورۃ انفال میں اس کا ذکر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ ہجرت کی انہوں نے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اور جن لوگوں نے انہیں مسکن دیا۔ اور مدد دی وہ حقیقی مومنوں میں سے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے گا۔ اور ان کا رزق کشادہ فرمائے گا۔

Marfat.com
Marfat.com

تعمیر مسجد میں صحابہ کرام مصروف تھے۔اور عہدِ اُخوت کے بعد کام کی تفویض کچھ یوں تھی۔ ہر وہ شخص جو کسی انصاری بھائی کے گھر رہتا تھا۔ایک دِن مسجد نبوی میں بلا اُجرت کام کرتا اور دوسرے دِن اپنے اور اپنے بھائی کے گھریلو اخراجات کیلئے مزدوری کرتا۔یہی حال انصارین مدینہ کا تھا۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہدِ اُخوت باندھا۔اور فرمایا کہ ایک دِن حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں کام کریں گے اور رسولِ اکرم ﷺ روزگار، معاش کریں گے۔اور دوسرے دن خود رسول خدا ﷺ مسجد میں کام کریں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، معاش کا بندوبست کریں گے۔لیکن شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''یارسول اللہ علیہ وسلم! آپ کی موجودگی تعمیری کاموں کے لئے ضروری ہے۔اس کے علاوہ ہر روز کوئی نہ کوئی مسئلہ مسلمانوں کو درپیش ہوتا ہے۔ان کے مسائل کا حل صرف آپؐ کے پاس ہے۔لہذا آپ کی موجودگی ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مزدوری:

خاندانِ بنو ہاشم کے یہ عظیم فرزند، اور حضور رسالتِ مآب ﷺ کے مواخاتی بھائی اور چچازاد بھائی حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ، صبح دم کام کیلئے روانہ ہوتے اور شام تک کام کرتے۔

کام کی نوعیت ملاحظہ ہو: مدینہ شریف میں ایک شخص مکان تعمیر کر رہا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ تعمیر مکان میں استعمال کیلئے پانی بھر کر لاتے تھے۔پانی کا کنواں اتنا دور تھا کہ آپؓ شام تک صرف سولہ ڈول پانی لا سکتے تھے۔آپؓ کو ہر ڈول کے بدلے میں ایک دانہ کھجور معاوضہ ملتا تھا۔شام تک صرف سولہ کھجوریں حاصل کر پاتے تھے۔جن میں سے آٹھ رسولِ مقبول ﷺ کو پیش کر دی جاتیں اور خود آٹھ نوش فرما لیتے تھے۔

اِدھر نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس تعمیر مسجد میں شریک تھے۔خود اینٹ اور پتھر اٹھاتے اور ساتھ یہ فرماتے جاتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

ترجمہ: اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔بس انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

ھٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَیْبَرْ

ھٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْھَرْ

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں۔ یہ ہمارے پروردگار کی قسم! زیادہ نیک اور پاکیزہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اس طرزِ عمل سے صحابہ کرامؓ میں جوش و خروش اور سرگرمی میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ وہ بھی جواب میں نعرۂ بلند فرماتے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ
لَذَاکَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ

ترجمہ: اگر ہم بیٹھیں رہیں اور نبی اکرم ﷺ کام کریں تو ہمارا یہ کام گمراہی کا کام ہوگا۔

اس مقام پر مشرکین کی کچھ قبریں تھیں کچھ ویرانہ تھا۔ اور کچھ کھجوریں اور غیسر قد کے درخت تھے۔ درختوں کو کاٹ کر قبلہ کی طرف لگا دیا گیا۔ قبروں کو اکھاڑ دیا گیا۔ دروازے کے بازو کے دونوں پائے پتھر کے بنائے گئے۔ دیواریں کچی اینٹوں اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت پر کھجور کے تنے شہتیر بنائے گئے۔ اور اوپر کھجور کی شاخیں اور پتے ڈلوا دیئے گئے۔ فرش پر ریت اور چھوٹی کنکریاں ڈال دی گئیں۔ تین دروازے تھے۔ قبلے کی دیوار پچھلی دیوار تک سو ہاتھ لمبائی اور چوڑائی رکھی تھی۔ بنیادیں تقریباً تین ہاتھ گہری تھیں۔

مسجدِ نبوی سے متصل چند حجرے تعمیر کیے گئے۔ جن کی دیواریں کچی اینٹ کی تھیں۔ چھت کھجور کے تنے کی کڑیاں دے کر اوپر پتوں اور شاخوں سے ڈھانپ دیا گیا۔ یہی حجراتِ مقدسہ ازواج مطہرات کے حجرے تھے۔ حجروں کی تعمیر کے بعد رسالت مآب ﷺ اپنے عارضی مسکن (حضرت ایوب انصاریؓ کا گھر) سے یہاں تشریف لے آئے۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۵۶۔۵۵۵)

مدینہ میں پہلا اساسی قانون:

جب تمام مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر آئے۔ اور مدینہ پاک میں بھی مسلمانوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔ تو رسالت مآب ﷺ کو مدینہ کے حالات کے مطابق قانون سازی کرنے کا خیال آیا۔ پس حضور سرورِ کونین ﷺ نے مدینہ پاک میں پہلا اساسی قانون تشکیل فرمایا۔ اس اساسی قانون کی باون (۵۲) شقیں ہیں۔ ان میں سے پچیس (۲۵) نکات مسلمانوں کے متعلق ہیں اور ستائیس (۲۷) دوسرے مذاہب کے لئے تھے۔

جن میں سے چند کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

۱۔ قانونِ اساسی کے مطابق مدینہ شہر کا ہر رہنے والا قبیلہ مجاز ہوگا کہ وہ اپنے دینی اقدار کی حفاظت کرے۔ اپنے دینی اقدار کی ادائیگی پوری آزادی سے کرے۔

۲۔ مومنین ایسا کبھی نہ ہونے دیں گے۔ کہ کسی ایک پر عہد ناموں کے ایفا کی ذمہ داری کا بوجھ اتنا

Marfat.com
Marfat.com

ڈال دے کہ اس کی کمر توڑ دے

۳۔ قانون اساسی کے مطابق سب کو مساوی قرار دیا گیا۔ قبیلہ کے تعصب اور اس سے وابستہ اختیارات کو بھی مٹا دیا گیا۔ اصل اختیارات مسلمان ہونا رکھا گیا۔

۴۔ اگر ایک شخص جو عضوِ امت یعنی مسلمان ہے۔ اور گرفتار ہو جاتا ہے اور حریف بھائی کیلئے فدیہ طلب کرتا ہے۔ تو سب مل کر ادا کریں گے۔ اسی طرح قتل کیلئے مل کر خون بہا ادا کریں گے۔

۵۔ اگر کوئی مومن کوئی خیانت/ظلم وجبر کرے یا کسی کا حق پامال کرے یا مومنین میں نفاق پیدا کرے۔ اس صورت میں تمام مسلمانوں کا ہاتھ اُسے سزا دینے کیلئے اُٹھے گا۔ چاہے گنہگار اس کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۶۔ جو کوئی عملاً قتل کرتا ہے یا قتل کیا جائے کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ قاتل کی حمایت کرے۔

۷۔ ہر نوع اختلاف پر خدا سے رجوع کریں۔ اور بوسیلہ نمائندہ خدا ﷺ مسئلے کے حل کیلئے جائیں گے۔

۸۔ جو کسی کی پناہ میں ہے وہ اسی کی پناہ میں رہے گا۔

۹۔ جو کوئی اس نوشتہ کے خلاف عمل کرے گا۔ یہودی اور مسلمان مل کر اس کو روکیں گے اور ان کے خلاف جنگ کریں گے۔

۱۰۔ مسلمان اور ساکنین مدینہ یہود کے افراد قبیلہ قریش اور ان کے حلیفوں کی حمایت کا ارتکاب نہ کرے گا۔

۱۱۔ سرزمین مدینہ حرم تصور ہوگی۔ اس میں جدال نہ کیا جائے گا۔

مدینہ کے عوام اس قانونِ اساسی سے خوش ہوئے۔ کیونکہ اس قانون کے مطابق تمام اہل مدینہ کی حیثیت مساوی ہوگئی تھی۔ اس قانونِ اساسی کے مطابق تمام مذاہب کو آزادی تھی۔ اس کی اساس قرآنِ مقدس ہے۔ ارشادِ قرآن ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں، عیسائیوں اور صابئین کو بھی اپنی رحمت کے سایہ سے محروم نہیں رکھا۔ بشرطیکہ ان کا ایمان پختہ ہو۔ اور صالح عمل کرتے ہوں۔

اس معاہدہ (قانونِ اساسی) کی وجہ سے یہودی بھی ایک برادری کی شکل میں شامل ہو گئے۔ ان میں

Marfat.com
Marfat.com

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھا۔ جو ہر وقت در پردہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ مگر اس تدوین کردہ اساسی قانون کے تابع ہو گیا۔ اس کے بعد قرآن پاک کی طویل ترین سورۃ البقرہ'' کا نزول شروع ہوا۔ جس میں رب قدیر نے انتشار پسند لوگوں کی نشانیاں بیان کیں ہیں۔ جس سے رب تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو کھلم کھلا منافقین کی نشاندہی فرمادی۔

اہلِ مکہ کی دھمکی اہلِ مدینہ کے نام:

رسولِ اکرم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، با حفاظت مدینہ پاک ہجرت کر گئے تو اہلِ مکہ کا بغض اور کینہ اور زیادہ ہو گیا۔ سردارانِ قریش خصوصاً ابوسفیان، ابوجہل اور امیہ بن حلف، ایک دھمکی آمیز خط اہلِ مدینہ کے نام تحریر کیا۔ جس کی عبارت مندرجہ ذیل تھی۔

''اے اہلِ مدینہ! تم سے ہمارے تعلقات منقطع ہونا بہت زیادہ افسوسناک بات ہے۔ یہاں تک کہ قبائل عرب کا کوئی قبیلہ بھی ہم سے قطع روابط کرتا تو ہمارے لئے اس قدر اہم نہ تھا۔ لیکن جو قدم تم نے اٹھایا ہے۔ اس سے ہمارے اور تمہارے تعلقات خراب تر ہو گئے ہیں۔ تم نے اس شخص کو پناہ دی ہے۔ جو مکہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ تمہاری اس پناہ دینے کی وجہ سے ہم مداخلت پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ہم تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ تم ہمارے اور ان کے درمیان نہ آؤ۔ اگر وہ شخص نیکوکار ہے تو اس صورت میں ہم اُسے بہتر جانتے ہیں کہ ایسے شخص سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور اگر بدکار (نعوذ باللہ) ہے تو کسی طرح اُسے اس کے عملوں کی سزا دی جائے''۔

انصارِ مدینہ کو جب یہ خط ملا تو انہوں نے ایک شاعر ''کعب بن مالک'' کو بلایا اور اُسے قریش کی ہجو لکھنے کیلئے کہا۔ کلام خواہ منثور یا منظوم ہو عرب میں قدر و تاثیر رکھتا تھا۔ اہلِ عرب کا عقیدہ تھا کہ ہجو ایک تیر سے بڑھ کر کام کرتا ہے۔ اور ہجو لکھ کر اہل مکہ کو بھیج دی گئی۔ لیکن اہل مکہ پھر بھی باز نہ آئے بلکہ ایک اور نامہ سردارِ یہود ''عبداللہ بن ابی بن سلول'' کو بھیجا اس کو مخاطب کر کے لکھا۔

''تم نے ہمارے ایک شخص جو مکہ سے آیا ہے۔ پناہ دے رکھی ہے۔ اگر تم اسے ہماری تحویل میں نہ دو گے تو ہم مدینہ پر ہجوم کی صورت میں لشکر کشی کریں گے۔ تمہیں قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے تصرف میں لائیں گے''۔

عبداللہ بن ابی نے اس خط کا بھی جواب نہ دیا۔ جب دونوں خطوط بیکار گئے تو انہوں نے تیسرا خط اہلِ یہود کے نام تحریر کیا۔ اور ان سے مدد طلب کی۔

اہلِ یہود نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ دِل میں ارادہ کر لیا کہ ضرورت پڑنے پر اہلِ مکہ کی ضرور مدد

Marfat.com
Marfat.com

کریں گے۔اس بات کا علم اہلِ قریش کو بھی ہو گیا تھا۔

مدینہ پاک کا اقتصادی محاصرہ:

جب اہلِ مکہ کے تینوں خطوط کا کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔تو انہوں نے آپس میں باہمی صلاح ومشورہ سے اہلِ مدینہ کا اقتصادی محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا۔قریش دس قبائل پر مشتمل تھے۔اور شمالی جزیرہ العرب کے تمام تجارتی راستوں پر ان کا کنٹرول تھا۔اس لئے وہ مدینہ کے اقتصادی محاصرہ کو مؤثر بنا سکتے تھے۔لہذا انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مدینہ کی طرف کوئی چیز نہ پہنچ سکے۔اہلِ مدینہ کا پیشہ کھیتی باڑی تھا۔ان کو اتنی پریشانی نہ ہوئی۔مگر چیز کے نرخ اس قدر بڑھ گئے کہ قوتِ خرید سے تجاوز کر گئے۔جس نے اہلِ مدینہ کو وقتی طور پر پریشانی کا سامنا تھا۔

سرورِ کونین ﷺ مسجدِ نبوی سے ملحق حجرۂ مبارک میں مقیم تھے۔اقتصادی محاصرہ سے براہِ راست متاثر تھے۔اور فکر مند تھے۔زندگی سادگی سے بسر ہوتی تھی۔گھر کھجور کے پتوں اور شاخوں سے بنا ہوا تھا۔جَو کی روٹی خوراک تھی اور کبھی صرف کھجور پر گزارہ ہوتا تھا۔

اُم المومنین ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' فرماتی ہیں۔

جب مدینہ اقتصادی محاصرہ میں تھا۔کھانے پینے کی اشیاء کی قیمتیں بڑھ گئیں تھیں۔تو ہم گھر میں چولہا نہیں جلاتے تھے۔کیونکہ پکانے کیلئے کچھ نہ تھا۔کبھی فاقہ کرتے تھے۔اور کبھی دو۔دو۔تین۔تین دن کھانا نہیں کھاتے تھے۔

جب اقتصادی محاصرہ زور پکڑ گیا۔لوگوں کو حصولِ اشیاء میں شدت محسوس ہونے لگی۔تو رسولِ اکرم ﷺ نے سوچا کہ اہلِ قریش کا مقابلہ کیا جائے۔اس کیلئے تلوار نیام سے نکالنا ہوگی۔سرورِ کونین ﷺ نے ارادہ فرمالیا کہ جہاں ضرورت ہوگی۔وہاں خدا کے راستے میں تلوار کو استعمال کرنا ہوگا۔

اہلِ مکہ کے تجارتی قافلوں کے خلاف کارروائیاں:

۱۔ جب قریش کے اقتصادی محاصرہ نے شدت اختیار کر لی۔اور اہلِ مدینہ کی مشکلات میں بے حد اضافہ ہو گیا۔اور ادھر رحمۃ اللعالمین ﷺ بااختیار اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔اور تمام اہلِ مدینہ سوائے چند قبائل کے رسالت مآب ﷺ پر ہر قربانی دینے کو تیار تھے۔اور اپنے محبوب سربراہ ﷺ کے ہر حکم کی حکم عدولی کو گناہ تصور کرتے تھے۔ان حالات کے پیشِ نظر رحمتِ حق ﷺ نے اہلِ قریش کو ایک پیغام بھیجا۔جس کا متن یہ ہے۔

(''اے اہلِ قریش نے چونکہ تم نے مدینہ کا اقتصادی محاصرہ کر رکھا ہے۔اس لئے آج کے بعد تمہارے تجارتی قافلوں کو اجازت نہیں کہ وہ مسلمانوں کے علاقہ سے گزریں۔اگر تم نے ایسی کوشش کی تو

Marfat.com
Marfat.com

ہم مزاحمت کریں گے'')۔

یہ اتمام حجت تھا۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ جانتے تھے کہ اہلِ قریش کو اس دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود مدنی تاجدار ﷺ نے ان کو پہلے آگاہ فرمادیا۔ اس دھمکی آمیز خط کے بعد صحابہ کرام کی مشاورت سے رضا کاروں کا ایک دستہ تیار فرمایا۔ جن کی کمانداری اپنے چچا ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ'' کو سونپی۔ یہ دستہ چالیس (۴۰) رضا کاروں پر مشتمل تھا۔ ان کے بیس (۲۰) اونٹ تھے۔ ان کے سپرد مدینہ اور بحیرۂ احمر کے درمیانہ علاقہ میں اہلِ مکہ کے تجارتی قافلوں کے خلاف کارروائی کرنا تھا۔ نگرانی شروع ہوگئی۔

چند دن ہی گزرے تھے کہ مکہ کا ایک کاروان دکھائی دیا۔ اس کاروان تجارت کا سردار خود ابوجہل تھا۔ مسلمان فوراً حملہ کے لئے تیار ہوگئے۔ لیکن سردارِ علاقہ ''محمد بن عمرو'' نے مداخلت کی اور کہا'' کیونکہ ہمارا قبیلہ قریش سے معاہدہ ہے کہ ہمارے علاقے میں تمہارے قافلوں کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ نہ تمہارے قافلوں کو لوٹیں گے اور نہ ہی لوٹنے دیں گے۔ اس کے بدلہ میں ہم قریش سے ہر سال دو دفعہ ''باج'' وصول کرتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خود عربی سردار تھے۔ وہ خود جانتے تھے کہ معاہدوں کی خلاف ورزی ناممکن ہے۔ پس یہ قافلہ حفاظت سے مکہ پہنچ گیا۔

۲۔ مجبوراً اس رضا کاروں کے دستہ کو واپس آنا پڑا۔ اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے ساٹھ (۶۰) رضا کاروں پر مشتمل ایک اور دستہ تیار فرمایا۔ اس کا سپہ سالار مجاہدِ اول حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ان کے ذمہ مدینہ اور سمندر کے درمیانی علاقہ کی نگرانی کرنا تھی۔ انہوں نے تقریباً دو ہفتوں کی نگرانی کے بعد دیکھا کہ ان کے متعلقہ علاقہ میں مکہ کا ایک کاروانِ تجارت داخل ہوگیا ہے۔ جب اہلِ کارواں نے سنا کہ مسلمان حملہ آور ہونے والے ہیں تو وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے لیکن دو اشخاص گرفتار ہوگئے۔ یہ دونوں مسلمان ہو چکے تھے۔ ان میں ایک حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، اور دوسرے حضرت عقبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ تھے۔ جو ہجرت مدینہ کے وقت حبشہ گئے ہوئے تھے۔ جب واپس مکہ پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کے آقا حضرت محمد ﷺ مدینہ شریف ہجرت کر گئے ہیں۔ تو وہ موقعہ کی تلاش میں تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ایک قافلہ تجارت کی غرض سے مدینہ کے قریب سے گزرنے والا ہے تو وہ دونوں اس میں شامل ہوگئے۔ اور آخر کار اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

۳۔ اب تیسرا دستہ تیار کیا گیا جو بیس (۲۰) رضا کاروں پر مشتمل تھا۔ اور اس دستہ کے سپہ سالار ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ'' تھے۔ اس دستہ کا آمنا سامنا علاقہ ''فراز'' میں ایک مکی کاروان سے ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

مگر مقامی رئیس کی مداخلت کی وجہ سے کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی جا سکی۔ اہلِ مکہ کا کاروان حفاظت سے مکہ کی طرف چلا گیا۔ مسلمانوں کا یہ دستہ پھر بغیر حملہ کیئے مدینہ واپس آ گیا۔

تینوں دستوں کی واپسی پر انہوں نے عرض کی۔ ''اے رسولِ خدا ﷺ! اہلِ مکہ اپنے قافلوں کی حفاظت کے بدلے میں ان قبائل کو 'باج اور دیگر اشیاء'' دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہماری مدد نہیں کریں گے۔ بلکہ رکاوٹ پیدا کریں گے۔ آپ ﷺ بھی ان کو کسی قسم کا لالچ دیں۔

اس پر رحیم و کریم رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''میں ان کو یہاں مدد کرنے کے صلے میں بہشت عطا کروں گا''۔

۴۔ اس کے بعد سرورِ کائنات ﷺ نے ساٹھ سواروں کا ایک دستہ تیار فرمایا۔ اور خود اس دستہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے میدانِ عمل میں نکل آئے۔ اس کاروان کا مقصد بدوی قبائل کو مسلمانوں سے متحد کرنا تھا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ قبیلہ ''غفار'' میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ قبیلہ مسلمان ہو چکا تھا۔ چونکہ دس سال قبل اسی قبیلہ کے شہ سوار سردار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، مسلمان ہو کر اپنے قبیلہ میں چلے گئے تھے۔ اُن کی کوشش سے تمام قبیلہ مسلمان ہو چکا تھا۔ قبیلہ غفار کا مسکن مدینہ اور ینبوہ کا درمیانی علاقہ تھا۔ راستہ میں حضورِ سرورِ عالم ﷺ مقام ''ابواء'' پر پہنچے تو سواری سے اُتر کر اپنی والدہ ''حضرت آمنہؓ کی قبر مبارک پر گئے۔ دوزانو ہو کر قبر پر فاتحہ خوانی فرمائی۔ اور رو پڑے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، جو ساتھ تھے وہ بھی رو پڑے (مدارج النبوۃ)

اس کے بعد رسالت مآب ﷺ اپنی منزل کی طرف چل پڑے اور راستے میں غفاریوں کے ایک قبیلہ ''بنوزُمرہ'' سے گزر ہوا۔ وہاں اس دستہ نے ایک ہفتہ تک قیام کیا۔ اور سرکردہ لوگوں سے مذاکرات کر کے ایک عہدِ پیمان باندھا گیا۔ اس معاہدہ کے مطابق اب ''بنوزُمرہ'' قریش کے کاروانوں کی حفاظت نہ کریں گے۔

اس کے بعد حضور سرورِ عالم ﷺ آگے بڑھے اور قبیلہ ''بنو جہنیہ'' میں اُترے یہ قبیلہ ''ینبوہ'' کے پہاڑی علاقے ''ودوہ'' میں سکونت پذیر تھا۔ یہ قبیلہ بھی مسلمان ہو کر اتحادی بن گیا۔

اس کے بعد رسالت مآب ﷺ ''بنو مدلج'' میں جا پہنچے۔ اسی قبیلہ کا سردار ''سراقہ بن مالک، بوقت ہجرت گرفتار کرنے آیا تھا۔ مگر ناکام رہا۔ بت پرست ہونے کے باوجود قبیلہ والوں نے رسولِ خدا ﷺ کی بہت زیادہ تکریم کی اور جنگی معاہدہ کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ ان چاروں قبائل سے جنگی معاہدے کرنے کے بعد جب واپس مدینہ تشریف لائے تو ایک ناخوشگوار خبر سُنی، کہ اہلِ مکہ کی طرف سے چند سفید اونٹ سواروں نے ''ابنِ جبیر'' کی قیادت میں مدینہ کے مضافات میں رات کے اندھیرے میں حملہ کیا۔ اور کچھ گھروں کو جلایا۔ اور مسلمانوں کا

Marfat.com
Marfat.com

کچھ مال بھی غارت کیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کا دستہ اور پہلا بت پرست قتل:

ہجرت کے دوسرے سال نبی کائنات ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ کاروانِ قریش پر کسی غیر متوقع جگہ پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ اپنے پھوپھی زاد بھائی اور اُمّ المومنین ''حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حقیقی بھائی ''حضرت عبداللہ بن جحش ؓ'' کی کمانداری میں آٹھ رضا کاروں کا ایک دستہ تیار کیا۔ ان کے ساتھ ''حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، حضرت عکاشہ بن محصن ؓ، حضرت عتبہ ؓ بن غزوان اور حضرت واقد ؓ بن عبداللہ بھی تھے۔

مدارج النبوۃ کے صفحہ نمبر ۱۴ پر ان کی تیاری کا واقعہ درج ہے۔

وقتِ روانگی محسنِ انسانیت ﷺ نے ایک لکھا ہوا حکمنامہ سپہ سالار دستہ کے سپرد فرمایا۔ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اونچی جگہ کی طرف جاؤ۔ اور اس جگہ جب پانی کے کنویں پر پہنچو۔ اپنے اونٹوں کو پانی پلا چکو تو اس حکمنامہ کو کھول کر پڑھنا۔ اور اس پر عمل کرنا۔ دو دن کے سفر کے بعد جب ایک کنویں پر پہنچے۔ اپنے اونٹوں کو پانی پلایا اور خود بھی پیا تو اس نامہ کو کھول کر پڑھا۔ تو حکم تھا۔ ''کہ مکہ سے طائف کی طرف ''وادی بطن نخلہ'' کے مقام پر قریش کے کاروان کو روکو''۔

اہلِ عقیدت! رسول اکرم ﷺ کے لئے یہ ایک ایسی بات ہے۔ کہ رسولِ خدا ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف فرمانے کے باوجود وادی نخلہ کی خبر رکھتے تھے۔

الغرض سپہ سالار دستہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، فوراً وادی کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن کے ساتھ باقی سات اصحاب تھے۔ یہ وہی وادی نخلہ ہے۔ جہاں طائف کے بعد رحمتِ عالم ﷺ نے قیام فرمایا تھا اور وہاں جنوں کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا تھا۔

اس سفر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان ؓ کا اونٹ گم ہو گیا۔ اور وہ دونوں سپہ سالارِ لشکر سے اجازت لے کر اونٹ کو تلاش کرنے کیلئے چلے گئے۔ باقی چھ رضا کار وادی بطن نخلہ کی طرف چل دیئے۔ اور وہاں پہنچ کر قافلہ قریش کی گھات میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد قافلہ طائف کی طرف سے آموجود ہوا۔ لشکرِ اسلام نے کفار کے اس تجارتی قافلہ پر حملہ کر دیا۔ ''حضرت واقد ؓ بن عبداللہ'' نے ایک تیر تاک کر چلایا جس سے عمر بن الحضرمی مارا گیا۔ حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ قید کر لئے گئے۔ باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا قتل اور پہلا قیدی تھا۔ یہ لوگ طائف سے مویز، منقیٰ، خشک چمڑا اور دیگر سامان لا رہے تھے۔ جو مالِ غنیمت میں شامل کر لیا گیا۔ یہ دن ماہ جمادی الثانیہ کے آخری ایام تھے۔ اس کے

Marfat.com
Marfat.com

بعد ماہ رجب شروع ہونے والا تھا۔ جو اہلِ عرب میں حُرمت والا مہینہ تھا۔ اس لئے لشکرِ اسلام نے جلدی ان پر حملہ کر کے غلبہ پالیا۔ اور مالِ غنیمت لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب مشرکین اور یہود کو اس بات کا علم ہوا تو وہ طعنہ زنی پر اُتر آئے کہ مسلمانوں نے ماہِ حرام کو حلال بنا لیا ہے۔ اور ماہِ حرام کی بے حرمتی کی ہے۔ تو رسولِ اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَکُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ o"

''اے حبیب ﷺ تم سے حرمت والے مہینے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہ اس میں قتال کیسا ہے؟ تو فرما دو! قتال بڑا گناہ ہے۔ لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا۔ مسجدِ حرام سے روک کر وہاں کے رہنے والوں کو نکالنا اس سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بھی بڑا ہے۔''

جب قریش کو اپنے قافلے کے لٹنے، قیدیوں اور ایک قتل کے بارے علم ہوا اور ساتھ ان کا مالِ تجارت بھی لوٹ لیا گیا تو وہ غصہ سے بھر گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی کارروائیوں میں تیزی پیدا کر لی۔ آخر کار مدینہ پاک میں اپنے قیدیوں کے رہائی کیلئے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں فدیہ ارسال کیا۔ لیکن رحمتوں والے رسول ﷺ نے فرمایا! جتنی دیر تک حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عتبہؓ بن غزوان واپس نہ آئیں گے ان کو رہا نہ کیا جائے گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دونوں اصحابِ رسول مدینہ واپس آ گئے۔ رسالت مآب ﷺ نے ''حکم بن کیسان'' کو دعوتِ اسلام دی۔ اس پر وہ مسلمان ہو گئے۔ اور صحابہ میں شامل ہو گئے۔ اور ''واقد بن عبداللہ'' اپنے دین پر قائم رہا اس کا فدیہ سولہ سو دینار مقرر ہوا۔ جو ادا کر دیا گیا۔ باقی مالِ غنیمت واپس نہ کیا گیا۔

مقامِ بدر:

بدر ایک بستی کا نام ہے۔ یہاں حق و باطل کا پہلا معرکہ رونما ہوا۔ ہجرتِ مدینہ کا دوسرا سال ماہِ رمضان المبارک تھا۔ اس کو بدر اس لئے کہا جاتا ہے۔ یہاں بدر بن مخلد بن کنانہ کا بسیرا تھا۔ یا ''بدر بن حارث'' سے منسوب ہے۔ یا وہاں پرانے وقتوں میں ایک بوڑھا شخص عرصہ دراز سے رہا جس کا نام ''بدر'' تھا۔ اس کا دائرہ وسیع تھا۔ بدر کے چشمہ کا پانی صاف و شفاف تھا۔ جس میں پورا گاؤں نظر آتا تھا۔ بدر مکہ سے 160 میل اور مدینہ منورہ سے 92 میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سالانہ ایک میلہ منعقد ہوتا ہے اور اس کے قریب ہی کافروں کا بت مناۃ تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

حق و باطل کے پہلے معرکہ کیلئے کافروں نے اس کارِ انتخاب اسی لئے کیا تھا۔ ان کو یقین تھا ہم تعداد اور سامانِ حرب کے لحاظ سے طاقتور ہیں اس لئے مسلمانوں کو شکست دے کر مشہوری حاصل کریں گے۔ اور ساتھ ہی اپنے بت مناۃ سے مدد طلب کریں گے۔

جاسوسی کا نظام:

وادیٔ نخلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد رسولِ خدا ﷺ نے اس کا دائرہ کار آگے بڑھانے اور مزید کامیابیاں حاصل کرنے کیلئے کارروائی کو جاری رکھا۔ اس کیلئے جاسوسی کا نظام مضبوط کیا جو ہمہ وقت مدینہ شریف کے اردگرد دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور فوری اطلاعات بہم پہنچا رہے تھے۔ اسی جاسوسی کے نظام کی وجہ سے حضور سرورِ کائنات ﷺ کو اطلاع ملی کی عنقریب قریش کا ایک قافلہ جس میں دو ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا مالِ تجارت ہے۔ مدینہ کے علاقہ کے قریب سے گزر رہا ہے۔ اس قافلہ کا سپہ سالار ابوسفیان ہے۔ اور اس میں مکہ کا ہر قبیلہ حصہ دار ہے۔

غزوہ بدر کی فوری وجہ:

نبی آخر الزماں ﷺ نے ۳۱۳ رضا کاروں کا ایک لشکر تیار کیا اور ابوسفیان کے قافلہ پر حملہ آور ہونے کیلئے روانہ ہو گئے۔ اس لشکر میں ۱۴۰ افراد انصار کے اور ۱۷۳ افراد مہاجرین تھے۔ مدینہ کے دونوں قبائل اوس اور خزرج زور و شور سے شریک تھے۔ ان میں ہر رضا کار سرفروش تھا۔ لشکر کے پاس صرف ۷۰ اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ ہتھیاروں کی کمی تھی۔ لیکن جذبۂ ایمانی وافر تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خود سرورِ کونین ﷺ قیادت فرما رہے تھے۔

لشکرِ اسلام مدینہ سے مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے 92 میل دور وادیٔ بدر میں قیام پذیر ہوا اور کاروانِ قریش کا انتظار کرنے لگا۔

مدینہ شریف میں مسلمانوں کے علاوہ یہود بھی آباد تھے۔ انہوں نے قبل از وقت ابوسفیان کو لشکرِ اسلام کی روانگی اور ان کے ارادے کی خبر کر دی۔ اس پر ابوسفیان نے قافلہ کا رُخ موڑ لیا۔ لیکن ابوسفیان نے مکہ میں اطلاع کر دی تھی کہ میرے قافلہ کو مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ اور وہ حملہ کرنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ مکہ میں عبدالمطلب کی بیٹی جو کہ غیب گو تھی نے مکہ کے لوگوں کو خبر دی کہ تم پر ایک بہت بڑی بدبختی آنے والی ہے۔ اور یہ بدبختی تین ہی روز بعد آنے والی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے گمان کر لیا کہ ہمارے قافلہ کو خطرہ درپیش ہے۔

اہلِ قافلہ کے پاس ایک قاصد ہوتا تھا۔ جس کو عربی میں ''نتاف'' کہا جاتا تھا۔ اس کا کام یہ ہوتا تھا کہ

Marfat.com
Marfat.com

جب کوئی بھی بڑا قافلہ مالِ تجارت لے کر آتا تو یہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ والوں کو اطلاع دے دیتا تھا۔ کہ قافلہ مکہ میں داخل ہونے والا ہے۔ جس پر سب قبائل قافلہ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آ جاتے تھے۔ لیکن ابھی تک کوئی ''نتاف'' نہ آیا تھا۔

مکہ میں ایک اہم ادارہ قائم تھا۔ جس کا کام اہم خبریں پہنچانا تھا۔ اس ادارہ کے پاس ایک گروہ ''ڈھنڈورچیوں'' کا تھا۔ جن کو ''مؤذن'' کہا جاتا تھا۔ ادھر ابوسفیان کی اطلاع بھی مکہ پہنچ چکی تھی۔ ادارہ نے ڈھنڈورچی کے ذریعے اعلان شروع کروا دیا۔ ڈھنڈورچی جس اونٹ پر سوار ہوتا تھا۔ اس کا کجاوا اونٹ کے پیٹ کے نیچے بندھا ہوا ہوتا تھا۔ مؤذن نے اُلٹے سیدھے پھٹے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اونٹ کے کان بھی کاٹ دیئے گئے تھے۔ جن سے خون بہہ رہا تھا۔ مؤذن نوحہ سرائی کی صورت میں اعلان کر رہا تھا۔

''اے قریش کے لوگو! تمہیں خبر ہو کہ مکہ کے کاروان کو تباہ کن خطرہ ہے۔ محمد (ﷺ) نے عزم کر لیا ہے۔ کہ کاروان پر حملہ کر دیا جائے۔ ہر وہ شخصیت جس میں غیرت اور حمعیت ہے وہ عزیمت اور قتال کے لئے تیار ہو جائے۔ اور محمد ﷺ کو کاروان پر حملہ کی مہلت ہی نہ دی جائے''۔

منادی کرنے والے کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان قافلے پر حملہ آور ہو چکے ہوں گے۔ اور قتل و غارت میں مصروف ہوں گے۔ منادی کے ذریعے وہ لوگوں کو ترغیب دے رہا تھا کہ قافلہ کی مدد کو فوراً چل پڑو۔

تھوڑی ہی دیر میں 950 مرد، 700 اونٹ اور 100 گھوڑے آمادۂ حرکت تھے۔ ان مردوں اور سواریوں کے علاوہ بہت جلد ہی 250 ہزار درہم جنگی اخراجات کی صورت میں بھی اکٹھا ہو چکا تھا۔ یہ لشکرِ جرار ابو جہل کی سپہ سالاری میں بہت تیزی سے مدینہ کی طرف عازمِ سفر ہوا۔

ادھر ابوسفیان کا قافلہ راستہ بدل کر حفاظت سے مکہ پہنچ گیا۔ ابوسفیان نے ابوجہل کو پیغام بھیجا کہ قافلہ حفاظت سے پہنچ چکا ہے۔ لہذا تم واپس آ جاؤ۔ لیکن وہ نہ مانا اور مدینہ کی طرف رواں دواں رہا۔ مدینہ پاک سے 92 میل کے فاصلہ پر مقام ''بدر'' پر جا اترا۔ 950 اشخاص پر مشتمل یہ لشکر پوری طرح مسلح تھا۔ لشکرِ اسلام کے جاسوسوں نے لشکرِ کفار کے دو اشخاص پکڑ لئے اور رسالت مآب ﷺ کے حضور پیش کر دیئے۔

انہیں اپنی حراست میں لے لیا۔ اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے لشکریوں کو خطاب فرمایا۔

(''اے مجاہدینِ اسلام! میرے اندازے کے مطابق ابوسفیان کے کاروان کو اطلاع دے دی گئی ہے اور وہ راستہ بدل کر مکہ پہنچ چکا ہے۔ ابوجہل ایک بہت بڑا لشکر لے کر پوری طرح مسلح

Marfat.com
Marfat.com

ہو کر ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ ہمارا لشکر ان کے مقابل بہت قلیل ہے مگر خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''۔)

وادیٔ بدر:

وادیِ بدر کا کچھ حصہ خاکی، کچھ سنگاخ اور کچھ ریت اور موٹے کنکروں پر مشتمل ہے۔ یہ وادی دو پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ شرقی پہاڑ کو ''العدوۃ القصویٰ'' اور غربی پہاڑ کو ''العدوۃ الدنیا'' کہا جاتا ہے۔ ایک اور پہاڑی سلسلہ بنام ''اسفل'' وادی کے جنوب میں واقعہ ہے۔ ان دِنوں وہاں پر پانی کے چند چشمے تھے۔ اور کاروان وہاں قیام کیا کرتے تھے۔ نیرِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے فوراً ''وادیِ اسفل'' میں پانی کے چشمے کے قریب پڑاؤ کر لیا۔ اور پانی کے چشمے پر قبضہ کر لیا۔

یہاں حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے مسلمانوں سے دوسرا خطاب فرمایا۔

(''آج تک عربی لوگ انفرادی طور پر لڑا کرتے تھے۔ اور اسی لڑائی کو ترجیح دیتے تھے۔ تاکہ تن تنہا لڑ کر اپنی طاقت منوا سکیں اور رستم کہلوائیں۔ لیکن ہماری لڑائی خدا تعالیٰ کی راہ میں ہے۔ نہ کہ ذاتی۔ خداوندِ قدوس ہماری دلیری اور شجاعت کو دیکھ رہا ہے۔ اگر خدا کی راہ میں جان قربان ہوئی تو اس کے اَجر کے طور پر ہمیں جنت ملے گی۔ اور ہماری تعداد لشکرِ کفار کے مقابلہ میں ایک تہائی ہے۔ اگر ہم نے انفرادی جنگ لڑی تو نابود ہو جائینگے۔ دستہ کی صورت میں لڑیں گے تو فتح ہماری ہو گی''۔)

اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے صف بندی کی ترتیب بتائی۔

صف بندی کی تکنیکی حیثیت:

کسی بھی جنگ میں تکنیکی نقل و حرکت ہی کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ ماہرِ جنگ و حرب رسول اکرم ﷺ نے اہلِ عرب کے سابقہ ریکارڈ سے ہٹ کر صف بندی فرمائی۔ اس صف بندی میں مجاہدین شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ ایک جگہ خالی ہونے پر دوسرا اس کی جگہ لے سکتا تھا۔ اس قسم کی صف بندی میں حالات کے مطابق خم دے کر مختلف اشکال میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ جو تکنیکی حکمت رسالت مآب ﷺ نے استعمال کی وہ تکونی شکل میں تھی۔ اس صورت میں مجاہدینِ اسلام کا رُخ لشکرِ کفار کی طرف تھا۔ نتیجۃً دشمن عقب سے حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس جنگی حکمتِ عملی کو یونانی زبان میں ''فالنز'' کہتے ہیں۔ اہلِ عرب خصوصاً لشکرِ کفار ان حکمتوں سے قطعاً ناآشنا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

میدانِ بدر میں تیسرا خطاب:

سپہ سالارِ اعظم، پیغمبرِ اسلام ﷺ جنگی حکمت سمجھانے کے بعد تیسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔

(''اے مجاہدینِ اسلام! تمہارا فرار قطعی بے سود ہوگا۔ اگر فرار کرو گے تو کوئی راہ نہ پاؤ گے۔ بجز اس کے مدینہ جاؤ۔ وہاں پر مشرکین اور یہود پکڑ لیں گے اور قریش کے حوالے کر دیں گے۔ پس تم قتل کر دیئے جاؤ گے، اس کے ساتھ ہی خاتم المرسلین ﷺ نے سورۃ الانفال کی پندرھویں اور سولہویں آیات کی بآوازِ بلند تلاوت فرمائی''۔)

ترتیبِ لشکر:

حضور سرورِ عالم ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت تین دستے تشکیل دیئے۔ ہر دستہ کا ایک کمانداد مقرر فرمایا۔ یہ تینوں دستے رسولِ اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب سے آخری دم تک میدان میں ڈٹے رہے اور دشمنانِ اسلام کو واصل جہنم کرتے رہے۔ سب سے آگے دستہ ''حضرت شیرِ خدا علیؓ'' کا تھا۔ ان کے پاس سفید پرچم تھا۔ جس پر عقاب کا نشان بنا ہوا تھا۔ دوسرے دستے کے سپہ سالار حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ تیسرے دستے کے کمانداد ایک انصاری تھے۔

رسولِ مقبول ﷺ جب لشکر کی ترتیب اور ہدایت سے فارغ ہوئے تو میدانِ بدر میں پھر خطاب فرمایا۔

(''اے مسلمانو! اگر تم فاتح ہوئے یا قتل ہوئے تو دونوں صورتوں میں تمہارے لئے بہشت ہے۔ کوئی شخص جو جنت میں رہتا ہو۔ قطعاً نہیں چاہتا کہ وہ دوبارہ اس جہان میں آئے۔ اور وہ جو اس دنیا میں درجۂ شہادت پاتے ہیں۔ وہ آرزو کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ اس جہان میں آئیں اور دوبارہ یہی درجہ حاصل کریں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن کو اس کے بدلے میں کیا کیا عطا کرے گا''۔)

غروبِ آفتاب کے قریب لشکرِ کفار ظاہر ہوا۔ تاریکی چھا رہی تھی۔ فریقین اندھیرے میں جنگ نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا لشکرِ اسلام اسی ترتیب میں قیام پذیر تھا۔ اور بعد میں ماہرِ جنگ رسالتِ مآب ﷺ اپنے لشکریوں کی جگہ بدل دی۔ تاکہ دھوپ کی صورت میں ان کی آنکھوں کے سامنے سورج نہ چمکے اور آنکھیں خیرہ نہ ہوسکیں۔

یہ تمام اقدامات جو رسالت مآب ﷺ نے اپنائے ظاہر یوں ہوتا ہے کہ یہ ترتیب خداوندِ قدوس کی طرف سے تھی۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ سپہ سالارِ اسلام حضور سرورِ کونین ﷺ جدید فنِ جنگ و حرب کے ماہر تھے۔ اس عظیم سپہ سالار ﷺ نے حکم دیا کہ نگہبانوں کے علاوہ تمام لشکری سو جائیں۔ تاکہ صبح دم جنگ میں تھکاوٹ محسوس

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

نہ ہو۔اس رات تمام مجاہدین نہایت آسودگی سے سوئے۔کہ انہیں دشمن کی موجودگی کا بھی احساس نہ ہوا۔اصل وجہ یہ تھی کہ اُن کو خود حاکم مدینہ ﷺ نے آرام کا حکم دیا تھا۔لہذا اُن کا پختہ یقین تھا کہ سوتے ہوئے انہیں کچھ نہیں ہوگا۔ اس رات کو میدانِ بدر میں بارش بھی ہوگئی۔تاکہ صبح کے وقت مجاہدینِ اسلام میدان کی کنکریوں اور ریت کی چٹانوں کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔رحمۃ للعالمین ﷺ خود رات کو خدا تعالیٰ سے مسلمانوں کی کامیابی کی دعا فرماتے رہے۔

یہ رات سولہ (16) رمضان المبارک جمعرات اور جمعۃ المبارک کی درمیانی رات تھی۔صبح جمعۃ المبارک (17) سترہ رمضان المبارک سن دو ہجری تھا۔

عَرِیش:

عرب کے سابقہ رواج کے مطابق سپہ سالار میدانِ جنگ میں اپنے لشکر کے عقب میں کسی بلند مقام سے اپنی افواج کو کنٹرول کرتے تھے۔پس سپہ سالارِ اعظم ﷺ بھی عقب میں ایک بلند ٹیلے پر تشریف فرماتے تھے۔اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،خدمت کیلئے ساتھ تھے۔اسی بلند ٹیلے کو ''عریش'' کہا گیا ہے۔

حضرت سواد بن عزیر رضی اللہ عنہ کی عقیدت:

جب لشکرِ اسلام میدان میں اترا تو رسولِ اکرم ﷺ نے صفوں کو برابر کرتے ہوئے فرمایا:

''جب تک میں حکم نہ دوں (''دشمن پر حملہ نہ کرنا،اگر وہ تمہارے قریب آجائیں تو تیراندازی شروع کردینا،لیکن تیر احتیاط سے چلانا تاکہ تیر ختم نہ ہوجائیں'')

یہاں تمام اربابِ سیر نے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔کہ جب سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ صفوں کو درست فرما رہے تھے۔تو دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی ایک صحابی ''حضرت سواد بن عزیر'' جو بہت جوش اور پُرعزم تھے۔صفوں سے آگے نکلے ہوئے تھے۔حضورِ سرورِ عالم ﷺ نے چھڑی اُن کے سینے پر ماری اور فرمایا۔''اُستَوِ یَا سَوَادُ'' اے سواد صف سیدھی کرو۔حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔

(''یارسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھ پر تکلیف دہ مار لگائی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔عدل وانصاف آپ کے دستِ اقدس میں ہے۔میرا قصاص دیجئے'')

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنے مبارک لباس کو سینہ مبارک سے ہٹا کر فرمایا۔

''اے سواد! اپنا قصاص لے لو''

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سواد بن عزیر رضی اللہ عنہ نے فی الفور اپنا چہرہ حضور سرور عالم ﷺ کے سینہ اقدس پر رکھ دیا۔ اور بوسہ لے لیا۔ اس پر رحمت حق ﷺ نے فرمایا۔

''اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟'' عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا آخری وقت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اس ہنگام میں شہید ہو جاؤں گا۔ میں نے چاہا کہ آخری وقت میں میرا جسم حضور ﷺ کے جسم اطہر سے مَس کر لے تاکہ میرے لئے آسانی ہو جائے''۔

رحمت حق ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

میدانِ کارزار اور انفرادی مقابلے:

جمعۃ المبارک سترہ (17) رمضان المبارک سن 2 ہجری طلوع آفتاب کے ساتھ ہی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ فریقین نے دیرینہ رسم کے مطابق اشعار پڑھنے شروع کئے۔ ان اشعار کا مطلب جنگ میں فریقین کو جوش دلانا تھا۔ جن میں دشمنوں کی تحقیر اور دوستوں کی تجلیل تھی۔ خواندگی اشعار کے بعد لشکرِ کفار کی طرف سے تین جنگجو پہلوان لشکر سے باہر میدان میں آ گئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

☆ عتبہ بن ربیعہ ابوسفیان کا سُسر

☆ شیبہ بن ربیعہ ابوسفیان کا چچا سُسر

☆ ولید بن عتبہ ابوسفیان کا سالہ

میدان کے وسط میں پہنچ کر وہ پکارے **''ھَلْ مِنْ مُبَارِزْ''** کون ہے جو ہم سے مقابلہ کرے گا؟ لشکرِ اسلام سے بھی تین اصحاب

☆ حضرت عوف رضی اللہ عنہ انصاری

☆ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن حارث انصاری

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ انصاری

انفرادی مقابلہ کیلئے میدان میں وارد ہوئے۔ قریش ان کو پہچانتے نہ تھے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم انصار میں سے ہیں۔ کفار نے کہا کہ تمہارے ساتھ ہمیں کوئی سروکار نہیں ہم اپنے چچوں کے بیٹوں کو بلاتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا۔ (اے محمد ﷺ! مقابلے کیلئے ہماری قوم کے لوگوں میں سے بھیجو'' اس پر رسولِ خدا ﷺ نے اَسی سالہ بوڑھے حضرت عبیدہؓ بن حارث، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارزت کیلئے بھیجا۔ حضرت عبیدہؓ، عتبہ بن ربیعہ کے مقابلے میں حضرت حمزہؓ

Marfat.com
Marfat.com

شیبہ بن ربیعہ کے مقابلے اور حضرت علی شیرِ خداؓ ولید بن عتبہ کے مقابلے میں تھے۔فوراً ہی حضرت علیؓ شیر خدا اور حضرت حمزہؓ نے اپنے اپنے مدِ مقابل کو واصلِ جہنم کر دیا۔جبکہ حضرت عبیدہؓ چونکے بوڑھے تھے۔اور تیزی نہ کر سکتے تھے۔ان کے زانو پر زخم آ گیا۔یہ حالت دیکھ کر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔زخم گہرا تھا۔ان کی پنڈلیوں کا مغز بہہ رہا تھا۔اور عتبہ بن ربیعہ کا کام تمام کر دیا۔جنگ کے بعد مقام ''روحا'' پر ان کی شہادت ہوگئی اور وہیں مدفون ہوئے۔(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۶۲)

عامِ جنگ:

جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ انکے تین پہلوان نامور جنگجو قتل ہو گئے ہیں۔تو وہ اپنے تیروں کو بلند کرتے ہوئے لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہو گئے۔ادھر لشکرِ اسلام کے مجاہدین بھی اپنے سالارِ حضرت رسالت مآب ﷺ کی بتائی ہوئی صف ہائے ثلاثہ میں آگے بڑھنے لگے۔آسمانِ دنیا نے اس جنگ کا عجیب منظر ملاحظہ کیا کہ ہر شخص اپنے بھائی، بیٹے، چچا، بھتیجے، بھانجے الغرض باپ کے مقابلہ میں برسرِ پیکار تھا۔اس جنگ کے علاوہ کسی جنگ میں تاریخ نے گواہی نہیں دی کہ بھائی، بھائی پر باپ، بیٹے پر اور چچا بھتیجے پر حملہ آور ہوا ہو۔باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔لشکرِ اسلام کے سپہ سالارِ اعظم ﷺ عریش کے نیچے تشریف لائے اور صفوں میں داخل ہو گئے۔اس وقت آپ کی زبان مبارک پر آیاتِ قرآنی کی تلاوت تھی۔جوں جوں مجاہدین اسلام تلاوت سنتے ان میں جوش و جذبہ ایمانی بڑھتا تھا۔(محمد پیغمبر اسلام صفحہ 172)

اسی جوش و جذبہ میں ''حضرت عمیرؓ بن العمام'' نے بلند آوز سے کہا۔

''میرے اور بہشت کے درمیان چند قدم کا فاصلہ ہی تو ہے''

صف سے نکل کر لشکرِ کفار میں گھس گئے۔حملہ آور ہوئے اور کئی کفار کو واصلِ جہنم کیا اور آخر کار شہید ہو گئے۔یہ منظر دیکھ کر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

(''میری ہدایت مت بھولنا، بہشت کی تمنا میں صف سے خارج نہ ہونا اگر تم صف سے خارج ہوئے تو بت پرست تم پر غالب آجائیں گے'')

میدانِ جنگ میں صف ہائے ثلاثہ مخصوص علامت تھی۔یہ رسولِ خدا ﷺ کی جنگی تکنیک تھی۔تا کہ مسلمان جنگ میں اپنوں ہی سے نہ اُلجھ پڑیں۔ایک دستہ زرد سرپوش تو دوسرا سبز اور تیسرے دستے نے سروں پر پَر لگا رکھے تھے۔جس دستہ کے سپہ سالار سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے اپنے سروں پر شتر مرغ

Marfat.com
Marfat.com

کے پُر لگا رکھے تھے۔کافر تعداد اور سامان حرب کے لحاظ سے تین گناہ زیادہ تھے۔لہذا آغاز میں ان کا پلہ تھوڑا سا بھاری ہوا۔تو حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، یا حضرت علیؓ کو فرمایا "تھوڑی سی خاک اٹھا کر مجھے دو" جب انہوں نے تھوڑی سے مٹی اٹھا کر رسولِ اکرم ﷺ کے دستِ مبارک میں دے دی تو آپ ﷺ نے وہ خاک کفار کی طرف پھینک کر فرمایا۔"چلے جاؤ بے غیرتو" اور فوراً ہی مسلمانوں نے جوابی حملہ کر دیا۔حملہ میں بہت جوش تھا۔تینوں دستے اس طرح آگے بڑھے جیسے تین قلعے حرکت میں آ گئے ہوں۔کفار اس کی تاب نہ لا سکے اور پسپا ہونے لگے۔

فرعون اُمت محمدیہؐ ،ابو جہل کا قتل:

طاغوتِ اکبر ابو جہل نے جب اپنی صفوں میں اضطراب اور پریشانی کی علامت کو ملاحظہ کیا تو اکڑ اور تکبر سے بھاگا ہوا پھرنے لگا۔اور بلند آواز سے کہا

"تم اپنے تین شہ سواروں کے انجام سے افسردہ نہ ہوں۔انہوں جلد بازی کی اور یہ انجام پایا۔"لات وعزیٰ" کی قسم ہم واپس نہ ہونگے یہاں تک کہ انہیں رسیوں سے نہ جکڑ لیں گے۔دیکھو! تمہارا کوئی آدمی ان کے کسی آدمی کو قتل نہ کرے بلکہ زندہ پکڑے تا کہ ہم ان کی بُری حرکت کا انہیں مزہ چکھائیں"

لیکن اس کی اکڑ اور تکبر بہت جلد ختم ہو گیا۔ہوا یوں اس واقعہ کو"حضرت عبد الرحمانؓ بن عوف نے بیان فرمایا ہے۔آپؓ فرماتے ہیں۔

"میں میدانِ بدر میں صف کے اندر موجود تھا۔کہ دو انصاری نوعمر جوان حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ پسران صفراء سامنے تلواریں لیے کھڑے تھے۔انہوں نے مجھے پوچھا"چچا! ہمیں ابو جہل دکھا دیجئے۔میں نے پوچھا۔تم اس سے کیا کرو گے؟ دونوں نوجوان صاحبزادوں نے جواب دیا۔

مر جائیں گے یا ماریں گے اس ناری کو
سُنا ہے وہ گالیاں دیتا ہے محبوبؐ باری کو

میں نے کہا۔

پہرہ دے رہا ہے اس کے گرد فوج کا دستہ

انہوں نے کہا چچا

کب تلک یہ دستہ روکے گا عزرائیل کا رستہ

Marfat.com
Marfat.com

اتنے میں ابو جہل سامنے آ گیا۔ میں نے کہا وہ رہا ابو جہل! دیکھتے ہی دیکھتے دونوں نوعمر صحابی بھائی عقاب کی طرح ابو جہل کے سر پر موجود تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک وار تلوار کا اس زور سے کیا کہ ابو جہل کی پنڈلی کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ ادھر عکرمہ بن ابو جہل محافظ دستہ میں موجود تھا۔ اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ اور کندھے پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے ان کا کندھا کٹ گیا۔ اور صرف جلد سے لٹک گیا۔ لیکن نوعمر اور ننھے مجاہد نے تکلیف کا ذرا بھی احساس نہ کیا اسی طرح لڑتا رہا۔ اسی دوران دوسرے ننھے مجاہد حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کو موقعہ مل گیا انہوں نے ابو جہل کو ڈھیر کر دیا۔ لیکن ابو جہل ابھی تک سانسیں لے رہا تھا۔ دونوں بھائی رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم دونوں نے ابو جہل لعین کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کی ہیں؟ عرض کی "نہیں" اس پر سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلواروں کا معائنہ کیا۔ اور فرمایا "کِلَا کُمَا قَتَلَہ" تم دونوں نے ہی اُسے قتل کیا ہے۔ لیکن ابو جہل کا سامان رسالت مآب ﷺ نے حضرت معاذؓ کے لئے مخصوص فرما دیا۔ حضرت معوذ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت معاذؓ کے کندھے کو مختارِ کل نبی ﷺ نے دوبارہ اس کی جگہ پر لگا دیا۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔

کتب احادیث میں بیان ہے۔ کہ پھر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

"کوئی ہے جو ابوجہل کی خبر لائے؟"

اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور میدان کارزار میں گھس گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ابھی تک ابو جہل کا سانس چل رہا تھا۔ آپؓ اس کے سینہ پر کینہ پر چڑھ گئے۔ اس کی داڑھی سے پکڑ کر فرمایا۔ "تو ہی ابو جہل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رذیل کیا ہے۔ اے دشمنِ خدا! ابو جہل بولا" کاش! میری گردن میری قوم کے لوگ مارتے اب مجھے دہقانوں کے بچوں نے مارا ہے"

اربابِ سیر نے فرمایا ہے۔ کہ ابو جہل کو اس امت کا فرعون کہا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ فرعون مصر سے بدتر انسان تھا۔ کیونکہ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ لیکن یہ بدبخت ابو جہل تھا جو آخر تک اکڑ اور تکبر میں مبتلا رہا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کا سر کاٹ دیا اور حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ دیکھتے ہی جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

"مَاتَ فِرعون هٰذِهِ الامَّةِ"

اس امت کا فرعون مر گیا۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 444۔ مشکوۃ جلد دوم ص 352)

Marfat.com
Marfat.com

مقتولین کفار:

یہ معرکہ مشرکینِ مکہ کی شکست فاش اور مسلمانوں کی فتح مبین پر ختم ہوا۔ کفار کو بھاری مالی اور جانی نقصان ہوا۔ ان کے ستر (70) سربراہ اور سردار مارے گئے۔ اور اتنے ہی قیدی بنا لئے گئے۔

شہدائے بدر:

چودہ مسلمان شہید ہوئے ان میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔

جنگِ بدر کے چیدہ چیدہ واقعات:

اختتامِ جنگ پر خاتم النبین ﷺ نے قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو ایک گندے اور خبیث کنویں میں پھینک دیا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کا دستور تھا کہ فتح یابی کے بعد تین یوم تک میدانِ جنگ میں قیام فرماتے۔ اس قیام کا تیسرا یوم تھا۔ کہ حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سواری تیار کی گئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ کو کوئی علم نہ تھا کہ کدھر کی تیاری ہے۔ اچانک رسالت مآب ﷺ پیدل ہی روانہ ہوئے صحابہ کرام پیچھے تھے۔ یہاں تک کہ حضور نبی معظم ﷺ اسی خبیث کنویں پر جا کھڑے ہوئے۔ اور کفار کے نام لے کر پکارنے لگے۔

(''اے فلاں ولد فلاں! کیا ہی خوشی ہوتی؟ کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی؟ کیونکہ ہم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ اسے ہم نے برحق پایا۔ تو کیا تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اُسے برحق پایا؟'')

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی

''یارسول اللہ ﷺ آپؐ ایسے جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں؟''

نبی برحق ﷺ نے فرمایا۔

(''اے عمرؓ! اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اسے تم سے زیادہ یہ سُن رہے ہیں'') (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ 345)

2۔ ابن اسحٰقؒ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ سرورِ انبیاء ﷺ نے اصحابہؓ کرام سے فرمایا۔

(''مجھے معلوم ہے بنو ہاشم کے چند لوگ زبردستی جنگ میں لائے گئے ہیں۔ انہیں اس جنگ سے کوئی سروکار نہیں اگر بنو ہاشم کا کوئی شخص کسی مسلمان کی زد میں آجائے تو اسے قتل نہ کرنا'')

ان میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ اور ابوالبحتری بن ہشام خاص طور پر تھے۔ جن کو قیدی بنالیا گیا۔ ابو

Marfat.com
Marfat.com

البختری بن ہشام کو قتل کر دیا گیا۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ بچ گئے۔ (زاد المعاد)

3۔ امیہ بن خلف کو حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی پناہ میں لے لیا۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مجبور کرنے پر مجاہدین نے اس کو بھی قتل کر دیا۔

4۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے اپنے ماموں عاص بن مغیرہ کو قتل کیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو قتل کیا۔

5۔ اس لڑائی میں ''حضرت عکاشہ بن محصن اسیدی رضی اللہ عنہ'' کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ سپہ سالارِ لشکرِ اسلام جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تلوار کے ٹوٹنے کی خبر دی۔ فوراً آپ ﷺ نے حضرت عکاشہؓ کے ہاتھ میں ایک ''پھٹا'' تھما دیا۔ اور فرمایا ''عکاشہؓ اسی سے جنگ لڑو'' انہوں نے جب یہ پھٹا لے کر لہرایا تو وہ ایک لمبی، تیز اور مضبوط تلوار بن گئی۔ انہوں نے اس کا نام ''عون'' یعنی مدد رکھا۔ اس کے بعد ہر لڑائی میں اُن کے ہاتھ میں یہی ''عون'' ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ دورِ صدیقیؓ میں۔ مرتدین کے خلاف لڑائی میں مصروف تھے اور شہید ہو گئے۔ اس وقت بھی ''عون'' تلوار آپؓ کے ہاتھ میں تھی۔

6۔ ''حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ'' میدانِ جنگ میں پھر رہے تھے۔ کہ انہوں نے دیکھا کہ ان کے بھائی ''ابو عزیر بن عمیر'' کے گرد انصار کھڑے ہیں۔ اور ابو عزیز کو باندھ رہے ہیں۔ تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''اے انصار! اس کے ذریعے اپنے ہاتھ مضبوط کر لو۔ کیونکہ اس کی ماں بہت مالدار ہے۔ جو زیادہ فدیہ دے گی''

یعنی مضبوطی سے باندھو اور چھوڑو نہیں۔

7۔ جب مشرکین مکہ کی لاشیں کنویں میں ڈالی جا رہی تھیں۔ ''عتبہ بن ربیعہ'' کی لاش کو گھسیٹ کر کنویں میں پھینکا گیا تو حضور سرورِ عالم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ، کچھ مغموم تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ابو حذیفہؓ! غالباً! اپنے والد کے بارے میں تمہارے دل کے اندر کچھ احساس ہیں؟ عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! واللہ! میرے دِل میں اپنے باپ کے بارے میں ذرا بھی پریشانی نہیں۔ ہاں البتہ اپنے باپ کے بارے میں آس لگائے بیٹھا تھا۔ کہ ان کو سمجھ بوجھ ہے۔ کہ وہ ضرور مسلمان ہو جائیں گے۔ مگر وہ حالتِ کفر میں ہی مر گئے۔ اس پر افسوس ہو رہا ہے''۔

Marfat.com
Marfat.com

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی۔

روزِ بدر ملائکہ کا تعاون:

غزوہ بدر کے بڑے بڑے فضائل وخصائل میں ملائکہ کا وارد ہونا۔ صاحب مواہب اللدنیہ سے ثابت ہے۔ ان کا فرمان ہے کہ غزوہ بدر کے علاوہ کسی بھی جنگ میں فرشتوں نے قتال میں حصہ نہیں لیا۔ دوسرے اوقات میں فرشتے محض امداد اور اعانت کیلئے آئے۔ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ غزوہ بدر میں ملائکہ رب قدیر کے حکم سے قریش کے قتال میں شامل تھے۔ یہ سب حضور سرورِ عالم ﷺ کی دعا کی وجہ سے تھا۔ یہ دعا نبی مکرم ﷺ نے میدانِ بدر میں جنگ سے قبل مانگی تھی۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

اِذْتَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّ كُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ

ترجمہ: جب تم اپنے رب سے مناجات کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی۔ بے شک میں تمہاری مدد پے در پے ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں۔

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّ كُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِيْنَ.

ترجمہ: یہ کفایت نہیں کرتا کہ تمہارا رب۔ تین ہزار فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد فرمائے"

سورۃ آل عمران:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْ كُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْ كُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ

ترجمہ: ہاں اگر تم قائم رہے۔ اور خدا سے ڈرتے رہے۔ تو تمہارے پاس یہ مدد فوراً آئے گی۔ تمہارا رب تمہاری مدد نشان زدہ پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا"

مواہب لدنیہ میں حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کی پہلے ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی۔ اس کے بعد تین ہزار سے اور پھر پانچ ہزار سے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ بدر پانچ ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔ کہ روزِ بدر ایسی تیز ہوا چلی کہ پہلے نہ دیکھی

Marfat.com
Marfat.com

اور نہ سُنی تھی۔ دوبارہ ایسی ہی ہوا چلی۔ پھر تیسری مرتبہ ایسی ہی ہوا چلی اس کے بعد رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔
(''پہلی مرتبہ جبرائیل علیہ السلام ہزار فرشتوں کی جماعت کے ساتھ آئے۔ دوسری مرتبہ میکائیل علیہ السلام ہزار فرشتوں کے ساتھ اور تیسری مرتبہ اسرافیل علیہ السلام ہزار فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے'')

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ''بنی غفار'' کے ایک شخص نے بیان کیا۔ کہ میں اور میرا چچازاد بھائی آگے نکل کر بدر کی ایک اونچی پہاڑی پر چڑھے۔ ہم اس تاک میں تھے۔ جو لشکر بھی آگے بھاگے گا ہم اس کا مالِ غنیمت لوٹ لیں گے۔ فوراً ہم نے دیکھا۔
(''جس پہاڑی پر ہم تھے۔ وہاں سے ایک اَبر ہمارے قریب سے گزرا۔ جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز آرہی تھی۔ اسی وقت کسی نے کہا ''اَقْدَمْ حَیزُوم اَقْدَمْ حَیزُوم'' آگے بڑھو۔ میرا چچا زاد ڈر کے مارے میرے اوپر گر گیا۔ اس کا دِل پھٹ گیا۔ اور وہ مرگیا'')

خیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔

حرفِ آخر:

جنگ بدر کی تفصیل کتاب (ایام العرب اور عزوات وسرایا مصنف اختر حسین شیخ) میں دی گئی ہے۔ یہ جنگ مثلِ گزشتہ آج بھی تاریخ اسلام کا ایک بہت بڑا واقعہ شمار ہوتی ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو یقین تھا کہ قوتِ ایمانی اور صحیح جنگی چالوں پر عمل کر کے چھوٹا سا لشکر بھی ایک بڑے لشکر پر غلبہ حاصل کرسکتا ہے۔

مسلمانوں نے باقی دِن اپنے شہدا کو دفن کرنے میں گزارا۔ جب مسلمان اپنے شہداء کو ان کی قبروں میں اتار رہے تھے۔ تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا
(''کہ اِن کی قبریں ایک ردیف میں بناؤ اور کوشش کرو کہ قبروں کو ظاہراً خوب وزیبا بناؤ'')

ایک صحابی نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! اگر قبر ظاہراً خوب وزیبا نہ ہو تو کیا مردہ ناراحت محسوس کرے گا؟ اس پر حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

''مردے ناراحت نہیں ہوتے۔ بلکہ زندہ ناراحت ہوتے ہیں۔ لیکن ایک ویران قبر کا مشاہدہ غم انگیز ہوتا ہے''

شکستِ بدر کی مکہ میں خبر:

مشرکینِ مکہ نے میدانِ بدر سے افراتفری، غیر منظم شکل میں بھاگتے ہوئے تتر بتر ہو کر گھبراہٹ کے عالم میں مکہ کا رُخ کیا۔ شرم ندامت سے ان کے سر جھکے ہوئے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

متفق علیہ مشکوۃ شریف (ج دوم صفحہ 345) میں ابن اسحٰق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ کہ مکہ میں سب سے پہلے "حسیمان بن عبد اللہ خزاعی" داخل ہوا۔ لوگوں نے بے قراری کے عالم میں اس سے پوچھا کہ پیچھے کی کیا خبر ہے؟ اس نے بڑی مشکل سے اپنے منہ سے الفاظ نکالے اور بتایا۔ کہ "عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام اور امیہ بن خلف اور کچھ سرداروں کے نام اور لیئے کہ وہ سب قتل ہو گئے ہیں۔ اس وقت "صفوان بن امیہ" حطیم کعبہ میں موجود تھا۔ اس نے کہا اس سے میرے بارے میں پوچھو تو اس نے جواب دیا کہ تُو تُو حطیم کعبہ میں بیٹھا ہے۔ تیرے باپ کو میں نے اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ میں "حضرت عباسؓ" کا غلام تھا۔ ہمارے گھرانے میں اسلام آچکا تھا۔ حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں۔ میں مسلمان تھا۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ابھی تک ظاہر نہیں کیا تھا۔ ابولہب جنگ بدر میں شریک نہ تھا۔ اس نے ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب سے پوچھا "بھتیجے! یہ شور کیسا ہے؟" اس نے کہا کچھ نہیں بس کچھ لوگوں سے ہماری مڈ بھیڑ تھی۔ جو ہمیں جیسے چاہتے قتل کرتے، قید کرتے خدا کی قسم وہ ایسے چٹے گورے تھے۔ جو زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ نہ وہ کسی کو چھوڑتے اور نہ ہی کوئی ان کے سامنے ٹک سکتا تھا۔

ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا "خدا کی قسم! وہ فرشتے تھے" ابولہب نے زور سے میرے منہ پر تھپٹر مارا میں چکرا گیا اور گر گیا۔ اتنے میں حضرت اُم الفضلؓ آئیں ایک لٹھ ابولہب کو زور سے ماری۔ وہ بھی چکرا گیا اور بھاگ نکلا۔ اس کے ساتھ چند دن بعد وہ عارضہ "عدسہ (طاعون) میں مبتلا ہوا۔ اور مر گیا۔ کوئی اس کے قریب نہ جاتا تھا۔ تین دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ آخر اس کے بیٹوں نے لوگوں کے مجبور کرنے پر ایک گڑھا کھودا اور لکڑی سے دھکیل کر اس کی لاش کو اس گڑھے میں پھینک دیا۔ اور دور ہی سے اس گڑھے کو پتھروں سے بھر دیا۔

دیگر اہلِ مکہ پر بھی بہت بُرا اثر ہوا۔ انہوں نے مقتولین پر نوحہ گری سے منع کر دیا۔ تاکہ مسلمان سُن کر خوش نہ ہوں۔

اسود بن عبد المطلب کے تین بیٹے قتل ہو گئے تھے۔ وہ اندھا آدمی تھا۔ ان پر رونا چاہتا تھا۔ مگر ممانعت کے سبب ایسا نہ کر سکتا تھا۔ ایک دِن اس نے سُنا کہ ایک عورت نوحہ گری کرنے لگی۔ اس نے آواز سُن کر اس نے پوچھا کیا نوحہ کرنے کی اجازت مل گئی ہے؟ اس نے اپنے غلام کو بھیجا اور کہا دیکھو۔ غلام نے واپس آکر بتایا کہ عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کیلئے رو رہی ہے۔ اسود یہ سن کر قابو نہ رکھ سکا۔ اور بے اختیار کہنے لگا۔

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: (''کیا وہ اس بات پر روتی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے؟ اس پر بے خوابی نے اس کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ تو اونٹ پر نہ رو۔ بلکہ بدر پر رو۔ جہاں قسمتیں پھوٹ گئیں۔ ہاں ہاں بدر پر رو۔ جہاں بنو یصیص، بنی مخزوم اور ابو الولید کے قبیلہ کے سربرآوردہ افراد ہیں۔ اگر رونا ہے تو عقیل پر رو۔ حارث پر رو جو شیروں کے شیر تھے'')

ناکامی کے بعد واپسی پر اہلِ مکہ کے تین افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جن میں ابولہب، ابوسفیان اور صفوان بن امیہ تھے۔ انہوں نے عہد کیا کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک محمد ﷺ کو نعوذ باللہ نابود اور اسلام کو ختم نہ کر دیں گے۔ ابولہب جنگِ بدر میں شریک نہ تھا۔ حالانکہ عرب کی رسم کے مطابق ہر شخص نے شریک ہونا تھا۔ مگر ابولہب بیماری کے سبب خود شریک نہ ہو سکا۔ لہذا اس نے اپنی طرف سے ''عاص بن ہشام'' کو چار ہزار درہم کے معاوضہ پر جنگ میں بھیج دیا۔

اسیرانِ بدر سے سلوک:

جزیرۃ العرب میں اسیرانِ جنگ سے بڑا ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ اسی لئے عربی لوگ قیدی ہونے سے بچتے تھے۔ اور قید ہونے کی بجائے قتل ہونا مناسب سمجھتے تھے۔ اسیر وہ ہوتا ہے جو میدان جنگ میں گرفتار کیا جائے۔ جو شخص کسی کو قید کر لیتا وہ اس کا مالک تصور کیا جاتا۔ خواہ اس کو قتل کر دے۔ یا بردہ فروشوں کے ہاتھوں فروخت کر دے۔ چاہے بازار لے جا کر فروخت کرے۔ یا اپنا غلام بنا لے۔ قتل کرنے کا انداز بھی بہت ظالمانہ تھا۔ قیدی کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے جاتے۔ اسے بٹھا دیا جاتا۔ ہاتھ باندھنے والی رسی کے ساتھ ایک تیر اس طرح رکھ کر باندھا جاتا تھا کہ قیدی مطلقاً حرکت نہ کر سکے۔ اس کے بعد عقب سے تلوار کا وار کر کے اس کی گردن تن سے جدا کر دی جاتی۔ خون کا ایک فوارہ بہہ نکلتا اس طرح قیدی قتل کر دیا جاتا تھا۔

لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ نے مجلس شوریٰ کا انعقاد فرمایا۔ تاکہ قیدیوں سے سلوک کے بارے میں فیصلہ کیا جا سکے۔ رسولِ مقبول ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا۔ کہ قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟۔

1۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا کہ ان کی گردن اُڑا دی جائے۔

2۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''ان کو زندہ جلا دیا جائے''

3۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''قیدیوں کو اجازت دی جائے کہ وہ مکہ میں اپنے عزیزوں سے رابطہ کر کے فدیہ ادا کر کے آزادی حاصل کر لیں''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجویز قبول کر لی گئی۔ اور رحمتِ عالم ﷺ نے جنگی قیدیوں کیلئے

Marfat.com
Marfat.com

ایک آئین وضع فرمایا۔ یہ دنیا کا پہلا قانون تھا۔ جو جنگی قیدیوں کیلئے بنایا گیا۔ اس میں توضیح تھی کہ قیدیوں سے بہتر سلوک کیا جائے۔

اس قانون کے تحت مقرر کیا گیا کہ ہر قیدی اپنی طاقت کے مطابق فدیہ کی رقم ادا کرے گا۔ چونکہ تمام اسیرانِ بدر قریش کے اہلِ ثروت افراد تھے۔ لہذا فدیہ کی رقم چار ہزار درہم مقرر کی گئی۔ جو خاندان یہ رقم ادا نہ کر سکتا تھا وہ اسی مالیت میں نیزے اور تلواریں مہیا کر کے اپنے قیدی کو چھڑا سکتا تھا۔ جو قیدی پڑھے لکھے تھے۔ اُن کو نقدیا اسلحہ مہیا کرنے سے معاف کر دیا گیا۔ مگر ان پر شرط یہ تھی کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اس طرح ستر قیدیوں سے دو لاکھ اسی ہزار درہم اکٹھے ہوئے تھے۔ جو خطیر رقم تھی۔ اس سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔

Hazrat Abbas Bin Abdul Mutlib

Each of the captives had been shared between three or more of the combatants and group of helpers brought Hazrat Abbas to the Holy Prophet (SAW).

Hazrat Abbas (R.A) requested, "O Messanger of God! allow us to forgo the ransom" The Holy Prophet (SAW) said, you shall not remit a single dirham, Hazrat Abbas (R.A) protested I was already a Muslim, but the people made me march out with them. The Prophet of God answered as to thine islam,God knows best, if what you say is true, He will reward you, But out wordly thou hast been against us, so pay full ransom, Hazrat Abbas (R.A) replied that he had not money to pay. The Holy Prophet (SAW) said, " where then is money thou leave with Umm-ul-Fazal (R.A)?

Hazrat Abbas (R.A) thought we two were alone when thou didst say to her.If I should be slain so much is for Fazal for.

It was then only that faith truly entered the heart of Abbas

Marfat.com
Marfat.com

(R.A) By him who sent thee with the truth?. He said " none knew of this but she and I. Now I know the true spirit of Islam. He agreed to pay the ransom.

ABUL-AS

One prisoner who was quartered with the Holy Prophet (SAW) was his son-in-law Abul-As (R.A). whose brother Amer came from Mecca with a sum of money by his wife Hazrat Zaynab (R.A) the daughter of the Holy Prophet (SAW).

Due to less money she sent a "Necklace" which her mother "Hazrat Khadijah (R.A)" had given her on her wedding day. When the Holy Prophet (SAW) saw the "Necklace" he turned pale, Deeply moved, Tears fell from his eyes. So, Hazrat Muhammad (SAW) said to those who had a share in the prisoner, If you should see fit to release her captive husband and return to her the ransom, it for you to do so. They atonce agreed together with "Abul. As" himself when he retuned to Mecca the Holy Prophet (SAW) told him. on his return to Mecca. He should send my daughter Hazrat Zainib he very sadly promised to do so . He did so the "Revelation" had made it clear that a Muslim woman could not be the wife of a pagen man. These two events are the proof of the Holy Prophet (SAW) jugments and principle of Islam.

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فدیہ لینے کا مصمم ارادہ کر لیا تو ان قیدیوں میں سے ایک جماعت بالکل مفلس تھی۔ جن سے کچھ حاصل نہ ہوسکتا تھا۔ انہیں آزاد کر دیا گیا۔ اور ان سے عہد لیا گیا کہ آئندہ کبھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہ ہوں گے۔ ان میں سے ایک جماعت ایسی تھی جو

Marfat.com
Marfat.com

فن کتابت کی ماہر تھی۔ انہیں مقرر کیا گیا کہ وہ ہر انصاری کے دو بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ اور جو کچھ مال رکھتے تھے۔ اُن سے کہا گیا کہ اپنی طاقت کے مطابق فدیہ میں سونا ادا کردیں۔ "عاصم بن ثابت" کو حکم دیا گیا کہ وہ "عقبہ بن ابی معیط" لعین (جس نے نماز کی حالت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے دوش مبارک پر اونٹ کی اوجھری رکھی) کو قتل کردے۔ کیونکہ وہ قتل کا ہی مستحق تھا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ آخر ماہ رمضان اور شوال کے پہلے ہفتہ تک اس کام سے فارغ ہوئے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۴)

دخترانِ رسولِ مقبول ﷺ کی وفات:

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

قبل از بعثت حضور نبی اکرم ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت رقیہؓ کی شادی ابولہب کے بیٹے سے ہوئی تھی۔ تبلیغ وارشاد کے آغاز میں ہی ابولہب سے شدید مخالفت شروع کردی۔ اس بدبخت نے رسولِ خدا ﷺ کو مزید ستانے کیلئے اپنے بیٹے سے دخترِ رسول ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دلوادی۔ جس کا نبی معظم ﷺ کو بہت دکھ ہو۔ اس واقعہ کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے رفیق کار اور مکہ کے مشہور تاجر خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت رقیہؓ سے کردیا۔ ہجرتِ حبشہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی زوج حضرت رقیہؓ کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر حضرت عثمانؓ نے بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح مدینہ میں سکونت اختیار کرلی۔ پھر جنگِ بدر کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس وقت زوجۂ حضرت عثمانؓ دخترِ رسول اکرم ﷺ حضرت رقیہؓ شدید علیل تھیں۔ رسولِ خدا ﷺ کے حکم پر حضرت عثمانؓ اپنی زوجہ محترمہ کی تیمارداری کیلئے مدینہ میں ہی رہے۔ جب لشکرِ اسلام فتح یاب ہو کر مدینہ میں داخل ہو رہا تھا۔ تو حضرت عثمانؓ اپنی زوجہ محترمہ کو دفنا کر واپس آرہے تھے۔ حضرت رسولِ خدا ﷺ اپنے خانوادہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ لہذا وفات پر بہت متاثر ہوئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہما:

ابھی حضرت رقیہؓ کو وفات پائے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ رسولِ اکرم ﷺ پر ایک اور صدمہ گزرا۔ کہ دوسری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات رونما ہوگئی۔

واقعہ:

جب دامادِ رسول "ابو العاص" جنگی قیدی تھا۔ اور آزادی پر اس نے رسولِ اکرم ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ مکہ پہنچنے پر حضور سرورِ عالم ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو باحفاظت مدینہ بھیج دے گا۔ اب نہ چاہتے

Marfat.com
Marfat.com

دِل کے ساتھ ابوالعاس نے ایک کاروان تیار کیا۔ جس کے سرپرست اپنے بھائی "عامر" کو بنایا۔ اوران کے ساتھ حضرت زینبؓ کونہایت خفیہ طریقہ سے مدینہ بھیجنے کیلیئے روانہ کیا۔ مگر مکہ کی ایک جماعت کو علم ہو گیا۔ پس کاروان حضرت زینبؓ مکہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھا۔ کہ قریش کی اس جماعت جس کا سربراہ Habir (ہبر) تھا نے قافلہ کوروک لیا۔ تا کہ حضرت زینبؓ کو نہ جانے دیا جائے۔ قافلہ کے مرد مقابلہ کیلیئے آگے بڑھے اسی ہنگامہ آرائی میں حضرت زینبؓ اونٹ سے نیچے گر گئیں۔ اس وقت وہ حاملہ تھیں۔ حمل ساقط ہو گیا۔ اور قبل از وقت بچہ پیدا ہوا جو فوت ہو گیا۔

اسی حالت میں حضرت زینبؓ مدینہ پہنچ گئیں۔ لیکن حالت بہت خراب تھی۔ ابوالعاص اپنی زوجہ محترمہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ لہذا کچھ دِنوں کے بعد وہ بھی خفیہ طور پر مدینہ آ گئے۔ جونہی دخترِ رسول حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی آمد کے بارے میں سُنا تو اپنے شفیق باپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا "میں اپنے شوہر کو اپنے جوار میں لینا چاہتی ہوں" جس کی اجازت رحمتِ عالم ﷺ نے دے دی۔ مگر فرمایا کہ تم اس کے ساتھ ازدواجی حیثیت نہیں رکھ سکتی۔ عرب میں عورت کو حقِ جوار حاصل تھا۔

اس کے بعد ابوالعاص مسلمان ہو گیا۔ اصحابِ رسول ﷺ میں شامل ہو گیا۔ اور حضرت رسالت مآب ﷺ نے حضرت زینبؓ سے اسلامی طریقہ پر نکاح فرمایا۔ نکاح کے تھوڑے عرصہ کے بعد اسی سابقہ بیماری کے باعث حضرت زینبؓ کی وفات ہوگئی۔ یوں حکیم عرب وعجم حضور سرورِ عالم ﷺ کو ایک ہی ماہ میں دو عظیم صدمات سے گزرنا پڑا۔ جس سے رسولِ خدا ﷺ بہت غمگین ہو گئے۔

ابولہب کی سازش:

مشرکینِ مکہ جنگ بدر کی ذلت آمیز شکست کے بعد مسلمانوں کو اپنے قیدی رہا کرانے کیلیئے فدیہ دینے پر مجبور ہو گئے۔ تو ابولہب بدبخت نے سرورِ عالم ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کیلیئے کرائے کا قاتل حاصل کرنا تھا۔ جو بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ پھر اس کو مدینہ شریف بھجوانا تھا۔ کیونکہ مدینہ میں یہ کام آسانی سے ہو سکتا تھا۔ چونکہ مدینہ پاک میں رسول خدا ﷺ نے کوئی محافظ نہ رکھے تھے۔ اپنے گھر کا دروازہ بند نہ فرماتے تھے۔ ہر کوئی آسانی سے وہاں جا سکتا تھا۔ حضور سرورِ دوجہاں ﷺ کے پاس غلام تو تھے مگر ان کا کام لوگوں کی راہنمائی کرنا تھا۔ پہرہ دینا نہ تھا۔

رسالت مآب ﷺ کی زندگی بہت سادہ تھی۔ اور دوسرے مسلمانوں کی زندگی اور اُمی نبی ﷺ کی زندگی میں کوئی فرق نہ تھا۔ لہذا دن یا رات بآسانی حملہ کیا جا سکتا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

ابولہب نے جو شخص کرایہ پر حاصل کیا اس کا نام ''عمیر بن ذجب'' تھا۔اس کا بیٹا جنگِ بدر کا قیدی تھا۔فیصلہ یہ ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کا فدیہ ادا کرنے مدینہ جائے گا۔اور موقع ملتے ہی رسولِ پاک ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دے گا۔اس خفیہ منصوبہ میں ابولہب،ابوسفیان اور صفوان بن امیہ شریک تھے۔ابولہب نے فدیہ کی رقم دی۔زادِ راہ دیا۔اور وعدہ کیا کہ جب تک وہ واپس نہ آئے گا۔اس کے اہل وعیال کے اخراجات برداشت کریگا۔

''عمیر بن ذجب'' مدینہ داخل ہوا۔رسولِ اکرم ﷺ کے اوقاتِ شبانہ کے بارے میں دریافت کیا۔اور موقع کی تلاش میں رہا کہ نبی معظم ﷺ کس وقت گھر میں ہوتے ہیں۔آخرکار اسے موقع میسر آ گیا۔جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ رحمت عالم ﷺ اپنی چادر دھو رہے تھے۔

عمیر نے کہا ''جو شخص پیغمبر ہو اُسے زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے کام خود کرے''

حضور رحمتِ دو عالم ﷺ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

''چادر دھونے سے اس کی رسالت میں کوئی فرق نہیں پڑتا''

اس کے بعد رحمۃ للعالمین ﷺ نے موضوع بدلا اور فرمایا۔

''میں جانتا ہوں کہ تو کیوں آیا ہے''

عمیر نے کہا!

ہاں اے محمد ﷺ! میں پوچھنے آیا ہوں کہ اپنے بیٹے کی رہائی کیلئے کتنا فدیہ ادا کرنا ہوگا؟''

اس پر رحمتِ حق ﷺ نے جواب دیا۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔تم اپنے بیٹے کو آزاد کرانے نہیں بلکہ مجھے قتل کرنے آئے ہو۔ اور جو معاہدہ مکہ میں تین آدمیوں سے کر کے آئے ہو میرے رب نے مجھے بتا دیا ہے''۔

یہ سنتے ہی اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔اور خنجر یا تلوار وہ قتل کیلئے لایا تھا۔نیچے گر گیا۔اور کہا

''اے محمد ﷺ! بجز میرے اور تین آدمیوں کے سوا اس منصوبہ کا کسی کو علم نہ تھا۔آپ کو کیسے پتا چل گیا؟''

اس پر محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا۔

''میرے خدا نے بذریعہ وحی مجھے بتا دیا ہے''

وہ فوراً پکار اُٹھا۔کہ آپؐ واقعی خدا کے سچے رسول ہیں۔میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔اور سچے دل سے ایمان لاتا ہوں۔ذرا غور کیجئے جو بندہ رسولِ خدا ﷺ کو قتل کرنے آیا تھا۔اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر اصحاب

Marfat.com
Marfat.com

رسول میں شامل ہو گیا۔ اور ساتھ ہی محمدِ مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا (اپنے بھائی کو دین سکھائیں)۔ اب چونکہ یہ مسلمان ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کے بیٹے کو بغیر فدیہ لیے آزاد کر دیا گیا۔ بیٹا پہلے ہی مسلمانوں کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو چکا تھا۔ پس وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''اس سے قبل میری تمام تر صلاحیتیں اسلام کو روکنے کیلئے تھیں۔ مگر آج کے بعد میں توسیع اسلام کیلئے فعال کردار ادا کروں گا''

اس کے بعد وہ دونوں باپ بیٹا مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

بد بخت ابو لہب کی موت:

مکہ میں ایک میدان تھا۔ اس میدان کا نام ''میدانِ مرید'' تھا۔ اس میدان میں باہر سے آنے والے قافلے قیام کرتے تھے۔ اور اہلِ مکہ سے ملاقات کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے سے سفر کے حالات پوچھا کرتے تھے۔ ایک دِن ''ابو لہب'' اس میدان سے گزر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے تمام اہلِ قافلہ اور مکہ کے لوگ ایک ''عربی بدو'' کے گرد جمع ہیں اور اس کی باتیں بڑی غور سے سُن رہے ہیں وہ بدو جنگ بدر کے بارے میں حقائق بیان کر رہا تھا اس نے کہا!

''مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے جنگِ بدر میں پانچ ہزار فرشتوں نے ان کی مدد کی اور قریش کو شکست سے دو چار ہونا پڑا''

اس نے مزید کہا

''میں نے خود فرشتوں کو دیکھا ہے۔ ان کے لباس سفید تھے۔ وہ سیاہ وسفید گھوڑوں پر سوار تھے''

سامعین اس کی باتیں سُن رہے تھے اور متاثر ہو رہے تھے۔ ابولہب نے جب اس کی باتوں کا اثر دیکھا تو بہت پریشان ہوا۔ اور کہا

''تم جھوٹ بولتے ہو، ایسا ممکن نہیں ہے''

اس شخص نے جواب دیا۔

''جس طرح میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں اسی طرح میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے''

اسی طرح یہ بات جھگڑے کی شکل اختیار کر گئی۔ کچھ لوگ ابولہب کی حمایت کرنے لگے اور کچھ مخالفت پر اتر آئے۔ اسی دھینگا مشتی میں ابولہب زخمی ہو گیا۔ اس سے قبل وہ حضرت اُمِ الفضلؓ کی چوٹ سے بھی زخمی ہو چکا تھا۔ لوگوں نے اُٹھایا اور اسکے گھر پہنچا دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی چوٹ کی وجہ سے وہ "عدسہ یعنی طاعون" کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اور سات دن بہت اذیت ناک حالت میں رہا اور مر گیا۔ اس کی لاش تین دن تک گھر میں پڑی رہی کوئی گھر والا قریب نہ جاتا تھا۔ آخر کار لوگوں کے کہنے پر اس کے بیٹوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے لاش کو دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا۔ اور اوپر دور سے ہی پتھر پھینک کر گڑھے کو پُر کر دیا۔ جو کوئی اس جگہ سے گزرتا وہ اس کی قبر پر پتھر مارتا اور لعنت بھیجتا۔ وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اور اس کا انجام بہت بُرا ہوا۔

اس شقی القلب کافر کے مرنے کے بعد ابوسفیان نے مخالفین اسلام کی پیشوائی سنبھال لی۔ اس کی بیوی بنام "ہندہ یا ہنت" اپنے شوہر سے بھی زیادہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی نسبت خصومت کا اظہار کرتی تھی۔

"ہنت بروزن قند" پڑھا جاتا ہے۔ جو کہ کلمہ ہن کی مونث ہے۔ جس کا مطلب "بے وقعت" ہے۔ دورِ جاہلیت میں عربی لوگ لڑکی کی کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے۔ اور بعض قبائل اس قسم کے نام رکھا کرتے تھے۔

ابوسفیان کی سرداری:

غزوہ بدر میں سردارِ قریش ابوجہل قتل ہو گیا۔ اس کے بعد سردار قریش ابولہب کو مقرر کیا گیا۔ جب وہ بھی ذلت آمیز موت سے دوچار ہو گیا۔ اور دیگر سردارانِ قریش نے رسولِ خدا ﷺ کے رضاعی بھائی "ابوسفیان" کو اپنا سردار بنا لیا۔ ابوسفیان کا پیشہ تجارت تھا۔ مکہ کے امیر ترین لوگوں میں سے تھا۔ شاعر بھی تھا اور اکثر محبوبِ خدا ﷺ کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا۔

غزوہ سویق:

اشراف مکہ نے غزوہ بدر کے دو ہی مہینے بعد مسلمانوں سے بدلہ لینے کیلئے چار سو (400) لڑاکوں کا ایک لشکر سردارِ قریش ابوسفیان کی کمان میں دے دیا۔ یہ لشکر ماہِ حرام میں مکہ سے روانہ ہوا۔ مدینہ سے دور 12 میل کے فاصلہ پر "کوہِ نیب" میں فروکش ہوا۔ سپہ سالارِ لشکر ابوسفیان خود چند افراد کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اور یہودیوں کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا۔ کہ جب قریش مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہود ان کے ساتھ ہوں گے۔ ابوسفیان رات کیوقت یہودیوں کی بستی میں داخل ہوا۔ اس لئے اس کو ڈاکہ زنی تصور کیا گیا۔ اسی لئے جب اس نے یہودیوں کے سردار "حیی بن اخطب" کے دروازے پر دستک دی تو اس نے دروازہ نہ کھولا۔ ابوسفیان پلٹا اور "بنو نضیر" کے سردار "سلام بن مشکم" کے پاس پہنچ گیا۔ یہ سردار بنونضیر کا خزینہ دار بھی تھا۔ اس نے ابوسفیان کو نہ صرف اندر آنے کی اجازت دی بلکہ اس کی پُرتکلف ضیافت بھی کی۔ جس میں کھانے کے علاوہ شراب بھی تھی۔ ابوسفیان بولا۔

Marfat.com
Marfat.com

''میں تمہارے وعدے کے مطابق مدینہ پر حملہ کرنے آیا ہوں۔ میری مدد کرو''

سلام نے جواب دیا۔

''ہم اپنے وعدہ پر قائم ہیں۔ لیکن تم نے جلدی کی ہے۔ ابھی تو ہم تیار بھی نہیں ہوئے اور آئندہ ایک ہفتہ تک تیاری ممکن بھی نہیں ہے''

وہ مایوس ہوا۔ اور واپس مڑ کر اپنے گروہ میں آ گیا۔ اپنے لشکریوں کو ساتھ لے کر مدینہ کے قریب ''عریض'' کی بستی پر حملہ کر دیا۔ اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔ اور مالِ غنیمت میں ستوؤں (سویق) سے بھری ہوئی بوریاں لے کر فرار ہو گئے۔ جب مسلمانوں کو اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً ابوسفیان کے لشکر کا تعاقب کیا۔ بھاگتے ہوئے کافروں نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے ستوؤں کی بوریاں پھینک دیں۔ اسی نسبت سے اس غزوہ کو ''غزوہ سویق'' یعنی ستوؤں کی لوٹ کہا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کی کمان خود رسولِ خدا ﷺ نے فرمائی تو مدینہ پاک کے انتظام کیلئے ''حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ'' مقرر فرمائے گئے۔

(زاد المعاد جلد دوم صفحہ ۹۰۔۹۱۔ سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۴۴۔۴۵)

غزوۂ بنو قینقاع اور یہودیوں کا مدینہ سے خروج:

مدینہ تشریف آوری کے فوراً بعد رسولِ مقبول ﷺ نے اہلِ یہود سے ایک معاہدہ کیا تھا۔ مگر قوم یہود جلد ہی اپنی تاریخی عہد شکنی اور غدر و خباثت پر اتر آئی۔ اپنے قدیمی مزاج کے مطابق وہ مسلمانوں کی صفوں میں سازش، لڑانے بھڑکانے اور اضطراب بپا کرنے لگے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بوڑھا یہودی جس کا نام ''**شاش بن قیس**'' تھا۔ جس کی عمر تقریباً اسی سال تھی۔ ایک دفعہ مسلمانوں کی مجلس سے گزرا جہاں باہمی محبت واخوت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ سُن کر اس کو بڑا رنج ہوا۔ فوراً ایک نوجوان یہودی کو بلا کر ان کے درمیان بھیج دیا۔ اور کہا کہ ان میں جا کر (**جنگ بعاث کے حالات بتائے**) اس یہودی نوجوان نے اشعار کی صورت میں بڑی لے سے ان کو ان کے ماضی کے حالات بتائے۔ سنتے ہی ''اوس اور خزرج'' میں تُو تُو مَیں مَیں شروع ہو گئی۔ وہ فوراً جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔ ہتھیار بند ہو کر لڑائی کیلئے مقام ''حرہ'' کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ قریب تھا کہ جنگ کا آغاز ہو جاتا مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ مہاجر اصحاب کے ساتھ فوراً وہاں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا

''اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ، اللہ میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کی پکار، وہ بھی اس وقت جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر جاہلیت کاٹ کر کفر سے نجات دے کر تمہارے دلوں کو جوڑ دیا ہو''

Marfat.com
Marfat.com

بنو قینقاع کا مدینہ سے اخراج
(2ھ)

﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ "کہہ دیجئے ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا عنقریب مغلوب کیے جاؤ گے تم اور اکٹھے کیے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔" (آل عمران:12/3)

سُنتے ہی دونوں قبائل رونے لگے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔(سیرت ابن اسحٰق ج اول صفحہ ۵۵۵)

ابنِ ہشام نے حضرت ابوعون سے روایت کیا ہے کہ ایک مسلمان خاتون ''بنو قینقاع'' کے بازار میں کچھ سامان خریدنے گئی۔ اور ضرورت کے مطابق ایک سُنار کے پاس جو یہودی تھا۔ بیٹھ گئی۔ وہاں اور بھی یہودی تھے۔ وہ اس خاتون کا چہرہ کھلوانا چاہتے تھے۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ سنار نے اس کے کپڑے کا نچلا کنارا۔ پچھلی طرف باندھ دیا۔ اور اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔ جب وہ اُٹھی تو اس کا پردہ چاک ہو گیا۔ اس پر موجود یہودیوں نے قہقہہ لگایا اور مذاق اُڑایا۔ عورت نے چیخ و پکار کی۔ جس پر وہاں موجود ایک مسلمان نے سنار پر حملہ کر دیا۔ اور یہودی کو قتل کر دیا۔ جواباً یہودیوں نے حملہ کر کے مسلمان کو شہید کر دیا۔ جب رسولِ اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو انہوں نے لشکر لے کر یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ'' کے ہاتھ میں مسلمانوں کا جھنڈا تھا۔

(سیرت ابن ہشام)

حملہ سے قبل رحمتوں والے نبی ﷺ چند اصحاب کے ساتھ یہودیوں کے پاس گئے اور انہیں کیا گیا معاہدہ یاد دلایا۔ اور فرمایا۔

''اے جماعت یہود! قبل اس کے تم پر بھی قریش کی طرح عذاب نازل ہو اسلام قبول کر لو''

انہوں نے کہا!

''اے محمد ﷺ تمہیں اس بناء پر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ تمہارا مقابلہ قریش کے اناڑی اور ناآشنائے جنگ سے ہوا۔ اور تم نے ان کو مار ڈالا اگر تمہاری جنگ ہم سے ہوئی تو پتا چل جائے گا۔ کہ ہم مرد ہیں اور ہم جیسے جنگجوؤں سے پالا پڑا ہے''۔

بالآخر وہ جنگ کیلئے تیار ہو گئے اور قلعہ بند ہو گئے۔ حضور پُر نور ﷺ نے اسلامی اصولوں کے مطابق مصالحت کی دعوت دی پھر اسلام کی اور آخر میں جنگ کی لیکن جب انہوں نے مصالحت سے انکار کیا اور جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔ پندرہ شوال سن دو ہجری کو رسولِ خدا ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ طبقات ابنِ سعدؒ اور سیرت ابن ہشام دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔ آخر کار یہ لوگ مغلوب ہوئے۔ ''رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول'' جو بنو قینقاع کا حلیف تھا۔ درمیان میں آ گیا۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بمعہ اپنے اہل و عیال بلا سامان مدینہ سے چلے جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ ''اذرعات'' (جو شام کے مضافات فلسطین میں ہے) چلے گئے۔ ان کا تمام مال و متاع مسلمانوں کو غنیمت میں ملا۔ یہ لوگ مارِ آستین تھے۔ لہٰذا ان کو مدینہ سے نکال دیا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

غزوہ قرقرۃ الکدر:

رسالت مآب ﷺ کو خبر ملی کہ "بنو سلیم" کے لوگ اجتماع کر کے مدینہ شریف پر حملہ کرنے کی تیار کر رہے ہیں نبی معظم ﷺ نے ان کی سرکوبی کیلئے دوسو اصحاب کی جماعت تیار فرمائی۔ اور 16 ماہ محرم 3 ہجری کو ہجرت کے تیئس ماہ بعد چڑھائی فرمائی۔ مدینہ میں "حضرت ابن مکتوم رضی اللہ" کو امیر مقرر کیا گیا۔ مگر مقامِ "قرقرۃ الکدر" پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھاگ گئے ہیں۔ لہذا حضور رسالت مآب ﷺ بغیر لڑائی کے واپس تشریف لے آئے۔ اس مہم میں لشکر اسلام پندرہ دن مدینہ سے باہر رہا۔ (طبقاتِ ابن سعدؓ۔ سیرت ابن ہشام)

غزوہِ غطفان:

12 ربیع الاول شریف 3ھ کو سپہ سالارِ اسلام حضرت محمد ﷺ چار سو اصحاب کا لشکر لے کر مدینہ سے نکلے اس دفعہ "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ" کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ اس واقعہ کو طبقات ابن سعدؓ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کو خبر ملی کہ "بنو ثعلب اور بنو محارب" کی مشترکہ فوج "ذوالمرہ" میں اس غرض سے جمع ہے کہ وہ مدینہ کو چاروں طرف سے گھیرلیں۔ اس مشترکہ فوج کا سپہ سالار "دعثور بن حارث" تھا۔ جب لشکرِ اسلام اس مقام پر پہنچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ سب بھاگ گئے۔ لشکرِ اسلام نے "ذی القصہ" کے مقام پر قیام کیا۔ وہاں بنی ثعلب کا ایک آدمی ملا جس کا نام "حیار" تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بتایا کہ وہ فوج یہاں موجود تھی۔ لیکن جب انہیں علم ہوا کہ اسلامی لشکر ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تو ڈر کر بھاگ گئے ہیں اور اب کبھی بھی مقابلہ نہیں کریں گے۔ اسی غزوہ کو "غزوہ غطفان" کہا جاتا ہے۔

دعثور کا قبول اسلام:

غزوہ غطفان سے واپسی پر راستے میں بارش ہوگئی۔ لشکرِ اسلام کے کپڑے بھیگ گئے۔ تو رسول خدا ﷺ نے کپڑے اتار کر خشک ہونے کیلئے پھیلا دیئے اور خود ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ تلوار اسی درخت پر لٹک رہی تھی۔ "دعثور بن حارث" وہاں آگیا۔ جب اس نے دیکھا مسلمانوں کے سالار اعظم ﷺ تنہا درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ اور کوئی محافظ نہیں ہے۔ تو اس نے لٹکتی تلوار پر قبضہ کر لیا اور پکارا۔

Marfat.com
Marfat.com

''اے محمد ﷺ آج آپ کو میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟''

رحمتِ حق ﷺ نے فرمایا۔ ''میرا اللہ'' جونہی اس نے سُنا اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ حضور سرورِ کونین ﷺ نے فوراً تلوار اُٹھائی اور فرمایا۔

''میرے اللہ نے تو مجھے بچالیا، اب بتا تجھے میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟

دعثور نے فوراً کہا۔

''آپ ﷺ شفیق ہیں۔ آپ ہی بچا سکتے ہیں''

حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جس خدا نے مجھے تمہارے ہاتھوں سے بچایا وہی خدا تمہیں بھی بچا سکتا ہے''

اس بات پر اُس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہوگیا۔ قارئین کرام دیکھیے! حضور سرورِ عالم ﷺ کا حسنِ اخلاق، جس پر اسلام کی پائیدار اساس ہے۔ اسی سے دشمن بھی دوست بنتے گئے۔ اسلام دائرہ اختیار وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

مدینہ پاک میں منافقین کا نیا محاذ:

اہلِ مکہ ایک بڑی جنگ کی تیاری میں مصروف تھے۔ کیونکہ انہوں نے جنگ بدر میں شکست کے بعد اعلان کیا تھا، ہم مسلمانوں سے اس شکست کا ضرور بدلہ لیں گے۔ ادھر مدینہ میں منافقین نے ایک نیا محاذ کھول دیا۔ جس میں ان کے شعراء مسلمانوں، رسولِ خدا ﷺ جبرائیل علیہ السلام بلکہ خود خدائے وحدہٗ لاشریک کی بھی ہجو سے باز نہ آئے۔ جہاں موقع ملتا مجلس لگاتے اور بڑے ترنم اور پُر سوز آواز میں ہجو سرائی کرتے تھے۔ ان میں سے ایک شاعر ''کعب بن اشرف'' تھا۔ جو رحمت دو عالم ﷺ مسلمانوں جبرائیل علیہ السلام کے خلاف سخت ہجو سرائی کرتا تھا۔ وہ چند ماہ کیلئے مکہ بھی گیا۔ اور وہاں اپنے شعروں میں اہلِ مکہ میں ہجو سرائی کرتا رہا۔ اور سخت توہین آمیز شعر کہتا تھا۔ اہلِ مکہ پہلے ہی جنگ کی تیاری میں تھے۔ وہ اور زیادہ بھڑک اُٹھے۔ پھر مدینہ واپس آکر پہلے سے زیادہ زور و شور سے اپنے اس قبیح کام میں مصروف ہوگیا۔ صحابہ کرام اپنی توہین تو برداشت کر سکتے تھے۔ مگر رسولِ خدا ﷺ کی گستاخی ان کی برداشت سے باہر تھی۔

طبقات ابن سعدؒ میں روایت ہے کہ جب یہ فتنہ حد سے بڑھ گیا۔ تو رحمۃ اللعالمین ﷺ کی زبان مبارک پر آگیا ''من الکعب بن اشرف'' کعب بن اشرف کیلئے کون ہے؟ اس حکم پر ''حضرت محمد بن مسلمہ'' نے عرض کی ''من انا'' میں حاضر ہوں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، کعب بن اشرف کے ہی

Marfat.com
Marfat.com

قبیلہ سے تھے۔انہوں نے اس لعین کی گردن تن سے جدا کر دی۔(صحیح بخاری شریف)

اسی طرح مدینہ میں ایک خوبصورت عورت بنام ''اسماء بنت مروان'' تھی۔جو شاعرہ تھی وہ بھی سید الانبیاء ﷺ کی ہجو سرائی میں مصروف تھی۔اس عورت کی آواز دلنشین اور سریلی تھی۔وہ مسلمانوں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے خلاف بھی بکواس کرتی رہتی تھی۔صحابہ کرام بہت آزردہ ہوئے خود رسول اکرم ﷺ بھی مغموم تھے۔مجبوراً اسی کے قبیلہ کے ایک نابینا مسلمان نے اس کا کام تمام کر دیا۔یہ نابینا مسلمان اس کی عادات واطوار سے واقف تھا۔اور جانتا تھا کہ وہ کہاں سوتی ہے۔سوتے میں ہی خنجر کا وار کر کے اس کو قتل کر دیا۔

اسی طرح ایک اور شاعر ''ابوعفک'' تھا۔جو منافقین مدینہ سے پیسے لے کر حضور سرور کونین ﷺ کی اپنے شعروں میں گستاخی کیا کرتا تھا۔وہ ہر وقت اسی کام میں مصروف رہتا۔جس سے مسلمانانِ مدینہ کو بہت اذیت ہوتی۔اس کو بھی اسی کے قبیلے کے ایک مسلمان نے اختتام تک پہنچادیا۔اس طرح یہ نیا محاذ جو منافقین مدینہ نے پھیلا رکھا تھا۔اختتام پذیر ہوا۔اور مسلمانوں میں اضطراری حالت ختم ہوئی۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ :

غزوہ بدر کے بعد اہلِ مکہ کی تجارت جو مدینہ کے راستے ہوتی تھی۔وہ بند ہوگئی۔اس پر اہلِ قریش بہت پریشان و مغموم تھے۔سوچنے لگے کہ اب کیا جائے؟ آخر کار انہوں نے فیصلہ کیا کہ براستہ عراق تجارت کی جائے۔جو کہ لمبا اور مشکل راستہ تھا۔اس فیصلے پر ابوسفیان اور صفوان بن امیہ سردارانِ قریش نے مشترکہ طور پر اعلان کیا۔

''اِنْ اَقَمْنَا بِمَكَّةَ اَكَلْنَا رُؤُسَ اَمْوَالِنَا اَمْوَالِنَا''

ترجمہ: اگر ہم مکہ ہی میں بیٹھے رہے تو اپنی پوری پونجی کھا جائیں گے''

چنانچہ انہوں نے جنگ بدر کے نو ماہ بعد تیاری شروع کر دی۔

سیرت ابنِ ہشامؒ میں ہے۔

''جب بدر کے مذکورہ واقعات ہو چکے تو قریش نے مدینہ کے راستہ سے ڈر کر عراق کا راستہ اختیار کیا۔اس میں چند تاجر جن کے ساتھ بہت سی چاندی تھی۔نے ''خرات بن حیان'' نامی شخص جو کہ بنی بکر بن وائل سے تھا۔کو بھاری معاوضہ دے کر ساتھ لیا تا کہ اس سے راہنمائی حاصل کریں۔اور چل پڑے''

طبقاتِ ابن سعدؒ میں ہے۔کہ اس کاروانِ تجارت میں

''صفوان بن امیہ۔حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ''

بھی تھے۔ان کے ہمراہ بہت سامال۔سونے چاندی کے سکے اور برتن تھے۔جن کی مالیت تیس ہزار

Marfat.com
Marfat.com

درہم سے بھی زیادہ تھی۔ جب اس کاروان کی روانگی کی اطلاع حضور محسن انسانیت ﷺ کو ملی تو انہوں نے "حضرت زید بن حارثہ" رضی اللہ عنہ کو ایک سو سواروں کے ساتھ ان کا راستہ روکنے کیلئے بھیجا۔ تلاشِ بسیار کے بعد اسلامی سپاہ نے قافلہ تجارت کو پالیا۔ اس وقت مسلمانوں کی دھاک اس قدر تھی۔ قافلہ قریش کے لوگ اسلامی لشکر کا نام سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ غزوہ بدر کا خوف ابھی تک ان کے دِلوں میں موجود تھا وہ لوگ مسلمانوں سے خوفزدہ تھے۔ اسی لئے انہوں نے قدیمی راستہ کو ترک کر کے لمبا اور دشوار گزار راستہ اپنایا تھا۔ لیکن وہاں بھی وہ محفوظ نہ رہ سکے۔

حبیب کبریا ﷺ کا اصل مقصود بھی یہی تھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب واپس لوٹے تو مالِ غنیمت سے لدے ہوئے اونٹ لائے تھے۔ سریہ ابن حجش کے بعد یہ دوسرا سریہ تھا۔ جس میں مسلمان مجاہدین نے قریش کے مال پر قبضہ کیا تھا۔ یہ دونوں سریات اہلِ قریش کی کارستانوں کا نتیجہ تھا۔ اب تک دس غزوات روپذیر ہوئے اور پانچ سریات جن کا ذکر سابقہ اوراق میں کیا جا چکا ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰؓ کی پیدائش:

ہجرت کے تیسرے سال پندرہ ماہ رمضان المبارک کو سبطِ رسول، فِلذۃ بتولؓ، ریحانہ مشموم، امام مسموم، نور دیدہ مصطفیٰ، جگر گوشہ علی المرتضیٰ حضرت امام حسن جدہ وعلیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت ہوئی۔

دخترِ رسول حضرت اُمِ کلثومؓ کا نکاح

جب حضرت حفصہؓ دختر حضرت عمر رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت حفصہؓ کے لئے پیغام لے کر گئے تو وہ خاموش رہے۔ اسی طرح خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی جا کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔

آخر کار حضور سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان دونوں اصحاب کی شکایت کی۔

جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا تو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا۔

"اے عمرؓ! پریشان نہ ہو خدا بہتر کرے گا۔ حضرت عثمانؓ کو حضرت حفصہؓ سے بہتر بیوی اور حضرت حفصہؓ کو حضرت عثمانؓ سے بہتر خاوند ملے گا"

(یہ بھی سن ۳ ہجری کا واقعہ ہے)

Marfat.com
Marfat.com

اس بات کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھ نہ آئی۔ لیکن حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح حضرت عثمانؓ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے کیا۔ اور حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمر رضی اللہ، کا نکاح خود کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ باغ باغ ہو گئے۔

قریشِ مکہ کا اضطراب اور فیصلہ:

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد قریش نے اس الم انگیز واقعہ سے بہت اثر لیا۔ ان کے قلق واضطراب، غم والم میں اور اضافہ ہو گیا۔ اب ان کے سامنے دو ہی راستے تھے۔

(۱) وہ اپنا کروغرور چھوڑ کر مسلمانوں سے صلح کر لیں۔ یا

(۲) بھرپور جنگ کر کے اپنی سابقہ عزت کو بحال کریں۔ اور مسلمانوں کو شکست دے کر ان کی قوت کو اس طرح توڑ دیں کہ وہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکیں۔

قریش مکہ نے بڑی سوچ بچار کے بعد دوسرے راستہ کا انتخاب کیا۔ اور مسلمانوں سے دوبارہ ٹکر لینے کا فیصلہ کیا اور زور وشور سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

غزوہ اُحد:

اہلِ مکہ کو غزوہ بدر میں ذلت آمیز شکست ہوئی تھی۔ اور ان کے اشراف قتل ہوئے تھے۔ اس وجہ سے وہ مسلمانوں کے خلاف غیظ وغضب سے کھول رہے تھے۔ اس معاملہ میں سردارانِ قریش خصوصاً ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور عبداللہ بن ربیعہ بہت زیادہ پُر جوش اور پیش پیش تھے۔

انہوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ابوسفیان کا وہ تجارتی قافلہ جو قبل از غزوہ بدر بچ گیا تھا۔ اس کا سارا مال جنگی اخراجات کیلئے روک لیا۔ اس تمام مال میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار نقد تھے۔ ان اونٹوں کو بیچ دیا اور حاصل کردہ رقم اور نقد مال سے سامان حرب خریدا گیا۔ سال پورا ہونے تک قریش کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ ان کی اپنی فوج اور علاوہ حلیفوں اور احابیش کو ملا کر مجموعی تعداد تین ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ پندرہ سرکردہ عورتیں اشراف قریش میں سے تھیں۔ تین ہزار اونٹ، دوسو گھوڑے، اور سات سو زرہیں تھیں۔ ابوسفیان کو سپہ سالارِ اعظم بنایا گیا۔ جھنڈا حسبِ دستور قبیلہ بنی عبدالدار کو دیا گیا۔

عورتیں جو شامل تھیں ان کے نام تاریخ اسلام میں محفوظ ہیں۔

☆ - ہنت یا ہندہ بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی)

☆ - اُم الحکیم بنت حارث (عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی)

Marfat.com
Marfat.com

سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر، اس کے پیچھے کوہ احد نمایاں ہے

Marfat.com
Marfat.com

☆- فاطمہ بنت الولید بن مغیرہ۔ برزہ زوجہ صفوان بن امیہ

☆- ریطہ بنت منبہ (عمرو بن عاص کی بیوی)

☆- سلالہ بنت سعد (طلحہؓ بن ابی طلحہ کی بیوی)

☆- خناسِ بنت مالک۔ عمرو بنت علقمہ بن حارث نمایاں تھیں۔

ہنت یا ہندہ وجہ ابوسفیان ان کی سردار تھی۔

اُحد پہاڑ:

یہ پہاڑ مدینہ منورہ کا ایک مشہور پہاڑ ہے۔ جو کہ دوسرے پہاڑوں سے الگ اور منفرد ہے۔ جو کہ مدینہ طیبہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ چونکہ دوسرے پہاڑوں سے علیحدہ ہے۔ اس لئے اس کو "اُحد" کہا جاتا ہے۔

یہ اہلِ ایمان وتوحید خدا کی نصرت کا مقام ہے۔

جبل اُحد کی فضیلت:

احادیث مبارکہ

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ

ترجمہ: اُحد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اُس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دِن سرورِ عالم ﷺ کی نظر مبارک اُحد پہاڑ پر پڑی۔ تو تکبیر بلند فرمائی۔ اور فرمایا۔

ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ عَلٰی بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ

ترجمہ: یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ جو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حدیث مذکورہ میں جانبین سے محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ یعنی رحمۃ اللعالمین ﷺ کی طرف سے جبلِ اُحد کو نسبت اور جبلِ اُحد کی طرف سے رسولِ اکرم ﷺ کو نسبت ہے۔ لہذا جبلِ اُحد جنت میں داخل ہوگا۔ کیونکہ جنت کے مالک رسول اللہ ﷺ وہاں جلوہ اَفروز ہوگئے۔ کیونکہ

"اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" جو جس سے محبت رکھے گا وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کا کردار:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مکہ میں قیام پذیر تھے۔ جو کہ غزوہ بدر میں قید ہوئے فدیہ ادا کر کے آزادی حاصل کی۔ خاندانی حمیت کی وجہ سے رسولِ خدا ﷺ سے محبت رکھتے تھے۔ اور غزوہ بدر سے قبل مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ اس جنگی نقل و حمل اور تیاری کا جائزہ لے رہے تھے۔ حالانکہ یہ تیاری نہایت خفیہ طریقہ سے جاری تھی۔ جب یہ لشکر حرکت میں آیا تو انہوں نے اس کی ساری تفصیلات پر مشتمل ایک خط فوراً رسولِ خدا ﷺ کی خدمتِ اقدس میں روانہ کیا۔

نامہ بر بہت تیز اور تجربہ کار تھا۔ اس نے 5 سو کلو میٹر کا فاصلہ صرف تین دن میں طے کیا۔ اور خط خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ اس وقت محسنِ انسانیت ﷺ "مسجد قبا" میں تشریف فرما تھے۔

یہ خط "حضرت اُبی بن کعبؓ" نے پڑھ کر سنایا۔ خط کا مضمون سننے کے بعد حضور سرورِ کونین ﷺ نے رازداری کی تلقین فرمائی اور فوراً مدینہ شریف تشریف لے آئے۔ تاکہ انصار و مہاجرین کے قائدین سے صلاح و مشورہ کیا جا سکے۔

مدینہ شریف میں ہنگامی صورتحال:

قبا سے واپسی پر حبیبِ خدا ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہنگامی صورتحال کا اعلان فرمایا۔ تمام مسلمان اچانک اس صورتحال سے نمٹنے کیلئے ہر وقت ہتھیار بند رہنے لگے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی ہتھیار جُدا نہ ہوتے تھے۔ مندرجہ ذیل تین فوری اقدام کئے گئے۔

(۱) انصارِ مدینہ کا ایک مختصر دستہ جس میں حضرت سعد بن معاذؓ حضرت اُسید بن عفیرؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے محافظ مقرر ہوئے جو ہتھیار پہن کر ساری ساری رات آپؐ کے دروازے پر گزار دیتے تھے۔

(۲) کچھ دستے تشکیل کیے گئے جو مدینہ کے داخلی راستوں پر تعینات کئے گئے تاکہ کوئی بھی مدینہ شریف پر اچانک حملہ نہ کر دے۔

(۳) کچھ دستے دشمن کی نقل و حمل کے بارے میں معلومات لینے کیلئے گشت پر رہتے تھے۔ یہ دستے ان راستوں پر طلایہ گری کرتے جن سے گزر کر مدینہ پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔

لشکرِ کفار کی آمد اور پڑاؤ:

لشکرِ کفار مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ انتقامی جذبہ ان میں موجزن تھا۔ لشکرِ کفار

Marfat.com
Marfat.com

معروف کاروانی راستہ پر چلتا ہوا جب مقام ''ابوہ'' جہاں حضور محسنِ انسانیت ﷺ کی والدہ ماجدہ ''حضرت امنہ رضی اللہ عنہا'' کی قبرِ انور تھی۔ پہنچی تو کفار نے چاہا کہ وہ یہ قبر کھود کر ''حضرت آمنہ ؓ'' کا جسد مبارک نکال کر محفوظ کرلیں۔ کہ اگر میدانِ جنگ میں ہماری عورتیں قید میں آجائیں تو ان کے بدلے میں اُن کے رہا کروا سکیں۔ یا پھر مال کثیر کے بدلے میں جسد مبارک واپس کردیں۔ لیکن جب سپہ سالارِ اعظم لشکرِ کفار ''ابو سفیان'' کو پتہ چلا تو اس نے اس ارادہ کو بودہ اور کم عقل قرار دیا۔ اور کہا

''بنو بکر اور بنو خزاعہ جو کہ محمد ﷺ کے حلیف ہیں۔ ہمارے تمام مردوں کی قبریں کھود کر ہڈیاں نکال لیں گے''

(مدارج النبوۃ میں واقدی سے روایت ہے۔)

اس کے بعد لشکر نے سفر جاری رکھا۔ یہاں تک مدینہ کے قریب پہنچ کر پہلے ''وادی عقیق'' سے گزرا پھر کسی قدر دائیں جانب کترا کر ''کوہِ اُحد'' کے قریب ''عنین'' نامی مقام جو کہ مدینہ شریف کے شمال میں ''وادی قناۃ'' کے کنارے ایک بنجر زمین ہے۔ پڑاؤ ڈال دیا۔

مدینہ شریف میں مجلس شوریٰ:

مدینہ شریف کے ذرائع اطلاعات لشکرِ کفار کی ایک ایک خبر مدینہ پہنچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ پڑاؤ کی خبر بھی دے دی گئی۔ اس کے علاوہ فوج کی تعداد اور سامانِ حرب کے بارے میں بھی اطلاعات موصول ہوگئیں۔ تو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فوجی مجلس شوریٰ منعقد فرمائی۔ جس میں مناسب حکمت عملی اختیار کرنے کیلئے صلاح و مشورے ہونے لگے۔ سب سے پہلے حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا۔ جس کو سیرتِ ابن ہشام اور مدارج النبوۃ نے یوں بیان کیا ہے

''میں نے ایک بھلی چیز دیکھی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح کی جارہی ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے سرے پر کچھ شکستگی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے''

پھر سرورِ عالم ﷺ نے گائے کی تعبیر بتائی کہ کچھ صحابہ کرام ؓ شہید ہونگے۔ تلوار کی تعبیر بتائی کہ میرے خاندان کا کوئی آدمی شہید ہوگا۔ اور محفوظ زرہ سے مراد مدینہ شریف ہے۔ جو بالکل محفوظ رہے گا۔

اس کے بعد محسنِ انسانیت ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کے سامنے دفاعی حکمت عملی کے متعلق اپنی رائے دی۔ کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ اگر مشرکین محاصرہ کرتے ہیں تو ناکام واپس ہونگے۔ اگر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں۔ تو گلیاں ان کے خون سے بھر جائیں گی۔ کیونکہ ہر گلی میں ناکہ ہوگا۔ اور چھتوں سے خواتین خشت باری

Marfat.com
Marfat.com

کریں گی۔

اس رائے پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی اتفاق کیا۔ وہ بنوخزرج کی طرف سے سرکردہ نمائندہ کی صورت میں شریک تھا۔ لیکن صحابہؓ اور فضلاء مدینہ کی ایک جماعت جو غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ نے مشورہ دیا کہ میدان میں تشریف لے چلیں۔ اور عرض کی۔

''اے رسول اللہ ﷺ! ہم تو ایک مدت سے یہ تمنا لئے ہوئے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو ہم اپنے جوہر میدانِ کارزار میں دکھائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ڈرپوک نہیں کہلانا چاہتے حضور ﷺ میدان میں تشریف لے چلیں''۔

ان سرگرم پُرجوش حضرات میں خود رسولِ خدا ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ جو غزوہ بدر میں اپنی تلوار کے جوہر دکھا چکے تھے۔ انہوں نے اپنے پیارے بھتیجے حضرت محمد ﷺ سے عرض کی۔

''اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ میں کوئی غذا نہیں کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے باہر اپنی تلوار کے ذریعے دشمن سے دو دو ہاتھ نہ کرلوں'' (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۴)

رسولِ اکرم ﷺ نے اکثریت کی رائے کے سامنے اپنی رائے کو ترک فرما دیا۔ اور فیصلہ ہوا کہ باہر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی سرورِ عالم ﷺ فوراً ہتھیار پہن کر تیار ہو گئے۔

فیصلہ ہونے کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول نے عرض کی۔

''اے رسولِ خدا ﷺ! اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں اور محصور ہو کر دفاع کیا جائے تو بہتر ہوگا''

سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا

''اے عبداللہ! ایک پیغمبر جو خدا کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔ ایک بار فیصلہ کر کے دوبارہ فیصلہ نہیں بدلتا۔ اور نہ محصور ہوتا ہے۔ خدا کا پیغمبر جب اپنی تلوار کو نیام سے نکال لیتا ہے۔ تو آگے ہی بڑھتا ہے'' (سیرت ابن ہشام/ مدارج النبوۃ)

لشکرِ اسلام کی روانگی اور ترتیب:

نبی محتشم ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اور مسجدِ نبوی میں خطبہ میں وعظ و نصیحت فرمائی۔ جدوجہد کی ترغیب دی اور فرمایا۔

''صبر و استقامت سے غلبہ ہوتا ہے۔ دشمن جو کہ حملہ آور ہو گیا ہے۔ مقابلہ کیلئے تیار ہو جاؤ''

اس حکم پر صحابہ میں جوش جذبہ دیدنی تھا۔ ہر کوئی دشمن پر حملہ کرنے کیلئے تڑپنے لگا۔

Marfat.com
Marfat.com

عصر تک مجاہدین نے تیاری کر لی۔نمازِ عصر کے بعد سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اندر تشریف لے گئے ۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے ۔انہوں نے آقائے نامدار، محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ باندھا۔ لباس پہنانے میں مدد دی ۔ نیچے اور اوپر دو زریں پہنائیں گئیں ۔تلوار حمائل کی اور ڈھال لی اور باہر تشریف لائے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی شان وشوکت اور سج دھج دیکھ کر کسی آنکھ میں تاب نہ تھی۔ کہ وہ مخاطبہ کی جرأت کرتا۔ لیکن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ'' نے لوگوں سے کہا۔

''آپ لوگوں نے رسولِ خدا ﷺ کو زبردستی میدان میں نکلنے پر مجبور کیا ہے۔تشریف آوری پر انہوں نے ندامت محسوس کرتے ہوئے عرض کی''

''یارسول اللہ ﷺ! ہمیں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ جو حضور ﷺ کو پسند ہو کریں۔اگر آپ ﷺ مدینہ میں رہنا پسند فرمائیں تو ایسا ہی کیجئے''

لیکن فاتح بدر حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا

''کوئی نبی جب ہتھیار پہن لے تو مناسب نہیں کہ اُسے اتارے تا آنکہ اللہ تعالیٰ''

''اس کے اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ نہ فرمادے'' (مسندِ احمد۔نسائی، حاکم اور ابن اسحٰق)

ترتیب لشکر:

اس کے بعد حبیبِ خدا ﷺ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔

(۱) مہاجرین کا دستہ: اس دستہ کے کمانڈر شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور پرچم بھی انہیں کے پاس تھا۔

(۲) قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ: اس کا پرچم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو سونپا گیا۔

(۳) قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ: اس کا پرچم حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ (نقشہ ملاحظہ فرمایئے)

حضرت ابن اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی امارت سونپی گئی۔

پورے لشکر میں ایک ہزار سرفروش مجاہدین تھے۔ جن میں سے ایک سو زرہ پوش اور پچاس سوار تھے۔ تمام لشکر نے شمال کی طرف رُخ کیا۔لشکرِ اسلام کی عظمت کو سلام کرنے فرشتے آسمان سے اتر رہے تھے۔حضور سرورِ عالم ﷺ کے دو شیر ''حضرت سعد بن معاذ'' رضی اللہ عنہ اور ''حضرت سعد بن عبادہ

Marfat.com
Marfat.com

" رضی اللہ عنہ زرہ پہنے آگے آگے چل رہے تھے۔منزل "شیخین" پر پہنچے تو ایک طرف ایک ہجوم دیکھا۔ دریافت فرمایا "یہ کون ہیں؟" بتایا کہ "یہ عبد اللہ ابن حلیف" کے یہود لوگ ہیں۔اساسی قانون کو نبھاتے ہوئے جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا تَنْسَقْنِصُرُوا یَاھْلِ الشِّرْکِ عَلٰی آھْلَ الشِّرْکَ

شرک والوں کے ساتھ مشرکوں کی کیا مدد لوگے؟

اس کے ساتھ حضور رسالت مآب ﷺ نے ان کو واپس بھیج دیا۔یہ لوگ پہلے بھی جنگ کے شریک نہ تھے۔صرف میثاقِ مدینہ کی شرائط کی پابندی کیلئے آئے تھے۔جب واپسی کا کہا گیا تو بہت خوش ہوئے اور فوراً واپس چلے گئے۔

لشکرِ اسلام کا معائنہ :

اسی مقام پر لشکرِ اسلام کا معائنہ کیا گیا۔اور کم سن بچوں پر نظر پڑی تو انسانِ کامل حضرت محمد ﷺ نے ان کو واپس بھیج دیا۔ان میں

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ۔حضرت اسامہ بن زیدؓ۔اسید بن ظہیرؓ۔حضرت زید بن ارقمؓ۔حضرت عرابہ بن اوسؓ۔حضرت عمرو بن حزمؓ۔حضرت ابو سعید خدریؓ۔حضرت زید بن حارثہؓ۔اور حضرت سعد بن حبہؓ تھے۔

البتہ صغر سنی کے باوجود "حضرت رافع بن خدیج" کو اجازت مل گئی۔کیونکہ یہ ماہر تیر انداز تھے۔جب انہیں اجازت مل گئی۔تو سمرہ بن جندب (ابوذر غفاریؓ) نے عرض کی "یا رسول اللہ علیہ وسلم! میں رافع سے زیادہ طاقتور ہوں۔میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔اس پر ان کی کشتی کروائی گئی، واقعی حضرت سمرہ بن جندب (ابو ذر غفاری) نے حضرت رافع بن خدیج کو پچھاڑ دیا۔

اس پر حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی۔

قیام:

اسی مقام پر شام ہوگئی۔تو محبوبِ خدا ﷺ نے قیام کا حکم صادر فرمایا۔مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی گئی۔ پہرے کیلئے پچاس صحابہ مقرر فرمائے۔جو کیمپ کے گرد گشت کرتے تھے۔ان کے قائد "حضرت محمد بن مسلمہ انصاری" تھے۔اور حضرت ذکوان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ "خصوصی طور پر نبی محترم ﷺ کے پاس پہرہ دیتے تھے۔ طلوعِ فجر سے پہلے لشکرِ اسلام نے کوچ فرمایا۔اور مقام "شوط" پر پہنچ کر نماز فجر ادا کی۔یہ مقام دشمن کے بہت قریب تھا دونوں لشکری ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔یہاں پہنچ کر "رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی" منصوبہ کے مطابق

Marfat.com
Marfat.com

لشکرِ اسلام سے اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ اور واپس چلا گیا۔ یوں اسلامی لشکر میں صرف سات سو مجاہد رہ گئے تھے۔ یہ کھلی منافقت تھی۔ ان کو دیکھ کر قریب تھا۔ دو اور جماعتیں بھی قبیلہ بنی اوس سے بنو حارثہ اور بنو خزرج سے قبیلہ سلمہ بھی واپسی کے بارے سوچتے۔ مگر ربِ قدیر نے ان کی راہنمائی فرمائی۔ اور وہ میدان میں جم گئے۔

انہیں لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوا۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ٥ (پ۴ آیت ۱۲۲)

ترجمہ: ''جب تم میں سے دو جماعتوں نے قصد کیا کہ بزدلی اختیار کریں اور اللہ ہی ان کا ولی ہے۔ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے''۔

اس طرح وہ دونوں قبیلے میدان اُحد میں ڈٹ گئے۔

حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ کی راھنمائی:

محبوبِ خدا ﷺ کی راہنمائی خدا تعالیٰ ہر میدان میں فرما رہا تھا۔ مگر ظاہری طور پر کوئی سبب نظر نہ آتا تھا۔ اصل میں دشمن کے لشکر نے میدان اُحد میں قبضہ کر رکھا تھا۔ اور تعداد بھی تین گنا سے زیادہ تھا۔ سامانِ حرب بھی کثرت تھا ان کے ذہن غزوہ بدر کا بدلہ لینے کیلئے مچل رہے تھے۔ جوش و خروش بے پناہ پایا جاتا تھا۔ ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کیلئے سرورِ دو جہاں ﷺ کوئی محفوظ مقام تلاش کرنا چاہتے تھے۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''کوئی ہے جو ہمیں دشمن کے پاس گزرے بغیر کسی قریبی راستہ سے لے چلے؟''

اس حکم پر ''حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ'' نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں'' پھر انہوں نے ایک مختصر راستہ اختیار کیا۔ جو لشکرِ کفار کو مغرب کی جانب چھوڑتا ہوا ''بنی حارثہ کے حرہ'' اور کھیتوں سے گزرتا ہوا اپنے مقام پر پہنچ گیا۔ اس راستہ میں ''مربع بن قنبطی'' کا باغ آیا تھا۔ وہ سخت منافق اور نابینا تھا۔ اس نے لشکر اسلام سے بڑی گستاخیاں کیں۔ مجاہدین اسلام اس کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا۔

''اس کو چھوڑ دو یہ دل اور آنکھ دونوں کا اندھا ہے''

پھر مجاہدین اسلام کا لشکر آگے بڑھا اور وادی کے آخری سرے پر واقع اُحد پہاڑ کی گھاٹی پر نزول فرمایا۔ کیمپ لگایا گیا۔ سامنے شہرِ مدینہ تھا۔ اور پیچھے بلند و بالا اُحد کا پہاڑ تھا۔ اس طرح دشمنوں کا لشکر مسلمانوں اور مدینہ

Marfat.com
Marfat.com

کے درمیان حدِ فاصل بن گیا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی دفاعی حکمتِ عملی:

یہاں پہنچ کر سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے لشکر میں ترتیب و تنظیم قائم کی۔ اور جنگی نقطہ نظر سے اسے کئی دستوں میں تقسیم کیا۔ ان دستوں کا انداز غزوہ بدر والا تھا۔ اس کے علاوہ باہر تیر اندازوں کا دستہ بھی تیار کیا۔ ان کی کمانداری حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ ''وادی قناد'' کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سی گھاٹی پر مقرر فرمایا۔ یہ گھاٹی اسلامی لشکر سے کوئی ڈیڑھ سو میٹر پر تھی۔ اس گھاٹی کا نام ''جبلِ رماۃ'' ہے۔

تیر اندازوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا۔

''اس مقام کی حفاظت کریں۔ اور لشکرِ کفار پیچھے سے حملہ نہ کرنے پائے۔ اگر وہ گھسنے کی کوشش کریں تو ان پر تیر اندازی کریں''۔

انہیں مزید تاکید فرمائی۔

''تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا، خواہ مسلمان غالب ہوں۔ یا مغلوب۔ بلکہ یوں فرمایا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اٹھائے لئے جا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا جب تک میں بھلا نہ بھیجوں''

سختی سے مزید تاکید فرمائی۔

''جب تم دیکھو کہ ہم نے لشکرِ کفار کو شکست دے دی ہے۔ اُس وقت بھی نہ ہلنا، اگر ہم نے سب کو قتل کر دیا ہے تو تب بھی جنبش نہ کرنا''

اس سخت ترین فوجی احکامات کے ساتھ وہ واحد شگاف رسولِ اکرم ﷺ نے بند کر دیا۔ جس سے عقب کے حملہ کا خطرہ تھا۔ لشکرِ اسلام کی ترتیب یوں تھی۔

(۱) میمنہ پر حضرت منذر بن عمر و رضی اللہ عنہ

(۲) میسرہ پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

(۳) ہراول دستہ کے کماندار حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

بعض نے میسرہ پر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور معاون حضرت مقداد بن اسود تحریر کیا ہے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ خالد بن ولید کے شہسواروں کی راہ روکے

Marfat.com
Marfat.com

رکھیں۔ ہراول دستہ میں ایسے جانباز مجاہد تھے جن کی جانبازی اور دلیری شہرہ آفاق تھی۔ جنہیں ہزاروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

یہ منصوبہ بندی بڑی باریکی اور حکمت پر مبنی تھی۔ جس سے نبی اکرم ﷺ کی فوجی قیادت اور عبقریت ظاہر ہوتی تھی۔ دنیا کا کوئی بھی کمانڈر خواہ کتنا بھی بالیاقت اور حکمت دان ہو۔ اس سے بڑھ کر حکمت اور منصوبہ بندی نہیں کر سکتا۔ اصل میں دشمن رسول خدا ﷺ سے پہلے میدان پر قابض تھا۔ لیکن جس مقام پر لشکرِ اسلام پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ وہ جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے پہاڑوں کی بلندیوں کی اوٹ لے کر اپنی پشت محفوظ فرمائی تھی۔ اور دایاں بازو بھی محفوظ تھا۔ بائیں بازو والے شگاف کو بھی تیراندازوں کے حوالے کر دیا تھا۔ (یہ ترتیب سات (7) شوال 3 ہجری سوموار کے دن ہوئی۔)

مخصوص ھدایات:

محبوبِ خدا ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی کے متعلق ہدایات دیتے ہوئے فرمایا۔

''جب تک میں حکم نہ دوں۔ جنگ شروع نہ کی جائے۔ ثابت قدمی اور پامردی سے لڑو کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ جائیں اسی دوران رسالت مآب ﷺ نے اپنی چمکدار اور تیز تلوار بلند فرمائی''

اربابِ سیر کے بیان کے مطابق جو شمشیر خواجہ کائنات حضور رسولِ خدا ﷺ کے دستِ مبارک میں تھی اس پر ایک شعر لکھا ہوا تھا۔

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَفِی الْاِقْبَالِ مَکْرُمَۃٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدْرِ

محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا۔

''کون ہے؟ جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے؟''

ہر صحابی اس کی خواہش کرتا تھا۔ لیکن خصوصاً حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو دجانہ جن کا اصل نام حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آگے بڑھے اور عرض کی

''یارسول اللہ علیہ وسلم! اس تلوار کا حق کیا ہے؟''

تو شفیق نبی ﷺ نے فرمایا۔

''اس کا حق یہ ہے کہ اس کو دشمن پر اتنا چلایا جائے کہ یہ گھس کر خم کھا جائے''

Marfat.com
Marfat.com

اس پر ابو دجانہؓ نے عرض کی "میں اس کو اسی حق کے ساتھ لیتا ہوں"

حضور سرورِ انبیاء ﷺ تلوار انہیں کو عطا فرمادی۔ عطائی تلوار حاصل کرنے کے بعد حضرت سماک بن خرشہؓ (ابو دجانہؓ) خراماں۔ خراماں۔ پُرمسرت دجوش وخروش سے چلنے لگے۔ ایک سُرخ پٹی سر پر باندھ لی۔ دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"یہ چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ مگر ایسے موقعوں پر جائز ہے"

قریش کی چالبازیاں:

ا۔ عالم جانتا ہے کہ شیطان کے پیروکار شیطانی چالبازیوں سے باز نہیں آتے ہر وقت دھوکا فریب اور مکاریوں پر کمربستہ رہتے ہیں۔ یہ کافروں کی شروع سے اب تک مسلمانوں کے خلاف سازش ہے۔ اسی فطرت کے پیشِ نظر ابوسفیان نے مسلمانوں کی صفوں میں نفاق ڈالنے کیلئے انصارِ مدینہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ لوگ ہمارے اور ہمارے چچا کے بیٹے اور بھائی محمد (ﷺ) کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ تو ہمارا رخ بھی تمہاری طرف نہ ہوگا۔ لیکن جو مسلمانوں پیروکارِ انسانِ کامل ﷺ پہاڑوں کو بھی ہیچ سمجھتے تھے۔ وہ ابوسفیان کو کیا سمجھتے تھے۔ اس کا انہوں نے نہایت سخت جواب دیا۔

۲۔ اس کوشش میں ناکامی کے بعد اہل قریش نے ایک نہائت ہی خیانت کوش آکہ کارِ "ابو عامر فاسق"، جو راہب تھا۔ جو قبل از اسلام بنواوس کا سردار تھا۔ لیکن آمدِ اسلام سے اس کی سرداری ختم ہوگئی۔ اب لشکرِ کفار میں شامل تھا۔ اور مکہ ہی سے آیا تھا۔ آگے بڑھا اور اپنی قوم "بنواوس" کو پکارنے لگا اور کہا۔

"اے میرے قبیلہ کے لوگو! میں ابو عامر راہب ہوں۔ میری بات سنو۔ ان لوگوں نے لعنت بھیجی اور کہا۔ اے فاسق! اللہ تیری آنکھ کو خوشی نصیب نہ کرے"۔

اس طرح قریش کی طرف سے دونوں چالیں ناکام ہوگئیں۔

قریشی عورتیں:

قریش کی عورتیں جو لشکر کے ساتھ آئیں تھیں۔ جنگ میں اپنا کردار ادا کرنے کی خاطر اُنھیں ان کی قیادت ابوسفیان کی بیوی (ہندہ) بنت عتبہ کر رہی تھی۔ وہ صفوں میں گھوم گھوم کر دف بجا بجا کر لوگوں کو جوش دلانے لگی۔ وہ علمبرداروں کو مخاطب کر کے کہتی تھی۔

"وَلِيهَا بَنِي عَبد الدَّار	وَلِيهَا حَمَاه الاَدْبَار	ضَرْبًا بِكُلِّ تَبَّار
دیکھو عبدالدار	دیکھو پشت کے پاسدار و	خوب کرو شمشیر کا وار

Marfat.com
Marfat.com

اور اپنی قوم کو جوش دلانے کیلئے یوں کہتی تھی۔

اِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِقْ وَنَفْرُشُ النَّمَارِقْ اَوتُرْ بِدُوْا نُفَارِقْ فِرَاقَ غَيْرَ وَامِقْ

اگر پیش قدمی کرو گے تو ہم گلے لگائیں گی۔ قالین بچھائیں گی۔ اگر پیچھے ہٹو گے تو روٹھ جائیں گی۔ اور الگ ہو جائیں گی۔

غزوہِ اُحد کا پہلا قتل:

دونوں لشکر جب آمنے سامنے ہوئے اور لڑائی کا آغاز ہوا۔ کفار کی طرف سے ''طلحہ بن ابی طلحہ'' میدان میں نکلا اور ''مبارزت'' کیلئے پکارا۔ یہ طلحہ وہی تھا جو علمبردار لشکرِ کفار تھا۔ اور اس کو ''کبش الکعبہ'' کہا جاتا تھا۔ جس کا مطلب ہے۔ لشکر کا مینڈھا۔ اس کے مقابلے میں شیرِ خدا، ہزبرِ میدان وفا حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تشریف لائے۔ آتے ہی طلحہ کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سَر سے پگڑی کو کاٹتی ہوئی نیچے تک چلی گئی۔ اور اونٹ پر سوار طلحہ نیچے گر گیا۔ جونہی طلحہ نیچے گرا حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی صف میں چلے گئے۔ جب ان سے پوچھا گیا۔ ''آپؓ نے طلحہ کو قتل کیوں نہ کیا؟'' آپؓ نے فرمایا۔

''جس وقت وہ نیچے گرا اس کی شرم گاہ کھل گئی تھی۔ مجھے حیاء آئی اور میں واپس آ گیا۔ لیکن یقیناً وہ مرجائے گا۔''

اس کے بعد اس کا بیٹا ''عثمان بن طلحہ'' آگے آیا تو سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور نعرہ لگایا۔

''اَنَا سَاقِ الحَجِیج'' میں حاجیوں کو پانی والے کا فرزند ہوں۔ اس کا دوسرا بیٹا ابو سعید بن طلحہ آگے آیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کو جہنم رسید کر دیا۔ یہ تینوں آدمی علمبردار تھے۔ کے بعد دیگرے دس آدمیوں نے جھنڈا اُٹھایا مگر کوئی نہ بچ سکا۔ آخر کار ایک عورت نے جھنڈا اُٹھالیا۔ (مدارج النبوۃ۔ سیرت ابن ہشام۔ سیرت ابن اسحٰق)

حاملِ تیغِ نبی صلعم حضرت ابو دجانہؓ کی شجاعت:

آفتاب ہدیٰ ﷺ نے مجاہدین اسلام میں ایسی روح پھونکی تھی کہ ہر کوئی تنہا ہی لشکر کفار سے ٹکر لینے کیلئے بے تاب تھا۔ انہیں خوب موقع ملا اور وہ دادِ شجاعت کی نئی تاریخ رقم کر رہے تھے۔ انہیں سرفروشانِ ''ھل اتی'' میں حضرت سماک بن خرشہؓ المعروف ابو دجانہؓ تھے۔ جو رسالت مآب ﷺ کی تلوار پا کر نہایت خوش و مسرور

Marfat.com
Marfat.com

تھے۔اور صفیں کی صفیں الٹ رہے تھے۔اور تلوارِ نبوی کا حق ادا کرنے کیلئے عزم صمیم سے پیش قدمی کرتے ہوئے، لشکرِ کفار کے قلب تک جا پہنچے۔وہ جس مشرک و کافر سے ٹکراتے اس کا صفایا کر دیتے۔

سیرتِ ابن ہشامؒ میں ہے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔جب میں نے تلوار طلب کی تو مجھے تلوار عطا نہ کی گئی۔حالانکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لختِ جگر تھا۔اب میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کس طرح اس تلوار کا حق ادا کرتا ہے۔چنانچہ میں اُن کے پیچھے لگ گیا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے پہلے ایک سُرخ پٹی نکالی اور اپنے سر پر باندھی، پھر وہ یہ کہتے ہوئے میدان میں نکلے۔

اَنَا الَّذِی عاهَدَنِی خَلِیلَ وَنَحْنُ با لسَفْعُ الَّذی النَخِیل

اَنّ لا اَقوامِ الدَهرِ فی الکَبُول اِضرب بِسَیفَ اللّٰه وَالرَّسَول

ترجمہ: میں نے اس نخلستان میں اپنے خلیل رسول اکرم ﷺ سے عہد کیا ہے۔کبھی صفوں سے پیچھے نہ رہونگا اور اللہ کے رسول ﷺ کی تلوار چلاؤنگا۔

اس کے بعد جو بھی اس کے آگے آتا قتل ہو جاتا۔ادھر مشرکین میں بھی ایک شخص ایسے ہی تلوار چلا رہا تھا۔جس زخمی کو پاتا قتل کر دیتا تھا۔دونوں آہستہ آہستہ قریب آ رہے تھے۔میں نے اللہ سے دعا کی کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے۔اور واقعتاً ایسا ہی ہو گیا۔کہ دونوں کی ٹکر ہو گئی۔دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔لیکن حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے وار اپنی ڈھال پر لیا۔اور مشرک کی تلوار ڈھال میں پھنس گئی اور حضرت ابو دجانہ نے ایسا وار کیا کہ مخالف کو ڈھیر کر دیا۔

اس کے بعد وہ صفیں درہم برہم کرتے آگے بڑھے۔ یہاں تک قریشی عورتوں تک پہنچ گئے۔قریشی عورتوں کی کماندار ابوسفیان کی بیوی ہنت (ہندہ) دیگر عورتوں کے ساتھ اپنے لشکریوں کو زور زور سے جوش دلا رہی تھی۔

(حضرت ابو دجانہ فرماتے ہیں: کہ میں نے دیکھا کہ ایک انسان کافروں کو زور وشور سے جوش دلا رہا ہے۔اس کو نشانے پر لیا۔تلوار سے حملہ کرنے لگا تو اس نے ''پکار مچا دی'' اس وقت پتہ چلا کہ یہ تو عورت ہے۔میں نے فوراً تلوار کو واپس کھینچ لیا۔اور اس تلوار کو بٹہ نہ لگنے دیا۔)

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز:

حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے چچا سید الشہدہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سر مبارک پر دستارِ مبارک میں شترمرغ کا پَر لگائے شیر کی طرح جنگ لڑ رہے تھے۔ اور بے نظیر مار دھاڑ سے قلب لشکر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کے سامنے بڑے بڑے بہادر کفار اس طرح اُڑ رہے تھے۔ جیسے آندھی میں تنکے آڑتے ہیں۔ انہوں نے کفار کے علمبرداروں کی تباہی میں اہم کردار ادا کیا۔ اب بڑے بڑے بہادروں اور سورماؤں کا حال خراب کر رہے تھے۔ اتنے میں ''سباح بن عبدالعزیٰ بدری'' نکلا اور پکارا کوئی ہے جو میرے مقابل آئے؟ اس پکار پر حضرت حمزہ بن عبد المطلب ؓ باہر تشریف لائے اور اس کو جہنم رسید کیا۔ وہ تو نابود ہو گیا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، سید الشہداء کا لقب لیے شہید ہو گئے۔

واقعہ کچھ یوں ہے۔

کہ سباح بن عبدالعزیٰ کا غلام ''وحشی'' جو خنجر پھینکنے کا ماہر تھا۔ اس نے حضرت حمزہ ؓ کو قتل کرنے پر معمور کیا ہوا تھا۔ ادھر ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے بھی وحشی کو لالچ دے رکھا تھا کہ وہ اس کو بے شمار انعام سے نوازے گی۔ یہاں تک کہ اپنا ہار بھی اسی کو انعام دے دوں گی۔ اور آزادی بھی ہو گی۔ وہ اسی تاک میں تھا کہ موقعہ مل جائے۔ اور پتھر کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا۔ جب اس کے مالک کا کام تمام ہوا۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں جا رہے تھے۔ جونہی وہ اس پتھر کے قریب ہوئے۔ تو بدبخت ''وحشی'' نے اپنا ''حربہ'' خنجر نشانہ باندھ کر آپ ؓ کی ناف کے نیچے مارا۔ خنجر پار ہو گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ ہو گئی۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن**

شیرِ رسول رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ناقابلِ تلافی نقصان ہوا۔ اس کے باوجود جنگ میں مسلمانوں ہی کا پلہ بھاری رہا۔ حضراتِ صحابہ کرام، خصوصاً حضرت علی ؓ، حضرت ابو بکر صدیق ؓ۔ حضرت عمر فاروق ؓ۔ حضرت زبیر ؓ بن عوام۔ حضرت مصعب ؓ بن عمیر۔ حضرت طلحہ ؓ بن عبداللہ۔ حضرت عبداللہ ؓ بن جحش۔ حضرت سعد ؓ بن معاذ۔ حضرت سعد ؓ بن عبادہ۔ حضرت سعد ؓ بن ربیع۔ حضرت نضر بن انس ؓ اور حضرت سماک بن خرشہ ؓ نے ایسی جانبازی اور بہادری سے جنگ لڑی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان کے قوتِ بازو جواب دے گئے۔ اُن کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کو بھاگنے کیلئے راستہ نہ ملتا تھا۔

حضرت حنظلۃ الغسیل رضی اللہ عنہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم جانتے تھے۔ کہ رسولِ اکرم ﷺ کی محبت میں تمام رشتے ناطے ہیچ اور کم تر

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ اس کی مثال صحابیِ رسول حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے قائم کی۔ واقعہ یوں ہے جس کو فتح الباری جلد 7 صفحہ 346 نے بیان کیا ہے

کہ حضرت حنظلہؓ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ اور اپنی دلہن سے ہم آغوش تھے۔ اور جنگ کی منادی ہوئی۔ آواز سنتے ہی اپنی بیوی کے پاس سے اُٹھے اور میدانِ جنگ کی طرف جہاد کیلئے چل پڑے۔ یہ جانفروش مجاہد۔ ابو عامر فاسق کے بیٹے تھے۔

جب ابو عامر راہب نے اپنے قبیلے کو پکارا تو فاسق نام پایا۔ اسی وقت حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب حضرت رسولِ اکرم ﷺ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ حکم صادر فرمائیں۔ تو اس فاسق کا سَر قلم کر دوں۔ مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے منع فرمادیا۔ اب اسی جوش و جذبہ سے دشمن کی صفوں کو چیر رہے تھے۔ اور لڑتے لڑتے سردارِ قریش، سپہ سالارِ لشکر کفار ابوسفیان تک پہنچ گئے۔ قریب تھا کہ اس کا کام تمام کر دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی شہادت لکھی گئی تھی۔ جب انہوں نے ابوسفیان پر حملہ کرنے کیلئے تلوار بلند کی ''شداد بن اوس'' نے انہیں دیکھ لیا۔ فوراً حملہ آور ہوا۔ جس سے ''حضرت حنظلہؓ'' کی شہادت واقعہ ہوگئی۔

جنگ کے بعد جب رسول خدا ﷺ اپنے شہداء کو دفن کرنے لگے تو صحابہ کرام رضوان اللہ نے عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! حضرت حنظلہ کی لاش نظر نہیں آرہی''

تو نبیٔ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ کے نوری فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں''

اس کے بعد انہیں غَسیل ملائکہ کہا جانے لگا۔ واقعی جب حضرت حنظلہؓ کو دفنایا گیا تو ان کے چہرے اور جسم پر تازہ پانی کے قطرے تھے۔

شکستِ کفار:

ابنِ اسحٰق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی مدد نازل فرمائی۔ اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ چنانچہ مسلمانوں نے کفار کی ایسی پٹائی کی کہ وہ اپنے کیمپ سے بھی پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے بلاشبہ ان کو شکست فاش ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے۔

واللہ! اس نے دیکھا کہ ابوسفیان کی بیوی (ہندہ) بنت عتبہ اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ بھاگ رہی ہے۔ وہ کپڑے اُٹھا رہی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی پنڈلیاں ننگی ہو رہی ہیں۔ (ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۷۷)

Marfat.com
Marfat.com

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء بن حاذبؓ کی روایت ہے۔

جب مشرکین سے ہماری ٹکر ہوئی۔تو مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی۔ یہاں تک کہ میں نے ان کی عورتوں کو دیکھا۔کہ پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے۔پہاڑ میں تیزی سے بھاگ رہی ہیں۔ان کی پازیبیں دکھائی پڑ رہی ہیں۔

(بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۵۷۹)

انہوں نے مزید بیان کیا ہے۔

ہم لوگ کفار پر تلواریں چلاتے جاتے تھے۔اور مال سمیٹ رہے تھے۔ کچھ دیر تک اسی طرح جنگ جاری رہی۔چھوٹا سا اسلامی لشکر، رفتارِ جنگ پر پوری طرح مسلط ہو چکا تھا۔کفار کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے۔ان کی صفیں دائیں۔بائیں آگے۔پیچھے سے بکھرنے لگیں۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم چھ سات سو نہیں بلکہ تین ہزار سے بھی زائد ہیں۔مجاہدینِ اسلام نہایت بلند پایہ تصویر پیر بنے۔شمشر و سنان کے جوہر دکھا رہے تھے۔

مزید بیان ہے۔

جب قریش نے مسلمانوں کے ان حملوں کو روکنے کیلئے انتہائی طاقت صرف کرنے کے باوجود مجبوری و بے بسی محسوس کی۔اور علمبردار''صواب''کے قتل کے بعد وہ بالکل ہی بے بس دیکھائی دیتے تھے۔کسی کی جرأت نہ تھی کہ اپنے گرے ہوئے جھنڈے کو بلند کرے اس مشکل میں انہوں نے پسپا؛ ہونا شروع کر دیا۔بدلے اور انتقام کی تمام باتوں کو بھول گئے اور بھاگنے لگے۔

کچھ سیرت نگاروں نے یوں رقم کیا ہے۔

لشکرِ کفار جب بھاگ کر اپنی خیمہ گاہ میں آیا۔تو ان کا سامنا وہاں موجود عورتوں سے ہوا۔جو مکہ سے لشکر کے ساتھ آئیں تھیں۔عربوں کی قدیم رسم تھی کہ میدان جنگ میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی جاتی تھیں تاکہ مردوں کو جوش دلاتی رہیں۔اور وہ ثابت قدم رہیں۔

عربی شاعر کلثوم کہتا ہے۔

ترجمہ: جب ہم بر سرِ پیکار ہوتے ہیں۔تو ہماری عورتیں ہمیں دیکھ رہی ہوتی ہیں۔اس وقت ان کی نظر مشعل کی طرف ہوتا ہے۔اور ہمارا خون جوش میں آ جاتا ہے۔

ان عورتوں میں ایک عورت''عمرہ علقمہ''نے اپنے بالوں کو کھول دیا۔لباس تار تار کر دیا۔اور پکاری۔

''تمہاری غیرت اور حمعیت کہاں گئی۔اگر تم مٹھی بھر مسلمانوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو قتل ہو جاؤ''

اس نے مزید جوش دلانے کیلئے کہا۔

Marfat.com
Marfat.com

’’تم خیموں میں جاؤ۔ خیموں کی نگہداری کرو۔ ہم میدان میں جاتی ہیں‘‘۔
یہ کہتے ہوئے وہ بھاگی۔ جھکی اور آخری علمبردار کے پہلو سے عَلَم اٹھایا اور بلند کر دیا۔ جب قریش نے دیکھا تو پلٹ پڑے۔ حملہ آور ہوئے یہ حملہ بہت شدید تھا۔ مسلمان جو کہ مالِ غنیمت میں مصروف ہو گئے تھے۔ سنبھل نہ سکے۔

گھاٹی میں متعین تیر اندازوں کی خوفناک غلطی:

عین اس وقت جب لشکرِ اسلام۔ کفار کے لشکر کے خلاف اوراقِ تاریخ پر ایک اور فتح ثبت کر رہا تھا۔ جو اپنی نوعیت میں بدر کی فتح سے کسی طرح کم نہ تھا۔
رسولِ اکرم ﷺ نے تیر اندازوں کو مقرر فرما کر سختی سے منع فرمایا تھا۔ کہ ہر حال میں اس گھاٹی کو نہیں چھوڑنا۔ ان تاکیدی احکاماتِ رسالت مآب صلعم کے باوجود جب انہوں نے دیکھا کہ دشمن شکست سے ہمکنار ہو گیا ہے۔ اور مسلمان مالِ غنیمت لوٹ رہے ہیں۔ تو ان پر بھی دنیا غالب آ گئی۔
چنانچہ انہوں نے ’’غنیمت۔ غنیمت۔ ہمارے ساتھی جیت گئے۔ اب کاہے کا انتظار ہے‘‘
اُن کے کماندار حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت بھی انہیں حبیب کبریا ﷺ کے احکامات یاد دلائے۔ لیکن اکثر نے ان احکامات پر کان نہ دھرے اور چالیس تیر انداز اپنے مورچے چھوڑ کر مالِ غنیمت لوٹنے والوں میں شامل ہو گئے۔
خالد بن ولید اسی انتظار میں تھے۔ تیزی سے اپنے شہسواروں کو لیکر چکر کاٹ کر حملہ آور ہوا۔ جس پر پہلے تین بار حملہ کر چکا تھا۔ اب جگہ خالی پا کر شدید حملہ کیا اور حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سمیت چند ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ اور لشکرِ اسلام پر عقب سے حملہ کر دیا۔ خالد بن ولید کے سپاہیوں نے ایک نعرہ بلند کیا جس سے کافروں کو کچھ حوصلہ ہوا۔ وہ پہلے ہی واپس مڑ کر حملہ آور ہو چکے تھے۔ اب کیا تھا کہ مسلمان آگے اور پیچھے سے بُری طرح گھر چکے تھے۔ دونوں طرف سے تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا دلیرانہ اقدام:

لشکرِ اسلام میں اضطرابِ عظیم اور ہلچل پیدا ہو گئی۔ ان کی حالت حد درجہ پراگندہ تھی۔ مسلمان ایک دوسرے پر پل پڑے۔ اربابِ سیر کا بیان ہے کہ (حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں ہی سے دو زخم آئے تھے۔ حضرت یمانؓ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے) (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۶۱)

Marfat.com
Marfat.com

اگرچہ مسلمان ڈگمگا گئے تھے۔ مگر حضور سرورِ کون و مکان ﷺ۔ ثابت قدم تھے۔ اس وقت آپ کی حفاظت کیلئے پندرہ اصحاب تھے۔ سات انصار اور آٹھ مہاجرین۔ مہاجرین میں سے

(حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب۔ حضرت علی شیرِ خداؓ۔ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف۔ حضرت سعد بنؓ ابی وقاص۔ حضرت زبیرؓ بن عوام۔ حضرت طلحہؓ بن عبداللہ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح)

اور انصار میں (حضرت حبابؓ بن منذر۔ حضرت حارثؓ بن صیحہ۔ حضرت ابودجانہؓ وغیرہ)

(ارباب روضہ الاحباب)

جب حضور رسالت مآب ﷺ نے لشکرِ اسلام کی یہ حالت دیکھی۔ اور ادھر خالد بن ولید کے شہ سواروں کو دیکھا تو کچھ پریشان ہوئے۔ اس وقت سپہ سالارِ اعظم حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے پاس دو ہی راستے تھے۔

(یا تو آپ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر کسی محفوظ جگہ پر چلے جاتے اور لشکرِ اسلام جو کہ سخت نرغے میں تھا۔ اس کو قسمت پر چھوڑ دیتے)

(یا اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنے صحابہؓ کو بلاتے اور ان کی مناسب تعداد کو جمع کر کے نئے انداز سے دشمن کے حملے کا جواب دیتے۔ آزمائش۔ رنج والم کے اس نازک موڑ پر حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی عبقریت اور بے نظیر شجاعت نمایاں ہوئی)

بجائے یہ کہ حضور سرورِ انبیاء ﷺ اپنی جان بچاتے۔ صحابہ کرامؓ کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ رحمت حق ﷺ نے بلند آواز سے پکارنا شروع کیا۔ ''اللہ کے بندو! ادھر آؤ'' حالانکہ آپ ﷺ دیکھ رہے تھے۔ کہ میری آواز مسلمانوں تک پہنچنے سے پہلے کافر جو گھیرا ڈالے تھے سنیں گے۔ مگر انہوں نے پرواہ نہ کی۔ اور بلند آواز سے پکارتے رہے۔ آواز سُن کر کافروں کا ایک دستہ مسلمانوں سے قبل وہاں پہنچ گیا۔ اور انہوں نے گھیرا ڈال دیا۔ پھر تو ہر طرف صفوں میں انتشار پھیل گیا۔ بدامنی پھیل گئی۔ سب حیران و سرگرداں تھے۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کدھر جائیں۔

اسی دوران ایک کافر کی آواز بلند ہوئی کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) قتل ہو گئے ہیں۔ اس آواز پر کئی مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ انہوں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور درماندہ ہو کر ہتھیار پھینک دیئے۔ بعض نے سوچا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے ذریعے ابوسفیان سے امان طلب کریں۔

لیکن کچھ دیر کے بعد حضرت اَنس بن نضر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے دیکھا کہ مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ اور بہت پریشان تھے پوچھا'' کیا ہوا؟''

Marfat.com
Marfat.com

جواب ملا ''رسول اکرم ﷺ (ہمارے آقا) کو شہید کر دیا گیا''۔تو فرمایا۔ ہمارا زندہ رہنا کس کام کا اٹھو اور جس راہ پر ہمارے آقا ﷺ چلے ہیں اسی راہ پر ہم بھی چلیں''۔

یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ آگے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے ان کو بھی پیغام دیا۔ اور وہ بھی کفار پر حملہ کرنے کیلئے چل پڑے۔

ارباب سیر کے مطابق کفار مکہ میں پانچ شخص ایسے تھے جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم محمد ﷺ کو (معاذ اللہ) شہید کریں گے ان کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ بن قمیہ۔ عتبہ بن ابی وقاص جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا۔ عبداللہ بن شہاب۔ ابی ابن خلف اور عبداللہ بن حمید اسد تھا۔

ان بد بخت انسانوں کو یہ علم نہ تھا۔ کہ حضور سرورِ کونین ﷺ اتنی دیر تک دنیا سے رخصت نہ ہونگے جتنی دیر تک وہ غالب نہ آجائیں۔ اور ان کا دین تمام دینوں پر غالب نہ آجائے۔ کیونکہ

يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

ترجمہ: کافر چاہتے تھے کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے۔ اگر چہ یہ کافر جتنا بھی برا مانیں۔

حضور سرورِ کائنات کا زخمی ہونا:

لعین عبداللہ بن قمیہ نے موقع کو بہتر سمجھتے ہوئے حضور رسالت مآب ﷺ کی طرف ایک پتھر پھینکا جس سے رحمۃ للعالمین ﷺ کے رخسار مبارک خون آلود ہو گئے۔ اور ''خود'' کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ حضرت عبید اللہ بن جراحؓ نے بیٹھ کر دونوں کڑیوں کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا۔ جس سے ان کے سامنے والے دونوں دانت ٹوٹ گئے۔

بد بخت عتبہ بن ابی وقاص نے حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی طرف ایک پتھر پھینکا جس سے آپ ﷺ کا زیریں لب مبارک زخمی ہو گیا۔ اور نچلے دو دانت مبارک شہید ہو گئے۔ بدفطرت عبداللہ بن شہاب نے رسول اکرم ﷺ کی کہنی مبارک زخمی کر دی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب خون مبارک جسم اطہر سے نکلتا تو میرے والد حضرت مالکؓ بن سنان چوس لیتے تھے۔ اس پر آقا محمد ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

''جس خون کے ساتھ میرا خون شامل ہو گیا۔ اس کو دوزخ کی آگ کا ڈر نہیں ہوگا''

تمام اہلِ سیر نے بیان کیا ہے۔ کہ حضور سرورِ کون و مکاں ﷺ کے جسم اطہر پر سترہ (17) زخم تھے۔ یہاں آپ ﷺ نے ان مذکورہ پانچ اشقیاء کے بارے میں بدعا فرمائی۔ اور فرمایا کہ ان کی زندگی ایک سال نہیں ہو گی۔ ان میں سے کچھ اسی جنگ میں قتل ہوئے اور باقی اسی سال جہنم کا ایندھن ہے۔

ان ملعونوں کی عبرت ناک موت:

عبد اللہ ابن قمیہ:

جب اس ملعون نے رسالت مآب ﷺ پر وار کیا تو بکواس کیا۔'' میں ابن قمیہ ہوں اور یہ میرا وار ہے''۔

سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔ **''اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے''**

مدارج النبوۃ صفحہ ۱۷۵ پر درج ہے کہ وہ اس غزوہ میں تو بچ گیا۔ مگر ایک سال نہ گزرا تھا۔ کہ ایک دن وہ اپنے ریوڑ کے ساتھ ایک پہاڑی کی چوٹی پر سو رہا تھا۔ کہ اللہ رب العزت نے اس پر ایک مینڈھا مقرر فرما دیا۔ جس نے اپنا سینگ اس کے پیٹ میں مارا یہ سینگ اتنا لمبا تھا کہ حلق تک پار ہو گیا۔ اور بدبخت کافر قتل ہو گیا۔

ابی بن خلف:

یہ بدبخت اسیرانِ بدر میں شامل تھا۔ فدیہ دے کر آزاد ہوا اور بے حیائی سے بکواس کیا کرتا تھا۔

''اے محمد ﷺ میرا ایک گھوڑا ہے۔ میں اسے خوب دانہ پانی دونگا۔ تاکہ یہ طاقتور ہو جائے اور پھر اس گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کرونگا۔ اور آپ ﷺ کو قتل کروں گا''

جناب رحمتِ حق ﷺ نے فرمایا۔

''میں بھی تمہیں اسی گھوڑے پر سواری کی حالت میں قتل کرونگا''

اس کو یقین تھا کہ جو نبی اکرم ﷺ نے فرما دیا۔ وہ ضرور پورا ہوگا۔ لہذا وہ مکہ سے خروج کے وقت لشکر کے ساتھ نہ آنا چاہتا تھا۔ مگر ابوسفیان نے اصرار کر کے اسے ساتھ لے لیا۔ جب وہ گھوڑے پر سوار رسول خدا ﷺ کے قریب سے گزرا تو انہوں نے حضرت زبیر بن عوامؓ سے نیزہ لیا اور ابی بن خلف کی طرف پھینک دیا۔ اس کو معمولی سی خراش آئی۔ فوراً وہ گھوڑے سے نیچے اُترا اور چیختا۔ چلاتا خیمہ گاہ کی طرف چلا گیا۔ اس کی قوم نے کہا

''تمہارا زخم معمولی ہے۔ مرہم پٹی سے درست ہو جائیگا''

اس نے کہا

''تم کیا جانو۔ یہ زخم کس کی مار کا ہے۔ یہ زخم میری جان لے لے گا''

Marfat.com
Marfat.com

اس نے فوراً اپنے آپ کو گھوڑے سے گرادیا۔ اور گائے و بیل کی طرح ڈکرانے لگا۔ اور کہا ''اگر آج وہ مجھے کھجور کی گٹھلی بھی مار دیتے تو میں مر جاتا''

وہ ملعون اسی طرح چیختا چلاتا رہا اور مکہ پہنچنے سے پہلے ''وادی مہر الظہر ان'' یا طن رابغ'' میں مر گیا۔

عبد اللہ بن حمید:

میدان اُحد میں گھوڑا دوڑاتا پھر رہا تھا۔ کہ حضرت ابو دجانہؓ نے اس پر اپنی تلوار کا ایک زوردار وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔

عتبہ بن ابی وقاص:

اس کی موت کی خبر کسی بھی کتاب سیرت میں درج نہیں ہے۔ البتہ رسول خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ بھی سال کے اندر اندر ذلالت کی موت مرا۔

عبد اللہ بن شہاب:

یہ بھی اسی سال انتہائی ذلت و خواری کی حالت میں ہلاک ہو گیا۔

تیرے منہ سے جو بات نکلی وہ ہو کر رہی

لشکرِ اسلام پر سخت وقت:

آیئے ذرا اس سخت، غم و الم کے وقت میں مسلمان مجاہدین اور خود رسالت مآب ﷺ کی شجاعت اور جرأت پر نظر دوڑائیں۔ جب سرورِ کون و مکاں ﷺ زخمی ہوئے اور ایک گھاٹی میں گر گئے۔ یہ گھاٹی آج بھی موجود ہے اور قابل زیارت ہے۔ ادھر خالد بن ولید اور اس کے شہسواروں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ تیر اتنی تیزی سے برسائے جا رہے تھے۔ زمین والوں کو آسمان نظر نہیں آتا تھا۔ خالد بن ولید کے دستہ میں ایک سو ماہر تیر انداز تھے۔ جو اپنی پوری طاقت سے تیر اندازی کر رہے تھے۔ انہوں نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔

خود رسول اکرم ﷺ جو کہ اب زخموں اور نقاہت سے سکون میں تھے۔ اور چاہتے تھے کہ دشمن کی صفوں کو چیر کر صحابہ کرام کی جانب راستہ بنایا جائے۔ چنانچہ رحمتِ حق ﷺ آگے بڑھے۔ آپ ﷺ کے آگے پیچھے بارہ بعض کے خیال میں چودہ اصحاب حفاظت کر رہے تھے۔ ان میں سے چار اصحاب ''حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خصوصی طور پر اپنے آقا ﷺ کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ اور باقی آٹھ یا دس اصحاب کفار کی صفیں چیر کر آگے بڑھ رہے تھے۔ مسلمان جو کہ

Marfat.com
Marfat.com

ہمت ہار بیٹھے تھے۔ جنگ سے کترا رہے تھے۔ ان میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آنکھوں کے سرور محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ فرطِ مسرت سے مسرور ہوئے اور پکارنے لگے۔

''مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ یہ ہیں رسول خدا ﷺ''

حضور محسن انسانیت ﷺ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لیکن مسلمان سُن چکے تھے۔ لہذا فوراً ایک مرکز پر اکٹھے ہونے لگے۔ سمٹ کر پھر بڑے منظم طریقہ سے جنگ میں شریک ہو گئے۔

چار محافظ جنہوں نے حصار بنا رکھا تھا۔ انہوں نے بہادری اور شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ تاریخ عالم ایسی بہادری کی لڑائی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالد بن ولید کے تیر اندازوں کو چیر کر جس طرح گھاٹی سے باہر آئے یہ انہیں کا خاصہ ہے۔ حالانکہ وہ صرف بارہ یا چودہ سرفروش مجاہد تھے۔ تیر اندازوں کا مطمع نظر صرف اور صرف حبیب کبریا ﷺ کو نشانہ بنانا تھا۔ لیکن وہ چاروں مجاہد اپنی پشت پر تیر کھا رہے تھے۔ اور اپنے آقا صلعم کی حفاظت کر رہے تھے۔ انہیں اپنی بھی پرواہ نہیں تھی۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے سر پر سرخ پٹی باندھی ہوئی تھی۔ تیروں کو اپنی پشت پر روک کر کفار کو تلوار سے کاٹ رہے تھے۔

لیکن وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پائے کے شمشیر زن نہ تھے۔ لہذا فرطِ خستگی سے ان کے ہاتھ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ اور حبِ رسول ﷺ میں سینہ تان کر ان کے آگے کھڑے ہو گئے۔ کفار نے اس قدر تیر چلائے کہ چند ساعتوں میں ان کی پشت پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی۔ جہاں تیر نہ لگا ہو۔ یعنی پشت چھلنی ہو گئی۔ لیکن خوش تھے کیونکہ تمام تیر ان کی پیٹھ میں لگے تھے۔ اور وہ خود اپنے آقا ﷺ پر قربان ہو رہے تھے۔ جلد ہی ان کی شہادت ہو گئی۔ ان کے بعد حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ان کے چہرے پر تیروں اور تلواروں کے اس قدر زخم تھے کہ کوئی ان کو پہچان نہ سکا۔ دفن کے وقت ان کی بہن نے ان کو کانوں سے پہچانا۔

اب حضرت رسولِ خدا ﷺ کی حفاظت کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سرتاپا خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ تمام بدن سے خون رِس رہا تھا۔ اختتام جنگ کے بعد جب لشکرِ اسلامی کے جراح حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچے۔ مشاہدہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اَسی زخم آئے تھے۔ تو انہوں نے کہا۔

''اے علیؓ! مجھے تمہیں سَر سے پیر تک باندھنا پڑے گا۔ اور چارپائی پر ڈال کر مدینہ لے جانا پڑے گا''

Marfat.com
Marfat.com

میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا کہ ایک شخص جنگ میں اتنا زخمی ہو۔ اور پائیدار بھی رہے۔ اور لڑائی بھی جاری رکھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اکیس (21) زخم اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بارہ (12) زخم آئے تھے

پاک دامن خواتینِ اسلام اور ان کی جانبازی:

اس معرکہ میں حق و باطل میں کچھ خواتین بھی شامل تھیں۔ ان میں حضور رسول اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا۔ حضرت اُم سلیطؓ۔ اور حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا۔

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ کے خاتمہ پر مسلمان خواتین میدانِ جہاد میں اُتر آئیں اور میں نے دیکھا اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا پنڈلیوں کی پازیبوں تک کپڑے چڑھائے۔ پانی کے مشکیزے بھر بھر کر زخمی مجاہدین کو پانی پلا رہی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اُحد کے روز حضرت اُم سلیطؓ ہمارے لیے مشکیزے بھر بھر کر لا رہی تھیں۔ (صحیح بخاری جلد اول۔ صفحہ 403)

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ کچھ مسلمان غزوہ اُحد میں اس مشکل وقت میں مدینہ شریف گھسنے جا رہے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا

''تم سوت کاتنے والا تکلا لو اور ہمیں تلواریں دے دو''

اس کے بعد تیزی سے میدان جہاد کی طرف چلیں گئیں۔ اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔ ادھر ''حنان بن عرقہ'' نے تیر چلایا تو وہ گر پڑیں اور ان کا پردہ کھل گیا۔ اس پر اُس کافر نے زوردار قہقہہ لگایا۔ یہ بات رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ کو ناگوار گزری اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک ٹوٹا ہوا تیر دے کر فرمایا۔ ''اسے چلاؤ'' یہ تیر حنان بن عرقہ کے حلق میں لگا اور وہ گر پڑا۔ اس کا پردہ کھل گیا۔ اس پر رسولِ اکرم ﷺ اس طرح ہنسے کہ ان کے جڑ کے دانت دکھائی دینے لگے۔ اور فرمایا۔

''اے سعدؓ! تم نے ام ایمنؓ کا بدلہ چکا لیا اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی'' (السیر الحلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۲)

جنگ کے آخری وقت میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ مسلمان مجاہدین

Marfat.com
Marfat.com

آخری دم تک کس قدر مستعد دکھائی دیتے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔کہ میں نے دیکھا کہ مشرکین مسلمان شہداء کا ''مثلہ'' کر رہے ہیں۔اور مزید دیکھا ایک مشرک بھاری زرہ پہنے شہیدوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔کہ یہ کٹی ہوئی بکریوں کی طرح ڈھیر ہو چکے ہیں۔ایک مسلمان مجاہد زخمی حالت میں اس کی راہ میں پڑا تھا۔جونہی وہ کافر اس مسلمان مجاہد کے قریب سے گزرا تو انہوں نے اس زور سے تلوار ماری کہ کافر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔جب مسلمان مجاہد نے اپنا پردہ کھولا تو وہ حضرت سماک بن خرشہ (ابو دجانہ) رضی اللہ عنہ تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد چہارم صفحہ 17)

خواتین قریش کی بد طینتی:

ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا۔کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ میدان میں گئی۔محمد ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو تلاش کیا۔پیٹ اور سینہ چھری سے چاک کیا جگر نکال لیا۔اس کا کچھ حصہ کھا گئی۔اور باقی تھوک دیا۔اسی لئے اسے (جگر خور) بھی کہتے ہیں۔ناک اور کان کاٹ ڈالے ان کا ہار بنایا گلے میں ڈالا اور میدان میں رقص کرتی رہی۔

اسی طرح ایک اور عورت ''سلالہ بنت سعد'' میدانِ جنگ میں گئی ایک مسلمان کا جسدِ اقدس تلاش کیا۔اس کا ''مثلہ'' کیا۔ناک۔کان۔کاٹ لئے۔سر مبارک بھی کاٹ لیا۔اور کہا کہ میں کھوپڑی کا گوشت پوست صاف کر کے خشک کرلوں گی اور پانی کیلئے پیالہ بنالوں گی۔یہ وہ شخص ہے جس نے جنگِ بدر میں میرے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ہر ایک قریشی عورت نے اپنی بدفطرتی کا بڑھ چڑھ کر مظاہرہ کیا۔

میدانِ اُحد میں نماز ظہر:

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گھاٹی میں نبی آخر الزمان ﷺ کا زخم لختِ جگر نبی مکرم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دھو رہی تھیں۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باوجود شدید زخمی ہونے کے پانی ڈال رہے تھے۔جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے تو چٹائی کا ٹکڑا جلا کر زخم پر چپکا دیا۔جس سے خون رسنا رک گیا۔(صحیح بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۵۸۲)

ادھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شیریں اور خوش ذائقہ پانی لائے۔رحمتِ خدا ﷺ نے نوش فرمایا۔ اور دعائے خیر فرمائی۔اس کے بعد ظہر کا وقت ہو گیا۔تو زخم کے اثر کی وجہ سے رحمۃ اللعالمین ﷺ نے نمازِ ظہر بیٹھ کر ادا فرمائی۔اور صحابہ کرام نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۷۵)

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ اور ابو سفیان کا مکالمہ:

جب کفار نے جنگ کے بعد واپسی کی مکمل تیاری کر لی تو ابوسفیان جبلِ اُحد پر نمودار ہوا۔ اور بلند آواز سے بولا! کیا تم میں محمد ﷺ ہیں؟

لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر کہا کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکرؓ) ہیں؟ پھر جواب نہ ملا۔ اس نے تیسری بار سوال کیا۔ کیا تم میں خطاب کے بیٹے (عمرؓ) ہیں؟ پھر جواب نہ ملا۔ کیونکہ رسول خدا ﷺ نے جواب دینے سے منع فرما دیا تھا۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا کہ چلو ان تینوں سے تو فرصت ملی۔ یہ سُن کر حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے اور بولے۔

''او دشمنِ خدا! جن کا تو نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تیری رسوائی کا سامان رب تعالیٰ نے باقی رکھا ہے''

اس کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ تمہارے مقتولین کا ''مثلہ'' ہوا ہے۔ میں نے اس کا حکم نہ دیا تھا اور نہ ہی میں نے بُرا منایا ہے۔ پھر نعرہ لگایا۔

''اُعلُ ھُبَلُ — ہبل بلند ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تم بھی جواب دو اور کہو اَللّٰہُ اعلٰی و اجل اللہ اعلیٰ اور برتر ہے۔

پھر ابوسفیان نے کہا۔

لَنا عُزّیٰ وَلا عُزّیٰ لَکُم

ہمارے لئے عزیٰ اور تمہارے لئے نہیں ہے۔

رسولِ خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اَللّٰہُ مولا نا وَلا مولیٰ لَکم

اللہ ہمارا مولا ہے تمہارا کوئی مولا نہیں

اس کے بعد ابوسفیان نے کہا۔ کتنا اچھا کارنامہ ہے! آج کے دن ہم نے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔ اور لڑائی برابر رہی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے۔

''اے بدبخت! برابر نہیں ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں''

Marfat.com
Marfat.com

پھر ابوسفیان بولا۔ ''اے عمرؓ! میرے قریب آؤ''

رسولِ اکرم ﷺ کے حکم پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابوسفیان کے قریب گئے تو ابوسفیان نے پوچھا۔

''کیا محمد ﷺ قتل ہو چکے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا۔

''اے بدقسمت انسان! انہیں وہ ہماری باتیں سُن رہے''

ابوسفیان بولا۔ ''خدا کی قسم! تم تو میرے نزدیک ابن قمیہ سے بھی سچے ہو''۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۹۴)

شہداء اُحد کی تدفین اور زخمی مجاہدین کی عیادت:

جب لشکرِ اسلام واپسی کیلئے روانہ ہونے کیلئے تیار ہو رہا تھا۔ تو سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

''زیدؓ جاؤ! تمام شہیدوں اور زخمیوں کی خبر گیری کر کے آؤ۔ اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کو خصوصاً تلاش کرو۔ اگر وہ دکھائی پڑ جائیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور دریافت کرنا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو''

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں میدانِ اُحد میں گھوم پھر رہا تھا کہ مجھے حضرت سعد بن الربیعؓ اس حالت میں ملے کہ آخری سانس لے رہے تھے۔ ان کے جسم پر نیزے، تلوار اور تیروں کے ستر (70) زخم تھے۔ میں نے کہا۔

''اے سعدؓ! اللہ کے رسول ﷺ آپؓ کو سلام کہتے ہیں۔ اور دریافت فرما رہے ہیں کہ مجھے بتاؤ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو''

انہوں نے جواب دیا۔

''رسول اللہ ﷺ کو میرا اسلام عرض کرنا۔ اور عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اور میری قوم انصار کو کہنا کہ اگر تم میں سے ایک آنکھ بھی بچی رہی اور دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا تو تمہارے لئے اللہ کے نزدیک کوئی عذر قبول نہ ہوگا''

اسی وقت ان کی روح پرواز کر گئی۔ (زاد المعاد جلد دوم صفحہ ۹۶)

ان ہی زخمیوں میں عمرو بن ثابت (اُخیرم) بھی تھا۔

ان میں تھوڑی سی رمق باقی تھی۔ اس سے قبل ان کو اسلام کی دعوت دی جاتی تھی۔ مگر وہ قبول نہ کرتے

Marfat.com
Marfat.com

تھے۔لیکن جنگ اُحد میں اسلامی لشکر کی طرف سے شریک ہوا۔لوگوں نے حیرت سے پوچھا احیرم کیسے آیا۔قوم کی حمیعت یا اسلام کی رغبت؟ کہا اسلام کی رغبت درحقیقت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکا ہوں۔اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔

جب صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا اس کا کیا حال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''وہ جنتی ہے۔اس نے کام تھوڑا کیا اور اُجر زیادہ لیا ہے''

حالانکہ اس نے زندگی بھر کوئی نماز نہیں پڑھی۔لیکن آخر میں اسلام قبول کیا اور حبِ نبی ﷺ میں دنیا سے رخصت ہوا اور جنت کا حق دار بن گیا۔

انہیں زخمیوں میں ''قُزمان'' بھی تھا۔زخموں سے چور تھا۔اس نے اکیلے ہی سات۔آٹھ مشرکین کو قتل کیا۔لوگ اس کو زخمی حالت میں بنوظفر میں لے گئے۔اس سے پوچھا گیا۔تو اس نے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہوا۔محض اپنی قوم کی ناموس کیلئے لڑا ہوں۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں لڑائی نہ لڑتا۔جب اس کے زخموں نے شدت اختیار کر لی۔تو وہ تکلیف کی وجہ سے خودکشی کر گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اُسے جہنمی قرار دیا۔ (زادالمعاد جلد دوم صفحہ 97)

ثابت یہ ہوا کہ ''اِعْلَاءِ کَلِمَةُ اللّٰہ'' کی بجائے ذاتی یا کسی دوسرے راہ میں لڑنے والوں کا انجام بُرا ہی ہوتا ہے۔

اس کے برعکس بنوثعلبہ کا ایک یہودی تھا۔اس نے عین جنگ کے وقت اپنی قوم کو کہا ''اے جماعت یہود! خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے''

تمام یہودیوں نے کہا ''آج سَبت (سنیچر) کا دن ہے۔

اس نے کہا کوئی ''سَبت نہیں ہے۔تلوار پکڑی اور دیگر سامان اُٹھا کر میدانِ کارزار میں پہنچ گیا۔لڑتے مارتے خود مارا گیا۔مرنے سے قبل اس نے کہا ''کہ میرے بعد میرا تمام مال محمد ﷺ کیلئے ہے''۔

جب رحمتِ عالم ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا۔

''مخریقؓ'' بہترین یہودی تھا۔ (سیرت ابنِ ہشام جلد دوم صفحہ ۸۸)

اسی جنگ میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

(کہ میں ان لوگوں کے حق میں خود گواہ ہوں۔جس کو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے۔وہ قیامت کے دن اسی حالت میں اُٹھائے جائیں گے۔کہ ان کے زخموں سے خون رِس رہا ہوگا۔اس

Marfat.com
Marfat.com

کی خوشبو مشک سے بڑھ کر ہوگی۔)

آپ ﷺ کے حکم کے مطابق شہداء اُحد کو غسل نہ دیا گیا۔ دو دو، تین، تین شہداء کو اکٹھے دفنایا گیا۔ اور بے سروسامانی کا یہ عالم تھا۔ کہ دو، دو، شہداء کو ایک ہی کپڑے میں دفن کیا جارہا تھا۔

عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ اور عمر بن جموع رضی اللہ عنہ میں گہری دوستی تھی۔ لہذا ان دونوں کو ایک ہی کپڑے میں ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا حال دیکھا تو بہت پریشان و غمگین ہوئے۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی پھوپھی ''حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا'' تشریف لائیں۔ جو اپنے بھائی کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ مگر سرورِ عالم ﷺ نے ان کے بیٹے ''حضرت زبیر رضی اللہ عنہ'' سے کہا کہ انہیں واپس لے جائیں۔ کہ وہ اپنے بھائی کا حال دیکھ نہ لیں۔

مگر حضرت صفیہؓ نے کہا'' آخر کیوں؟ مجھے سارا حال معلوم ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے۔ میں ثواب سمجھ کر انشاء اللہ خاموش رہوں گی''

اس کے بعد وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ اطہر کے پاس گئیں انہیں دیکھا اور دعائے مغفرت مانگی۔

رسولِ خدا ﷺ کے مطابق ان کو ان کے بھانجے اور رضاعی بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ یہ منظر بڑا ہی دلدوز اور زہرہ گداز تھا۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کیلئے سیاہ دھاریوں والی چادر کے سوا کوئی کفن نہ مل سکا۔ یہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ سر پر ڈالی جاتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ اور پاؤں پر ڈالی جاتی تھی تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ آخر کار سر ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں پر خوشبودار ''اذخر'' گھاس ڈال دی گئی۔

یہی حال حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جن کی شہادت پر کفار نے شور مچایا کہ ہم نے (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ شباہت حضور سرورِ کائنات ﷺ سے ملتی تھی۔

(مسندِ احمد۔ مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۴۰۔ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۵۷۹)

مدینہ شریف کی طرف روانگی اور نادر واقعات:

شہدائے اُحد کو دفنانے کے بعد رسولِ خدا ﷺ نے دعا فرمائی۔ اور بوقت عصر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت بھی بڑا دلدوز منظر تھا۔ ہر کوئی مغموم و پریشان تھا۔ مگر پریشانی کے آثار چہروں پر نہ تھے۔ کیونکہ

Marfat.com
Marfat.com

ان کے اور ہمارے آقا ﷺ خود زخمی حالت میں ان کے ساتھ تھے۔ راستے میں کئی واقعات رونما ہوئے جن کو ترتیب سے درج کیا جا رہا ہے۔

1۔ راستے میں حضور سرورِ کون و مکان ﷺ کی ملاقات حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ انہیں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے اِنا لِلّٰہِ وَاِنا عَلَیہ رَاجِعُون پڑھا۔ ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ پھر انہوں نے صبر کیا۔ اس کے بعد انہیں اُنکے شوہر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ صبر نہ کر سکیں اور دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''عورت کا شوہر اس کیلئے ایک خصوصی درجہ رکھتا ہے''

2۔ اسی طرح لشکرِ اسلامی کا گزر ''بنو دینا'' کی ایک خاتون کے پاس سے ہوا۔ جس کے شوہر، بھائی اور والد تینوں خلعتِ شہادت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے شہادت کی خبر سُنی تو کہنے لگی۔

''مجھے محمد عربی ﷺ کی خبر دو''، لوگوں نے کہا وہ بخیریت ہیں۔ اس نے کہا۔ مجھے ان کے پاس لے چلئے۔

جب اس نے خاتم المرسلین ﷺ کی زیارت کی تو بے ساختہ پکار اُٹھی

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

ترجمہ: آپ ﷺ کے بعد سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ (سیرت ابنِ ہشام جلد دوم صفحہ ۹۸، ۹۹)

راستہ ہی میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ (اُم سعدؓ) دوڑتی ہوئی۔ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس پہنچی۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضور سرورِ کائنات ﷺ کے گھوڑے کی لگام پکڑے آگے آگے چل رہے تھے۔ عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! یہ میری والدہ ہیں''

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا۔ ''انہیں مرحبا ہو'' اور اس کے استقبال کیلئے رک گئے۔ اور ان کے بیٹے حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تعزیت فرمائی۔ لیکن انہوں نے عرض کی۔

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

ترجمہ: آپ ﷺ کے بعد سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ (سیرت ابنِ ہشام جلد دوم صفحہ ۹۸، ۹۹)

''حضور (ﷺ) کو دیکھ کر تمام غم ختم ہو گئے''

Marfat.com
Marfat.com

شہدائے اُحد کی تعداد:

غزوہ اُحد میں مسلمان شہداء کی تعداد (70) ستر تھی۔ ان میں زیادہ تعداد انصار کی تھی۔ جو کہ (65) پینسٹھ تھی۔

جن میں اکتالیس بنوخزرج اور چوبیس بنواوس سے تھے۔ اور چار اصحاب مہاجرین میں تھے۔ ایک یہودی تھا۔ (ابن ہشام جلد دوم صفحہ 100)

مقتولین قریش:

ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق ان کی تعداد (22) بائیس تھی۔ لیکن اصحاب مغازی اور دیگر اہل سیر نے اس معرکہ کی جو تفصیلات بیان کی ہیں۔ اور ان پر گہری نظر رکھتے ہوئے وقت پسندی کے ساتھ جو حساب لگایا ہے تو یہ تعداد سینتیس (37) ہے۔ (ابن ہشام جلد دوم صفحہ 122 / فتح الباری جلد ہفتم صفحہ 371)

غزوہ حمراء الاسد:

بروز شنبہ 7 شوال سن 3 ہجری کو سرِ شام مدینہ تشریف آوری ہوئی۔ اس کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے شہداء اور زخمیوں کا جائزہ لیا۔ صحابہ کرامؓ کی تعریف فرمائی۔ اور رات ہنگامی حالت میں بسر کی۔ جنگ نے مسلمانوں کو چور چور کر دیا تھا۔ اس کے باوجود مدینہ پاک کے تمام بیرونی راستوں پر پہرہ دیتے رہے۔ کیونکہ باوجود لشکرِ قریش کے کوچ کے خطرہ موجود تھا۔

رحمتِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے علی الصبح 8 شول 3ھ بروز یک شنبہ اعلان فرمایا۔ کہ دشمن کے مقابلے کی تیاری کریں۔ اور ان پر حملہ آور ہو جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ساتھ وہی چلیں جو غزوہ اُحد میں شریک تھے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بھاگتا ہوا آیا۔ ساتھ جانے کی اجازت طلب کی مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے انکار فرما دیا۔ ادھر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی۔

تمام مسلمان جو زخموں سے چور۔ غم سے نڈھال اور اندیشہ وخوف سے دوچار تھے۔ بلا تردّد سرِ تسلیم خم کر دیا۔ پروگرام کے مطابق رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ اور مدینہ سے آٹھ میل دور ''حمراء الاسد'' کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔

اسی اثناء میں ''حضرت معبد بن ابی معبد خزاعیؓ'' خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حلقہ بگوشِ اسلام

Marfat.com
Marfat.com

ہوئے۔انہیں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابوسفیان کے پاس جاؤ اور اس کی حوصلہ شکنی کرو۔
رسولِ خدا ﷺ نے جس اندیشہ کا اظہار فرمایا تھا وہ برحق تھا۔کیونکہ لشکرِ کفار نے مدینہ سے 36 میل کے فاصلہ پر مقام ''رَوحاء'' پر قیام کیا تو پچھتا رہے تھے۔کہ ہم نے سخت غلطی کی ہے۔حالانکہ مسلمانوں کی شوکت وقوت کمزور پڑ چکی تھی۔اور ہم نے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا۔ان میں ایسے لوگ بچ گئے۔جو کسی دن ہمارے لئے دردِسر بن جائیں گے۔لہٰذا ابھی واپس جا کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں اور انہیں کچل دیں۔

اتنے میں حضرت مَعبَد رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ابوسفیان ابھی تک ان کے ایمان لانے سے بے خبر تھا۔اس نے آتے ہی ان سے پوچھا۔

''معبد! پیچھے کی کیا خبر ہے؟'' انہوں نے پروپیگنڈہ کا سخت حملہ کیا۔اور کہا

''محمد ﷺ ساتھیوں کو لے کر تمہارے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔اور مزید کہا کہ اب اُن کے ساتھ ایسے مسلمان بھی ہیں جو غزوہ احد میں شریک نہ ہوئے۔اور سب لوگ غصہ سے بھرے ہوئے ہیں۔وہ جو کچھ ضائع کر چکے ہیں۔اس پر سخت نادم ہیں۔اور تمہارے خلاف اس قدر بھڑکے ہوئے ہیں۔کہ میں نے اس کی مثال کہیں نہیں دیکھی ہے''

یہ باتیں سُن کر لشکرِ قریش میں ہلچل مچ گئی اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ان پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔رعب طاری ہوگیا۔اور اسی میں عافیت نظر آئی کہ مکے کی طرف واپسی جاری رکھیں۔

رسولِ خدا ﷺ نے (۹۔۱۰۔۱۱) شوال۔سوموار منگل اور بدھ کو ''حمراء الاسد'' میں قیام فرمایا۔ابھی مدینہ واپس نہ ہوئے تھے۔کہ قریش کا ایک جاسوس ''ابوعزہ جمحی'' مجاہدین کی گرفت میں آ گیا۔یہ شاعر بھی تھا۔اور مسلمانوں کے خلاف اپنے اشعار میں ہجو بیانی کیا کرتا تھا۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حکم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی گردن اُڑادی۔

ایک اور جاسوس ''معاویہ بن مغیرہ'' جو کہ اُحد سے واپسی پر پکڑا گیا۔جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں تین دِن کی پناہ میں تھا۔مگر وہ تین دِن کے بعد بھی مدینہ میں ٹھہرا رہا۔لیکن لشکرِ اسلام کی واپسی پر بھاگنے لگا۔تو ''حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ،حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے تعاقب کر کے پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔

غزوہ حمراء الاسد ایک مستقل غزوہ نہیں ہے۔بلکہ غزوہ اُحد ہی کا حصہ اور تتمہ ہے۔(ابن ہشام جلد دوم صفحہ 60/ زادالمعاد جلد دوم صفحہ 91/ صحیح بخاری شریف جلد ہفتم صفحہ 345)

Marfat.com
Marfat.com

حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمر رضی اللہ سے نکاح:

غزوہ اُحد میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو کہ سرورِ انبیاء ﷺ کے خصوصی محافظوں میں شامل تھے۔ اُن کے داماد حضرت خنیس رضی اللہ عنہ، دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی عمر ابھی بیس سال تھی بیوہ ہو گئیں۔ وہ خوب زیبا اور دانش مند کے علاوہ جوان بھی تھیں دورِ جاہلیت میں شعر و ادب کی دلدادہ تھیں۔ مگر شوہر کی شہادت کے بعد غمزدہ رہنے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مغموم تھے۔ اپنی بیٹی کی پریشانی کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ وہ باارادہ اور راست گو مرد تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور کہا

"تم جوان ہو۔ میری بیٹی بیوہ ہو چکی ہے۔ اسے اپنے عقد میں لے لو تا کہ اُسے شوہر کا غم بھول جائے اور آپ کو بھی ایک ساتھی مل جائے وہ شاعرہ اور دانش مند ہیں"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے۔ شکایت کرنے کیلئے خاتم المرسلین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار کے بارے میں بتایا۔ تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔

"تمہاری بیٹی کو عثمانؓ سے بہتر شوہر نہ دے دوں؟"

عرض کی "حضورؐ! وہ کیسے؟"

تو محسنِ انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا

"اے عمرؓ! میں خود تمہاری بیٹی کو اپنے عقد میں لیتا ہوں"

اس تجویز پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے خوش ہوئے کہ خاتم النبیین ﷺ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ اپنے سر پر رکھا اور عرض کی۔

"حضور ﷺ نے مجھے سعادت مند کیا ہے"

اس کے بعد اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پیغمبر اسلام ﷺ کے عقد میں آ گئیں اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ صحابی، دوست اور مجاہدِ اسلام کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام کے سُسر بھی بن گئے۔

غزوہ اُحد کے بعد فوجی مہمات:

غزوہ اُحد کی وقتی ناکامی کے بعد مسلمانوں کی ساکھ پر بہت بُرا اثر ہوا۔ مخالفین پر جو ہیبت اور رعب تھا اس میں کمی آ گئی۔ مسلمانوں کی داخلی اور خارجی مشکلات میں اضافہ ہو گیا۔ ہر طرف خطرات پیدا ہو گئے۔

Marfat.com
Marfat.com

یہود، منافقین اور قبائلی بدوؤں نے کھل کر عداوت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔
لہٰذا صفر سن 4 ہجری میں ''قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ'' چال بازی سے اپنے ساتھ تبلیغ دین کیلئے دس صحابہ کبار کو لیا اور دھوکا سے شہید کر دیا۔
اسی مہینہ میں ''بنو عامر'' کے رئیس نے دغا بازی سے ستر صحابہ کرام کو شہادت سے ہمکنار کر دیا۔ یہ حادثہ ''بئرِ معُونہ'' کے نام سے تاریخ اسلام میں محفوظ ہے۔ اس دوران ''بنو نضیر'' بھی کھل کر عداوت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔
یہاں تک کہ انہوں نے ماہِ ربیع الاول شریف میں چار ہجری کو خود رحمتِ کونین ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش کی جو ناکام ہوگئی۔
نبی محتشم ﷺ نے اس سلسلے کی ایسی جوابی مہمات کا آغاز کیا کہ تمام اہلِ عرب خصوصاً یہودی حیرت انگیز ہو گئے۔ ان مہمات سے نہ صرف مسلمانوں کی سابقہ ہیبت و رعب بحال ہوا۔ بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو گیا۔ چند مہمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سریہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ :

جنگ اُحد کے بعد مدینہ شریف میں اطلاع ملی کہ بنو اسد بن خزیمہ کا قبیلہ میں ''خویلہ'' کے دو بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنے قبیلہ کے نوجوانوں کو مدینہ پر حملہ کیلئے تیار کر رہے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فوراً ڈیڑھ سو انصار و مہاجرین کا ایک دستہ تیار کیا۔ حضرت محمد بن ابو سلمہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور دستِ مبارک سے جھنڈا عطا کیا۔ اور حملہ کیلئے روانہ کیا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بنو اسد پر اس قدر اچانک اور زوردار حملہ کیا۔ کہ وہ سنبھل بھی نہ سکے۔ اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ لشکرِ اسلام نے اُن کے اونٹ اور بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ اور بغیر لڑائی کے بے شمار مالِ غنیمت ساتھ لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، غزوہ اُحد میں شریک تھے۔ اور زخمی تھے۔ ابھی زیر علاج تھے۔ لیکن رسولِ اکرم ﷺ کے حکم پر بنو اسد کی سرکوبی کیلئے چل پڑے۔ اس سے ان کے زخم کھل گئے۔ اور محرم 6 ہجری کو شہید ہو گئے۔ (زاد المعاد جلد دوم صفحہ ۱۸۸)

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی مہم :

5 محرم الحرام 6 ہجری کو اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ فوراً حضور رسالت مآب ﷺ نے اس کارروائی کے خلاف حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو چند مجاہدین کی کمان دے کر روانہ کیا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضور سرورِ انبیاء ﷺ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی پر بہت خوش ہوئے۔ اور انہیں اپنا "عصا مبارک" عنایت فرمایا۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔

"یہ عصا میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی ہے"

لہٰذا بوقت وفات حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی "میرے کفن میں عطا کیا ہوا عصا بھی رکھ دیا جائے" (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۶۱۹)

واقعہ رجیع:

ماہ صفر سن 4 ہجری کو "عضل اور قارہ" کے چند لوگ رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی ہم سارا قبیلہ ایمان لانا چاہتے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کے لئے ہمارے ساتھ چند مسلمان علماء کو بھیجا جائے تا کہ وہ ہمارے لوگوں کو دینی تعلیم دیں۔ ابن اسحٰق کے مطابق چھ اصحاب جبکہ صحیح بخاری شریف کے مطابق دس اصحاب تھے۔ جن کے امیر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے بھیجا گیا۔ جب یہ لوگ "رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے "رجیع" نامی چشمہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے بدعہدی کی اور اپنے قبیلہ کی ایک شاخ "بنولحیان" سے حملہ کروادیا۔ اس قبیلہ کے ایک سو تیر انداز تھے۔ جنہوں نے صحابہ کرام کی جماعت کو گھیرے میں لے لیا اور جنگ شروع کردی۔ اس طرح سات صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ اور صرف تین زندہ بچے جو شدید زخمی تھے۔ ان میں سے "حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن دخنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

کچھ دیر انکی قید میں رہ کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ چھٹکارا حاصل کر کے نکل آئے۔ مگر تعاقب کے بعد پکڑے گئے۔ اور شہید کر دیئے گئے۔ باقی دو کو قیدی بنا کر مکہ لے جایا گیا۔ وہاں ان کو فروخت کر دیا گیا۔

ان دونوں اصحاب نے جنگ بدر میں قریش کے سرداروں کو قتل کیا تھا۔ اس لئے اہلِ مکہ ان سے بدلا لینے کیلئے بھڑکے ہوئے تھے۔ پس حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قید سے نکال کر سولی چڑھانا چاہا تو انہوں نے کہا

"مجھے دو نفل نماز ادا کر لینے دو"

آخری خواہش خیال کر کے ان کو اجازت دے دی گئی۔ ان دونوں مسلمان قیدیوں کو صفوان بن امیہ نے خریدا تھا۔ اور وہ اپنی مرضی کی سزا دے رہا تھا۔ جب حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے نیت باندھی تو خالقِ کائنات سے مناجات کرنے لگے اور عرض کی۔

"اے اللہ! انہیں گن لیں پھر انہیں بکھیر کر مارنا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا"

پھر چند اشعار پڑھے جن کا مطلب لکھ رہا ہوں۔

Marfat.com
Marfat.com

''لوگ میرے گرد گروہ در گروہ جمع ہو گئے۔ اپنے قبائل کو چڑھالائے۔ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آئے۔ مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب کر لیا۔ میں اپنی بے بسی اور بے وطنی کی فریاد صرف اللہ سے کر رہا ہوں۔ اے عرش والے! میرے خلاف دشمنوں کے جو ارادے ہیں۔ اس پر مجھے صبر عطا کر انہوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کا کہا ہے۔ حالانکہ اس پیش کش سے موت آسان ہے۔ میں مسلمان مارا جاؤں تو پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو قتل ہونگا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ اور وہ چاہئے تو بوٹی بوٹی کئے ہوئے اعضاء کے جوڑ جوڑ میں برکت عطا فرمادے''

ابوسفیان نے کہا۔

''اے حبیبؓ! کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے بدلے محمد ﷺ ہماری قید میں ہوتے اور تم اپنے اہل و عیال میں زندہ ہوتے اور ہم ان کی گردن مارتے''

انہوں نے فوراً کہا!

''او خبیث! واللہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں رہوں۔ اور میرے آقا حضرت محمد ﷺ کو وہاں رہتے ہوئے بھی کوئی کانٹا چبھ جائے۔ اور حضور سرورِ عالم ﷺ کو تکلیف ہو''

اس کے بعد کافروں نے انہیں سولی پر چڑھا دیا۔ اور لاش کی نگرانی کیلئے چند آدمی مقرر کر دیئے۔ لیکن حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ، رات کی تاریکی میں آئے۔ اور لاش کو لے جا کر دفن کر دیا۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے قتل سے پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کا طریقہ اپنایا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے۔ کہ قید میں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پکے ہوئے رس والے انگور کھا رہے تھے۔ حالانکہ یہ موسم کھجوروں کا بھی نہیں تھا۔ حالات وواقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندے کیلئے جنت سے یہ خوشے بھیجے ہونگے۔

دوسرے صحابی رسول حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ کو بھی صفوان بن امیہ نے خریدا اور اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے میں شہید کر دیا۔

اس کے بعد حضرت عاصم رضی اللہ عنہ جو کہ راستہ میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ کی لاش تلاش کرنے کیلئے آدمی بھیجے گئے۔ مگر ان کی لاش کی حفاظت بھڑوں کا ایک جھنڈ کر رہا تھا۔ اس لئے کفار لاش کے قریب نہ جا سکے۔ دراصل حضرت عاصمؓ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ کہ انہیں کوئی مشرک نہ چھوئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی حفاظت اس کی وفات کے بعد بھی اسی طرح کرتا ہے۔ جس طرح اس کی زندگی میں کرتا ہے'' (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۶۹۔۱۷۹)

ایک اور سنگین حادثہ:

واقعہ رجیع کے چند دِن بعد ایک اس سے بھی بڑا سانحہ پیش آیا۔

یوں ہوا۔ ابو براء کا عامر بن مالک جس کا لقب مُلَاعِبُ الأَسِنَّةِ (نیزوں سے کھیلنے والا) تھا۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اپنے اصحاب میں سے چند کو نجد کی طرف بھیجیں تا کہ وہ انہیں اسلام کی تبلیغ کریں۔ اور وہ مسلمان ہو سکیں''

مسلمانوں پر ابھی سابقہ سانحہ کا زخم تازہ تھا۔ جس پر حضور سرورِ کون و مکان ﷺ نے انکار کر دیا۔ عامر بن مالک نے کہا ''یہ میری پناہ میں ہونگے''

رسولِ خدا ﷺ نے ستر (70) اصحاب تیار فرمائے۔ اور حضرت منذر بن عمرؓو کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ یہ لوگ فضلاً، اقراء اور ساداتِ اخیار تھے۔ چلتے چلتے یہ قافلہ جب بنو عامر اور بنو سلیم کے درمیان ایک کنوئیں ''معونہ'' پر پہنچے ہی تھے کہ دشمنِ خدا عامر بن مالک نے بد عہدی کی۔ اور دیگر قبائل سے ان پر حملہ کروا دیا۔ جواباً صحابہ کرامؓ نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر سب اصحاب شہید ہو گئے۔ صرف حضرت کعب بن نجار رضی اللہ عنہ زندہ بچے جو بڑی مشکل سے مدینہ شریف پہنچے اور تمام حال رسالت مآب ﷺ کو بتایا۔ جس کا سرورِ انبیاء ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔ اس واقعہ نے جنگ اُحد کا دکھ پھر تازہ کر دیا۔ رسولِ خدا ﷺ ایک مہینہ تک ان غداروں اور بد عہد لوگوں کے لئے بد دعا کرتے رہے۔ بلکہ ان تمام قبائل (رعل، ذکوان، لحیان، اور عصیہ) کا نام لے کر بد دعا فرماتے تھے۔

غزوہ بنو نضیر:

یہودی فطرتاً سازشی اور انتشار پسند تھے۔ وہ مردِ میدان تو نہ تھے البتہ خفیہ کارروائیوں کے ماہر تھے۔ ہر وقت کینہ اور عداوت کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے۔ بنو قینقاع کی جلاوطنی کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ مگر غزوہ اُحد کے بعد ان کی جرأت پلٹ آئی۔ اور وہ کھلم کھلا بد عہدی اور عداوت پر اتر آئے۔ انہوں نے سب سے پہلے مشرکین مکہ سے ساز باز کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا سوچا۔

Marfat.com
Marfat.com

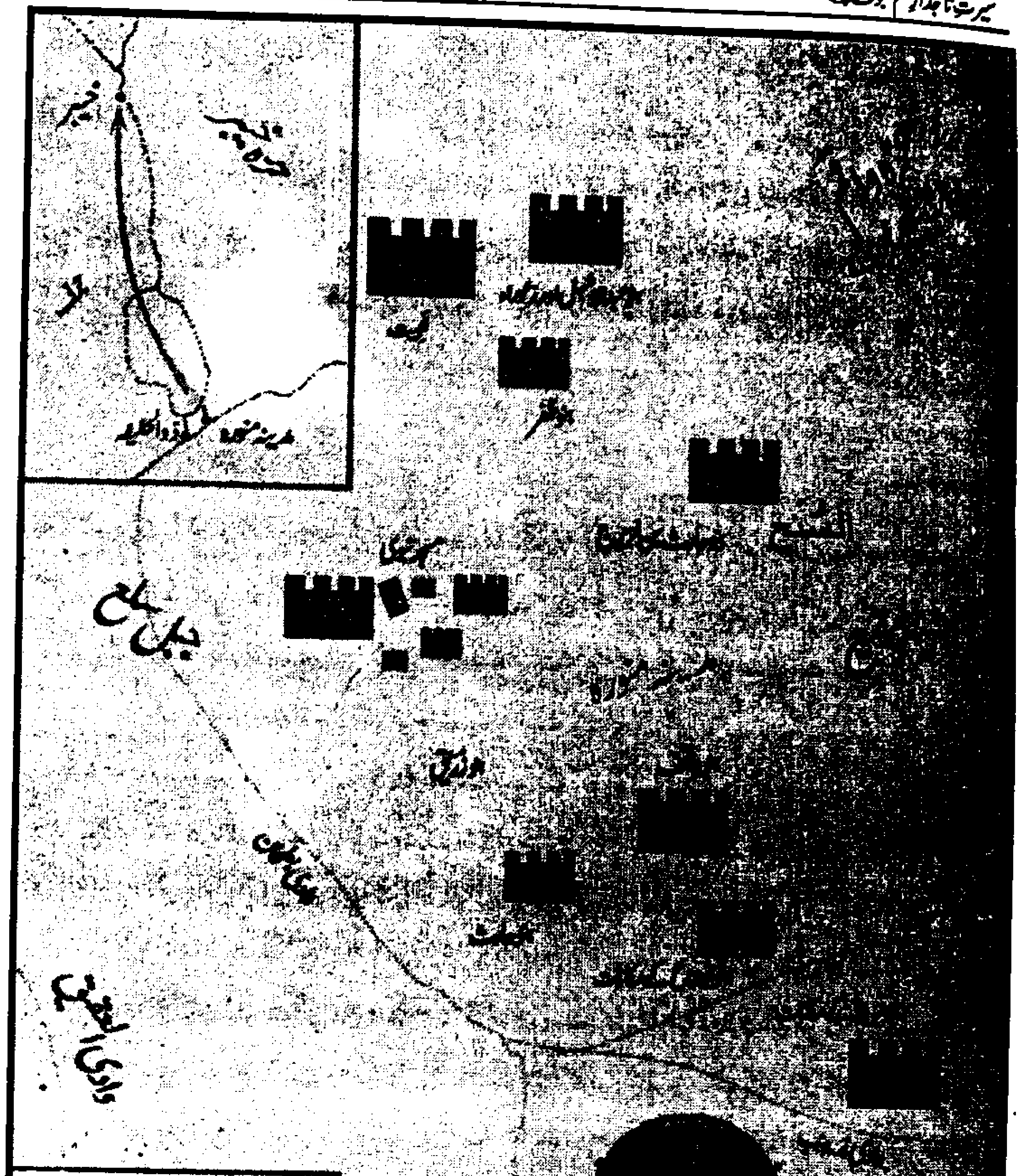

بنو نضیر (4ھ)

"مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ" جو کام تم نے کوئی کھجور کا درخت یا چھوڑ دیا تم نے اسے قائم اس کی جڑوں پر تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ وہ رسوا کرے نافرمانوں کو" (الحشر: 5/59)

Marfat.com
Marfat.com

امام الانبیاء ﷺ نے بڑے صبر سے کام لیا۔ مگر ''رجیع اور معونہ'' کے حادثات کے بعد یہودیوں کی جرأت و جسارت حد سے بڑھ گئی۔ اب مسلمانوں نے بھی ان کو سزا دینے کا سوچا۔ لہٰذا حضور سرورِ کون و مکاں ﷺ چند اصحاب جن میں حضرت عمر رضی الہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہودیوں کی آبادی میں تشریف لے گئے۔ یہودیوں نے مفاہمت کا وعدہ کیا۔ اور حضور رسالت مآب ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ ان کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ بدبخت یہود نے چند آدمیوں کو مقرر کیا کہ وہ دوسری طرف سے دیوار کے اوپر چڑھ کر بھاری پتھر مار کر رحمۃ اللعالمین ﷺ کو شہید کر دیں۔

مگر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے آپ ﷺ کو یہودیوں کے اس منصوبہ سے آگاہ کر دیا۔ اس اطلاع پر وہ فوراً بمعہ اصحاب اٹھے اور واپس مدینہ شریف تشریف لے آئے۔ اور دیگر اصحاب کو بھی ان کے منصوبہ سے آگاہ فرمایا۔

واپسی پر حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی الہ عنہ کو بنونضیر کے پاس بھیجا اور انہیں نوٹس دیا کہ تم لوگ فوراً مدینہ سے نکل جاؤ اور دس دن کی مہلت دی۔ اس کے بعد جو بھی یہودی مدینہ میں پایا گیا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ انہوں نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا

''تم ڈٹ جاؤ۔ مسلمانوں میں اب اتنا دم خم نہیں ہے کہ مقابلہ کریں''

اُن کے سردار ''حیی بن اخطب'' نے واپسی جواب دیا۔

''ہم اپنے دیار سے نہیں نکلیں گے تم سے جو ہوتا ہے کر لو''

جب یہودیوں کا یہ پیغام ملا تو سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت ابن مکتوم کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علَم عنایت فرمایا۔ اور بنونضیر کی بستی میں پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بنونضیر نے اپنے قلعہ میں پناہ لے لی اور فصیل کے اوپر سے تیراندازی شروع کر دی۔ کچھ کھجوروں کے درخت ان کی اعانت میں تھے۔ رسولِ خدا ﷺ نے ان کو کاٹنے کا حکم دے دیا۔ اور لکڑی کو جلا دیا گیا۔

حضرت حسان بن ثابت شاعرِ رسول اکرم ﷺ نے اسی طرف اشارہ کیا۔

وَهَانَ عَلىٰ سَرَاةُ نبی لُوِی حَرِيقٌ با البَويدَةَ مُستَطِيرَ

بویرہ اس نخلستان کا نام تھا۔

کوئی قبیلہ انکی مدد کو نہ آیا۔ محاصرہ زیادہ لمبا نہ ہوا۔ چھ رات بعض اہلِ سیرت کے قول کے مطابق پندرہ

Marfat.com
Marfat.com

دن محاصرہ رہا۔اب یہودیوں کے دِل ٹوٹ گئے۔ وہ عبداللہ بن ابی کا بھی انتظار کرتے رہے مگر وہ بھی نہ آیا۔ یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔اور مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں۔اپنی شرائط بتائیں۔ہم جلا وطنی کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔تم اسلحہ کے علاوہ جتنا سامان لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔اور اپنے اہل وعیال کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ان کا سردار حییؔ بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق خیبر کی طرف چلے گئے۔

صرف دو آدمی مسلمان ہوئے۔ان کے نام یہ تھے۔حضرت یامین بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید بن وہبؓ۔ نبی اکرم ﷺ نے شرط کے مطابق ان کے ہتھیاروں، زمین، گھروں کے علاوہ ان کی زمین اور باغات پر قبضہ کر لیا۔ یہ غزوہ بھی ماہ ربیع الاول شریف 4 ھجری کو پیش آیا۔رب قدیر نے اس موقع پر پوری سورۃ الحشر نازل فرمائی۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سورۃ کا دوسرا نام ''سورۃ بنوالنضیر'' بھی بتایا ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ 190۔192)

غزوۂ بنو مصطلق، اور اُم المومنین حضرت جویریہؓ سے نکاح:

بحیرہ احمر کے قریب ایک قبیلہ ''بنو مصطلق'' رہتا تھا۔اس کے ایک قبیلہ بنی غطفان کے دو خاندان بنو محارب اور بنوثعلبہ لڑائی کے لئے بدوؤں اور اعرابیوں کی نفری اکٹھی کر رہے تھے۔ یہ بدو قبائل مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے۔لیکن رسالت مآب ﷺ نے تیس مجاہدین کا لشکر لیا جن میں دس مہاجرین اور بیس انصار تھے۔اس غزوہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بھی شامل تھا۔جبکہ بنو مصطلق کی جنگی طاقت دوسو افراد پر مشتمل تھی۔لشکرِ اسلام نے اچانک حملہ کیا جس کی وہ تاب نہ لا سکے۔اور ادھر اُدھر بھاگنے میں عافیت سمجھی۔اس قبیلہ کے دس آدمی قتل ہوئے جبکہ مسلمانوں کا ایک آدمی شہید ہوا۔مردوں اور عورتوں کو غلام بنالیا گیا۔ان میں قبیلہ کا سردار حارث بھی گرفتار ہوا۔اس کا تمام خاندان مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔

سردار کی بیٹی جویریہ بھی گرفتار ہوئی۔ جویریہ جوان اور خوبصورت بیوہ تھی۔اسیر ہونے کے بعد جب رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی۔تو عرض کرنے لگی۔

''سنا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی اور بڑے عادل ہیں''

اس پر رحمتِ حق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''ہاں!اس میں کوئی شک نہیں ہے۔میں نے تمہیں اسیر کر کے کوئی ظلم نہیں کیا ہے۔تمہارے باپ کے عمل کی وجہ سے اُسیر ہوئی ہو۔اگر تمہارا باپ مسلمانوں سے جنگ نہ کرتا تو تم اُسیر نہ ہوتی''

Marfat.com
Marfat.com

جویریہ نے کہا!

''اے محمد ﷺ! میں کبھی کنیز نہ تھی اور نہ ہی کنیز بننا پسند کروں گی''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''اگر تم آمادہ ہو تو پیغمبر کی بیوی بن کر رہو''

جویریہ بولی

''میرے لئے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی۔ مجھے منظور ہے''

وہ فوراً مسلمان ہوگئی۔ اور جویریہ سے اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما بن گئی۔

اس عقد سے تمام قبیلہ حضور نبی اکرم ﷺ کا سسرالی قبیلہ بن گیا۔ تو مسلمانوں نے ان کا تمام لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ اس حسنِ سلوک کی وجہ سے تمام قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

عبد اللہ بن ابی بن سلول کی شرارت:

اس لڑائی میں عبداللہ بن ابی اپنی مرضی سے شریک نہ تھا۔ مگر کسی مجبوری کے تحت شریک ہوا تھا۔ مالِ غنیمت کا لالچ لیے شریک ہوا جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی ہے۔ اور تمام قبیلہ بھی مسلمان ہوگیا ہے اور اس کے علاوہ قبیلہ رسول اکرم ﷺ کے سسرال میں بھی شامل ہوگیا ہے۔ مسلمانوں نے تمام قیدیوں کو رہا کر کے ان کا مال و اسباب بھی واپس کر دیا ہے۔ تو اس نے فتنہ انگیزی شروع کر دی۔ اس نے لشکر کے مہاجر مجاہدین کو اکٹھا کیا اور کہا۔

''تم نے دیکھا کہ محمد ﷺ نے تمہیں تمہارے حق سے محروم کر دیا ہے''

انہوں نے کہا وہ کیسے؟

تو اس نے کہا ''تمہیں غلاموں اور کنیزوں کے علاوہ مالِ غنیمت سے بھی محروم کر دیا گیا ہے''

یہی بات اس نے مجاہدینِ انصار سے بھی کہی۔

انہوں نے کہا۔

''محمد ﷺ کے عقد کی وجہ سے اسلام میں توسیع ہوئی ہے۔ جو کہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ جو مالِ غنیمت سے بہت زیادہ ہے''

قریب تھا کہ عبداللہ بن ابی اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتا کہ اس کے بیٹے نے رسالت مآب ﷺ کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ اور یہ بھی عرض کی۔

Marfat.com
Marfat.com

''میرے باپ کا ارادہ آپ کو قتل کرنے کا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس لڑائی میں شریک ہوا''
لہذا آپؐ مجھے حکم فرمائیں۔
''میں اس منافق کو قتل کر دوں''
لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

ایک اور شرارت:

بدفطرت عبداللہ بن ابی کو ایک اور ذریعہ مل گیا۔ جس سے اس نے پیغمبر اسلام ﷺ کو پریشان کر دیا۔ ہوا یوں کہ ہر غزوہ میں جانے سے قبل حضور سرور دو جہاں ﷺ اپنی ازدواج محترم میں سے کسی کو بذریعہ قرعہ اندازی ساتھ لے جاتے تھے۔ غزوہ مصطلق پر جانے سے قبل قرعہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام نکل آیا۔ اس وقت ان کی عمر شریف صرف پندرہ برس تھی۔ ان کو اونٹ کے کجاوے میں باپردہ بٹھا لیا گیا۔ جنگ کے اختتام پر لشکرِ اسلام کی واپسی پر ایک مقام پر پڑاؤ ہوا۔

جب روانگی کا وقت قریب ہوا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کجاوہ سے نکل کر رفع حاجت کیلئے چلی گئیں۔ فراغت کے بعد جب واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ بہت پریشان ہوئیں۔ روتی ہوئی لشکر کے پیچھے دوڑیں۔ مگر لشکر دور جا چکا تھا۔ زمین پر بیٹھ گئیں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں۔

''اے اللہ! تو نے مجھے پیدا فرمایا۔ اپنے پیارے نبی ﷺ کی بیوی بنایا۔ اب تو میری حفاظت فرما''

تھوڑی دیر کے بعد عقب دارِ لشکر حضرت صفوان بن معطل سہمی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے۔ انہوں نے فوراً پہچان لیا۔ جب انہوں نے اُم المومنینؓ کا واقعہ سُنا تو اپنا اونٹ پیش کر دیا۔ خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگے۔ لشکرِ اسلام کے مدینہ پہنچنے کے دوسرے دن مدینہ پہنچے۔ اس بدفطرت عبداللہ بن ابی نے جب سنا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضرت صفوان بن معطلؓ مدینہ لایا ہے۔ تو اس کو مزید موقع مل گیا۔ اور اسے رسول خدا ﷺ کو پریشان کرنے کا خیال آیا۔ تو اس نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے ہم خیال ہو گئے۔ جن میں ''زید بن رفاعہ، حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ پیش پیش تھے۔ شعروں میں وہ صبح و شام ہجو کرتے تھے۔

یہودی پہلے ہی حضور سرورِ عالم ﷺ کو اذیت دینے میں پیش پیش تھے۔ ان حالات میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ خاص تھے۔ انہوں نے

Marfat.com
Marfat.com

عرض کی۔

''آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ میں کوئی نقص نہیں ابھی خردسال ہیں''

لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور فرمایا۔

''اے علیؓ! میں عائشہؓ کے معاملہ میں کیا کروں''

انہوں نے عرض کی۔

''اگر عائشہؓ کو گنہگار نہیں سمجھتے تو افواہوں پر توجہ نہ دیں۔ اگر گنہگار سمجھتے ہیں تو طلاق دے دیں۔ آپؐ کیلئے عورتوں کی کمی نہیں ہے''

اس کے بعد رسالت مآب ﷺ حضرت عائشہؓ کے حُجرے میں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔

''اے عائشہؓ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ لوگ تمہارے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور عرض کی۔

''جو کچھ بھی لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے۔ میں نے کوئی خطا نہیں کی''

رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

''اے عائشہؓ! تم کچھ دِنوں کیلئے اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ''

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایسے ہی کیا۔ لیکن ہر وقت روتی رہتی تھیں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا فرماتیں کہ اے اللہ! میرے لئے کچھ بہتر سبب پیدا فرمائیں۔

آخر کار چند دِنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں اور ان کی برأت کیلئے ''سورۃ النور'' کی گیارہویں آیت نازل فرمائی۔

اس کے بعد بارہویں اور تیرہویں آیت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہؓ کی برأت (پاک دامنی) میں خداوندِ قدوس نے سورۃ النور کی دس آیات گیارہ سے بیس تک نازل فرمائی گئیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد حضرت رسالت مآب ﷺ اور دیگر مسلمان مطمئن اور آسودہ ہو گئے۔

عبداللہ بن ابی اور دیگر لوگوں کو منہ کی کھانا پڑی۔ ادھر جب مسلمانوں کی پریشانی دور ہوئی تو انہوں نے کافروں کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

Marfat.com
Marfat.com

غزوۂ بدر ثانیہ:

شر انگیزوں کی شر انگیزی کے بعد تھوڑا سا سکون ملا تو مسلمانوں نے اپنے بڑے حریف قریشِ مکہ کے خلاف مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ کیونکہ غزوہ اُحد کے موقع پر طے کیا ہوا وقت بہت قریب آ رہا تھا۔ مسلمان چاہتے تھے کہ میدان کارزار میں ابوسفیان اور اس کی قوم سے دو دو ہاتھ کرنے کیلئے نکلیں۔

چنانچہ ماہِ شعبان 6 ہجری رسالتِ مآب ﷺ نے مدینہ کا انتظام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور میدان بدر کی طرف رُخ فرمایا۔ اسی میدان میں ابوسفیان اور اس کے لشکریوں نے للکارا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی زیر سایہ ڈیڑھ ہزار سپاہی (مجاہدین) اور دس گھوڑے تھے۔ فوج کا عَلَم حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

دوسری طرف ابوسفیان دو ہزار بمعہ پچاس گھوڑے اور سامانِ حرب لے کر روانہ ہوا اور مکہ سے ایک منزل دور ''وادیٔ مہر الظہر ان'' پہنچ کر ''مجنہ'' مشہور چشمہ کے قریب پڑاؤ گیا۔ ابوسفیان اور اس کے لشکری مسلمانوں سے بار بار ٹکرانے اور شکست کھانے سے بہت ڈرے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے رعب وہیبت سے لرز اٹھتے تھے۔ اور بہانہ تراش رہے تھے۔ کسی طرح جنگ سے باز آ جائیں۔ اتنے میں ان کے سپہ سالار ابوسفیان نے اعلان کیا۔

''اے اہلِ قریش! جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب ہریالی اور شادابی ہو۔ کہ جانور بھی چر سکیں۔ اور تم بھی ان کا دودھ پی سکو۔ جبکہ اس وقت خشک سالی ہے۔ لہذا میں واپس جا رہا ہوں۔ تم بھی واپس چلو'' قریشی لشکر مسلمانوں سے اسقدر خوفزدہ تھا۔ کہ کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔ اور فوراً واپسی کیلئے رضامند ہو گیا۔

ادھر مسلمان مقام بدر پر پہنچ چکے تھے۔ وہاں آٹھ دن قیام کیا اور اپنے سامان سے تجارت کی اور خوب نفع کمایا۔ اس موقعہ پر مقام بدر پر سالانہ میلہ منعقد ہوا تھا۔ اس کے بعد بڑی شان وعظمت سے مدینہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔ اس سے مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ ماحول پر ان کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ یہ غزوہ بدر موعد۔ بدر ثانیہ۔ بدر آخرہ اور بدر صغریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ 209 / زاد المعاد جلد دوم صفحہ 12)

غزوہ دومۃ الجندل:

غزوہ ثانیہ سے واپسی کے بعد حضور سرور عالم ﷺ چھ ماہ تک مدینہ شریف میں قیام پذیر رہے۔ اب

Marfat.com
Marfat.com

فاتح بدر و حنین حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ نے عرب کی آخری حدود تک توجہ فرمائی۔ تاکہ تمام حالات مسلمانوں کے غلبے اور کنٹرول میں ہو جائیں۔ اور دوست و دشمن سب اس کو محسوس کر لیں۔

مسلمانانِ مدینہ کو اطلاع ملی کہ شام کے قریب دومۃ الجندل کے گرد آباد قبائل آنے جانے والے قافلوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اور ساتھ ہی مدینہ شریف پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی جناب حضور نبی برحق ﷺ نے ''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ'' کو مدینہ شریف میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور ایک ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر کوچ فرمایا۔ یہ واقعہ 25 ربیع الاول سن 5 ہجری کا ہے۔ راستہ بتانے کیلئے ''بنو عذرہ'' کا ایک آدمی ہمراہ لیا۔

اس غزوہ میں لشکرِ اسلام رات کو سفر کرتا اور دِن کہیں چھپ کر گزارتا تاکہ کِسی کو خبر نہ ہو اور مخالفین بھاگ نہ جائیں۔ سفر کرتے ہوئے جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھاگ گئے ہیں۔ پس ان کے مال و مویشی پر قبضہ کر لیا گیا۔ چند دِن قیام کے بعد واپس ہوئے۔ اسی غزوہ میں قبیلہ فزارہ کے سردار سے ''عیینہ بن حصن'' سے مصالحت ہوئی۔

ان واقعات و حالات سے پتہ چلتا ہے۔ نبی کائنات ﷺ بہترین جنگی استعداد مہارت اور حکمتِ عملی کے مالک تھے۔ انہی اچانک اور فیصلہ کن اقدامات حکیمانہ تدابیر پر مبنی منصوبوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے قلمرو اسلام میں امن و امان بحال کرنے اور صورتحال پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کی اور وقت کا دھارا مسلمانوں کے حق میں ہو گیا۔ اندرونی اور بیرونی مشکلات کی شدت کم ہو گئی۔ اسی وجہ سے منافقین مدینہ بھی خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ یہود کا ایک قبیلہ جلاوطن ہوا اور دوسرے قبائل نے عہد و پیمان کا مظاہرہ کیا۔ بدو اور اعرابی ڈھیلے پڑ گئے۔ قریش نے مسلمانوں سے ٹکرانے سے گریز کیا۔ اور اب مسلمانوں کو تبلیغ و ارشاد کی تمام ذمہ داری دیگر اصحاب پر تھی۔ اور رسولِ پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا وقت مِل گیا۔

غزوہ خندق یا احزاب:

جزیرۃ العرب میں ایک سال تک امن و سکون کی فضا چھائی رہی۔ ہر طرف امن و سلامتی اور آشتی کا دور دورہ ہو گیا تھا اور مدینہ کے یہود اور دیگر قبائل کے غیر مسلم اپنی سازشوں خباثتوں اور سیاہ کاریوں کا مزہ چکھ چکے تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنی فطرت سے مجبور تھے۔ انہوں نے اپنے مکر و فریب سے کوئی سبق نہ لیا تھا۔

جب اکثر قبائل یہود خیبر منتقل ہو گئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان اور اہلِ قریش کے درمیان جو کشمکش چل رہی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ مگر اہلِ قریش کی پُر زور مخالفت کے باوجود مسلمانوں کے لئے ماحول

Marfat.com
Marfat.com

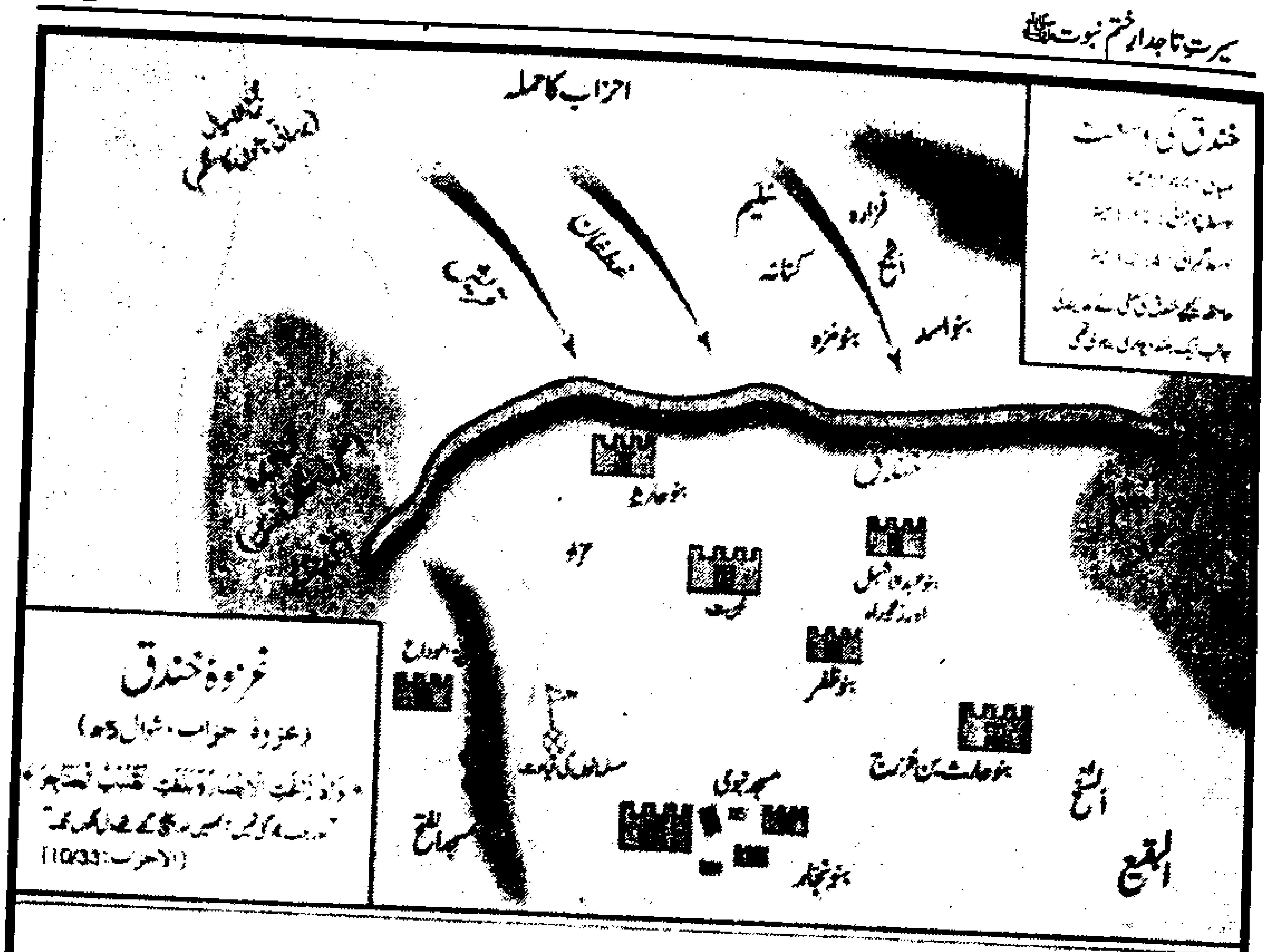

سلع پہاڑ کا ایک رخ جس میں جنگ خندق کے موقع پر فوجی
ہیڈ کوارٹر تھا جہاں مسجد فتح تعمیر کی گئی اور مسجد ابوبکر، مسجد علی
اور مسجد سلمان فارسی وغیرہ بھی نمایاں ہیں

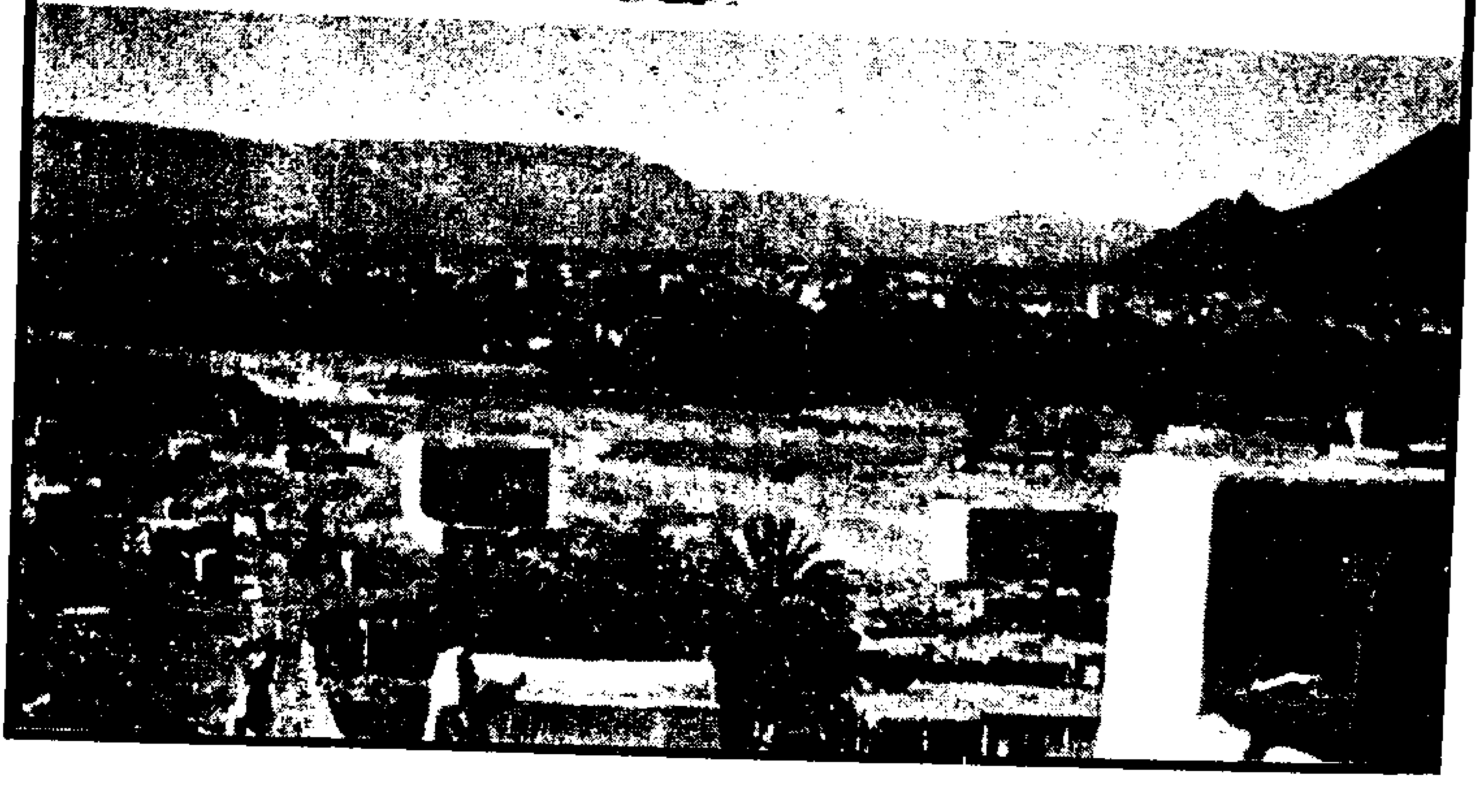

Marfat.com
Marfat.com

سازگار ہوتا گیا۔ مسلمانوں کے اثر ونفوذ کو مزید وسعت ملتی گئی۔ اور دور دور تک ان کا سکہ بیٹھتا چلا گیا۔ تو اہلِ یہود سٹپٹا اُٹھے۔ لہٰذا انہوں نے پہلے تو خود مسلمانوں پر حملہ کرنے کا سوچا مگر اُن کی براہِ راست مسلمانوں سے ٹکر لینے کی جرأت نہ ہوئی۔ تو اہلِ قریش سے سازباز شروع کر دی۔

ایک منصوبہ بنایا اور چوبیس افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کیا۔ جو مکہ چلا گیا تا کہ اہلِ قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جائے اس وفد میں یہود کے اکابر افراد شامل تھے۔ جن میں ''بنونضیر'' کے ''سلام بن ابی الحقیق''، ''سلام بن مشکم''، ''کنانہ بن ربیع'' اور ''حیی بن اخطب'' پیش پیش تھے۔ اس کے علاوہ قبیلہ بنو وائل کے ہوذہ بن قیس اور ابو عمارہ ان سرکردہ فراد کے علاوہ ''ابو عامر فاسق'' بھی شامل ہو گیا۔

یہ وفد مکہ داخل ہوا۔ اہلِ قریش کو رحمۃ اللعالمین ﷺ اور ان کی مقدس جماعت کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ اور ہر قسم کی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ اہلِ قریش پہلے ہی اپنی سابقہ جنگوں میں ہزیمت اٹھا چکے تھے۔ جس کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ جب اہلِ یہود نے انہیں ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا تو وہ فوراً جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔

لیکن وعدہ سے قبل انہوں نے یہود سے معاہدہ کی پختگی کیلئے کہا تو یہود کے سرداروں نے کہا۔ اے ابو سفیان تمہارے سمیت پچاس سردار چن لیں۔ پھر ہم سب جا کر کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر اپنے سینے کعبہ شریف کی دیواروں سے لگا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہم محمد ﷺ کی عداوت و دشمنی میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا جنگ جاری رکھیں گے۔ اس وفد نے سردارانِ قریش کے ساتھ غلافِ کعبہ کو پکڑ کر اور اپنے سینوں کو دیوارِ کعبہ سے لگا کر وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ختم کریں گے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد سیرۃ خیر العباد جلد چہارم صفحہ ۵۱۲)

اسی حوالہ سے ابوسفیان کے معاہدہ کی مزید پختگی کیلئے یہود کو اپنے بتوں کو سجدہ کرنے کیلئے کہا۔ جو انہوں نے فوراً کر دیا۔ اسی وقت رب تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر آیت قرآنی نازل فرمائی اور یہودیوں کی کذب بیانی پر مہر ثبت فرمادی۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا

ترجمہ: کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا۔ اعتقاد رکھنے کیلئے جبت اور طاغوت پر اور وہ کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا۔ کہ وہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ان سے جو ایمان لائے۔

Marfat.com
Marfat.com

یہاں سے فارغ ہو کر یہودیوں کا یہ وفد ''بنوغطفان'' کے پاس پہنچا انہیں بھی اسلام کے خلاف خوب بھڑکایا۔ اور قریش کے ساتھ جو طے پایا اس کے بارے میں بھی خوب بڑھا چڑھا کر بتایا۔ اور مزید ان کو لالچ یہ دیا کہ اگر وہ جنگ میں ان کا ساتھ دیں تو خیبر کے باغات کی تمام کھجوریں اس سال انہیں نذر کر دیں گے۔

چنانچہ بنوغطفان کا سردار ''عینیہ بن حصن'' اپنے قبیلہ کے ساتھ اس سازش میں شریک ہو گیا۔ عینیہ نے اپنے حلیف دیگر قبائل جن میں ''بنی اسد'' بنی مرہ، بنواشجع اور بنی فزارہ'' تھے۔ کو بھی شرکتِ جنگ کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔

چنانچہ وقتِ مقررہ پر چار ہزار کا یہ لشکر قریشی سردار ابوسفیان کی قیادت میں روانہ ہوا۔ ان میں تین سو گھڑ سوار اور ایک ہزار اونٹ سوار تھے۔ جب یہ لشکر وادی ''مہر الظہر ان'' کے مقام پر پہنچا تو بنواسد کی قیادت ''طلحہ الاسدی''، بنی سلیم کی قیادت ''ابوالاعور''، بنومرۃ حارث بن عوف المری'' کی قیادت میں اور بنواشجع ''مسعود بن زحیلہ'' کی قیادت میں نکلے۔ مہر الظہر ان کے مقام پر تمام لشکر اکٹھے ہوئے تو ان کی کل تعداد دس بارہ ہزار کے درمیان تھی۔ مدینہ شریف کی پوری آبادی بھی اس تعداد کے برابر نہ تھی۔ بقولِ غالب

پھر پُرسشِ جراحت دِل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوئے

رسولِ اکرم ﷺ کی بہترین حکمتِ عملی اور جاسوسی نظام کے پیشِ نظر ہر وقت عدو کی اطلاع ملتی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ دشمنوں کی تعداد اور سامانِ حرب کی بھی اطلاع مل چکی تھی۔

حضور سرورِ کون و مکان ﷺ نے صحابہ کرام کو مشورہ کیلئے طلب فرمایا۔ حالات بہت نازک تھے۔ سخت سردی تھی۔ قحط سالی بھی تھی۔ ایک چھوٹی سی بستی لشکرِ جرار کی یلغار کو کیسے روک سکتی تھی۔ جب کہ مدینہ طیبہ میں بھی ابھی تک مارِ آستیں بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جو تجویز انہوں نے پیش کی وہ انہی کی زبان سے لکھ رہا ہوں۔

''اے رسولِ خدا ﷺ! فارس میں جب ہمارا محاصرہ ہوتا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے۔ جو دشمن کیلئے بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی تھی''

تمام مسلمانوں نے یہ تجویز پسند کی۔ کیونکہ یہ بڑی باحکمت دفاعی تجویز تھی۔ اہلِ عرب اس دفاعی منصوبہ سے پہلے واقف نہ تھے۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے یہ تجویز قبول فرمائی۔ اور اس پر عمل کرنے کا فوراً حکم دے دیا۔ اور دس دس آدمیوں کو چالیس ذراع (ہاتھ) خندق کھودنے کا کام سونپ دیا گیا۔ خندق پانچ گز چوڑی

Marfat.com
Marfat.com

اور پانچ گز گہری تھی۔شہر پر جدھر سے حملہ کا خطرہ تھا۔ادھر خندق کی کھدائی کیلئے نشانات لگادیئے اور کام کا آغاز ہو گیا۔اس کام میں سب مسلمان شریک تھے۔کوئی بھی مستثنیٰ نہ تھا۔فخرِ دو جہاں۔سرورِ کونین ﷺ بذاتِ خود خندق کی کھدائی میں مصروف تھے۔اور اپنے دستِ مبارک سے کدال چلا رہے تھے۔

غلاموں کے دوش بدوش مٹی اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔صحابہ کرام کا بیان ہے۔کہ شکم مبارک کے بال مٹی سے اَٹ گئے۔اور جلد مبارک دکھائی نہ دیتی تھی۔

بخاری شریف میں حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

''جاڑے کا موسم تھا۔غضب کی سردی تھی۔صحابہ کرام بھوک سے نڈھال تھے اور تھکاوٹ سے چور لیکن اپنے محبوب قائد ﷺ کے ارشاد کی تکمیل میں سرگرم عمل تھے۔شمع توحید کے پروانوں کو اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے جانبازی اور فدائیت کا یوں مظاہرہ کرتے دیکھا۔تو فرمایا۔

اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ   فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔میرے پروردگار انصار و مہاجرین کو بخش دے۔اپنے حق میں دعا سن کر صحابہ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔کیف و سرور سے بے خود ہو کر یہ شعر گانے لگے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا   عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

یعنی ہم منزل وعشق کے وہ مسافر ہیں۔جنہوں نے اپنے ہادی و مرشد کے دستِ مبارک پر اس بات کی بیعت کی ہے۔کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے۔کلمہ حق کو بلند کرنے کیلئے مصروفِ جہاد رہیں گے۔

نبی دو جہاں ﷺ کبھی کبھی اپنے شیریں اور دلنواز لہجہ میں اپنے غلام ''عبد اللہ بن رواحہ'' کے یہ شعر پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

اے میرے مولا کریم! اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم راہِ راست نہ پاتے۔نہ ہم زکوۃ دیتے اور نہ ہم نماز ادا کرتے

فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا   وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

اے اللہ! ہم کو ایمان وسکون عطا فرما۔اگر ہمارا مقابلہ دشمنوں سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔

Marfat.com
Marfat.com

’’میں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہؓ، نعمان بن مقرن المزنیؓ اور چھ انصاری اپنے حصہ کی چالیس ذراع (ہاتھ) خندق کھود رہے تھے۔ کہ اتفاق سے ایک چٹان آ گئی۔ ہماری بہت کوشش کے باوجود وہ چٹان نہ ٹوٹی۔ میں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ وہ رسولِ برحق ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں۔ تاکہ جو ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے‘‘

حضرت سلمان فارسیؓ، حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کر دیا۔

’’اے رسول اللہ ﷺ! اس چٹان نے ہمارے بازو شل کر دیئے ہیں۔ کدالیں کند ہو گئی ہیں۔ لیکن ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی‘‘

حضور امام الانبیاء ﷺ خود تشریف فرما ہوئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کدال پکڑی۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرمایا۔ اور کدال کی ضرب لگائی۔ اس چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ اتنی روشنی بلند ہوئی کہ دور دور تک ہر چیز روشن ہو گئی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ

ترجمہ: مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا کر دی گئیں ہیں۔

دوسری دفعہ پھر آپ ﷺ نے پھر کدال ماری تو پہلے سے زیادہ روشنی پیدا ہوئی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مُفَاتِیْجَ فَارِس

ترجمہ: مجھے ایران کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔

تیسری بار کدال کی ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔

اللہ اکبر ! اُعْطِیْتُ مَفْتِیحَ الیَمَنِ

مجھے یمن کی کنجیاں مرحمت کر دی گئیں۔

یہ مقام خندق پر مسجد فتح کے قریب ہے۔ اور آج بھی اپنی عظمت پر فخر کر رہی ہے۔

معجزاتِ خندق:

مسلمان ایک طرف بڑی گرمجوشی سے خندق کھود رہے تھے۔ اور دوسری طرف اتنی سخت بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے لیکن جذبہ ایمانی سے سرشار اپنے کام میں مگن تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہلِ

Marfat.com
Marfat.com

خندق کے پاس جو مٹھی بھر جو لائے جاتے۔ اُن کی خوشبو سے ہی گزارہ کیا جاتا تھا۔ کھدائی کے دوران چند معجزات کا اظہار ہوا۔ جن کا ذکر کر رہا ہوں۔

1 - صحیح بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جو ان ہی کی زبانی بیان کر رہا ہوں۔

''جب رسولِ اکرم ﷺ کے اندر سخت بھوک کے آثار دیکھے تو بکری کا ایک بچہ ذبح کیا۔ اور میری بیوی نے اڑھائی کلو جو پیس کر کھانا پکایا۔ بڑی رازداری سے رسالت مآب ﷺ سے گزارش کی کہ آپؐ اپنے چند رفقاء کے ساتھ تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمائیں۔ لیکن آقائے نامدار مدنی تاجدار حضرت محمد ﷺ نے جن کی تعداد 1300 تھی میں اعلان فرما دیا کہ آج سب کی جابر بن عبداللہؓ کے ہاں دعوت ہے۔ میں بہت زیادہ پریشان ہوا۔ کہ میرے پاس تو اتنا انتظام بھی نہیں ہے۔ بھاگا بھاگا گھر گیا اور اپنی بیوی کو تمام ماجرا سنایا۔ تو اس خدا کی بندی نے کہا اور پوچھا۔ کہ دعوت تم نے دی ہے؟ یا خود رسول اللہ ﷺ نے؟ میں نے بتایا کہ دعوت تو رسولِ اکرم ﷺ نے خود دی ہے۔ تو اس نے کہا کہ پھر ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں اُن کا اپنا انتظام ہوگا'' (یہ صحابہ کرام کا ایمان تھا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ جو فرماتے وہ پورا ہوتا تھا)

جب نبی محتشم ﷺ ہمارے گھر تشریف لے آئے اور تمام اصحاب بھی گھر میں آ موجود ہوئے تو فرمایا۔ ''اے جابرؓ! ذرا ہنڈیا ادھر لاؤ۔ میں نے ہنڈیا پیش کر دی تو آپؐ نے ہنڈیا میں لعاب مبارک ڈال دی اور فرمایا۔ ''اب شروع کرو'' ادھر گوندھے ہوئے آٹے پر اپنے دستِ مبارک سے پردہ ڈال دیا۔ 1300 اہلِ خندق نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا مگر ابھی آٹا اور ہنڈیا بالکل اسی طرح تھی۔

2۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن خندق کے پاس دو مٹھی کھجوریں لے کر آئیں تا کہ ان کے بھائی اور ماموں کھا لیں۔ لیکن حضور سرورِ کونین ﷺ نے وہ کھجوریں لیں اور ایک شفاف کپڑے پر بکھیر دیں۔ اور تمام اہلِ خندق کو دعوت دی۔ اہلِ خندق ان کھجوروں کو کھاتے جاتے۔ لیکن ان میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ تمام اصحاب سیر ہو چکے مگر کھجوریں ابھی تک کپڑے کے کناروں سے باہر گر رہی تھیں۔ (سیرت ابنِ ہشام جلد دوم صفحہ 218)

اس کے علاوہ خندق کی کھدائی کے دوران بے شمار معجزات کا اظہار ہوا۔ جو حیران کن تھے۔ چٹان کا توڑنا بھی ایک معجزہ ہے۔ علاوہ ازیں۔

نعیم صدیقی نے ''محسنِ انسانیت'' میں یوں بیان کیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سلمان فارسیؓ عام لوگوں کی نسبت دس گنا کام کرتے تھے۔لہذا ہر گروہ کی خواہش تھی۔کہ وہ ہمارے گروہ میں شامل ہوں۔اس کشمکش کا فیصلہ محسنِ انسانیت حضرت محبوب خدا ﷺ نے یوں فرمایا۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ یعنی سلمان ہمارے اہلِ بیت میں شامل ہے۔

اس طرح حضرت سلمان فارسیؓ کو اعزاز بھی بخشا گیا اور مختلف گروہوں کے درمیان جو باہمی رقابت کا رجحان پیدا ہو رہا تھا۔اس کو بھی ختم کر دیا گیا۔حضرت سلمان فارسیؓ نے ہی اس سخت چٹان کا ذکر کیا تو رسول اکرم ﷺ نے کدال سے اس چٹان کو ریزہ ریزہ کر دیا۔اور چٹان کو توڑنے کے دوران ہی آئندہ فتح مبین کی خوشخبریاں دی گئیں۔

خندق کا طول و عرض:

سیرت کی تمام کتب میں خندق کی لمبائی بارہ ہزار ذراع یعنی ۴کلومیٹر تھی۔اور گہرائی پانچ ذراع یعنی تین میٹر اور چوڑائی بارہ ذراع یعنی تقریباً ۶ میٹر تھی۔اس کی گہرائی عموداً تھی۔خندق کو خشک رکھا گیا۔اس کو عبور کرنا مشکل تھا۔

خندق ''قلعہ شیخین'' سے شروع کر کے حومہ (قبا) تک کھودی گئی تھی۔صرف مدینہ کے شمال مشرق اور جنوب مشرق کی طرف خندق نہ کھودی گئی۔کیونکہ اس طرف سے پیش قدمی کیلئے بہت سی رکاوٹیں موجود تھیں۔ تنگ راستوں والے باغات اور چٹانیں تھیں۔لہذا حضور سرور کون و مکان ﷺ نے اس طرف ۔خندق کو کھودنا مناسب نہ سمجھا۔

یہ واقعہ حیران کُن ہے۔کہ صرف تین ہفتوں میں مسلم رضا کاروں نے تقریباً تین ۳ لاکھ آٹھ ہزار مکعب گز مٹی کو کھود کر خندق تیار کی۔فی کس تقریباً تین سو مکعب گز مٹی تھی۔پھر سامان کی قلت،اور سردی کا موسم،فاقہ کشی کا عالم کھدائی کے کچھ آلات بنو قریظہ سے معاہدہ کے تحت مستعار لیے گئے تھے۔ٹوکریاں نہ ہونے کے سبب تمام مسلمان تو درکنار سردارِ کل حضرت محمد ﷺ ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے معزز لوگ بھی اپنی چادروں میں مٹی اٹھا کر خندق سے باہر لاتے تھے۔

خندق کی کھدائی کے دوران جا بجا چوکیاں بھی تعمیر کی گئیں تا کہ ہر حصہ کی آسانی سے نگرانی ہو سکے۔ جہاں چوکیاں تعمیر ہوئیں وہاں اب بھی مساجد موجود ہیں) (ملاحظہ ہو نقشہ غزوہ خندق)

لشکرِ کفار کی آمد اور پڑاؤ:

مجاہدین اسلام دن بھر خندق کھودنے اور رات کو مدینہ تشریف لے آتے۔اسی طرح کام جاری رہا

Marfat.com
Marfat.com

جب خندق مکمل ہوگئی تو لشکرِ کفار بھی مدینہ کی حدود میں داخل ہوگیا۔ یہ لشکر دو فریقوں پر مشتمل تھا۔ ایک فریق اہلِ قریش اور ان کے حلیفوں (کنانہ، تہامہ اور احابیش) پر مشتمل تھا۔ جنہوں نے ''مجمع الاسیال'' کے دو مقام 'جرف اور زغابۃ' پر پڑاؤ کیا۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی۔

دوسرا لشکر ان قبائل پر مشتمل تھا۔ جو نجد کی طرف سے آئے تھے۔ ان میں بنو غطفان اور ان کے حلیف تھے۔ یہ لشکر جرار کوہِ اُحد کی ترائی ''ذنب نقمی'' کے مقام پر فروکش ہوا۔ انکی تعداد چھ ہزار تھی۔

لشکرِ کفار کے مقابلہ کے لئے سپہ سالارِ اسلام حضرت محمد ﷺ بھی تین ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر 'کوہِ سلع' کی طرف پشت کر کے قلعہ بندی کی صورت میں خیمہ زن ہوگئے۔ سامنے کافروں کے خندق حائل تھی۔ مسلمانوں کا کوڈ ورڈ ''حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ'' (حم ان کی مدد نہ کی جائے) تھا۔

مدینہ پاک کا انتظام حضرت اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ عورتوں اور بچوں کو مدینہ شریف میں قلعوں میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ یعنی رسولِ اکرم ﷺ کی دفاعی نظر ہر طرف یکساں تھی۔

جب لشکرِ کفار مدینہ کی طرف حملہ کیلئے بڑھا تو ان کو اپنے سامنے ایک چوڑی اور گہری خندق نظر آئی۔ وہ بہت پریشان ہوئے کیونکہ عرب میں دفاع کا یہ انداز رائج نہ تھا۔ اور قریش اس طرح کے دفاع سے بالکل ناواقف تھے۔

خود سپہ سالارِ لشکرِ کفار ابوسفیان بھی حیران ہوگیا۔ اس نے اندازہ لگایا اس خندق کو عبور کرنا ناممکن ہے۔ بدوی عربوں کی بے خبری اور حیرانگی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے سپہ سالار کی اجازت کے بغیر ہی خندق کے اس پار رُک گئے۔ اور خیمہ زن ہوگئے۔ ابوسفیان بھی جنگی امور سے ناواقف تھا وہ محض تاجر تھا۔ آخر کار اُس نے شہرِ مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔

مدینہ کی طرف اسلامی لشکر خیمہ زن تھا اور دوسری طرف دس ہزار کا لشکرِ کفار خیمہ زن تھا۔ دونوں لشکر اس طرح مدِ مقابل تھے۔ کہ آسانی سے ایک دوسرے کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کر سکتے تھے۔ اور آواز بھی سُن سکتے تھے۔

مشرکین خندق کے قریب پہنچ کر غیظ و غضب سے چکر کاٹنے لگے۔ وہ کسی ایسی کمزور جگہ کی تلاش میں تھے۔ جہاں سے خندق کو عبور کر کے حملہ آور ہوسکیں۔ لیکن دوسری طرف لشکرِ اسلام کے مجاہدین ان پر پتھر اور تیر اندازی کرتے رہے۔ لہٰذا وہ خندق کے قریب آنے سے گریزاں تھے۔ شہسوار قریش خندق کے قریب محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ جو ان کی شان کے خلاف تھا۔ چنانچہ ان میں سے ایک جماعت جن میں ''عمرو بن عبدود''، عکرمہ بن ابو

Marfat.com
Marfat.com

جہل اور ضرار بن خطاب تھے۔ ایک تنگ جگہ سے خندق عبور کر لی۔

عمرو بن عبدود نے دوسری طرف جاتے ہی۔ بلند آواز سے پکارا۔ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا۔

اس کی یہ للکار سُن کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنی تلوار لہراتے ہوئے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔

''اے عبدود کے بیٹے! میں نے سنا ہے کہ تو نے عہد کیا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان دو میں ایک ضرور دے گا''

تو اس نے بڑے تکبر کے ساتھ جواب دیا۔

''اے علیؓ! ہاں میں نے عہد کیا ہوا ہے''

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَدْعُوْکَ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ وَاِلَی الْاِسْلَامِ

ترجمہ: میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔

اس نے کہا کہ ''مجھے اس کی ضرورت نہیں''

شیرِ خدا نے فرمایا۔ ''آ اور میرے ساتھ مقابلہ کر''

عمرو بن عبدود نے کہا

''آپؓ کے والد ابو طالبؓ کے ساتھ میرے بڑے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس لئے میں پسند نہیں کرتا کہ تم میری تلوار سے قتل ہو''

شیر اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''لیکن میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری ذوالفقار تیرا سر قلم کر دے''

یہ سُن کر وہ غصہ سے دیوانہ ہو گیا۔ گھوڑے سے کُود کر نیچے اُترا۔ گھوڑے کی کونچوں کو کاٹ دیا۔ اور شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پنجہ آزمائی کیلئے آگے بڑھا۔ کفر کا شہسوار، حیدر کرار اسلامی شہسوار کے مدِ مقابل تھا۔ دونوں نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ جب دونوں بہادروں کی تلواریں ٹکرائیں تو میدان سے اتنی گرد اُٹھی کہ دونوں اس گرد میں پوشیدہ ہو گئے۔ صرف دونوں بہادروں کی تلواروں کی جھنکار اور ٹکرانے کی آواز

Marfat.com
Marfat.com

سنائی دے رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ اشکبار آنکھوں سے اپنے شیر کی کامیابی کی دعا مانگ رہے تھے۔

حیدر کرار حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار صاعقہ (بجلی) بن کر گری کہ عمرو بن عبدود کے آہنی خود کو کاٹتی ہوئی اس کی ذرہ کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی زمین پر آ رکی۔ سناٹا چھا گیا۔ جب غبار چھٹا تو عالم نے دیکھا کہ رب قدیر کا شیر۔ مصطفیٰ ﷺ کریم کی آغوش ناز میں پروان چڑھنے والا بھائی اس کافر کی چھاتی پر سوار تھا۔ اور تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر رہا ہے۔ اور زبانِ مبارک پر یہ اشعار ہیں۔

نَصرا لِحجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهٖ
وَنَصَرْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَاب

اس نے اپنی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی۔ میں نے عقل و ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد ﷺ کے پروردگار کی مدد کی۔

فَصَدَرْتُ حِيْنَ تَرَكْتُهٗ مُتَجَدِّلاً
كَالْجِذْعِ بَيْنَ دَكَادِكٍ وَرَوَابِيْ

میں وہاں سے اس حالت میں نکلا کہ میں نے اسے نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں درختوں کے مُڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا''

لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ خَاذِلَ دِيْنِهٖ
وَنَبِيِّهٖ يَا مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

''اے گروہ مشرکاں! تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی ﷺ کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔'' (ضیاء النبی ج ۴ ص ۴۳)

اس واقعہ کے بعد کفار محاصرہ میں رہے مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے شیروں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھیں۔

بلکہ اس معرکہ کے بعد عمرو بن عبدود کے باقی ساتھی یوں دُم دبا کر بھاگے کہ عکرمہ بن ابو جہل کا نیزہ بھی گر گیا اور وہ نیزہ اٹھانے کی جرأت بھی نہ کر سکا۔

کفار کی ایک سازش:

اسی دوران ابو سفیان نے یہودی بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کو بلایا اور کہا کہ اب کچھ کرو۔ بنو قریظہ جو کہ مدینہ میں ہیں۔ ان سے رابطہ کرو۔ تاکہ ہماری مدد کریں۔ یہ سنتے ہی حیی بن اخطب موقع پاتے ہی مدینہ میں بنو قریظہ کے رئیس کعب بن اسد قرظی کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اور دستک دی جب کعب کو اس کی آمد کی خبر ملی تو اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے اسے طعنہ دیا کہ تم روٹی کیلئے دروازہ نہیں کھول رہے۔ یہ بات

Marfat.com
Marfat.com

عربی کے لئے ایک گالی تصور کی جاتی ہے۔اس پر کعب نے دروازہ کھول دیا۔جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حیی بن اخطب نے کہا۔

یَا کَعْبُ ! جِئتُکَ بِعِزِّ الدَّھرِ بِجرٍ طَامٍ   جِئتُکَ بِقُرَیشٍ عَلیٰ قَادَتِھَا

ترجمہ:''اے کعب! میں تمہارے لئے زمانہ بھر کی عزت لے کر آیا ہوں۔ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر لے کر آیا ہوں۔میں تیرے پاس قریش کے جنگجو،ان کے سرداروں سمیت لے کر آیا ہوں''۔

ہم نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے کہ جب تک ہم حضور ﷺ کا خاتمہ نہ کر دیں گے۔اسلام کی جڑوں کو اکھیڑ نہ دیں گے۔واپس نہ مڑیں گے۔اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا ایسا موقعہ پھر میسر نہ ہوگا۔موقعہ کو غنیمت جانو اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ہم باہر سے حملہ کرتے ہیں اور تم اندر سے مسلمانوں پر حلہ بول دو کعب نے یہ سُن کر کہا۔

جِئتَنِی بِذُلِ الدَّھرِ وَبِجَھَامٍ قَدْ اُھرِقَ مَآئُہ'

ترجمہ:''اے حیی! تم میرے پاس زمانہ بھر کی عزت نہیں لائے بلکہ جہان بھر کی ذلت اور رسوائی لائے ہو۔

''جو لشکر تمہارے ساتھ ہے۔وہ ایسا بادل ہے جو صرف گرجنا اور کڑکنا جانتا ہے۔اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں۔پیغمبر اسلام سے ہمارا دوستی کا معاہدہ ہے۔اور آج تک ان کی طرف سے ایک معمولی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔میں اس معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتا''

لیکن یہودی سردار حیی بن اخطب چرب زبان اور بڑا چالاک آدمی تھا۔اس نے اپنی ہوشیاری سے کعب بن اسد کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

جب سرورِ انبیاء ﷺ کو اس بات کا علم ہوا۔تو تصدیق کیلئے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا۔اور فرمایا۔تحقیق کرو اور

''اگر اطلاع غلط ہو تو مجمع میں آکر بتا دینا اور اگر درست ہوئی تو کنایۃً بتانا''

جب یہ دونوں سردار بمعہ چند ساتھیوں کے بنو قریظہ میں پہنچے تو وہاں کا منظر ہی کچھ اور تھا۔وہاں جنگ کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔تلواریں،بھالے اور تیر کمان،اسلحہ خانہ سے نکال کر تقسیم کیے جا رہے تھے۔

انہوں نے کعب بن اسد سے بات کرنا چاہی لیکن وہ کوئی بات سننے کو تیار نہ تھا۔نوبت تُو تُو مَیں مَیں تک

Marfat.com
Marfat.com

پہنچ گئی۔ لیکن دونوں سرداروں نے اپنے ساتھیوں کو اُن سے الجھنے سے روکا اور واپس آ گئے۔ کنایۂ رسالت مآب ﷺ کو بتا دیا۔ لیکن بات عام ہو گئی۔

اس غیر یقینی حالات میں حضور سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ الْمُوْمِنِیْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَوْنِہٖ

ترجمہ: ''اے گروہ مسلمانان! تمہیں مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد تمہارے ساتھ ہوگی''

معرکہ خندق:

مشرکین نے خندق عبور کرنے کی کوشش بار بار کی مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ دونوں طرف سنگ باری اور تیر اندازی کا سلسلہ جاری تھا۔ مشرکین نے باری مقرر کر رکھی تھی ایک دِن ابو سفیان اپنے فوجی دستہ کو لے کر خندق کے کنارے آ کھڑا ہوتا۔ دوسرے روز عکرمہ بن ابو جہل اور تیسرے دن ضرار بن خطاب الفہری، یہ لوگ اپنے گھوڑے دوڑاتے۔ مسلمانوں پر تیر برساتے اور حملہ کے وقت اپنے تیز اندازوں کو آگے رکھتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ 530)

اس تمام تر جدوجہد کے باوجود ناکامی ہی تھی۔ ایک رات کفار نے طے کیا کہ صبح سویرے سارا لشکر اجتماعی طور پر ایک جگہ پر حملہ کرے گا۔ جہاں حضور سرورِ عالم ﷺ کا خیمہ نصب ہے۔ ساری رات تیاری اور منصوبہ بندی میں گزار دی۔ نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان غیر معمولی سرگرمیوں کا مشاہدہ فرما لیا تھا۔ اسلامی جانبازوں کو حکم دیا کہ وہ سارے ایک جگہ پر اکٹھے ہو جائیں۔ اگر کفار حملہ کریں تو اُن کا منہ توڑ جواب دیا جا سکے۔ مزید خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا۔

''اگر تم جنگ میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو گے تو فتح و کامرانی تمہارے قدم چومے گی''

صبح ہوتے ہی کفار کے دستوں نے مختلف اطراف سے محاصرہ تنگ کر لیا۔ اور ان کا ایک دستہ جو سب سے زیادہ منظم اور پوری طرح مسلح تھا۔ اس نے سارا زور اس قبہ مبارک پر حملہ کرنے میں لگا دیا۔ جس میں رحمتِ دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس دستہ کی قیادت خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ سارا دن جنگ جاری رہی۔ کچھ کچھ وقفہ کے بعد ان کے تازہ دم دستے پوزیشنیں بدل بدل کر حملہ آور ہوتے رہے۔

مسلمانوں نے حضور سرورِ عالم ﷺ کی حفاظت اور اسلامی پرچم کی سربلندی کیلئے جان کی بازی لگا دی۔ سارا دِن گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اور حضور رسالت مآب ﷺ کے جانباز صبح سے شام تک اپنی اپنی جگہ ڈٹے

Marfat.com
Marfat.com

رہے غروب آفتاب تک کوئی بھی اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلا۔

یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی ادا نہ کر سکے۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو لشکرِ کفار تھک ہار کر اپنے خیموں کی طرف چلا گیا۔ تو سرکارِ دو جہاں ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دو سو مجاہدین کے ساتھ خندق کی حفاظت کریں۔ دیکھا کہ اچانک خالد کا دستہ پلٹ کر حملہ آور ہوا۔ انہیں یہ امید تھی کہ مسلمان دن بھر کے تھکے ماندے آرام کر رہے ہونگے۔ لیکن جب دو سو تیر اندازوں نے انہیں اپنے تیروں کا نشانہ بنایا تو انہیں نامراد ہو کر واپس جانا پڑا۔ خالد کے دستہ میں ''وحشی'' بھی تھا۔ اس نے اپنا چھوٹا نیزہ سنبھالا اور تاک کر حضرت طفیلؓ بن نعمان یا طفیلؓ بن مالک انصاری کو مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

رحمتِ عالم ﷺ واپس اپنے خیمہ میں تشریف لائے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کیلئے حکم دیا۔ اقامت کے بعد ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر عصر اور مغرب کی نمازیں با جماعت ادا فرمائیں۔ اور آخر میں عشاء کی نماز پڑھی۔

اگرچہ صبح سے شام تک جہاد میں مصروف رہنے کیلئے بدن تھکاوٹ سے چُور تھا۔ مگر جب اپنے رب رحیم وکریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئے تو تمام تھکان دور ہو گئی۔

وَصَلّٰی کُلَّ صَلٰوۃٍ کَاَحْسَنِ مَا کَانَ یُصَلِّیْھَا فِی وَقْتِھَا

''حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ہر نماز اس حسن و خوبی سے ادا فرمائی جس طرح معمول تھا۔ (امتاع الاسماع جلد اول صفحہ 185)

حضرت سعد بن عبادہؓ کا زخمی ہونا:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ طویل القامت اور جسیم تھے۔ ذرہ جو انہوں نے پہن رکھی تھی۔ وہ ناکافی تھی۔ جب وہ نگرانی کرتے ہوئے خندق کے کنارے پہنچے تو حبان قیس بن العرقہ نے تاڑ کر ایک تیر مارا جو آپؓ کے بازو کی شہ رگ میں آکر پیوست ہو گیا۔ جس سے شہ رگ کٹ گئی۔ جب حبان نے تیر چلایا تو پکارا ''**خُذْھَا وَاَنَا ابْنُ الْعَرِقَہ**'' (یہ تیر سنبھالو! میں عرقہ کا بیٹا ہوں)۔

یہ تیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ''اکحل'' پر لگا۔ اکحل وہ رگ ہے۔ جو کہنیوں کے جوڑ میں ہوتی ہے۔ جب یہ کٹ جائے تو انسان کا سارا خون نکل جاتا ہے۔

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے حبان بن العرقہ کیلئے بددعا فرمائی۔

Marfat.com
Marfat.com

غَرَّقَ اللّٰهُ وَجْهَکَ فِی النَّارِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تیرے چہرے کو نار میں غرق کرے"

اپنے زخم کو خطرناک خیال کرتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کیلئے اپنے ہاتھ بلند کئے۔اور عرض کی۔

''اے اللہ! اگر قریش کے ساتھ مزید جنگ ہوتی ہے۔تو مجھے اس کیلئے زندہ رکھ کیونکہ اس قوم کے ساتھ جنگ کرنا مجھے پسند ہے۔جس نے تیرے پیارے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی اور اسے اپنے وطن سے نکالا اور اس کو جھٹلایا''۔

''اے اللہ! اگر ان کے ساتھ یہ آخری جنگ ہے۔تو اس زخم کو میرے لئے شہادت کا سبب بنا دے اور مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک میں عہد شکن بنو قریظہ کا انجام نہ دیکھ لوں''

اسی وقت ان کے زخم سے خون رِسنا بند ہو گیا۔گویا ان کی دعا بنو قریظہ کیلئے رب تعالیٰ نے قبول فرما لی۔

سرورِ عالم ﷺ کی دعا:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے۔رحمۃ اللعالمین ﷺ نے خندق کی جنگ کے آخری دِن ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان ''مسجد فتح''میں مسلسل دعا مانگی۔جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ مُنَزِّلَ الْكِتَابِ .سَرِيْعَ الْحِسَابِ اِهْدِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا

ترجمہ: اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے۔اے جلدی حساب کرنے والے۔اے گروہوں کو شکست دینے والے۔اے اللہ! مشرکین کو شکست دے اور ہمیں ان پر نصرت عطا فرما''

اس دعا کے ساتھ ہی صحابہ کرام نے عرض کی۔

''یا رسول اللہ! شدت خوف سے دل حلق تک آ گئے ہیں۔کوئی ایسا ورد بتایئے جو ایسے اوقات میں ہم پڑھیں تو دِلوں کو قرار و سکون نصیب ہو''۔

رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

''کہا کرو'' اَللّٰھُمَّ اِسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا

اے اللہ! ہمارے پردے کی جگہوں پر پردہ ڈال دے اور ہمارے خوفوں کو امن میں بدل دے۔''

یہ ورد کرنے سے صحابہ کرام کے تمام خوف ختم ہو گئے اور انہیں آرام وسکون میسر آیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے آندھی اور زلزلہ بھیجا۔ جس سے لشکرِ کفار تلپٹ ہو گیا۔ ان کی دیگیں اُلٹ گئیں۔ خیمے اُکھڑ گئے۔ رب تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنہوں نے ان کے خیموں کی طنابیں کاٹ ڈالیں۔ اور اُن میں آگ لگا دی۔ ان کے دِلوں پر ایسا خوف اور رعب طاری ہوا کہ وہ فرار ہو گئے۔ کفار کے چہرے خاک آلود ہو گئے۔ ان کو سنگریزے مارے گئے۔ انہوں نے اپنے لشکر کے ہر گوشے سے تکبیریں سنیں وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ وزنی اور بوجھل سامان پھینکتے جاتے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم ﷺ نے لشکرِ کفار کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ہوا کا ایک طوفان آیا۔ جس سے ان کی دیگوں کے سر پوش اُڑ گئے۔ ان کے خیمے اُکھڑ گئے۔ ان کے گھوڑے اور اونٹ لشکر کے درمیان دوڑنے لگے۔ سنگریزوں کی آوازیں آتی تھیں جو ان پر پڑتے تھے۔ ابوسفیان اپنے خیمہ سے بُری حالت میں باہر آیا۔ الغرض افراتفری کا عالم تھا۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم تھا۔ جو سمیٹ سکتے تھے سمیٹا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

وہ مزید فرماتے ہیں کہ جب میں واپس آرہا تھا۔ تو راستہ میں مَیں نے بیس سواروں کو دیکھا۔ جو سفید عمامے باندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے السلام علیکم کہی اور کہا کہ حضور سرورِ انبیاء کو بھی سلام عرض کرنا اور کہنا۔

''اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے انہیں نجات دے دی ہے''

واپسی پر یہ سارا واقعہ میں نے عرض کیا۔ تو حضور رحمتِ دو جہاں ﷺ تبسم کناں ہوئے۔

''اے حذیفہؓ! وہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی فوج فرشتے تھے''

اس طرح خندق کا یہ محاصرہ پندرہ دن یا ایک ماہ کے بعد ختم ہوا اہلِ قریش کو اس قدر ذلت اٹھانا پڑی کہ آئندہ کبھی بھی وہ مسلمانوں کے مدِ مقابل نہ آسکے۔

شہداء خندق:

۱۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جو خندق میں زخمی ہوئے اور غزوہ بنو قریظہ کے بعد شہید ہوئے)

۲۔ حضرت انس بن اوس رضی اللہ عنہ

Marfat.com
Marfat.com

۳۔ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت ثعلبہ بن عثمہ رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت کعب بن زید البخاری رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت قیس بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت عبداللہ بن ابی خالد رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابو سفیان بن سیفی بن مخبر رضی اللہ عنہ

مقتولین کفار:

اس لڑائی میں کفار کے صرف تین جلیل القدر شہسوار قتل ہوئے۔

۱۔ عمرو بن عبدود (جس کو شمشیر حیدری سے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے واصلِ جہنم کیا)

۲۔ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ (جس کو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلور سے دو ٹکڑے کر دیا۔ یہاں تک اس کے گھوڑے کی زین کو بھی کاٹ دیا۔ کسی نے داد دیتے ہوئے کہا۔

یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ مَا رَاَیْنَا مِثْلَ سَیْفِکَ

اے زبیرؓ! ہم نے آپؓ کی تلوار جیسی کوئی تلوار نہیں دیکھی۔

آپؓ نے فرمایا۔ **وَاللّٰهِ مَا هُوَ السَّیْفُ وَلٰکِنَّهَا السَّاعِدُ**

بخدا یہ تلوار کا کمال نہیں بلکہ اس بازو کا کمال ہے۔ جس نے یہ تلوار چلائی

۳۔ عثمان بن مینیہ (کفار نے عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبداللہ کی لاشوں کی واپسی کیلئے دس دس ہزار درہم معاوضہ کی پیش کش کی۔ مگر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔)

لَا نَاکُلُ ثَمَنَ الْمَوْتیٰ

ہم مردوں کو بیچ کر ان کی رقم وصول نہیں کرتے۔

ان لاشوں کو بلا معاوضہ ہی لے جاؤ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کی بہادری:

جب بنو قریظہ نے مسلمانوں سے کیے گئے معاہدہ کی پاسداری نہ کی اور وعدہ کی خلاف ورزی کر کے

Marfat.com
Marfat.com

کفار کا ساتھ دیا۔ تو ان یہودیوں کے پانچ پانچ یا دس دس آدمیوں کی ٹولیاں مدینہ پاک میں ان قلعوں کے اردگرد دیکھے گئے جہاں مسلمان خواتین اور بچے ٹھہرے ہوئے تھے۔

حضور سرورِ کونین ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں۔

''میں نے ایک یہودی کو مشکوک حالت میں اپنے قلعہ کے گرد گھومتے دیکھا۔ تو میں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپؓ اس یہودی کو بار بار ادھر آتے دیکھ رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر بتائے گا۔ کہ ہماری حفاظت کیلئے کوئی پہرہ دار نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر حملہ آور ہو جائیں۔ حضورِ انور ﷺ اور صحابہ کرام سب دشمن کے سامنے صف آرا ہیں۔ بہتر ہے کہ آپؓ نیچے اتریں اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں''

انہوں نے کہا۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكِ يَا ابْنَةَ عَبْدُالْمُطَّلِب وَاللّٰهِ لَقَد عَرَفْتِ مَا اَنَا بِصَاحِب هٰذَا

ترجمہ: ''اے عبدالمطلب کی بیٹی! اللہ تعالیٰ آپؓ کی مغفرت فرمائے۔ بخدا آپؓ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے''۔

ان کا یہ جواب سُن کر

''میں نے اپنا کمر بند کس کر باندھ لیا۔ ایک لکڑی پکڑ لی۔ اور نیچے اُتری جب وہ یہودی میرے پاس سے گزرا تو میں نے اچانک وہ لکڑی اس کے سَر پر اس زور سے دے ماری کہ اس کی اسی وقت جان نکل گئی۔ اس سے فارغ ہو کر اوپر گئی تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ میں نے اس منحوس کا کام تمام کر دیا ہے۔ اگر وہ مرد نہ ہوتا تو اس کا لباس اتار لیتی۔ آپؓ جائیں اور اس کا لباس اتار لائیں۔ انہوں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ میں دوبارہ نیچے آئی۔ اس کا سَر کاٹا اور یہودیوں کی بستی کی طرف پھینک دیا۔ اپنے ہاں جب یہودیوں نے اپنے ایک ساتھی کا کٹا ہوا سر دیکھا۔ تو ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس کے بعد وہ اس قلعہ کے قریب نہ آئے۔

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بروقت اقدام:

منافقین جواب تک مصلحت بینی کے پیشِ نظر بادل ناخواستہ اسلامی لشکر میں شامل تھے۔ انہوں نے کھسکنا شروع کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ اس میں بھی ثابت قدم رہے۔ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والسلام نے کفار کی جمعیت اور طاقت کو منتشر کرنے کیلئے بنوغطفان کے سردار عینیہ بن حصن اور ابوالحارث بن عمرو

Marfat.com
Marfat.com

سے بات چیت شروع کر دی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم محاصرہ سے کنارہ کش ہو جاؤ تو مدینہ شریف کی کھجوروں کا تیسرا حصہ تمہیں دے دیا جائے گا۔ انہوں نے آمادگی کا اظہار کیا۔ اسی دوران حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ عینیہ بن حصن اپنے پاؤں پھیلائے حضور رسالت مآب ﷺ کے سامنے بیٹھا ہے۔ ان سے یہ گستاخی برداشت نہ ہوئی اور فرمایا۔

''اے بندر کی آنکھوں والے! کیا تم اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے سامنے یوں پاؤں پھیلائے بیٹھے ہو۔ اگر یہ رسول اکرم ﷺ کی مجلس نہ ہوتی تو بخدا میں اس نیزے سے تیرا پیٹ پھاڑ دیتا''

ابھی یہ بات ختم نہ ہوئی تھی کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ کیلئے طلب کیا۔ جب وہ آئے تو ساری بات ان سے کہی۔ انہوں نے عرض کی۔

''اے ہمارے آقا! اگر یہ معاہدہ آپ کو پسند ہے۔ اور خوشی کا باعث ہے تو ہمیں منظور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو بھی ہمیں انکار کی مجال نہیں۔ اگر حضور ﷺ محض ہماری سلامتی کے پیش نظر یہ معاہدہ کر رہے ہیں۔ تو ہم یہ معاہدہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ جب ہم کافر اور مشرک تھے اس وقت بھی ہم ان قبائل کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بطور مہمان یا خرید کر یہ مدینہ کی کھجوریں کھا سکتے تھے۔ ویسے زبردستی کسی کو ایک دانہ بھی لینے کی جرأت نہ تھی۔ اب تو ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپؐ کے ذریعے مسلمان ہو چکے ہیں۔ ہماری غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کب گوارا کرتی ہے کہ کوئی یونہی ہماری کھجوروں کا حصہ دار بن جائے''

رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

''میں نے محض تمہاری سلامتی کے پیشِ نظر ان سے بات چیت شروع کی''

اسی تاریک ماحول میں ان صبر آزما مشکلات میں صحابہ کی غیرت و جرأت کا یہ مظاہرہ مشاہدہ کر کے حضور سرورِ کائنات ﷺ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

انہوں نے فوراً عرض کی۔

وَاللّٰهِ لَا نُعْطِيْهِمْ اِلَّا السَّيْفَ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

ترجمہ: ہمارے پاس انہیں دینے کیلئے صرف تلوار ہے۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ نہ فرما دے۔

ان کے جانے کے بعد بنو غطفان کا ایک نوجوان حضرت نعیم بن مسعود بن عامر بن غطفان رضی اللہ عنہ، حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی۔

Marfat.com
Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے مجھے نورِ ایمان سے منور کیا ہے۔ میرے ایمان لانے کی کسی کو خبر نہیں اگر میں کسی خدمت کے قابل ہوں تو ارشاد فرمائیے دِل وجان سے حاضر ہوں''

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''تم تنہا اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے البتہ کسی طرح دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا کر دو تو یہ ہماری بڑی امداد ہوگی۔ کیونکہ اَلْحَرْبُ خُلْعَةٌ جنگ میں یہ سب جائز ہے''۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بنو قریظہ سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ وہ فوراً ان کے پاس چلے گئے۔ اور رازدارانہ انداز میں ان سے کہا۔

''قریش اور بنو غطفان کے قبائل مدینہ پر حملہ کرنے آئے ہیں۔ اور تم نے مسلمانوں سے معاہدہ توڑ کر ان کی مدد کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن تمہاری حالت قریش کے یکساں نہیں۔ تمہاری یہاں رہائش ہے۔ بال بچے اور جائیدادیں ہیں۔ اگر انہیں موقع مِلا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کریں گے۔ اور کامیابی کی صورت میں ان کی ہر چیز پر قبضہ کریں گے۔ بصورت دیگر وہ یہاں سے چلے جائیں گے۔ اور تمہیں تنہا چھوڑ جائیں گے۔ خود سوچ لو۔ کیا تم اکیلے اس شخص (ﷺ) کا مقابلہ کر سکو گے۔ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ تم معاہدہ سے قبل ان کے چند مقتدر آدمی یرغمال کی صورت میں رکھو۔ تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ تمہیں کسی صورت میں بھی مسلمانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر نہ جائیں گے''۔

اس تجویز کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور انہوں نے کہا۔

قَدْ اَشْرُفَ يِنْصُحِ

ترجمہ: تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ وہاں سے نکل کر قریش کے پاس آئے۔ اور ابو سفیان اور دیگر چیدہ چیدہ سرداروں سے ملے اور کہا۔

''میری دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ تمہارے گوش گزار کر دوں لیکن یہ بات راز کی ہے کسی سے نہ کرنا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ بنو قریظہ کا معاہدہ مسلمانوں سے تھا۔ جو انہوں نے تمہاری وجہ سے توڑ دیا۔ اب وہ عہد شکنی پر پچھتا رہے ہیں۔ اور اظہارِ ندامت کرتے ہوئے وہ تجدید معاہدہ کیلئے گفت وشنید شروع کرنے والے ہیں۔ اور وہ ارادے رکھتے ہیں کہ قریش کے کچھ مقتدر آدمی یرغمال بنا کر رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں پیش کیے جائیں تاکہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ اور پھر مِل کر کفار پر حملہ کر دیا جائے۔ اگر یہودی تم سے رہن کیلئے کچھ

Marfat.com
Marfat.com

آدمی طلب کریں تو خبردار ایک آدمی بھی نہ دینا"۔

یہی باتیں انہوں نے بنو غطفان اور دیگر قبائل کو جا کر کہیں جس سے لشکرِ کفار کے سرداروں میں بددلی پھیل گئی۔

آزمانے کیلئے اس بات کی تصدیق کرنے کیلئے ابوسفیان نے عکرمہ بن ابوجہل ورقہ بن غطفان اور چند دیگر لوگوں کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا۔ کہ وہ انہیں حملہ کیلئے آمادہ کریں تاکہ صبح وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں اور ہم ادھر سے حملہ کر دیں گے۔ لیکن صبح ہفتہ (سبت) کا دن تھا۔ جس دن یہودی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

سرداران قریش جب بنو قریظہ کی بستی میں داخل ہوئے تو ان کا استقبال کیا گیا۔ لیکن جب انہوں نے یہودیوں سے بروز ہفتہ (سبت) حملہ کرنے کیلئے کہا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہفتہ کے روز ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ دوسرا ہم مسلمانوں سے معاہدہ توڑنے سے قبل یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم لوگ کامیابی کے بعد ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر نہ جاؤ گے۔ اور ہمیں تب یقین آئے گا کہ تم اپنے چند معزز آدمی ہمارے پاس بطور رہن بھیج دو۔ اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو ہم محمد (ﷺ) کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے۔ تم تو اپنے گھروں کو چلے جاؤ گے لیکن ہم کہاں سر چھپاتے پھریں گے۔ اس پر قریش کا وہ وفد واپس چلا گیا اور تمام گفتگو ابوسفیان کو بتائی۔ تو اس نے کہا بخدا! جو بات نعیم بن مسعودؓ نے کہی تھی۔ وہ بالکل درست تھی۔ سو اس نے انکار کر دیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے۔ اور اسلام کے خلاف ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

یہ سب سپہ سالارِ لشکر اسلام کی حکمت و دانائی کی وجہ سے تھا۔ جنہوں نے بروقت ایسا اقدام فرمایا۔ دشمنانِ اسلام کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

غزوہ بنو قریظہ:

اسی سال غزوہ خندق سے متصل غزوہ بنو قریظہ واقع ہوا۔ جب حضور سرورِ کائنات ﷺ مدینہ شریف تشریف لائے۔ کاشانۂ نبوت میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت جرائیل علیہ السلام آئے عجلت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی۔

"حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً اسی وقت بنو قریظہ کا قصہ تمام کیا جائے۔ میرے ساتھ بہت سے فرشتے بھی ہتھیار بند ہیں"

اسی بات کو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا۔ وہ فرماتی ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

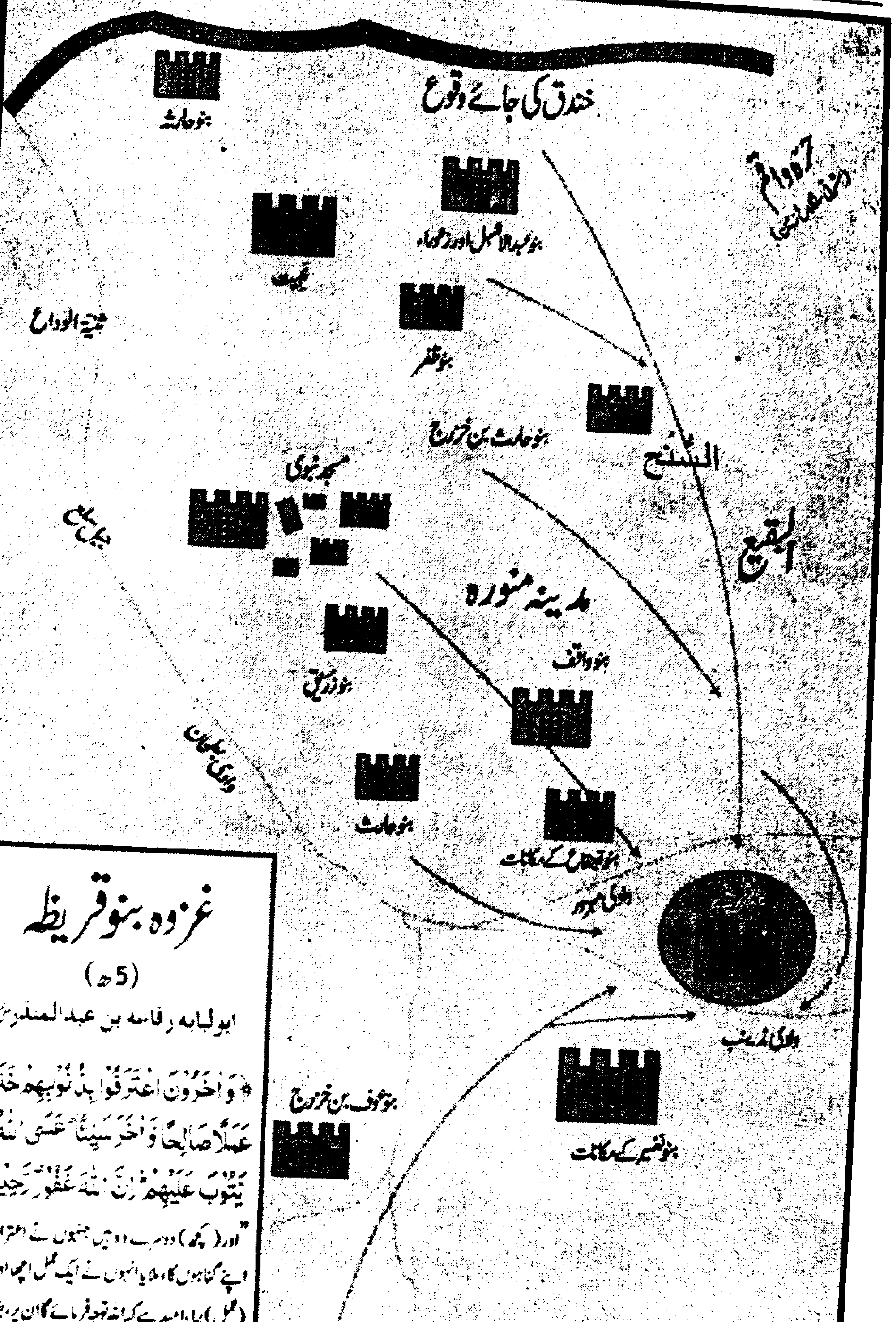

غزوہ بنو قریظہ

(5ھ)

ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ

﴿ وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

"اور (کچھ) دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا اپنے گناہوں کا، ملایا انہوں نے ایک عمل اچھا اور دوسرا (عمل) برا، امید ہے کہ اللہ توجہ فرمائے گا ان پر، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

(التوبة: 102/9)

Marfat.com
Marfat.com

''حضور نبی اکرم ﷺ نے غسل فرمایا کپڑے پہنے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے دروازے تک گئی۔ دیکھا تو وہاں حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ تھے جن کے چہرے اور سامنے کے دانتوں پر غبار تھا۔ وہ سفید اونٹ پر سوار تھے۔ میرے آقا ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے ان کے چہرے کو صاف کیا۔ چند باتیں ہوئیں اور وہ چلے گئے۔ رسالت مآب ﷺ اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو میرے پیارے صحابی کی شکل میں آئے تھے''

ان بیانات کو صحیح بخاری شریف میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

''میں نے کوچۂ نبوت سے جبرائیل علیہ السلام کی سواری سے گرد اٹھتے دیکھی ہے''

اس کے بعد سپہ سالارِ عرب وعجم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ شریف میں اعلان کر دیں۔

''اے خدا کے مجاہدو! فوراً تیاری کرو اور عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں پہنچ کر ادا کی جائے گی''

مدینہ طیبہ میں حضرت ابن کلثوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا۔ علَم عنایت فرمایا۔ خود سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ اپنے گھوڑے ''لحیف'' پر سوار ہوئے۔ اور سرفروشانِ اسلام کے جلو میں مدینہ شریف سے روانہ ہوئے۔ دائیں ہاتھ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بائیں ہاتھ خلیفہ دوم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ آگے آگے اکابر مہاجرین وانصار کا تین ہزار کا لشکر تھا۔ جب حضور ﷺ بنو نجار کے علاقے میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں سے پہلے ہی اہلِ قبیلہ ہتھیار باندھے تیار کھڑے تھے۔ ان سے دریافت فرمایا۔ تمہیں کس نے اطلاع دی۔ ہے؟''

وہ بولے حضرت وحیہ کلبیؓ نے۔

رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

''وہ میرے پیارے صحابی کی شکل میں جبرائیل علیہ السلام تھے''

حضور رسالت مآب شام اور عشاء کے درمیان بنو قریظہ کی بستی میں پہنچے اور جاتے ہی محاصرہ کر لیا۔ اور دِن سے رات تک ان پر تیر برساتے رہے۔ ابن اسحٰقؒ کے مطابق محاصرہ کی مدت پچیس دن ہے۔ جبکہ ابن سعد رضی اللہ عنہ نے مدتِ محاصرہ پندرہ دِن بتائی ہے۔ دورانِ محاصرہ کھانا صرف کھجوروں پر مشتمل تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کتنا اچھا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

جب محاصرہ نے طول پکڑا اور یہودی بھوک سے مرنے لگے اور خدا تعالیٰ نے ان کے دِلوں پر مسلمانوں کا رعب طاری کر دیا تو وہ بول پڑے کہ ہم بنونضیر کی طرح جلا وطنی اختیار کرتے ہیں۔ ہمیں معاف کر دیجئے۔ تاکہ ہم اپنے بال بچوں سمیت جتنا ہمارے اونٹ سامان اٹھا سکتے ہیں لے جائیں۔

حضور خاتم النبیین ﷺ نے قبول نہ فرمایا۔ تو کہنے لگے ہم اپنے سامان واسباب سے بھی دستکش ہوتے ہیں۔ حکم دیجئے کہ ہم اپنے بال بچوں کا ہاتھ پکڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اَلَّا اَنْ تَنَزَّلُوْا عَلَیَّ مگر تم سب میرے حضور حاضر ہو جاؤ"

اس پر وہ سب حیران ہوئے۔ اس کے بعد کعب بن اسد جو بنو قریظہ کا سردار تھا اور معلون حیی بن اخطب جو کعب کی امان میں اسی قلعہ میں موجود تھا آئے اور اپنی قوم سے مخاطب ہوا۔ اور تین متبادل شرائط پیش کیں۔

۱۔ اے قوم یہود! آؤ ہم سب اسلام قبول کر لیں اور اپنی جان اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ جائیدادوں کو بھی محفوظ کر لیں۔ کیونکہ یہ وہی سچے نبی صلعم ہیں جن کا ذکر ہماری کتب میں موجود ہے اور ہم محض حسد کی وجہ سے ان کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں۔ اس پر قوم یہود نے کہا کہ ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتے۔ تو اس نے دوسری تجویز دی۔

۲۔ اپنے بال بچوں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کر دو اور خود تلوارے لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اور پوری قوت سے ٹکراتے ہیں۔ یا فتح ہو گی یا پھر سب مارے جائیں۔ یہ تجویز بھی انہوں نے رَد کر دی۔

۳۔ پھر روزِ ست (ہفتہ) جس دن ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ اسی دِن مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو بے خبری میں جا لیتے ہیں۔ اس طرح بھی ہمیں فائدہ ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ہفتہ کے روز کے تقدس کو پائمال نہ کریں گے۔

اب ان کے پاس صرف ایک راستہ تھا کہ وہ اسلامی لشکر کے آگے ہتھیار ڈال دیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ ان کے ہاتھ دے دیں۔ لیکن پھر انہوں نے سوچا کہ ہتھیار ڈالنے سے قبل اپنے چند مسلمان حلیفوں سے رابطہ کریں۔ شاید کوئی سبیل نکل آئے۔ اور ہم بچ سکیں۔ چنانچہ انہوں نے رسولِ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ جو ان کے حلیف تھے۔ اور ان کے باغات اور اہل وعیال بھی اسی علاقے میں تھے کو ان کے پاس بھیجیں تاکہ ان سے کچھ صلاح ومشورہ کیا جا سکے۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے ان کی خواہش کے مطابق حضرت ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ جب

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو وہ ان کی طرف دوڑ پڑے۔ عورتیں اور بچے دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ جس پر صحابی رسول آبدیدہ ہو گئے۔

یہودیوں نے کہا۔

''اے ابولبابہؓ! کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم تمہارے نبی ﷺ کے فیصلے پر ہتھیار ڈال دیں''۔

انہوں نے جواب دیا۔ ''ہاں'' لیکن ساتھ ہی ساتھ ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کر دیا جس کا مطلب تھا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن فوراً انہیں احساس ہوا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے۔ چنانچہ وہ ایک لمحہ نہ رُکے اور فوراً مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ دیا۔ آج بھی وہ ستون اسطوانہ ابولبابہؓ کے نام سے موجود ہے۔ جو روضۂ انور کی دیوار کے ساتھ ہے۔ اور کہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے آزادی نہیں پاؤنگا۔ جب تک خدا تعالیٰ مجھے معاف نہ فرمادے۔ یہ عقیدہ اصحاب رسول کا تھا۔ کہ حضور رسالت مآب کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے۔ اگر کوئی کام غلطی سے سرزد ہو جائے تو شرم کے مارے سامنے نہیں ہوتے تھے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض ضرور کی کہ وقت نماز مجھے کھول دیا جائے تاکہ میں باجماعت نماز ادا کر سکوں۔ پندرہ بیس دن تک آپؓ کی بیٹی چند کھجوریں اور پانی کے چند گھونٹ منہ میں ڈال جاتی تھیں تاکہ زندگی باقی رہے۔

جب رسالت مآب ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا۔ وہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کیلئے استغفار کر لیتا۔ تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی کیونکہ۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًاO

تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول کر لیتا۔

پندرہ بیس دن تک اسی طرح ستون مسجد کے ساتھ بندھے رہے۔ ساعت جاتی رہی۔ آخر کار خدائے لم یزل کو ترس آیا۔ اور ان کی توبہ قبول فرمالی۔ اور وحی نازل ہوئی۔ حضور رسالت مآب ﷺ اس وقت اُم المومنین حضرت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرماتھے۔ سحری کا وقت تھا۔ اسی وقت اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سُنا تو انہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کی قبولیت کا اعلان فرمایا۔ جب خود رسولِ خدا ﷺ فجر کی نماز ادا فرمانے کیلئے مسجد میں تشریف لائے تو اپنے دستِ مبارک سے حضرت ابولبابہؓ کو کھولا اور

Marfat.com
Marfat.com

مبارکباد دی۔

بنو قریظه کا انجام:

جب بنو قریظہ شکست خوردہ ہو کر قلعہ سے باہر نکل آئے تو سرورِ انبیاء ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ کہ ان کے تمام مردوں کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں سے باندھ دیں اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کی عورتوں، بچوں اور دیگر مال متاع کو ایک جگہ جمع کر دیں۔

پھر قلعہ کی تلاشی لی گئی۔ اس سے پندرہ سو تلواریں۔ تین سو زرہیں۔ دو ہزار نیزے۔ اور پندرہ سو ڈھالیں اور بکثرت مال و متاع برآمد ہوا۔ یہ تمام سامان حرب انہوں نے مسلمانوں کے خلاف قریش کی حمایت کیلئے اکٹھا کر رکھا تھا۔ گائے، بھینس اور بکریوں کا حساب و کتاب نہ تھا۔

ان لوگوں نے پھر عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! جس طرح آپ ؐ بنو قینقاع کے بارے میں رحم و کرم فرمایا تھا۔ اسی طرح ہمیں بھی بخش دیا جائے''

لیکن حضور رسالت مآب ﷺ نے شانِ بے نیازی کا اظہار فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ مدینہ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لایا جائے ان کو جو کہ زخمی تھے ایک گدھے پر بٹھا کر لایا گیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے خود عرض کی کہ ہمارے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر فرمایا جائے۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ، مسجدِ نبوی کے قریب ''رفیدہ'' کے خیمے میں زیر علاج تھے۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سواری رسولِ اکرم ﷺ کی قیام گاہ کے قریب پہنچی تو آپ ؐ نے فرمایا۔ ''قُومُوْ لِسَیِّدِ کُم'' اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اتارا گیا۔ فرش بچھا کر بٹھایا گیا۔ تو سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا۔

اُحْکُمْ فِیھِمْ یَا سَعْدُ

اے سعد! ان کے لئے فیصلہ کرو۔

انہوں نے عرض کی۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ بِالْحُکْمِ

اللہ اور اس کا رسول ہی فیصلہ فرمانے کا حق دار ہے۔

ارشاد ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

اَمَرَکَ اللّٰہُ اَنْ تَحْکُمَ فِیْھِمْ

اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ کہ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔

حکم ملتے ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

''کیا تم سب میرے فیصلے پر راضی ہو''

انہوں نے کہا ''ہاں''

پھر آپ نے رسول خدا ﷺ کے علاوہ جو وہاں موجود تھے سب سے کہا

''کیا تم سب بھی میرے فیصلے پر راضی ہو؟''

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اے سعد! حکم وہی ہے جو تم کرو گے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کیا جائے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے۔ اور ان کا تمام مال ومتاع اور جائیداد مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے''

اس فیصلہ پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْھِم بِحُکْمِ اللّٰہِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ اَرْقِعَةٍ

ترجمہ: اے سعدؓ! تم نے وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے''

اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا۔ کہ ان کی اسی حالت میں قید کر کے مدینہ لے جایا جائے۔

جب مدینہ شریف پہنچے تو حکم دیا گیا کہ خندق کی طرح اک بڑا گڑھا کھودا جائے۔

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ ارباب سیر نے ان کی تعداد چار سو بتائی ہے۔ عشاء تک سب کو قتل کر دیا گیا۔ یہ لوگ اصل میں عہد شکن تھے۔ اور جب حضور ﷺ ان کو محاصرہ میں لئے ہوئے تھے۔ تو وہ بد بخت قلعہ کے اوپر سے تیر برسانے کے ساتھ ساتھ اوپر سے مسلمانوں، خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گالیاں دیتے تھے۔ لہذا ان کا انجام یہی ہونا چاہئے تھا۔ خدا تعالیٰ کا یہی حکم تھا۔

آخر میں حیی بن اخطب کی گردن ماری گئی۔ لیکن جب کعب بن اسد القرظی کو لایا گیا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے پہلے اسے اسلام کی دعوت دی۔

Marfat.com
Marfat.com

"لیکن اس نے جواب دیا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ کہ لوگ کہیں گے کہ خوف کے مارے اسلام قبول کیا ہے۔ لہذا میں بھی اپنے دین ہی پر مرتا ہوں"

اس کے بعد اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جب بنو قریظہ اپنے انجام کو پہنچ گیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم کھل گئے۔ ان سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ اصل بات یہ تھی کہ انہوں نے غزوہ خندق میں زخمی ہوتے ہوئے دعا مانگی تھی۔

"اے خدا! مجھے بنو قریظہ کے انجام تک زندہ رکھ"۔

رب تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی۔ بلکہ بنو قریظہ کی قسمت کا فیصلہ بھی انہیں سے کروایا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام فرما دیا تھا۔ اسی لئے تو رسولِ حق ﷺ نے فرمایا کہ۔

اے سعدؓ! تمہارا فیصلہ تو خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

زخم کھلنے کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے۔ بوقتِ وفات ان کا سر مبارک رحمۃ اللعالمین ﷺ کے زانو پر تھا۔ اور فرمایا۔

"اے اللہ! سعد رضی اللہ عنہ کو اپنی رحمتوں میں ڈھانپ لے انہوں نے تیرے رسول ﷺ کی تصدیق کی اور سلام کے جو حقوق تھے انہیں احسن طریقہ سے ادا کیا۔ ان کی روح کو بہترین طریق جس طرح تو اپنے محبوب بندوں کی روحوں کو قبض کرتا ہے۔ قبض فرما"

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے زبان مبارک سے دعائیہ ارشادات سنے تو اپنی آنکھیں کھولیں اور عرض کی۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"

اپنے سر کو زانوئے رسول ﷺ سے اٹھایا اور اجازت طلب کی۔ اس کے بعد وہ واصل باللہ ہوئے۔ وقتِ رحلت حضرت جبرائیل علیہ السلام "استبرق" کا عمامہ پہنے حاضر ہوئے۔ اور عرض کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کے استقبال کیلئے آسمانوں کے دروازے کھلے ہیں اور فرشتے ان کی روح کے استقبال کیلئے تیار کھڑے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ طویل القامت، عظیم الجثہ اور وزنی تھے۔ مگر صحابہ کرام ان کے جنازے کو اس [illegible] حیران تھے۔ کہ ان کا جنازہ بہت ہلکا تھا۔ اس پر رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا۔ کہ ان کے جنازے کو فرشتے

Marfat.com
Marfat.com

اٹھائے ہوئے ہیں۔ اللہ والوں کی موت ایسی ہی ہوتی ہے۔

ابو سفیان کی سازش:

شکست خوردہ اور پُر ملال قریش جب مکہ پہنچے تو ابوسفیان خصوصاً بہت پریشان تھا۔ وہ ہر وقت بازاروں اور گلیوں میں پھرتا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے کہا۔

''کوئی ہے جو مدینہ جا کر گھات میں بیٹھ کر محمد بن عبداللہ ﷺ سے ہمارا بدلہ لے۔ کیونکہ بازاروں میں وہ بالکل بے خوف پھرتے اور تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی محافظ نہیں ہوتا''

اس پکار پر ایک بدو آیا۔ اور کہا۔

''اگر میری مدد کی جائے تو میں یہ کام اپنے تیز و بران خنجر سے کرونگا''

ابوسفیان نے اس کی سواری کا بندوبست کیا اسے زادِ راہ کے علاوہ بال بچے کے اخراجات کیلئے بھی بھاری رقم دی اور راز کو چھپانے کی ہدایت بھی کی۔

وہ بدو چند دنوں میں مدینہ شریف پہنچ گیا۔ اس وقت رسولِ اکرم ﷺ ایک قبیلہ کی مسجد میں تبلیغ و ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ بدو وہاں پہنچ گیا۔ اور کہا

''کیا آپ ابنِ عبدالمطلب ہیں؟''

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا۔

''ہاں! میں ہی ابن عبدالمطلب ہوں''

وہ بدو حضور سرورِ دو جہاں کی طرف بڑھا۔ لامکان کی خبر رکھنے والے نبی ﷺ نے فرمایا۔

''یہ وہ شخص ہے جو میری ہلاکت کے درپے ہے''

اور ساتھ ہی فرمایا۔

''سچ بول کیونکہ سچائی ہی تمہیں بچا سکتی ہے''

اس شخص نے تمام بات سچائی کی صورت میں بتا دی۔

رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ تمہیں امان دی جاتی ہے۔ تمہارا جہاں جی چاہے رہو کوئی باز پُرس نہ کی جائے گی۔

اس بدو نے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر کلمہ شریف پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد اس نے بیان دیا کہ جب میں نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کو دیکھا۔ میری عقل جواب دے گئی

Marfat.com
Marfat.com

اور میرا جسم لرزنے لگا تھا۔ سوائے ابوسفیان کے میرے ارادے سے کوئی واقف نہ تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس سچے نبی ﷺ کا محافظ خدا تعالیٰ ہے۔ جو ہر ارادے کو جانتا ہے۔ اس کی خبر اپنے پیارے محبوب ﷺ تک پہنچا دیتا ہے۔

غزوہ قریظہ کے بعد:

سلام بن ابی الحقیق کا قتل:

رب قدیر نے خاص لطف و کرم سے اوس اور خزرج دونوں قبیلوں میں محبتِ رسول اکرم ﷺ وافر ودیعت فرمائی تھی۔ دونوں قبیلوں میں اسلام کی خدمت میں سبقت لے جانے کا رجحان بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ ''کعب بن اشرف'' یہودی رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی ہذیان سرائی، بہتان تراشی میں پیش پیش تھا۔ لہذا رسالت مآب ﷺ کے ارشاد کے مطابق قبیلہ اوس کے نوجوانوں نے کعب بن اشرف کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اب بنوخزرج کے نوجوان ایسا ہی کارنامہ سرانجام دے کر اپنا پلڑا برابر کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے موقع کی تلاش میں تھے۔ لہذا انہوں نے اپنے ارمانوں کو پورا کرنے کیلئے غور وخوض شروع کر دیا۔

یہودیوں کا وہ وفد جو مدینہ پاک سے مکہ کے قریش اور صحرائے عرب کے دیگر قبائل کے پاس گیا اور مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا ان میں حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق دونوں سردار کی حیثیت سے گئے تھے۔ حیی بن اخطب تو بنوقریظہ کے ساتھ ہی قتل ہو گیا۔ لیکن سلام بن ابی الحقیق ابھی تک زندہ تھا اور ابھی تک کفار اور دیگر قبائل کی مسلمانوں کے خلاف مدد کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ موقع ملنے پر خود حضور سرورِ کائنات ﷺ کو بھی ایذا رسانی کرنے میں گریز نہ کرتا تھا۔

اس کو سزا دینے کیلئے بنوخزرج کے چند نوجوانوں نے منصوبہ بنایا۔ اور حضورِ امین وصدیق اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے پانچ اصحاب کو ارسال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار مقرر فرمایا۔

جب یہ قافلہ خیبر پہنچا تو شام کا وقت تھا۔ دروازہ بند ہونے والا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگ یہیں ٹھہریں میں اندر جاتا ہوں اور جائزہ لیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دروازے کے قریب جا کر اپنے سر پر کپڑا ڈال کر ایسے بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کر رہے ہوں۔ پہرے دار نے کہا۔

''اے اللہ کے بندے! اگر اندر جانا چاہتے ہو تو آ جاؤ، میں دروازہ بند کرنے والا ہوں''

Marfat.com
Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اندر داخل ہو گئے ۔ پہرے دار نے دروازہ بند کیا۔ اور چابیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ اور سکون سے سو گیا۔ جب وہ گہری نیند سو گیا تو انہوں نے چابیاں لیں اور بڑے سکون سے قلعہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے ۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے ۔ جو صحیح بخاری شریف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں۔

جب میں ابو رافع سلام بن الحقیق کے قلعہ میں پہنچا تو اس کے خاص بالا خانہ میں عشق و عشرت کی محفل جاری تھی ۔ میں خاموشی سے بیٹھا رہا۔ جب تمام اہلِ محفل چلے گئے تو آگے بڑھا اور دروازہ کھولا میں جس دروازے سے گزرتا وہ اندر سے بند کر دیتا تھا۔ اسی طرح میں ابو رافع سلام بن الحقیق کے خاص کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں سلام بن ابی الحقیق بال بچوں سمیت سویا ہوا تھا۔ اندھیرا تھا معلوم نہ تھا وہ کہاں سویا ہوا ہے۔ لہذا میں آواز لگائی۔

''اے ابو رافع تم کہاں ہو؟''

اس نے کہا ''ارے یہ کون ہے؟''

میں جھٹ آواز کی طرف لپکا اور تلوار کی ایک ضرب لگائی ۔ لیکن اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اس نے زوردار ایک چیخ ماری میں خاموشی سے ایک طرف ہو گیا۔ تھوڑی دیر باہر رہنے کے بعد اس کے مددگار کی حیثیت سے کمرے میں داخل ہوا اور کہا۔ ''اے ابو رافع! یہ آواز کیسی تھی

اس نے کہا ''تیری ماں برباد ہوا۔ مجھے کسی نے تلوار ماری ہے''

میں فوراً آواز کی طرف بھاگا اور پورے زور سے تلوار کی ضرب لگائی ۔ جس سے وہ خون سے لت پت ہو گیا۔ تلوار کو اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگایا کہ تلوار اس پیٹ سے آر پار ہو گئی۔ اس طرح سلام بن ابی الحقیق کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ میں اپنی تسلی کیلئے وہاں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب فجر سے پہلے اس کے قتل کی خبر ملی تو میں بھاگ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا اور کہا بھاگ چلو۔ میں ابو رافع کو کیفر کردار تک پہنچا دیا ہے ۔ وہ مر گیا ہے۔ اسی تگ و دو میں سیڑھیوں پر میری ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے ۔ پھر سفر کرتے ہوئے ہم لوگ مدینہ پہنچ گئے ۔ اور حضور ختم الانبیاء ﷺ کو تمام واقعہ بتایا جس پر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے ۔ اور فرمایا۔ اپنا پاؤں پھیلاؤ۔

میں نے پاؤں پھیلایا۔ تو حضور ﷺ دستِ رحمت میری ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر پھیرا تو میری ٹانگ ویسی ہی ہو گئی گویا ٹوٹی ہی نہیں تھی۔ مجھے ایسا لگا گویا کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ (صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۷۷)

Marfat.com
Marfat.com

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ :

یہ سریہ نجد کے اندر "بکرات" کے علاقے میں "ضریہ" کے آس پاس "قرطاء" کے مقام پر بھیجا گیا۔ یہ تیس آدمیوں کی مختصر نفری تھی۔ یہ فاصلہ مدینہ سے سات رات کا تھا۔ اس سریہ کا نشانہ بنوبکر بن کلاب کی ایک شاخ تھا۔ جب مسلمانوں نے چھاپہ مارا تو تمام اہلِ قبیلہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ چوپائے اور بکریاں مسلمانوں کے ہتھے آ گئیں جو وہ لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ اور ساتھ ہی "بنوحنیفہ" کے سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو بھی گرفتار کر کے لے آئے۔ وہ مسیلمہ کذاب کی ایماء پر نبی آخرالزماں ﷺ کو بھیس بدل کر قتل کرنے نکلا تھا۔ اسے حضور سرورِ عالم ﷺ کے حکم سے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ جب رسالت مآب ﷺ وہاں سے گزرے تو پوچھا۔

"ثمامہ! تمہارے نزدیک یہ کیا؟"

اس نے جواب دیا۔

"میرے نزدیک یہ خیر ہے۔ اگر آپ قتل کرتے ہیں تو یہ ایک خونی کا قتل ہے۔ اور اگر احسان کریں تو یہ ایک قدر دان پر احسان ہے۔ اگر مال کی چاہت ہو تو جو چاہو مانگ لو"

اس کی یہ گفتگو سُن کر رحمتِ عالم ﷺ نے اسے اسی حالت میں آزاد فرما دیا۔ لیکن اس نے رسولِ خدا ﷺ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ تم عمرہ کر لو۔ وہ فوراً مکہ پہنچا وہاں اہل قریش نے دیکھا کہ ثمامہؓ تو مسلمان ہو گیا ہے۔ تو وہ فوراً گویا ہوئے

"تم تو بے دین ہو گئے ہو"

لیکن انہوں نے جواب دیا۔

"نہیں بلکہ میں تو محمد ﷺ کے دستِ مبارک پر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور سنو! خدا کی قسم تمہارے پاس یمامہ سے جو غلہ آتا ہے۔ اب اس کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ جب تک رسولِ خدا ﷺ کی اجازت نہیں ہو گی"

اور حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے وطن پہنچ کر غلہ کی ترسیل روک دی۔ جس سے قریش سخت مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔ اور قرابت داری کا واسطہ دیتے ہوئے رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت ثمامہ کو لکھا جائے کہ وہ ہمیں غلہ کی روانگی کی بندش نہ کریں۔ اگر رحمتِ دو جہاں حضرت رسالت مآب ﷺ چاہتے تو قریش سے بدلہ لے سکتے تھے۔ لیکن حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ چونکہ نرم دل، حلیم الطبع اور احسان کرنے والے تھے لہذا انہوں نے حضرت ثمامہؓ کو لکھا کہ اہلِ قریش کو غلہ کی ترسیل نہ روکی جائے۔ (زاد المعاد جلد دوم صفحہ 119)

Marfat.com
Marfat.com

غزوہ بنو لحیان:

ربیع الاول یا جمادی الاول 6 ہجری کو رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود قیادت فرماتے ہوئے۔ دو سو صحابہ کی معیت میں "بنو لحیان" جنہوں نے "رجیع" کے مقام پر دس صحابہ کو دھوکہ میں گھیر کر آٹھ کو شہید کیا تھا اور دو کو کفار کے ہاتھوں مکہ جا کر فروخت کر دیا تھا۔ جن کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ اس واقعہ کے بدلہ لینے اور ان کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔

مدینہ میں ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور اپنی روانگی کو خفیہ رکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کر رہے ہیں۔

مسلمان یلغار کرتے ہوئے "امج اور عسقان" کے درمیان بطن غران وادی میں جہاں صحابہ کرام کو شہید کیا گیا تھا۔ پہنچے ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائی۔ دوسری طرف جب قبیلہ بنولحیان کو خبر ہوئی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے دو دِن وہاں قیام فرمایا اور گردونواح میں سریات بھیجے۔ مگر بنولحیان نہ مل سکے۔ اس کے بعد دس شہسوار کو "کراغ لغمیم" بھیجا تا کہ اہلِ قریش کو آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہو جائے۔ چودہ دن قیام کرنے کے بعد مدینہ شریف واپس تشریف لے آئے۔

سریہ ذوالقصہ:

۱۔ جمادی الاولیٰ 6 ھ کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں دس آدمی کا ایک دستہ "ذوالقصہ" کی جانب بھیجا۔ یہ بنوثعلبہ کے دیار میں تھا۔ دشمن جو کہ ایک سو کی تعداد میں تھے۔ اپنی کمین گاہ میں چھپ گئے۔ رات کے وقت جب لشکرِ اسلام کے دس مجاہد سو گئے تو انہوں نے اچانک حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ صرف محمد بن مسلمہؓ زخمی حالت میں بچے اور مدینہ پہنچ کر تمام حال رسولِ اکرم ﷺ کو پیش کیا۔

۲۔ دشمن کی سرکوبی کیلئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چالیس افراد پر مشتمل ایک دستہ اپنے شہداء کا بدلہ لینے کیلئے بھیجا۔ یہ دستہ راتوں رات سفر کرتے ہوئے بنوثعلبہ کے دیار میں پہنچا۔ لیکن وہ اتنی تیزی سے روپوش ہوئے کہ مسلمانوں کے ہاتھ نہ آئے۔ صرف ایک آدمی گرفتار ہوا جو مسلمان ہو گیا۔ البتہ مویشی اور بھیڑ بکریاں کافی مقدار میں ہاتھ آئیں جو وہ مدینہ لے آئے۔

سریہ عیص:

اسی سال اسی ماہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک سو ستر (170) افراد پر مشتمل ایک دستہ "عیص" کی جانب روانہ کیا گیا۔ یہ دستہ ابھی سفر میں ہی تھا کہ قریش کا ایک قافلہ ہاتھ آ گیا۔ اس قافلہ کی

Marfat.com
Marfat.com

قیادت ''ابوالعاص'' دامادِ رسول معظم کر رہے تھے۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ وہ گرفتار نہ ہو سکے مگر بھاگ کر سیدھے مدینہ شریف پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تمام مال قبضہ میں کر لیا۔ لیکن ابوالعاص پہنچتے ہی رحمتِ دو جہاں ﷺ کی لختِ جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ میں چلے گئے۔ انہی کی سفارش پر مسلمانوں نے ان کا تمام مال واپس کر دیا۔ وہ یہ تمام مال لے کر مکہ واپس آ گئے اور لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور مسلمان ہو کر مدینہ شریف تشریف لے آئے۔

سریہ خبط:

صحیح بخاری شریف جلد دوم صفحہ 625 میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو سواروں کا ایک دستہ ماہ رجب 6ھ قریش کے ایک قافلہ کا پتہ لگانے بھیجا گیا۔ اس مہم میں خوراک کی سخت کمی تھی۔ اہلِ لشکر روزانہ ایک کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔ بعد میں کھجوروں کی کمی کی وجہ سے آدھی کھجور پر گزارہ ہوتا رہا۔ آخرکار کھجوریں ختم ہونے پر درختوں کے پتے جھاڑ کر ابال کر خوراک کی جگہ استعمال کئے جاتے تھے۔ جس سے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہونٹ اور معدے خراب ہو گئے۔ اس کے بعد صحابہ کرام روزانہ تین اونٹ ذبح کرتے اور کھاتے تھے۔ مگر سپہ سالارِ لشکرِ اسلام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے منع فرما دیا۔ پھر خدا تعالیٰ کا ایسا کرم ہوا کہ سمندر نے ایک بہت بڑی مچھلی جس کا نام ''عنبر'' تھا باہر پھینک دی۔ جس کے گوشت سے مجاہدینِ لشکرِ اسلام گزارہ کرتے تھے۔ اس مچھلی کو مجاہدین نے تقریباً پندرہ دن استعمال کیا۔ جس سے سب تندرست ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لشکر کے سپہ سالار نے مچھلی کا ایک کانٹا لیا۔ سب سے لمبے آدمی کو سب سے بڑے اونٹ پر بٹھایا۔ اور تمام لشکر کو اس کانٹے کے نیچے سے گزار دیا۔ مچھلی کا ایک ٹکڑا ہم مدینہ شریف لے آئے۔ اور رحمت دو عالم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا!

''یہ ایک رزق تھا جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے بھیجا''

اس گوشت کا کوئی حصہ تمہارے پاس ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ ہم نے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں کچھ گوشت پیش کر دیا۔

سریہ دیارِ نبی کلب:

یہ سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شعبان 6ھ کو بھیجا گیا۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے بذاتِ خود ان کو اپنے سامنے بٹھا کر دستِ مبارک سے دستار باندھی۔ اور لڑائی میں اچھی صورت اختیار کرنے کیلئے فرمایا۔ اور فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

"اگر وہ لوگ تمہاری اطاعت قبول کرلیں تو ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر لینا"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تین دن تک ان کو دعوت اسلام دی آخر کار پوری قوم اسلام لے آئی۔ پھر انہوں نے حضور رسالت مآب ﷺ کے فرمان کے مطابق ان کے سردار اصبغ کی بیٹی تماضر بنت اصبغ سے شادی کرلی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوسلمہ رضی الہ عنہ اسی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

غزوہ ذی قرد یا غزوہ غابہ:

ذی قرد ایک چشمہ ہے۔ جو مدینہ کے قریب ہے۔ اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے بیس بلغہ اونٹ یعنی ایسے اونٹ جو بچہ جننے کے قریب ہوں۔ وہ غابہ (جنگل) میں چرتے تھے۔ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی وہیں رہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر چند دن کیلئے وہاں سے چلے آئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں گزارنے کیلئے اجازت طلب کی۔ لیکن رسولِ خدا ﷺ نے بنوغطفان سے خطرے کے پیش نظر اجازت نہ دی۔ لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ نے اصرار کرکے اجازت لے لی۔ حالانکہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ بنوغطفان نے تم پر حملہ کر دیا ہے۔ اور تمہارے بیٹے کو شہید کر دیا ہے"۔

آخر کار وہی ہوا "عتبہ بن حصین فرازی" چالیس کافروں کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ اونٹ لوٹ کر لے گیا۔ اور دونوں چرواہوں کو شہید کر دیا۔ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کے بیٹے حضرت سمرہ بن ابوذرؓ کو بھی شہید کر دیا۔ اتفاق سے صبح کے وقت حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اور حضرت رباح رضی اللہ عنہ اس طرف گئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ان کے تعاقب میں گئے اور حضرت رباحؓ حضور مدنی سرکار ﷺ کو اطلاع دینے چلے گئے۔ اطلاع ملتے ہی سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا۔ یَا خَیْلَ اللّٰہِ اَذْرِکْنِیْ "اے خدا کے لشکریو! تیار ہو جاؤ"۔

اس کے بعد حضور ﷺ پانچ سو صحابہ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں حضرت ابن اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر کے روانہ ہوئے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ علَم بردار تھے۔ ادھر حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہ نے کافروں کا چلنا دشوار کر رکھا تھا۔ کیونکہ بہترین تیر انداز تھے۔ پیدل لڑتے تھے یہاں تک کہ مقابلہ کیلئے سوار کو نیچے گرا لیتے تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں۔

"حضرت رباح رضی اللہ عنہ کو اطلاع دینے کیلئے بھیجنے کے بعد ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا۔ اور بلند آواز میں پکارا "وَاصبَاحَاہ" یہ کلمہ خبر کیلئے تھا۔ شمشیر و کمان میرے پاس تھی۔ جب میں تیر برساتا تو ہر تیر پر کوئی نہ کوئی کافر

Marfat.com
Marfat.com

زخمی ہوتا ہوا گر پڑتا۔ کبھی کسی اونچی چٹان پر چڑھ کر ان پر پتھر پھینکتا تھا۔ یہاں تک وہ مجھ سے تنگ آ گئے۔ اور ہمارے پیارے رسول ﷺ کے اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے میں نے اونٹوں کو مدینہ کی طرف ہانک دیا اور تعاقب جاری رکھا آخر کار وہ اپنے تیروں اور کپڑوں کو پھینکنے لگے۔ اس طرح تیس نیزے اور تیس چادریں انہوں نے گرا دیں۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو قبیلہ فزارہ کی ایک جماعت ان کی مدد کو پہنچ گئی۔ انہوں نے میری طرف رُخ کر لیا۔ لیکن اس وقت تک مجاہدین کا لشکر رحمۃ اللعالمین ﷺ کی قیادت میں پہنچ چکا تھا۔ ان میں حضرت اخرم اسدیؓ اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ جیسے شہ سوار بھی تھے۔ اسی موقع پر سپہ سالار اعظم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا۔ ''**وَخَيْرُ فُرْسَانِهَا الْيَوْمَ ابو قَتَادَةَ**'' یعنی گھڑ سواروں میں آج سب سے بہتر ابو قتادہؓ ہیں اور **وَ خَيْرُ رِجَالِنَا سَلْمَةُ** یعنی پیدلوں میں سب سے بہتر حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہ''

وہ مزید فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں حضرت اخرم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ میں نے فوراً قاتل عبد الرحمٰن بن عتبہ کا کام تمام کر دیا۔ غروب آفتاب تک میں نے ان کا تعاقب جاری رکھا۔ اور ان کے دو گھوڑے چھین کر واپس ہوا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی اجازت سے ایک سو سواروں کو لے کر ان پر پھر حملہ آور ہوا۔ ابھی وہ بنی غطفان میں پہنچے ہی تھے کہ ہم نے حملہ کر دیا۔ وہ فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے اونٹ، بکریاں اور دیگر مال غنیمت لے کر ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ دو دِن وہاں قیام کیا اور پھر مدینہ واپس آ گئے۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۵)

دیگر سریات و غزوات:

۱۔ سریہ حضرت عکاشہ محض اسدیؓ:

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چالیس افراد کا دستہ بنی اسد کی طرف بھیجا گیا۔ بنی اسد سنتے ہی بھاگ گئے۔ ایک آدمی ہاتھ آیا۔ جس کی راہنمائی میں ان کے اونٹوں اور دیگر جانوروں تک رسائی ہوئی۔ جو مسلمان ہانک کر مدینہ شریف لے آئے۔

۲۔ سریہ زید بن حارثؓ:

یہ لشکر کشی حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی زیر کمان ہوا۔ اس کا نشانہ بنو سلیم تھا۔ جو مقام جموم پر اکٹھے تھے۔ لیکن مسلمانوں کا دبدبا اس وقت تک اتنا ہو چکا تھا کہ وہ سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ لشکر نے ان کے چند لوگ اور مویشی پکڑ لئے اور انہیں مدینہ لے آئے۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ سریہ حضرت زید بن حارثؓ دوم :

دوسری دفعہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ستر اصحاب کا ایک لشکر دے کر "عیص" کے مقام پر بھیجا۔ یہ مقام مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ حملہ قریش کے ایک کاروان پر تھا۔ اس کاروان کے پاس بہت سی چاندی اور دیگر مال واسباب تھا۔ جس پر قبضہ کرلیا گیا۔

رمضان المبارک 6ھ جب حضرت زید بن حارثؓ تجارت کی غرض سے ملک شام جا رہے تھے۔ جب وہ وادی القریٰ کے قریب پہنچے تو قبیلہ فزارہ کے چند لوگوں نے ان کا راستہ روک لیا۔ وہ تعداد میں زیادہ تھے۔ اور مسلمان کم تھے۔ انہوں نے کافی مسلمانوں کو زخمی کیا۔ اور مال بھی لوٹ لیا۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ان کی مدد کیلئے مزید کمک بھیجی جنہوں نے بنو فزارہ سے خوب بدلہ لیا اور لوٹا ہوا مال بھی واپس لے لیا۔

۳۔ یہ سریہ بھی رمضان المبارک ۶ھ کو حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اُم قرقرقہ فاطمہ بنت ربیعہ فزاریہ کی سرکوبی کیلئے بھیجا گیا۔ جو قبیلہ کی سردار تھی۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ نے اُم قرقہ کو گرفتار کیا۔ اس کے پاؤں باندھ دیئے۔ اور دو اونٹوں کے قدموں سے باندھا اونٹوں کو بھگایا۔ جس کے اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یوں اس کا انجام ہوا۔

۴۔ چوتھا سریہ بھی حضرت زید بن حارثؓ "طرف" کی طرف پندرہ مجاہدین کی قیادت میں بھیجا۔ تمام بدو مسلمانوں کی آمد پر بھاگ گئے۔ ان کے تمام اونٹ قبضہ میں کرلئے اور مدینہ لے آئے۔

ایک واقعہ:

غزوہ ذی قرد یا غزوۃ الغابۃ میں ذکر آچکا ہے۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو تو ابن حصین کے آدمیوں نے شہید کردیا۔ اور ان کی بیوی کو پکڑ کر ساتھ لے گئے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ انہیں اونٹوں کے ساتھ چوری لائے تھے۔ اسی سے باندھ کر اپنی حویلی کے صحن میں رکھتے تھے۔ ایک رات جب سب لوگ گہری نیند کے مزے لے رہے تھے۔ یہ خاتون اٹھیں اور کسی طرح رسیوں کو کاٹنے میں کامیاب ہوگئیں۔ جس اونٹ کے قریب جاتی تھیں وہ آواز نکالتا تھا۔ آخر وہ حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی اونٹنی 'عضباء' کے پاس پہنچیں یہ خاموش رہی۔ وہ اس پر سوار ہوگئیں۔ اسے ایڑ لگائی تو وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مہار کو جھٹکا دیا۔ تو وہ چل پڑی۔ جب ان لوگوں کو پتہ چلا تو پکڑنے کیلئے دوڑے لیکن 'عضباء' اتنی تیز تھی کہ وہ اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔ آخرکار وہ مدینہ پہنچ گئی۔ جب ان کا تعاقب ہو رہا تھا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر میں بسلامت مدینہ پہنچ گئی تو اس اونٹنی کو ذبح کر کے گوشت فقراء میں تقسیم کر دوں گی۔

Marfat.com
Marfat.com

جب وہ غفاری خاتون بخیریت مدینہ پہنچ گئی۔ تو سارا ماجرا رسالت مآب ﷺ کو سنایا۔ اور اپنی مَنت کے بارے میں بتایا۔

رسولِ خدا ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

"تم نے اس اونٹنی کو بہت بُرا بدلہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس پر سوار کیا اور اس کے ذریعے تمہیں نجات ملی اور تم اس کو ذبح کرنا چاہتی ہو"

آخر میں شریعت کا ایک مسئلہ بتایا۔

اِنَّهُ لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا فِیْمَا لَا تَمْلِکِیْنَ اِنَّمَا هِیَ نَاقَةٌ مِنْ اِبِلِیْ اِرْجِعِیْ اِلٰی اَهْلِکِ عَلٰی بَرَکَةِ اللّٰهِ

ترجمہ: اللہ کی نافرمانی میں جو نذر مانی جائے یا کسی ایسی چیز میں جو تمہاری ملکیت نہ ہو تو وہ نذر نا جائز ہے۔ اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں یہ میری ناقہ ہے۔ تم اسے یہاں چھوڑ و اور خود اپنے گھر چلی جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا"

سریہ کرز بن جابرؓ:

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قبیلہ عرینہ کے چند لوگ مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ لیکن وہاں کی آب وہوا انہیں موافق نہ آئی اور وہ بیمار ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے انہیں وہاں جانے کا حکم دیا جہاں بیت المال کی شیر دار اونٹنیاں چرتی تھیں اور فرمایا کہ تم ان کا بول اور دودھ پیا کرنا۔ وہ وہاں چلے گئے۔ اور ویسے ہی کیا جس طرح ان کو کہا گیا۔ اور وہ صحت مند ہو گئے۔ چند دِنوں کے بعد انہوں نے اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹنیاں لے کر بھاگ گئے۔

انہوں نے چرواہے کو آزاد کر دیا اور غلام یسار کو پکڑ لیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔ ان کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھو دیئے۔ اور اسی حالت میں انہیں پھینک دیا۔ انہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

جب اس کی اطلاع حضور پُر نور ﷺ کو ہوئی تو حضرت کرز بن جابرؓ کی قیادت میں چند مجاہدین بھیجے۔ جب کافی دن چڑھ آیا تو مجاہدین نے ان کو کفار کو گرفتار کر کے پیش کر دیا۔ حضور ﷺ کے حکم پر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیری گئیں۔ انہیں دھوپ میں پھینک دیا گیا وہ پانی کی طلب کرتے لیکن پانی نہ دیا گیا۔ (طبقات ابن سعدؒ)

Marfat.com
Marfat.com

سریہ بسوئے فدک:

بنو سعد بن بکر کا قبیلہ فدک کے علاقہ میں آباد تھا۔ ان کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ لشکر جمع کر رہے ہیں۔ تاکہ یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف امداد کریں۔ نبی مکرم ﷺ نے اس فتنہ کو دبانے کیلئے سیدنا حضرت علی شیرِ خداؓ کو سو مجاہدین کا دستہ دے کر ان کی گوشمالی کیلئے روانہ کیا۔

آپؓ کا معمول تھا۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام کرتے تھے۔ فدک اور خیبر کے درمیان غبن نامی ایک چشمہ پر پہنچے تو انہیں ایک آدمی ملا اس سے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں اپنے گمشدہ جانور تلاش کر رہا ہوں۔

اسے پوچھا گیا۔ ''بتاؤ بنو سعد نے جو لشکر اکٹھا کیا ہے وہ کہاں ہے؟''

اس نے کہا ''مجھے کوئی علم نہیں''

مسلمانوں نے جب اس پر سختی کی تو اس نے اعتراف کر لیا۔ کہ میں بنو سعد کا جاسوس ہوں۔

''مجھے انہوں نے خیبر بھیجا تھا تاکہ میں یہودیوں سے شرائط طے کروں جن کی بنیاد پر بنو سعد ان کی امداد کر سکتے ہیں''

مسلمانوں نے پھر پوچھا۔ ''بتاؤ بنو سعد نے لشکر کہاں اکٹھا کیا ہوا ہے؟''

جاسوس نے کہا۔

جب میں خیبر گیا تھا تو اس وقت ان کے پاس دو سو آدمی جمع ہو چکے تھے۔

جاسوس نے کہا۔ مجھے جان کی امان دو۔ میں تمہیں وہاں لے چلتا ہوں۔

مسلمان مجاہدین۔ اگر تم نے ہماری صحیح راہنمائی کی تو تجھے امان ہے۔

جاسوس بولا۔ مجھے منظور ہے۔

وہ مسلمانوں کو لے کر ایک ہموار میدان میں گیا۔ جہاں بہت سے اونٹ اور بکریاں چر رہی تھیں۔ اس نے کہا یہ ہیں ان کے اونٹ اور بکریاں اب مجھے جانے دیجئے۔

مسلمانوں نے کہا جب تک ہم ان کے لشکر تک نہ پہنچیں گے۔ تجھے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ اس جگہ پر لے گیا جہاں ان کا لشکر اکٹھا ہو رہا تھا۔ اسے چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہاں سے سب بھاگ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بنو سعد کے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں ہانک کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہود کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف بنو سعد کو جرأت نہ ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

(السیرۃ النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۶۲)

سریہ عبد اللہ بن رواحہ ؓ:

یہ سریہ بھی اسی سال بطرف خیبر بھیجا گیا۔اس سریہ میں تین مجاہد تھے اور انکے کماندار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔اہلِ خیبر یہود نے ابورافع سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے بعد''اسیر بن رزم ''یہودی کو اپنا سردار بنالیا۔وہ بنوغطفان اور دیگر قبائل میں گشت کرتا رہتا اور ان کو مدینہ پر حملہ کی ترغیب دیتا تھا۔جب اس بات کا علم حضور رحمت عالم ﷺ کو ہوا انہوں تین مجاہد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس کا خاتمہ کرنے کیلئے بھیجا۔

جب وہ تینوں وہاں پہنچے تو اسیر بن رزم کو کہا کہ ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔تاکہ تمہیں اس قوم کا سردار بنا دیا جائے۔وہ لالچ میں آگیا۔اس نے تین یہودیوں کو ساتھ لیا تو ساتھ چل پڑا۔جب وہ موضع ''قرقرۃ'' میں پہنچے تو مسلمان لشکر نے اس کو قتل کر دیا اور خود مدینہ چلے آئے۔اصل واقعہ یوں ہے کہ اسیر بن رزم جو حضرت عبداللہ بن روحہؓ کے ساتھ ان کے پیچھے سوار تھا۔اس نے اپنی تلوار حضرت عبداللہؓ کو چھودی۔اس پر انہیں قتل کر دیا گیا۔

اُمِ رومان رضی اللہ عنہما کی وفات:

اسی سال ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ حضرت اُمِ رومانؓ نے رحلت فرمائی۔خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان کے بطن سے ایک صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ اور ایک صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔جب ان کی قبر تیار ہوگئی تو حضور رسالت مآب ﷺ خود تشریف لے گئے اور قبر میں قدم رنجہ فرمایا۔اور ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلیٰ امْرَاَۃٍ مِنَ الْحُورِ الْعِینَ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ ھٰذِہٖ

جو شخص حوروں میں کسی خاتون کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ ان کی زیارت کرلے۔

عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی مکہ روانگی:

مکہ کے سردار ابوسفیان نے بعد از خندق مدینہ شریف میں ایک شخص بھیجا تاکہ وہ موقعہ پاکر رسالت مآب ﷺ کو قتل (نعوذ باللہ) کردے۔لیکن وہ زیارت رسول ﷺ میں اس قدر مگن ہوا کہ مسلمان ہوگیا۔

مسلمانوں نے بھی باہمی مشاورت سے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے قتل کیلئے مکہ بھیجا۔وہ جب مکہ پہنچے تو ایک رات طواف کعبہ میں مصروف تھے کہ انہیں معاویہ بن ابوسفیان نے دیکھ لیا۔جس سے

Marfat.com
Marfat.com

قریش میں انکی موجودگی کی خبر ہوگئی۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ عمرو بن امیہ مکہ میں داخل ہو گیا ہے۔ اس سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ چھپ کر قتل کرنے میں بڑا ماہر تھا۔ ان کے ساتھ حضرت سلمہ بن ابی اسلم بھی تھے۔ وہ فوراً مدینہ واپس چلے آئے۔ مگر حضرت عمرو بن امیہ گھاٹیوں میں چھپ گئے۔ اور اسی دوران عثمان بن مالک کو قتل بھی کر دیا۔ اس کی چیخ سے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ لہذا وہ ایک غار میں چھپ گئے۔ وہاں غار میں ایک آنکھ والا آدمی پہلے موجود تھا جو کافر تھا۔ جو اپنی بکریوں کو سایہ میں لے آیا تھا۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

فَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَا دُمْتُ حَيًّا   وَلَسْتُ اُدِيْنُ دِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: میں جب تک زندہ ہوں مسلمان نہ ہوں گا۔ بلکہ مسلمانوں کے دین کو اختیار نہ کروں گا۔ بلکہ وہ بد بخت رسولِ خدا ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتا تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بینا آنکھ پر کمان کی نوک رکھ کر اس قدر زور سے دبایا کہ یہ اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔ اور وہ مر گیا۔ اس کے بعد جب میں غار سے باہر آیا۔ تو کفار کے جاسوس ملے ان میں ایک کو میں نے تیر مار کر قتل کر دیا۔ دوسرا بھاگ گیا۔ میں فوراً مدینہ شریف بحفاظت پہنچ گیا۔ میں جتنی دیر زندہ رہا اس پر افسوس کرتا رہا کہ ابوسفیان کو قتل نہ کر سکا

موسلا دھار بارش:

ارباب سیر کے مطابق ہجرت کے چھٹے ہی سال رمضان المبارک ہی میں مدینہ میں قحط سالی تھی۔ لوگوں نے حضور سرورِ عالم ﷺ سے بارش کی دعا کیلئے عرض کیا۔

جمعۃ المبارک کے روز مسجدِ نبوی میں خطبہ کے دوران حضور رسالت مآب ﷺ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند فرمائے اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا ، اَللّٰھُمَّ اسْقِيْنَا، اَللّٰھُمَّ اسْقِيْنَا ، اَللّٰھُمَّ اسْقِيْنَا

چار بار فرمایا۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ خطبہ جمعہ کے دوران ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ!

هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ لَنَا

یارسول اللہ ﷺ! مال ہلاک ہو گیا۔ بچے بھوکے مر رہے ہیں ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ تو رسولِ خدا ﷺ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے ابھی ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے۔ کہ پہاڑوں کی مانند بادل آئے اور برسنا شروع کر دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

اور دوسرے جمعۃ المبارک تک برستی رہی۔ دوسرے جمعہ کو وہی اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کی۔

هَدَمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ

مکان گر گئے مال غرق ہو گیا۔ حضور سرورِ کون و مکان ﷺ نے تبسم فرمایا اور دعا فرمائی۔

اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

اے اللہ! ہمارے گرد بارش برسا ہم پر نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور ﷺ کی انگشتِ مبارک اُٹھی اور بادل چھٹک گیا۔ لیکن اردگرد کی وادیوں پر برستا رہا۔ اور ایک ماہ تک بارش ہوتی رہی۔ جس نواح سے بھی کوئی آتا وہ بارش کی خبر دیتا تھا۔

عمرہ شریف کا ارادہ:

ماہ ذی قعد 6ھ کو مدینہ پاک میں حضور رسالت مآب ﷺ نے خواب دیکھا۔ کہ آپ ﷺ مع اپنے اصحاب مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اس کی کنجی لی۔ کچھ اصحاب سے سَر منڈوائے اور کچھ نے صرف بال کٹوائے۔ اس خواب کی اطلاع خاتم الانبیاء ﷺ نے اصحاب کو ہوئی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی۔ کیونکہ مدینہ شریف کے مہاجرین اور انصار کو زیارت کعبہ کی بہت بڑی خواہش تھی۔ اس خواہش کا اظہار وہ اکثر رسالت مآب ﷺ سے بھی کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ انہیں صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور یقین دلاتے کہ عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب یہ ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اور تم بڑی آزادی سے حج وعمرہ کے ارکان ادا کر سکو گے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اپنا خواب صحابہ کرام کو سُنایا تو وہ مچل اٹھے۔ کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ نبی ﷺ کا خواب محض خواب نہیں ہوتا۔ حقیقت ہوتی ہے۔

روانگی:

روانگی سے قبل حتمی مرتبت ﷺ نے گردو پیش کی آبادیوں میں اعلان فرمایا۔ تا کہ کثیر تعداد میں لوگوں کو دیکھ کر اہلِ قریش مکہ میں مزاحمت نہ کر سکیں۔ بنو بکر، بنو مزینہ اور بنو جہینہ کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اپنی مصروفیت کا بہانہ بنا کر معذرت کر لی۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ اور یکم ذی قعدہ کو روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ جو سوئے حرم روانہ ہوا اس میں چودہ یا پندرہ سو نفوس قدسیہ تھے۔ حضور ﷺ اپنی

Marfat.com
Marfat.com

ناقہ ''قصویٰ'' پر سوار تھے۔ ستر (70) اونٹ برائے قربانی ساتھ تھے۔ ان کے گلوں میں قلادے ڈالے گئے تھے تا کہ پہچان ہو سکے۔ کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔

یہ کاروانِ مقدسہ جب مدینہ شریف سے چھ میل دور مقام ''ذوالحلیفہ'' پہنچا تو عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے پہلے دو رکعت نفل پڑھیں مسجد کے دروازے سے ناقہ پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی اُٹھی اور اس کا رُخ قبلہ کی طرف ہوا تو آپؐ نے نیت باندھ لی۔ تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ سفر سوئے بیت اللہ شریف ہے۔ پھر تلبیہ کہی۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ

اکثر صحابہ نے یہاں سے ہی احرام باندھا۔ اور بعض نے **جُحفہ** کے مقام پر احرام باندھا۔ ان کے پاس صرف سفری ہتھیار تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ تھا۔

ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے ساتھ سفر کا شرف حاصل تھا۔ ان کے علاوہ چند اور معزز خواتین جن میں حضرت اُم عمارہؓ اسماء بنتِ عمرو اور اُم عامر الدشہلیہ خصوصاً ساتھ تھیں۔

بنوخزاعہ کی دلی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ تھیں۔ سرورِ عالم ﷺ نے یہاں سے اسی قبیلہ کے ایک شخص بشر بن سفیان کو بھیجا کہ وہ مکہ میں جائے اور وہاں کے حالات کا پورا جائزہ لے۔ نیز مہاجرین اور انصار پر مشتمل بیس افراد کا ایک دستہ تیار فرمایا۔ جس کی قیادت حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ اور انہیں قافلہ مسلم کے آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ جحفہ کے مقام پر قیام فرمایا اور وہاں ایک خطبہ دیا اور فرمایا۔

اِنِّیْ کَائِنٌ لَکُمْ فَرَطاً قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا اَبَداً کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

ترجمہ: میں تمہارا پیشرو ہوں اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

جب حضرت بشرؓ بن سفیان واپس آئے تو انہوں نے اطلاع دی کہ

''میں نے قبیلہ بنو کعب بن لوی کو اس حالت میں چھوڑا کہ وہ قبائل کو اکٹھا کرتے تھے کہ آپ ﷺ پر حملہ

Marfat.com
Marfat.com

کر دیں"۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے اصحاب کو اکٹھا کیا ان سے مشورہ طلب کیا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ وَلَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ اَحَدٍ وَّ نَرٰى اَنْ نَّمْضِىَ بِوَجْهِنَا فَمَنْ صَدَّنَا عَنِ الْبَيْتِ قَاتَلْنَاهُ

"اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ یارسول اللہ! ہم عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم جس مقصد کیلئے آئے ہیں اسی طرف رواں دواں رہیں۔ جس نے ہمیں بیت اللہ شریف کے طواف سے روکا ہم اس کے ساتھ جنگ کریں گے۔"

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

فَسِيْرُوْا عَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ

اللہ کا نام لے کر روانہ ہو چلو۔

ادھر کفارِ قریش کو جب رسولِ اکرم ﷺ کی آمد کا پتہ چلا تو انہوں نے "دارالندوہ" میں مجلسِ شوریٰ کا انعقاد کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو بیت اللہ شریف میں داخلہ سے روکا جائے۔ بنی کعب کے ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی بتایا کہ خالد بن ولید دو سو سواروں کے ساتھ "کراع الغمیم" میں تیار بیٹھا ہے۔

راستے کی تبدیلی:

جب رسولِ کائنات ﷺ کو علم ہوا کہ مکہ کے مرکزی راستہ پر خالد بن ولید اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ تو مسلمانوں کو راستہ بدلنے کا حکم ہوا۔ ایک شخص کی راہنمائی میں دوسرے پُر پیچ راستہ جو گھاٹیوں سے ہو کر جاتا تھا روانہ ہوئے جب خالد بن ولید کو علم ہوا تو وہ گھوڑے پر بیٹھ کر مکہ پہنچا اور سردارانِ قریش کو نئی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

ادھر رسولِ اکرم ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ جب مسلمان مقام "ثنیۃ المرار" پر پہنچے تو "قصویٰ" بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد پھر چل پڑی۔

اس کے بعد حضور سرورِ عالم ﷺ نے پھر سفر جاری رکھا۔ آخر کار اقصائے حدیبیہ میں ایک چشمہ پر نزول

Marfat.com
Marfat.com

فرمایا۔ اس چشمہ میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ جو بہت جلد ختم ہو گیا۔ لوگوں نے شکایت کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اصحاب سے فرمایا۔

''اس تیر کو اس چشمہ میں ڈال دیں''

ایسا ہی کیا گیا۔

اس کے بعد اس چشمہ کا پانی اُبل آیا اور تمام اصحاب آسودہ ہو گئے۔

قریش کی طرف سے ایلچیوں کی آمد:

۱۔ بُدیل بن ورقاء خزاعی:۔

یہ بنو خزاعہ کا سردار تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

''میں نے کعب بن لوی کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ وہ آپ سے لڑنے اور بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتا ہے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''ہم کسی سے لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ بلکہ صرف زیارتِ کعبہ کیلئے آئے ہیں۔ ہاں اگر قریش نے رکاوٹ کی تو اس کا انجام بہت بُرا ہو گا''۔

بُدیل واپس چلا گیا۔ یہ تمام اہلِ قریش کے گوش گزار کیا۔ لیکن انہوں نے یقین نہ کیا۔

۲۔ مکرز بن حفص:۔

اس کے بعد قریش نے مکرز بن حفص کو بھیجا۔ اس کو دیکھتے ہی حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''یہ بدعہد آدمی ہے''

لیکن پھر بھی رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اس کے سامنے بھی وہی بات دوھرائی جو بدیل سے کی تھی۔

۳۔ احلیس بن علقمہ:۔

پھر قریش نے حلیس بن علقمہ کو بھیجا جو رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے کیلئے جب رسالت مآب ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ تو صحابہ کرام سے کہا۔

''یہ فلاں شخص ہے جو قریش کے سرداروں میں سے ہے۔ اس کو قربانی کے جانور دکھائے جائیں''

تکمیلِ ارشاد کے لئے اصحاب پہلے ہی کھڑے تھے۔ انہوں نے فوراً قربانی کے جانور دکھائے۔ اور اس

Marfat.com
Marfat.com

کے ساتھ ہی اصحاب رسولؐ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پڑھ رہے تھے۔

جب اس نے یہ کیفیت دیکھی تو ''سبحان اللہ'' پڑھا اور کہا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ شریف کی زیارت سے روکنا مناسب نہیں۔ جب حلیس بن علقمہ قریش کے پاس گیا۔ تو کہنے لگا۔

وہ لوگ صرف عمرہ وزیارت کیلئے آئے ہیں۔ ان کو روکنا مناسب نہیں۔

اس پر قریش اور حلیس کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی۔

٤۔ عروہ بن مسعود ثقفی:۔

حلیس بن علقمہ اور قریش کے درمیان گفتگو کے دوران عروہ بن مسعود موجود تھا۔ اس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا میں خود جاتا ہوں۔ اور مسلمانوں سے مذاکرات کرتا ہوں۔ جب حضور رسالت مآب ﷺ کے پاس پہنچے تو گفتگو کا آغاز کیا۔ تو رسولِ برحق ﷺ نے وہی بات کی جو بدیل اور مکرز سے کی تھی۔ اس پر عروہ نے کہا۔

''مکہ آپؐ کی قوم کا مرکز ہے۔ اگر آپؐ ان آوارہ منش لوگوں کی فوج اکٹھی کر کے اس پر حملہ کر کے ان کو ویران کر دیں گے۔ اور یہاں کے باشندوں میں قتل وغارت کا بازار گرم کر دیں گے۔ تو یہ داغ کبھی نہیں مٹے گا۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو آپؐ کے ساتھی تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی باتیں سُن رہے تھے۔ جب آخری بات سُنی تو برداشت نہ کر سکے اور کڑک کر بولے۔

''اولاتا کے غلیظ چیتھڑے کو چومنے والے! تم نے کیا کہا۔ ہم حضورؐ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے''

عروہ نے یہ سُنا تو ہکا بکا رہ گیا۔

دوران گفتگو کبھی کبھی حضور پُر نور ﷺ کی ریش مبارک تک ہاتھ لے جاتا تھا۔ پاس مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ جو بار بار عروہ کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے تھے۔ اور کہتے۔

''اب اگر تم نے ہاتھ لگایا تو واپس نہ جائے گا''

عروہ بولا۔

مَا اَفْظَکَ وَاَغْلَظَکَ

تم کتنے کرخت مزاج اور سخت کلام ہو۔

حضور ﷺ سے پوچھا۔ ''یہ کون ہے؟''

فرمایا ''یہ تیرا بھتیجا مغیرہ ہے''

Marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد عروہ واپس ہوا۔تو قریش سے بولا۔

''اے قوم نجد! واللہ! میں نے قیصر و کسریٰ کے درباروں کو بھی دیکھا ہے۔مگر جتنی تعظیم محمد ﷺ کی اس کے ساتھی کرتے ہیں۔کسی بادشاہ کی بھی نہیں دیکھی۔جب کبھی وہ کھانستے تو ہر کوئی بھاگتا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا لعاب مبارک پالیں۔جب وہ وضو فرماتے تو وضو کے پانی کیلئے بھاگتے۔جب وہ بات کرتے تو تمام لوگ اپنی آوازیں پست کر لیتے۔فرطِ تعظیم سے بھرپور نظر سے نہ دیکھتے۔انہوں نے تمہیں اچھی تجویز دی ہے قبول کرلو''

اس پر اہل قریش مشتعل ہو گئے۔اور عروہ بن مسعود ثقفی کو بُرا بھلا کہا۔

عروہ بن مسعود نے کہا کہ اطاعت کشی، جان نثاری، خلوص اور محبت کے ایسے دلکش مناظر دیکھے ہیں وہ کسی شاہی دربار میں بھی دکھائی نہیں دیئے۔اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مشکل کے وقت مسلمان اپنے نبی اکرم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔میں نے حقیقت حال سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔اب جو مناسب سمجھو کرو۔

اھلِ قریش کے جنگ باز نوجوان:

قریش نے مسلمانوں کے خلاف جو روش اختیار کر رکھی تھی۔انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ جزیرہ عرب کے طول و عرض میں اس کا ردِ عمل ان کے خلاف ہوگا اور دیگر لوگ یہ سمجھنے لگیں گے کہ کعبہ صرف قریش ہی کی ملکیت ہے۔ان کو یہ اختیار ہے جس کو چاہیں وہاں آنے دیں اور جس کو چاہیں وہاں آنے سے روک دیں۔قریش کوشش کر رہے تھے کہ مسلمان کسی اشتعال میں آکر خود حملہ آور ہو جائیں لہذا نت نئی سازش کرتے تھے۔

۱۔ اس موقع پر قریش کے چند نوجوان لوگوں نے سازش کر کے رخنہ اندازی کا منصوبہ بنایا۔منصوبہ کے تحت رات کے وقت مسلمانوں کے کیمپ میں گھس گئے۔یہ تعداد میں ستر یا اسی تھے۔جب وہ جبل تنعیم سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں داخل ہوئے تو اسلامی پہرے داروں کے کمانڈر حضرت محمد بن سلمیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔جنہوں نے صلح کی خاطر معاف فرما دیا۔اسی پر ارشادِ خداوندی ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ

ترجمہ: وہی ہے جس نے بطن مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روکے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روکے اس کے بعد تم اُن پر قابو پا چکے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

۲۔ ایک روز مسلمان صبح کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھے۔ تنعیم کی طرف سے اسی آدمیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے ان سب کو بھی گرفتار کر لیا۔ اور حضور رسالت مآب ﷺ نے ان کو روک دیا۔ یوں قریش کی دوسری سازش بھی ناکام ہو گئی۔

حالات روز بروز بگڑ رہے تھے۔ اہلِ مکہ نے جتنے بھی سفیر بھیجے مسلمانوں کی نیک نیت کے بارے میں خود تو مطمئن ہو کر آتے مگر اہلِ قریش کو مطمئن نہ کر سکے۔

حضرت عثمانؓ کی سفارت:

سفیروں کا تبادلہ پہلے قریش کی طرف سے شروع ہوا جو ناکام ہو گیا۔ اہلِ قریش نے ہی اپنے سفیروں کی بات نہ مانی۔ قریش میں شقاوت بڑھتی ہی گئی۔ اس کے بعد حضور سرورِ عالم ﷺ نے بھی سوچا کہ اپنی طرف سے کوئی سفیر بھیجا جائے۔

پہلا سفیر:۔ اس مقصد کیلئے سب سے پہلے بنو خزاعہ کے فرد حضرت حراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ انہیں نشان زدہ ایک اونٹ بھی دیا۔ تاکہ قریش کو یقین آ جائے کہ مسلمان صرف ادائیگی عمرہ کیلئے آئے ہیں۔ جب وہ مکہ میں اہلِ قریش کے پاس پہنچے تو وہ ان کے اونٹ کے درپے ہو گئے۔ بلکہ حملہ آور بھی ہوئے۔ مگر ان کی قوم نے ان کو بچا لیا۔

۲۔ اس کے بعد حضور خاتم النبین ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! میرے دل میں مشرکین مکہ کے بارے میں جو بغض و عداوت ہے۔ وہ اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ میرے خاندان بنی عدی کا کوئی فرد مکہ میں نہیں ہے۔ جو آڑے وقت میں میری مدد کرے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجیں۔ ان کے خاندان کے کافر افراد وہاں موجود ہیں۔ اور وہ اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ ان پر کوئی دست درازی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا''۔

حضور سرورِ انبیاء ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔

(''وہ اپنی ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر و رسوخ کے باعث اہلِ مکہ کی غلط فہمیاں دور کریں۔ اور قریش کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو طواف و زیارت کعبہ سے نہ روکیں۔ اس کے علاوہ فرمایا۔ وہاں جو

Marfat.com
Marfat.com

مسلمان مرد اور خواتین بے کسی اور مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان سے ملاقات کریں۔ اور انہیں خوشخبری سنائیں کہ ان کی مظلومیت اور مقہوریت کے دن ختم ہونے والے ہیں مکہ عنقریب فتح ہوگا۔ اور دینِ حقہ کو غلبہ ہو گا'')

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضورِ سرورِ کونین ﷺ کے حکم کے تحت اہلِ قریش کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مقام ''صلاح'' پر مشرکین مکہ سے ملے۔ اور حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ مگر قریش اپنی جہالت وتعصب پر اڑے رہے۔ اور کہا کہ اس بات کا کوئی احتمال نہیں کہ مکہ کے اندر مسلمانوں کو اور خود رسولِ خدا ﷺ کو داخل ہونے دیا جائے۔ اس کے بعد ابان بن سعید بن العاص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر بٹھایا۔ اور خود پیچھے بیٹھ گیا۔ اور بذاتِ خود جا کر ابوسفیان کے ساتھ بات چیت کریں۔

بلکہ ابوسفیان نے کہا! اے عثمان رضی اللہ عنہ

اگر تم چاہو اور اٹھو طواف کرلو۔

حضرت عثمان نے فرمایا۔

(''خدا کی قسم! میں اس وقت تک طواف زیارت نہیں کرسکتا جب تک خود رسول اللہ ﷺ نہ کرلیں''۔)

اس پر غصہ میں آ کر قریش نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔

اور واپسی کی اجازت نہ دی۔ جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ علیہ عنہ کی مدتِ اقامت دراز ہوئی تو یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس خبر پر حضور سرورِ دوعالم ﷺ کو بہت ملال ہوا۔ ایک درخت سے پشت مبارک لگا کر بیٹھے تھے۔ وہاں ہی صحابہ کرام رضوان اللہ سے ثابت قدم رہنے پر بیعت کی اور اگر جنگ کرنا پڑی تو منہ نہ موڑیں گے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْیُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر راضی ہوگیا۔ جب وہ درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کرتے تھے۔

اس بیعت کو'' بیعتِ رضوان '' کہتے ہیں۔ اس بیعت میں حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا'' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کو یقین تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں ہوا۔ وہ زندہ ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد تمام اصحاب رسول رضوان اللہ عنہم نے رسالتِ مآب ﷺ کے دستِ مبارک پر حضرت ذوالنورین ؓ کیلئے بیعت کی۔ جب اس بیعت کا علم کفارِ قریش کو ہوا تو وہ پریشان ہو گئے۔ اور سمجھ گئے کہ مسلمان تو جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا صلح کی بات چلائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خطیب سہیل بن عمرو کو مذاکرات کرنے کیلئے بھیجا ساتھ کرز بن حفص بھی تھا۔ جس کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''کرز فاجر ہے'' لیکن جب سہیل بن عمرو کو دیکھا تو فرمایا۔

''قَدْ سَهُلَ لَكُمْ اَمْرُكُمْ''

(اب تمہارا کام آسان ہو گیا ہے۔)

سہیل بن عمرو نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں گفتگو کا آغاز کیا اور کہا۔

''اے محمد ﷺ! ہماری ایک جماعت آپ ﷺ کی قید میں ہے۔ اسے رہائی دیں۔''

اس پر حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا۔

''تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے دس ساتھیوں کو مکہ میں گھیر رکھا ہے۔ ان کو واپس بھیج دو تا کہ میں بھی تمہارے پچاس قیدیوں کو رہائی دے دوں''۔

اس پر سہیل بن عمرو نے ابوسفیان کو پیغام بھیجا کہ تم حضرت عثمان ؓ اور دیگر مسلمانوں کو واپس بھیج دو تا کہ گفتگو ہو سکے۔ اسی وقت حضرت عثمان ؓ اور دیگر اصحاب واپس آ گئے۔ تو حضرت محمد ﷺ نے بھی قریش کے پچاس آدمیوں کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد صلح وصفائی کے مذاکرات کا آغاز ہوا۔

صلح نامہ حدیبیہ:

صلح کیلئے سلسلہ کلام کافی دیر تک جاری رہا۔ اثنائے کلام میں آوازیں بلند و پست ہوتی رہیں۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے سہیل بن عمرو سے کہا کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں بلند آواز نہ نکال، تمام صحابہ کرام حضور سرور عالم ﷺ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ طویل گفتگو کے بعد جن چند شرائط پر اتفاق رائے ہوا ان کو ضبط تحریر میں لانے کیلئے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا مگر سہیل بن عمرو نے کہا ''نہیں صلح نامہ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی علی ؓ لکھیں گے''۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم ہوا۔ اور فرمایا لکھو۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سہیل تڑپ اُٹھا اور کہا۔ ہم رحمٰن کو نہیں مانتے وہ لکھو جو ہم لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں کو اس تجویز پر سخت

Marfat.com
Marfat.com

حدیبیہ

بیعت رضوان (ذی القعدہ 6ھ)

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔" (الفتح 18/48)

× حدیبیہ کا مقام

• میقات کی علامت

☽ آغاز حرم کی علامت

حرم مکی کی حدود

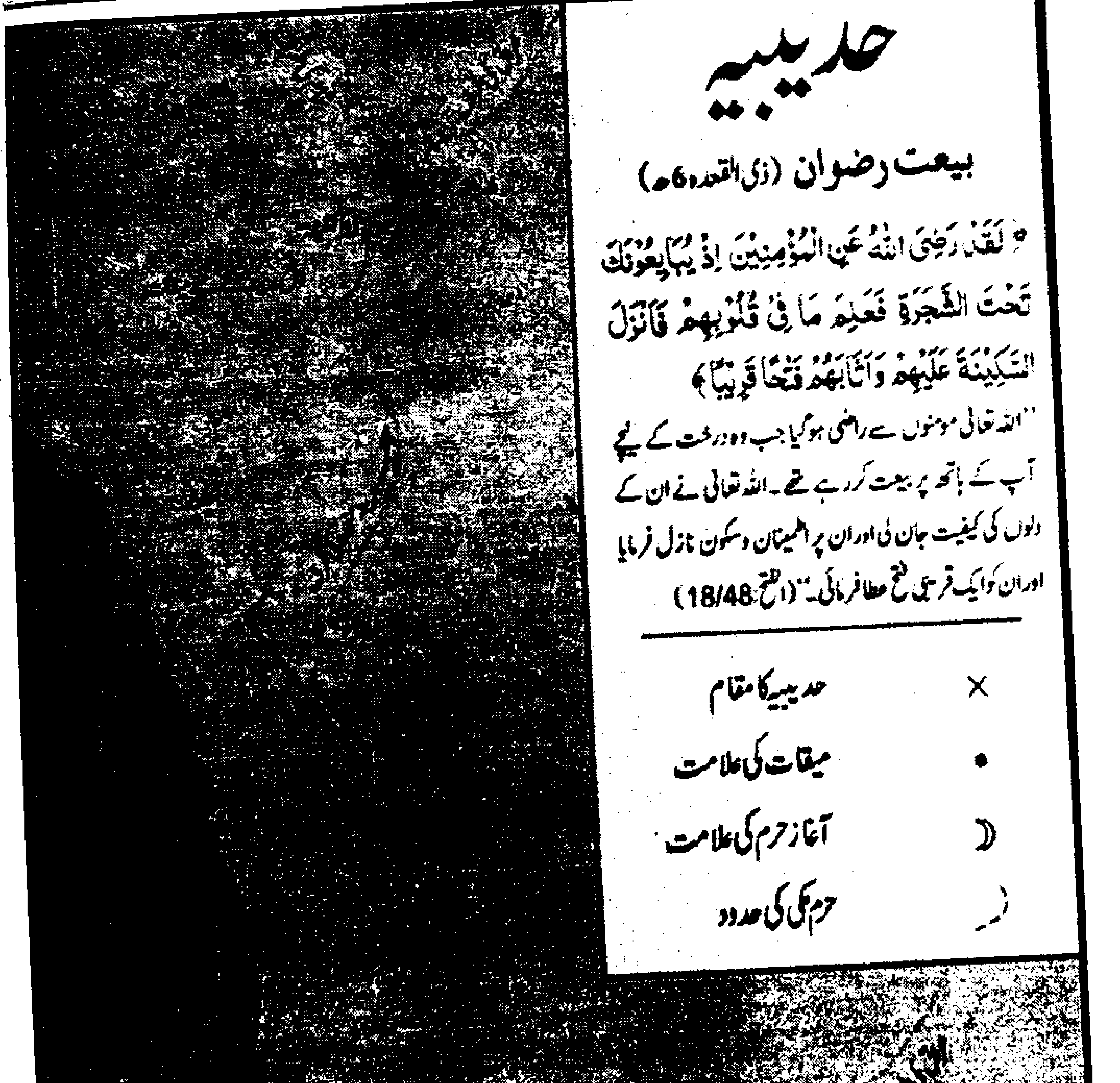

Marfat.com
Marfat.com

ناگواری ہوئی۔لیکن امن وسلامتی والے نبی ﷺ نے فرمایا لکھو "بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ.
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان رسول ﷺ کے حکم کے مطابق یہی لکھا۔
اس کے بعد فرمایا لکھو۔

هٰذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ یہی تو اصل جھگڑا ہے۔اگر ہم آپ ﷺ کو رسول مان لیتے تو تمام جھگڑا ہی ختم ہو جاتا۔اس پر تمام صحابہ کرام بھڑک اُٹھے۔تلخ کلامی بھی ہوئی۔آوازیں بھی بلند ہوئیں۔مگر حضور رسالت مآب ﷺ نے سب کو خاموش کرادیا۔سہیل "مویطب" اور "مکرز" ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے۔

مَا رَأَيْتُ قَوْماً اَحْوَطَ لِدِيْنِهِمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ

ترجمہ: میں نے کسی قوم کو دین کے بارے میں اتنا شدت پسند نہیں دیکھا،
اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لکھو۔

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدُ اللّٰهِ فَاكْتُبْ

میں محمد بن عبداللہ ہی ہوں۔

اس سے قبل صلح نامہ کے مصنف حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھ چکے تھے۔

فرطِ محبت وعقیدت سے وہ یہ الفاظ مٹانا گوارا نہ فرماتے تھے۔تو خود حضور پُر نور محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ الفاظ کاٹ دیئے۔

سہیل بن عمرو سفیر قریش کی یہ زیادتیاں دیکھ کر مسلمان پیچ وتاب کھا رہے تھے۔مگر احترام رسالت میں خاموش تھے۔

شرائط:

☆ فریقین دس سال تک جنگ بندی اور صلح رکھیں گے۔

☆ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے۔اگلے سال زیارتِ کعبہ کیلئے آئیں۔صرف نیام شدہ تلواروں کے ساتھ تین دن قیام کریں۔

☆ قبائل عرب کو آزادی ہوگی کہ وہ فریقین معاہدہ میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ تعلق قائم

Marfat.com
Marfat.com

کرے۔

☆ قریش کے تجارتی قافلے اگر مدینہ کے قریب سے گزریں تو ان کو تحفظ ہوگا۔

☆ قریش کا کوئی آدمی بلا اجازت مدینہ چلا جائے تو وہ واپس ہوگا۔ اور اگر مسلمان مکہ میں آجائے تو وہ واپس نہ کیا جائیگا۔

مسلمان ان سخت شرائط پر صلح ہونے پر بہت غصہ سے بپھرے ہوئے تھے۔ خصوصاً آخری شرط بہت سخت تھی۔ جب یہ شرائط تحریر نہ ہوئی تھیں۔ صرف طے ہو چکی تھیں۔ تو مکہ سے ''ابو جندل'' جو کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا تھا۔ مسلمان ہو چکا تھا۔ اور اذیتیں برداشت کر رہا تھا۔ بیڑیاں پہنے ہوئے حدیبیہ کے مقام پر حاضر ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ان ظالموں سے بچایئے''۔

لیکن سہیل نے فوراً مداخلت کی اور کہا معاہدہ کے مطابق یہی پہلا شخص ہے جس کو واپس کرنا ہوگا۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔

ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے لہٰذا ابو جندل کو اس معاہدہ سے مستثنٰی رہنے دو۔

لیکن سہیل بن عمرو اپنے موقف پر ڈٹا ہوا تھا۔ آخر کار رسول اکرم ﷺ نے بھی ابو جندل رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے اس کے باپ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کیلئے اتنا رقت آمیز منظر نہ دیکھا گیا۔ اور وہ بھی اس وقت جب مسلمان کفار پر اپنا رعب جما چکے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ معاہدہ پر مجبور ہوئے۔ مگر فرمانِ رسول ہاشمی ﷺ کی وجہ سے خاموش تھے۔ مسلمانوں کا اضطراب اس وقت صبر کی آخری حد چھو رہا تھا۔

اس معاہدہ امن پر حضور سرورِ عالم ﷺ کی طرف سے سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ، سیدنا عمر خطابؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے دستخط کیے۔

اور کفار کی طرف سے حویطب بن عبد العزیٰ۔ مکرز بن حفص، نے دستخط کیے۔

اس معاہدہ کی اصل سرکارِ دو عالم ﷺ کے پاس رہی اور ایک نقل سہیل بن عمرو سفیر قریش کو دے دی گئی۔

جب معاہدہ کی شق نمبر 3 کا پتہ چلا تو مکہ کے گرد و نواح قبائل نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور بنو خزاعہ نے فوراً اعلان کر دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

نَحْنُ نَدْخُلُ فِیْ عَهْدِ مُحَمَّدٍ وَّعَقْدِہٖ

ہم محمد ﷺ کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ کرتے ہیں۔اور ساتھ ہی بنو بکر نے کہا کہ ہم قریش کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔

معاہدہ کی ان سخت شرائط جو کہ ظاہری طور پر مسلمانوں کو محسوس ہوتا تھا کہ یہ کفارِ قریش کی بالا دستی ہے۔ لیکن رسولِ اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق نہایت ضبط کیے ہوئے تھے۔مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کب ضبط کرنے والے تھے۔رسولِ اکرم ﷺ سے گفتگو کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور گفتگو کا آغاز یوں کیا۔

حضرت عمرؓ: یَا اَبَا بَکْرٍ اَلَیْسَ هٰذَا بَنِیُّ اللّٰهِ حَقًّا؟

ترجمہ: اے ابوبکرؓ! کیا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟

حضرت صدیق اکبر: قَالَ بَلٰی

ترجمہ: بے شک وہ سچے نبی ہوں

حضرت فاروقِ اعظم: اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ وَهُمْ عَلَی الْبَاطِلِ

ترجمہ: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں۔

اَلَیْسَ قَتْلَانَا فِی الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِی النَّارِ

کیا ہمارے مقتول جنت میں نہیں۔کیا ان کے مقتول دوزخ میں نہیں۔

صدیق اکبرؓ: قَالَ بَلٰی

ترجمہ: بے شک ایسا ہی ہے۔

فاروقِ اعظمؓ: مَعَلَامَ نُعْطِی الدَّنِیَّةَ فِی دِیْنِنَا وَتَرْجِعُ وَلَمْ یَهْکُمِ اللّٰهُ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ

پھر ہم دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔اور عمرہ کے بغیر لوٹ جائیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ہمارے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا۔

صدیقِ اکبر لب کشائی فرماتے ہیں۔

اَیُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَیْسَ یَعْصِیْ رَبَّهٗ وَهُوَ نَاصِرُهٗ

Marfat.com
Marfat.com

فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهٖ حَتّٰى تَمُوْتَ فَوَاللّٰهِ اِنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ وَاِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ:

ترجمہ: ''اے شخص! حضور اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور وہ آپ ﷺ کا مددگار ہے۔ اس لئے حضور کے ساتھ کو آخر دم تک مضبوطی سے پکڑے رہو۔ خدا کی قسم! وہ حق پر ہیں۔ اور اللہ کے سچے رسول ہیں''۔

حضرت ابن الخطابؓ: وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ الفاظ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلے اگرچہ ان کا محرک جذبہ محبت تھا۔ غیرت و حمیت ایمانی تھی۔ اس میں کوئی گستاخی بے ادبی نہ تھی۔ اس کے باوجود وہ ہمیشہ اس پر افسوس کرتے رہے۔ بلکہ خود فرماتے ہیں۔

یہ کلمات جو میری زبان سے نکلے ان کی تلافی کیلئے

''میں صدقے کرتا رہا، روزے رکھتا رہا، نوافل پڑھتا رہا غلام آزاد کرتا رہا، تاکہ خدا تعالیٰ اس لغزش کو معاف کر دے، یہ سلسلہ میں نے جاری رکھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے رحمت و بھلائی کی مجھے قوی امید ہو گئی''

معاهده حدیبیه کے اثرات:

معاہدہ کے بعد حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

''اُٹھو! اپنے اپنے جانور قربان کردو''۔

مسلمان ظاہری طور پر اس معاہدہ سے اتنے پریشان تھے کہ نہ اُٹھے۔ حضور ﷺ نے تین بار یہی فرمایا۔ لیکن اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے تاخیر کردی۔ پھر رحمتِ دوجہاں ﷺ اُم سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ اور لوگوں کے طرزِ عمل کے متعلق بتایا۔ تو اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمیٰؓ نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ ایسا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے جانور قربانی فرمائیں اور سر منڈوایئے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا اور فراغت کے بعد احرام کھول دیا۔ جب دیگر اصحاب نے دیکھا تو انہوں نے بھی آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ کی تقلید کی۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے اس موقع پر وہ اونٹ بھی قربان فرمایا جو کسی زمانہ میں ابوجہل کا تھا۔ اور غزوہ بدر میں حضور ﷺ کے مصرف میں آیا تھا۔ اس کی ناک میں چاندی کا

Marfat.com
Marfat.com

ایک حلقہ تھا۔ یہ اونٹ رحمۃ للعالمین ﷺ نے صرف اس لئے ذبح فرمایا کہ کفارِ قریش کو معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قیمتی چیز کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جنگ سے ہٹ کر مصالحت کی فضاء کے حصول کیلئے حضور ﷺ کس قدر کٹھن صورتِ حال سے گزرے اور اپنی محبوب جماعت کے نہایت ہی گہرے، پاکیزہ اور مخلصانہ جذبات تک کی قربانی پیش کر دی۔

شرائطِ معاہدہ کے ثمرات:

☆ صلح حدیبیہ کا سب سے بڑا یہ فائدہ ہوا کہ قریش جو کہ مسلمانوں کو ایک جماعت ہی نہیں مانتے تھے۔ بحیثیت مسلمان رسولِ خدا ﷺ نے اپنے آپ کو منوالیا۔ ظاہری طور پر دب کر یہ معاہدہ کیا گیا۔ مگر مسلمانوں کے لئے یہ فتح مبین تھی۔

☆ مسلم جماعت اور مشرکین مکہ اور دیگر عربی قبائل کے لئے میل ملاپ کے راستے کھل گئے۔ اور لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ چل نکلا۔ دعوتِ حق گھر گھر زیرِ بحث آنے لگی۔ ان امن کے حالات میں اسلام اس تیزی سے پھیلا کہ صلح حدیبیہ کے دو ہی برس بعد اتنی تعداد اپنی مرضی سے حق کے محاذ پر کھڑی ہوئی کہ گزشتہ اٹھارہ برسوں میں مجموعی طور پر حاصل نہ ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص ؓ جیسے بہادر حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے۔

☆ مسلمانوں کو جنگ وجدال سے نجات پا کر ذہنی واخلاقی، اصلاحی اور ریاستی امور کو سنوارنے کا موقع مل گیا۔ اور ذہنی آسودگی کے ساتھ ساتھ غیر ملکی حکمرانوں کو دعوتِ حق دینے کا موقع ملا۔

☆ اہلِ مکہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد خیبر کے یہودیوں سے نبرد آزما ہونے کا موقع ملا۔

☆ دیگر قبائل کو یہ فائدہ ہوا کہ وہ جس گروہ کے ساتھ اپنی مرضی سے حلافت کر سکتے تھے اس طرح بنو خزاعہ نے تو عین موقع پر ہی اپنا تعلق مسلمان گروہ سے استوار کر لیا۔

☆ ایک ہی سال بعد مسلمان بڑی ٹھاٹھ سے زیارتِ حرم کے لئے مکہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت قرآن پاک کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔

"لَا تَخَافُوْنَ"

الغرض! قریش جیسی ظالم اور کڑی قوم کو مصالحت پر لے آنا حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی سیاست کاری کا ایک نمایاں معجزہ تھا۔ اور ایک شرط میں بظاہر دب کر نبی معظم ﷺ نے وہ فوائد پائے جن کا تصور اس وقت قریش بھی نہ کر سکے۔ انہوں نے یہ خیال بھی نہ کیا کہ ایک طرف اُن کے اتحادی یہودیوں کا اڈہ اکھڑنے والا ہے اور وہ تنہا رہ

Marfat.com
Marfat.com

جائیں گئے۔دوسری طرف مدینہ کی اسلامی ریاست کے اختیارات میں وسعت آنے والی ہے۔

اِنَّا فَتَحْنٰلَکَ فَتْحاً مُّبِیْناً

یہ آیت مبارکہ سُن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ واقعی فتح مبین ہے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا''ہاں! یہ فتح مبین ہے''۔

اب ذرا آخری شرط کے ثمرات دیکھئے۔جس پر کفار زیادہ اُتراتے تھے۔اور مسلمان پُر ملال تھے۔لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ کی نگاہِ بصیرت دیکھ رہی تھی کیونکہ مکہ میں خفیہ اسلام لانے والے لوگوں کا حلقہ بڑھ گیا۔اور قریش کی اجتماعیت ریزہ ریزہ ہوگئی۔

حضرت ابوبصیر بن اسد رضی اللہ عنہ جو کہ مسلمان ہو چکے تھے۔کسی طرح مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔ ان کو لینے قریش کے دو آدمیوں کا وفد بھیجا گیا۔حضور سرورِ عالم ﷺ نے پابندی معاہدہ کی بنا پر واپس بھیج دیا۔اور نصیحت فرمائی۔

''گھبرایئے نہ! تم لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ بہتر انتظام فرمائے گا''۔

آخر کار وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔راستہ میں حضرت ابوبصیرؓ نے موقع پا کر دو میں سے ایک کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیا۔اور دوسرا بھاگ گیا۔خود ابوبصیرؓ مدینہ چلے آئے۔نگران بھی شکایت لے کر آموجود ہوا۔سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا اس طرح لڑائی کو ہوا ملے گی۔لہذا انہوں نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو نا چاہتے ہوئے بھی واپس بھیج دیا۔مگر اب وہ قاتل تھے۔اور ان کا مکہ جانا دشوار تھا۔بس وہ بھاگ کر ساحل سمندر کی طرف مقام ''عیص''(ذوالمرۃ) پہنچ گئے۔حضرت ابوجندلؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ان کے علاوہ مکہ سے جو بھی مسلمان ظلم وستم قریش سے بچنے کیلئے کوشش کرتا وہ وہاں ہی پہنچ جاتا یوں اس ڈیرہ پر ستر (70) کے قریب مسلمان اکٹھے ہو گئے۔انہوں نے اپنے دفاع کے لئے سامان حرب بھی اکٹھا کر لیا۔موقع ملنے پر قریش کے تجارتی قافلوں پر حملہ کرتے اور ان کو لوٹ لیتے تھے۔اس پر قریش سخت پریشان ہوئے۔اور انہوں نے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ سے درخواست کی کہ صلح حدیبیہ میں سے ہماری یہ شرط''حذف''فرمادیں۔کہ آپ ﷺ کے یہ ساتھی اس شرط کے ختم ہونے سے مدینہ آسکیں۔اس تحریری ثبوت کو محفوظ کر لیا گیا۔

حضرت اُمِ کلثومؓ جو مکی سردار عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی تھیں۔مسلمان ہوگئیں۔اور ہجرت کر کے مدینہ آگئیں۔اُن کے دو بھائی عمارہ اور ولید ان کو لینے کیلئے آئے۔لیکن حضور رسالت مآب ﷺ نے ان کو واپس کرنے

Marfat.com
Marfat.com

سے انکار کر دیا۔ کیونکہ خواتین اس شرط میں شامل نہ تھیں۔

یہ وہ تاریخی معاہدہ ہے۔ جو اپنے نتائج کے اعتبار سے بجائے خود ایک "فتح مبین" کا مقام رکھتا ہے۔ اس معاہدہ تک اہلِ قریش کو لانے کیلئے حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے ایسی سیاست حکمت اور قائدانہ بصیرت کا مظاہرہ کیا جس سے تاقیامت اقوام عالم کو راہنمائی میسر آ گئی۔

یہ مصالحت حضور سرورِ کونین ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی کا ایک بے مثال شاہکار تصور کیا جاتا ہے۔ جس پر عام لوگ تو درکنار فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے زیرک اور معاملہ فہم شخص بھی نہ پہنچ سکے۔

بادشاہوں اور دیگر امراء کو خطوط:

امن کے اس مرحلے پر جو معاہدہ حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو میسر آیا تھا۔ اس سے انہوں نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ سب سے پہلی بات یہ ہوئی کہ دس سال تک حضور ﷺ قریش کی طرف سے فارغ ہو گئے۔ اور تبلیغی سرگرمیوں میں تیزی پیدا کر لی۔ اور فتح مکہ تک دعوت حق کا پیغام ہر کس و ناکس تک پہنچا دیا گیا۔

اس مرحلہ میں بادشاہوں، سربراہوں اور امیروں کے نام خطوط لکھے گئے جس کیلئے تجربہ کار اصحاب کا انتخاب کیا گیا جو قاصد کے فرائض انجام دے سکیں۔ چونکہ رسول خدا ﷺ اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔ اس لئے جو بھی خط و کتابت ہوتی تھی۔ اس کا تحریر کرنا ضروری تھا۔ اور سرکاری طور پر محفوظ کرنا بھی۔ لہٰذا اس کے لئے "مہر" کی ضرورت پیش آئی۔

لہٰذا سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" نقش تھا۔ اس کی تین سطریں تھیں۔

اللہ ایک سطر میں۔ رسول دوسری سطر میں اور تیسری سطر میں محمد۔ اس کا نقش یوں تھا۔

اللہ

رسول

محمد

(صحیح بخاری شریف جلد دوم صفحہ 872)

Marfat.com
Marfat.com

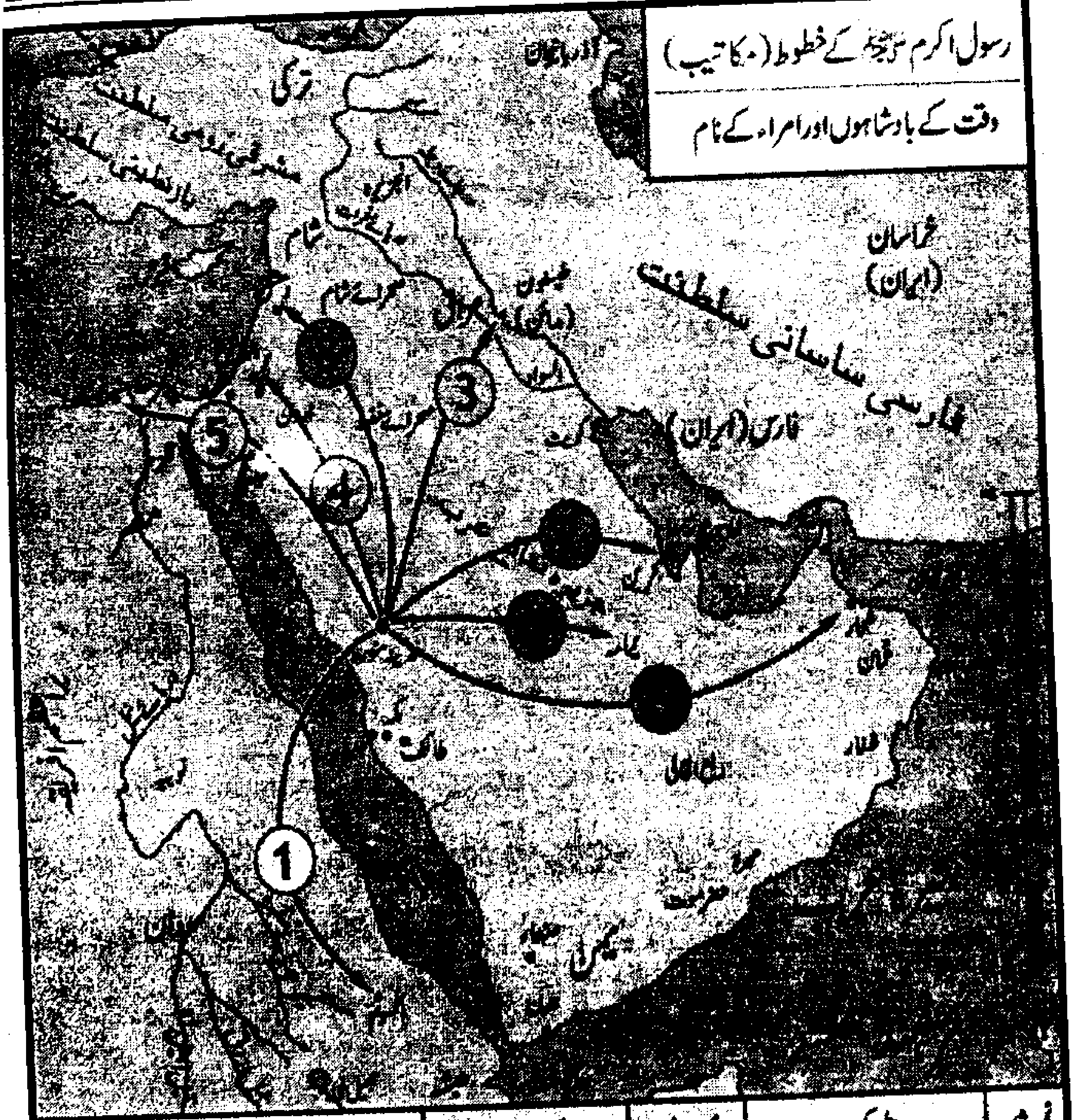

نمبر شمار	حامل مکتوب	ملک/شہر	مکتوب الیہ
1	عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	اکسوم (حبشہ)	نجاشی
●	علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ	بحرین	منذر بن ساوی
3	عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	طیسفون (مدائن)	کسرائے فارس خسرو پرویز
4	دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	القدس (یروشلم)	قیصر روم ہرقل
5	حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	اسکندریہ (مصر)	مقوقس
●	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	عمان	جیفر و عبد پسران جلندی
●	سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ	یمامہ	ہوذہ بن علی
●	شجاع بن وہب اسدی	[illegible]	حارث بن ابی شمر غسانی

نبی کریم ﷺ کا مکتوب
منذر بن ساوی کے نام

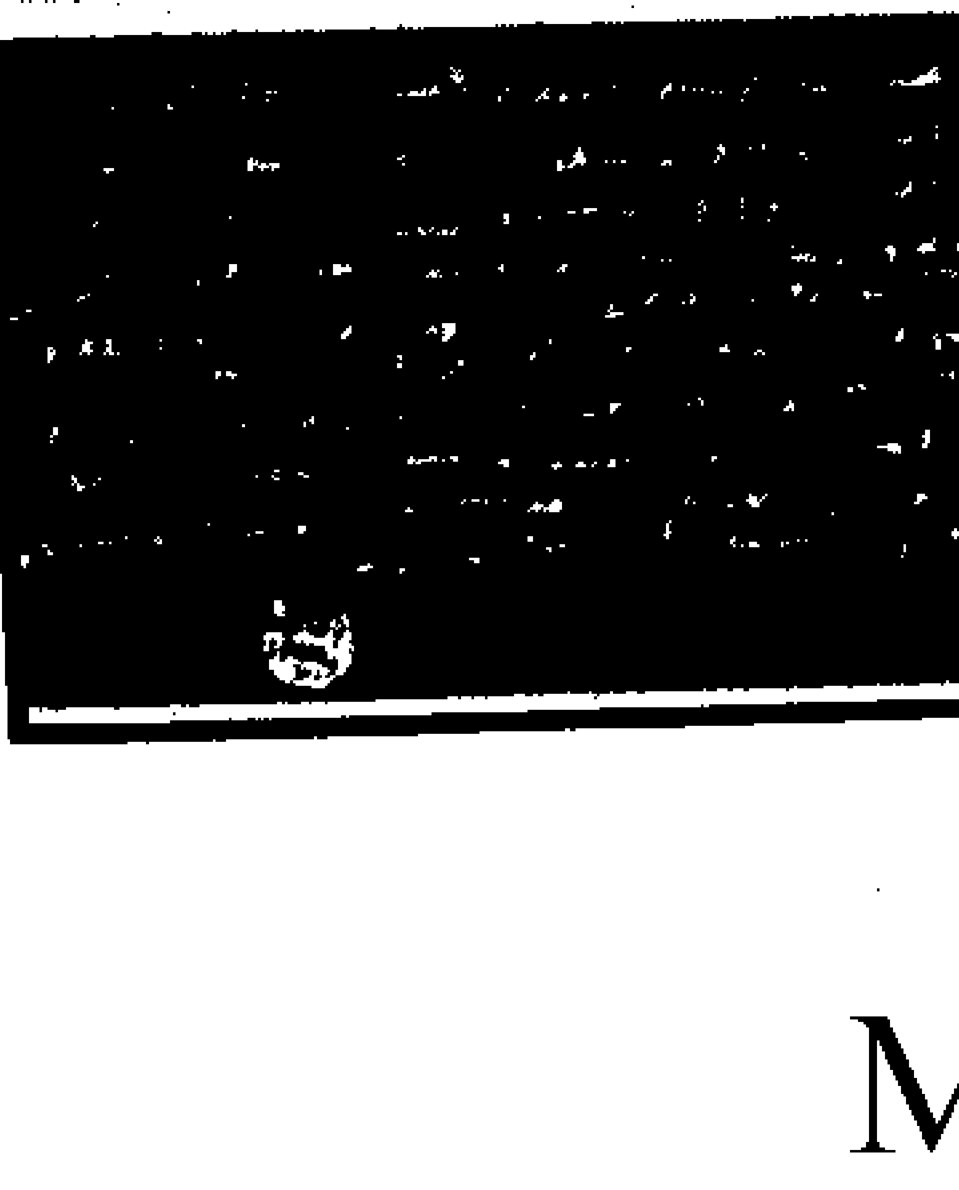

Marfat.com
Marfat.com

۱- نجاشی شاہ حبشہ کے نام :

نجاشی شاہ حبشہ کا اصل نام اصحمہ بن ابحر تھا۔حضور رسولِ خدا ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو محرم 7 ہجری کو نامہ دے کر بھیجا۔

خط کا متن جو تمام کتب سیرت نے تحقیق کے بعد بیان کیا ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے نجاشی عظیم کے نام اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

اَمّا بعد! میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں۔جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔جو قدوس اور سلام ہے۔امن دینے والا محافظ اور نگران ہے۔میں شہادت دیتا ہوں۔کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔اللہ نے انہیں پاکیزہ اور پاکدامن مریم بتول کی طرف ڈال دیا۔اور اس کی روح اور پھونک سے مریم عیسیٰ کیلئے حاملہ ہوئیں۔جیسے اللہ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا۔میں اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی جانب اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب دعوت دیتا ہوں۔اور اس بات کی جانب بلاتا ہوں۔کہ تم میری پیروی کرو۔اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ﷺ ہوں۔اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔اور میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی ہے۔لہذا میری نصیحت قبول کرو اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔(زاد المعاد جلد سوم صفحہ ۶۰)

حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ نے اپنے پیارے آقا رسولِ عربی ﷺ کا خط نجاشی شاہ حبش کے حوالے کیا تو وہ فرطِ مسرت سے شاد ہوا۔تخت سے نیچے اُترا۔خط کو آنکھوں سے لگایا۔اور حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فوراً اسلام کی بیعت کی۔بہت سے تحائف کے ساتھ ایک تحریر نامہ بھی محبوب خدا ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا۔جو کچھ یوں ہے۔جس کو ڈاکٹر حمید اللہ نے بڑی تحقیق کے بعد درج کیا ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں نجاشی اصحمہ کی طرف سے

اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ کی طرف سے سلام اور اس کی رحمت و برکت ہو اور وہ اللہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اَمّا بعد!

اے اللہ کے رسول ﷺ ! مجھے حضور ﷺ کی طرف سے پیغام شفقت ملا۔ جس میں حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ کا ذکر فرمایا۔ خدائے آسمان وزمین کی قسم! جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے تنکا بھی بڑھ کر نہ تھے۔ وہ ویسے ہی ہیں۔ جیسے حضور ﷺ نے ذکر فرمایا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے جو کچھ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ ہم نے اس انمول دعویٰ کو جانا اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر مسلمان ہوئے۔ اور صحابہؓ کی مہمان نوازی کی۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے اور پکے رسول ہیں میں نے اسلام قبول کیا۔ (زاد المعاد جلد سوم صفحہ ۶۱)

اس کے ساتھ ہی نبی معظم ﷺ نے نجاشی سے یہ بھی طلب فرمایا تھا۔ کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب کو مدینہ روانہ کردے۔ چنانچہ اس نے دو کشتیاں تیار کروائیں۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ شعریؓ اور قاصدِ رسول ﷺ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو بہت سے تحائف دے کر بھیجا۔

۲- مقوقس شاہِ مصر کے نام

حضور سرورِ کونین ﷺ نے ایک گرامی نامہ "جریح بن متی یا بنیامین" کے نام روانہ فرمایا جو مصر اور اسکندریہ کا تاجدار تھا۔ اور مقوقس لقب رکھتا تھا۔ یہ گرامی نامہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ لے کر گئے۔

خط کا متن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اللہ کے بندے اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے مقوقس کے نام۔

اس پر سلام جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے۔

اما بعد!

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ سلام لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی گناہ ہوگا۔

اے اہلِ قبط: ایک ایسی بات کی طرف آؤ۔ جو میرے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں

Marfat.com
Marfat.com

ٹھہراتے۔ اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ تعالیٰ کی بجائے رب نہ بنائیں۔ پس اگر وہ
موڑیں تو ہر دو کہ گواہ رہو۔ ہم مسلمان ہیں۔ (زاد المعاد ابن قیم جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۱)

مقوقس نے خط لیا بڑے ادب واحترام سے اس کو ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں بند کیا اور اپنی ایک لونڈی کو دے دیا۔ تاکہ وہ اس کو ادب واحترام سے رکھے۔ اس کے عربی لکھنے والے کو بلایا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد بن عبداللہ (ﷺ) کیلئے مقوقس عظیم قبط کی طرف سے۔ آپ ﷺ پر سلام۔

اما بعد! میں نے آپ ﷺ کا خط پڑھا۔ اور اس میں آپ ﷺ کی ذکر کی ہوئی بات اور دعوت کو سمجھا۔ مجھے معلوم ہے کہ ابھی ایک آخری نبی کی آمد باقی ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ وہ شام سے ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا ادب واحترام کیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں۔ جنہیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ ہے۔ کپڑے بھیج رہا ہوں۔ ایک بہترین خچر ہدیہ کر رہا ہوں۔ قبول کیجئے۔ آپ ﷺ پر سلام ہو۔

دونوں لونڈیاں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیرین تھیں۔ خچر کا نام ''دُلدُل'' تھا۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس رکھ لیا اور سیرینؓ کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے سرورِ عالم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۳۔ شاہِ فارس خسرو پرویز کے نام:

یہ خط حضرت عبداللہ بن خدافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے، کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا

Marfat.com
Marfat.com

ہوں۔ کیونکہ تمام انسانوں کی طرف اللہ کا فرستادہ ہوں۔ تا کہ جو شخص زندہ ہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے۔ اور کافروں پر حق بات ثابت ہو جائے۔ پس تم اسلام لاؤ۔ سالم رہو گے۔ اور اگر اس سے تم نے انکار کیا تو تم پر مجوسیت کا بھی بارِ گناہ ہو گا۔

جب یہ خط خسرو پرویز کو پڑھ کر سنایا گیا۔ تو اس نے غصے سے کہا کہ میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھتا ہے۔ اور نامۂ گرامی کو چاک کر دیا۔ بہت زیادہ تکبر کیا۔ جب اس واقعہ کی خبر رحمۃ اللعالمین ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

''اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے''

چنانچہ پھر یہی ہوا۔ جب خسرو نے اپنے یمن کے گورنر ''باذان'' کو لکھا کہ حجاز میں ایک شخص ہے دو طاقتور آدمی بھیج تا کہ اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔ اس نے ایک خط بھی لکھا جس میں اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دھمکی آمیز حکم دیا تھا۔ کہ آپ ﷺ شاہِ فارس خسرو پرویز کے پاس حاضر ہو جائیں۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے قاصدوں کو فرمایا۔

''کل ملاقات ہوگی''۔

ادھر خسرو پرویز کا حال سنیے! اس کے خلاف ایک زبردست بغاوت اُٹھی اور اس کے اپنے بیٹے ''شیرویہ'' نے اپنے باپ کو قتل کر کے خود تخت نشین ہو گیا۔ یہ رات منگل کی تھی۔ ۱۰ جمادی الاول ۷ ہجری۔ جب صبح دونوں قاصد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تا کہ جواب حاصل کر سکیں مگر حضور سرورِ کونین ﷺ نے ان کو یہ خبر دے کر ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ پھر حضور رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''اپنے حاکم ''باذان'' کو میرا پیغام دینا کہ وہ جس نے تمہیں حکم دیا تھا۔ اس کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ تم مجھ پر ایمان لے آؤ۔ تمہیں تمہارے علاقہ ہی کا حاکم بنا دیا جائے گا۔

ان دونوں قاصدوں پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ کانپتے ہوئے واپس ہوئے۔ جا کر انہوں نے اپنے حاکم کو پیغام دیا۔ تو حاکم نے پوچھا۔

کیا اس شخص کے پہریدار بھی تھے۔

دونوں نے کہا۔ خدا کی قسم! وہ تو بلا تردد بازاروں میں پھرتے ہیں۔ باذان نے کہا۔

خدا کی قسم اس کے کلام بادشاہوں کی طرح بناوٹ نہیں وہ لازمی خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اُن پر ایمان لے آوں۔ تا کہ بادشاہ مجھ سے سبقت نہ لے جائے۔ اسی دوران اسے شاہِ فارس شیرویہ کا خط

Marfat.com
Marfat.com

ملا۔ متن یہ تھا۔
میں نے ایک ظالم بادشاہ سے نجات حاصل کر لی ہے۔ تمہیں حکم دیتا ہوں۔ خبردار! اس صاحب دولت سے جنہوں نے زمینِ عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تعرض نہ کرنا۔
جب باذان نے یہ حکمنامہ سُنا تو بلا توقف و تاخیر، صدق و اخلاص کے ساتھ کلمہ شہادت زبان پر جاری ہوا اور دیگر تمام فارسی لوگ جو اس مملکت میں اس کے ساتھ تھے۔ مشرف بہ سلام ہوئے۔

٤۔ قیصرِ روم کے نام:

صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ 605 پر اس گرامی نامہ کا مکمل متن موجود ہے۔ نامہ بر کا نام حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ یہ وحیہ کلبیؓ وہی ہیں جن کی شکل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اکثر نازل ہوتے تھے۔ وجیہی اور خوبصورت اصحابی رسول تھے۔ خط کا متن ملاحظہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہرقل عظیم روم کے نام۔

امابعد!" اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم سلام لاؤ۔ سالم رہو گے۔ سلام لاؤ اللہ تمہیں تمہارا اجر دوبار دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر رعایا کا بھی گناہ ہوگا۔ اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر لوگ رُخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو۔ ہم مسلمان ہیں"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صحیح بخاری شریف میں اس نامۂ گرامی کے بارے میں اس کے بعد کے حالات کے بارے میں روایت کیا ہے۔ کہ ہرقل روم نے کہا کہ کوئی ایسا عربی آدمی ہو جو مکہ میں رہنے والا ہو۔ اور نبی اکرم ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ اتفاق سے ابوسفیان اس وقت تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا تھا۔ اور بیت المقدس میں قیصر روم کے دربار میں لایا گیا۔ اور کہا کہ میں وہ شخص ہوں جو سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔ جو کہوں گا سچ کہوں گا قیصرِ روم اور ابوسفیان کی گفتگو درج کر رہا ہوں۔

ہرقل: تم لوگوں میں اُن کا نسب کیسا ہے؟

Marfat.com
Marfat.com

ابوسفیان: وہ اونچے نسب والے ہیں۔

ہرقل: تو کیا دعویٰ اس سے پہلے بھی کسی نے کیا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟

ابوسفیان: کمزوروں نے

ہرقل: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

ابوسفیان: بلکہ بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل: کیا اس دین میں داخل ہو کر کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں وہ تو الصادق اور الامین ہے۔ اور مخالفت کے باوجود ہماری امانتیں انہیں کے پاس ہوتی ہیں۔

ہرقل: کیا تم نے اس کے خلاف کوئی جنگ کی تو وہ کیسی تھی؟

ابوسفیان: جنگ دونوں فریقوں کی برابر ہی رہی۔ کبھی وہ غالب آیا اور کبھی ہم۔

ہرقل: وہ تمہیں کس بات کی تلقین کرتا ہے۔

ابوسفیان: وہ کہتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کرتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاکدامنی اور قربت داری سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس پر قیصر روم ہرقل نے کہا۔ کہ میں نے پوچھا تو نے سچ سچ بتا دیا اگر وہ صحیح ہے تو وہ نبی ہے۔ جو بہت جلد میرے ان دو قدموں کی جگہ کا مالک ہوگا۔ میں جانتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ لیکن میرا یہ گمان نہ تھا۔ کہ وہ تم میں ہی ایک شخص ہوگا۔ مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا۔ تو اس سے ملاقات وزیارت کی زحمت اٹھاتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو ان کے دونوں پاؤں دھوتا۔

Marfat.com
Marfat.com

اس کے بعد ہرقل شاہِ روم نے حضور سرورِ عالم ﷺ کا خط منگوایا۔ اور اُسے پڑھا اور ابوسفیان کو باہر جانے کا حکم صادر فرمایا۔ فوراً رسولِ خدا ﷺ کے قاصد حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اور تحائف دے کر رخصت کیا۔ لیکن اُن کے تحائف راستہ میں قبیلہ جذام کے چند اوباشوں نے مقامِ ''حُسمی'' پر لوٹ لئے۔ جب صحابیٔ رسول مدینہ پہنچے تو تمام احوال حضور سرورِ کونین ﷺ کے گوش گزار کئے۔
اس پر جناب رسالت مآب ﷺ قیصرِ روم کی باتیں سُن کر خوش ہوئے۔ مگر راستہ میں لُٹ جانے کیلئے مغموم ہوئے۔ فوراً رسولِ خدا ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں پانچ سو صحابہ کرام کی ایک جماعت ''حسمی'' پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے ان پر شبِ خون مار کر اس کی کافی تعداد کو قتل کر دیا۔ اور فتح کے بعد ایک ہزار اونٹ۔ پانچ ہزار بکریاں۔ اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں لے آئے۔ لیکن اس قبیلہ کے سردار جو کہ مسلمان تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ جذامیؓ گزارش کی۔ جنہوں نے تمام مالِ غنیمت واپس کر دیا۔ اور اسی سردار نے حضرت وحیہ کلبیؓ کی لٹیروں کے خلاف امداد بھی کی تھی۔

۵۔ منذر بن ساوی کے نام:

اس گرامی نامہ کو حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ منذر بن ساوی حاکمِ بحرین کے پاس بھیجا۔

متن یوں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

محمد (ﷺ) کی جانب سے منذر بن ساوی کے نام۔

امابعد! تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں۔

جس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور شہادت دیتا ہوں۔ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لئے بھلائی کرے گا۔ اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت کرے گا وہ میری ہی اطاعت کرے گا۔ جو ان کی خیر خواہی کرے گا اس نے میرے ساتھ خیر خواہی ہوگی۔

Marfat.com
Marfat.com

جواب میں منذر بن ساوی نے لکھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اے اللہ کے رسول! میں نے آپ ﷺ کا خط پڑھا اور اہلِ بحرین کو پڑھ کر سنایا۔ بعض لوگوں نے سلام کو محبت وعقیدت کے ساتھ اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اور بعض نے اسے پسند نہ کیا۔ میری زمین میں یہود اور مجوسی بھی ہیں۔ لہذا آپ اپنا خصوصی طور پر حکم فرمائیں''۔

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا۔

''میں تمہاری قوم کے بارے تمہاری سفارش کو قبول کرتا ہوں۔ لہذا جس حال میں بھی مسلمان ہوں سلام لائیں۔ انہیں چھوڑ دو اور خطا کاروں کو معاف کر دو۔ لہذا ان سے قبول کر لاؤ اور جب تک تم اصلاح کی راہ کو اختیار کیے رہو گے، ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے۔ اور جو یہودیت یا مجوست پر قائم رہے۔ اس پر جزیہ لاگو ہوتا ہے''۔

٦۔ ھوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام:

اس گرامی نامہ کے لئے حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ منتخب کیے گئے۔ اور حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے ھوذہ بن علی حاکم یمامہ کے پاس بھیجا۔

متن:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہوذہ بن علی کی طرف

امابعد! ''اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخر حد تک غالب آکر رہے گا۔ لہذا اسلام لاؤ اور سالم رہو گے۔ اور تمہارے ماتحت جو کچھ ہے اسے تمہارے لئے برقرار رکھوں گا''۔

یہ خط بذریعہ قاصد اس نے سنا اور درمیانی قسم کا جواب دیا۔ اور رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں لکھا۔

''آپ ﷺ نے جس چیز کی دعوت دی ہے۔ اس کی بہتری اور عمدگی سر آنکھوں پر۔ تمام عرب پر میری ہیبت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس لئے کچھ علاقے میرے تصرف میں کر دیں۔ میں آپ ﷺ کی پیروی کروں گا''۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سلیط رضی اللہ عنہ کو تحائف بھی دیئے اور ہجر کا بُنا ہوا کپڑا بھی دیا۔ جب حضرت سلیط حضور سرور انبیاء ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات کا ذکر کیا۔ اور خط بھی پیش کیا۔ حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے خط کا مضمون سُنا اور فرمایا۔

''اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک ٹکڑا بھی طلب کرے گا تو میں نہ دونگا۔ وہ خود بھی تباہ ہوگا۔ اور جو اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہوگا''۔

یہ بات درست ثابت ہوئی۔ جب فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ فارغ ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ یمامہ کا حاکم ہوذہ بن علی مر گیا ہے۔ اس کے فوراً بعد رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔ دوستو! یمامہ میں ایک کذاب نمودار ہونے والا ہے جو میرے بعد قتل ہوگا''۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! اُسے کون قتل کرے گا؟ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا ''تم اور تمہارے ساتھی''۔ (زاد المعاد جلد سوم صفحہ ۶۳)

۷۔ حارث بن ابی شمر غسانی حاکم دمشق کے نام:

یہ گرامی نامہ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے بدست روانہ کیا گیا۔

متن:۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ ایمان لائے اور تصدیق کرے اور میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ کہ اللہ پر ایمان لاؤ جو واحدہ لاشریک ہے۔ اور تمہارے لئے تمہاری بادشاہت باقی رہے گی''۔

جب یہ خط اُسے ملا تو اس نے تکبر کیا اور کہا!

''مجھ سے میری بادشاہت کون چھین سکتا ہے۔ میں اس پر یلغار کرنیوالا ہوں''۔

وہ اسلام نہ لایا اور گستاخی بھی کی۔ اور بعد میں ذلیل وخوار ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

۹۔ شاہِ عمان کے نام:

یہ خط لیجانے کیلئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔

یہ خط حضور رسالت مآب ﷺ نے حاکمِ عمان جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام لکھا وہ دونوں جلندی کے بیٹے تھے۔

متن:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد بن عبداللہ رسول خدا ﷺ کی جانب سے جلندی کے دونوں صاحبزادوں جیفر اور عبد کے نام۔

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔

امابعد! ''میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ۔ سلامت رہو گے۔ کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔ تاکہ جو زندہ ہے اُسے انجام کے خطرہ سے آگاہ کروں اور کافروں پر قولِ برحق ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام قبول کر لو گے۔ تو تم ہی دونوں کو والی اور حاکم بناؤنگا۔ اگر تم دونوں نے انکار کیا تو تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہوگی اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آئیگی''۔

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ''عبد'' سے گفتگو کی۔ جو بہت معاملہ فہم اور جہاندیدہ آدمی تھا۔ بڑی طویل گفتگو کے بعد اس نے یہ خط حاکم وقت اپنے بھائی جیفر کو دیا۔ جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے ایمان لے آیا۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے علاقہ میں تبلیغ دین کے لئے آزادی دیدی۔

Marfat.com
Marfat.com

مکتوباتِ رسولِ خدا ﷺ:

ان مکتوبات اور گرامی ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کس قدر صلح جو اور حکمت و عرفان سے لبریز تھے۔ ان تمام گرامی ناموں کا مضمون کتنا صاف و شفاف بناوٹ و تصنع سے پاک نظر آتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ حکمرانوں اور سربراہوں کو دعوت نامے لکھتے ہوئے خوشامد کے الفاظ کو قریب نہ آنے دیا۔

ان دعوت ناموں کے ذریعے حضور رسولِ خدا ﷺ نے اپنی دعوتِ حق روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں، حاکموں اور سرداروں تک پہنچادی۔ جواب میں کوئی ایمان لایا اور کوئی کفر پر رہا۔ البتہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی ضرور اسی جانب مبذول ہوگئی۔ نتیجۃً اُن کے نزدیک آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی ضرور مقبول ہوگیا۔ اور پھر جنہوں نے انتہائی کفر و تکبر کیا ان کا انجام بھی بُرا ہوا۔ جس کی خبر نبی کائنات ﷺ نے قبل از وقت ہی دے دی تھی۔ (ملاحظہ ہو مکتوب گرامی کا نقشہ)

سرکارِ دوعالم ﷺ کا ایک بہت اہم اقدام:

انسان جو خداوندِ قدوس پر ایمانِ کامل رکھتا ہے۔ اپنی ہر چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کردیتا ہے۔ اسی طرح سرکارِ مدینہ ﷺ نے بھی عزم کرلیا کہ مکہ پر کامل فتح حاصل کرنے کیلئے قرابتداری کو اور مضبوط کیا جائے۔ اور اس کے لئے فداکاری کی ضرورت ہے۔ اسی دوران آپ ﷺ کو معلوم ہوا۔ اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیان جو کہ والدین کی مرضی کے خلاف ان خوش بخت خواتین میں شامل تھیں۔ جو اسلام کے بدترین دشمنوں کی اولاد تھی۔ مگر ابتداء ہی سے نورِ ایمان سے منور ہو چکی تھیں۔ اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئیں تھیں۔ کچھ عرصہ بعد عبیداللہ مرتد ہو کر عیسائی بن گیا اور وہیں مَر گیا۔ لیکن اُم حبیبہؓ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں اور حبشہ ہی میں بیوگی کی عمر گزار رہی تھیں۔

حضرت امام بیہقی کے حوالہ سے 7 ہجری کو دخترِ ابوسفیان اُم المومنین میں شامل ہوگئیں۔ واقعہ یوں ہے۔

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے ابوسفیان اور دیگر بنو امیہ سے اپنے تعلقات مزید استوار کرنے کیلئے حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرنے کا ارادہ کیا۔

انہیں وجوہات کی بناء پر رسولِ اکرم ﷺ نے اپنا ایک وکیل حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ مقرر فرمایا اور شاہِ حبشہ نجاشی جواب مسلمان ہو چکا تھا کے پاس ایک گرامی نامہ کے ساتھ بھیجا۔ جس میں تحریر تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

''اُمِ حبیبہؓ جو کہ آپ کی مملکت میں سکونت پذیر ہیں۔ ان کی مرضی معلوم کر کے مجھ سے عقد کر دیں۔ اور قاصد کو فرمایا کہ خود بھی اُمِ حبیبہؓ سے رضایت حاصل کر لینا۔ اگر اُمِ حبیبہؓ موافقت کریں تو یہ خط بادشاہ حبشہ (نجاشی) کے پاس لے جانا''۔

شاہِ حبش نجاشی نے حضرت اُمِ حبیبہؓ سے دریافت کیا جب رضایت حاصل ہو گئی تو اس نے ان کا عقد حضور سرورِ انبیاء ﷺ سے کر دیا۔ خوشی میں اپنے امراء کی دعوت دی اور بڑے احترام سے قاصد کے ساتھ تحائف دے کر اُم المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ روانہ کر دیا۔

اس نیک بخت خاتون کی زبان سے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

آپؓ فرماتی ہیں! ایک روز میں اپنے مکان میں بیٹھی تھی۔ کہ نجاشی کی لونڈی جس کا نام ''ابرہہ'' تھا۔ اس کا پیغام لے کر میرے پاس آئی۔ یہ خادمہ نجاشی کا لباس تبدیل کرایا کرتی تھی۔ اس کے بالوں میں تیل ڈالتی اور کنگھی کیا کرتی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کا اذن مانگا۔ میں نے اس کو اجازت دے دی۔ وہ آئی اور آکر اس نے مجھے کہا کہ بادشاہ نے پوچھا ہے کہ کیا میں آپؓ کا نکاح آخری نبی حضرت محمد ﷺ سے کر دوں؟ اگر آپؓ کی مرضی ہے تو اپنا وکیل مقرر کر لیں۔ جو آپؓ کی طرف سے قبولیت کرے۔ یہ پیغام سُن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میںؓ نے اُسے دعائیں دیں۔ اور یہ خوشخبری لانے کی خوشی میں مَیں نے اپنے دو کپڑے، چاندی کی پازیبیں اور انگوٹھیاں اتار کر اسے دے دیں۔ اور حضرت خالد بن سعیدؓ کو اپنا وکیل مقرر کر دیا''۔ (ضیاء النبی ﷺ جلد 4۔ صفحہ 94)

عشاء کے وقت نجاشی نے ''حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' اور دیگر مسلمانوں کو اپنے پاس بلایا۔ خود خطبہ نکاح پڑھا۔ اور چار سو دینار مہر مقرر کیا۔ اور مہر کی رقم حضرت خالد بن سعیدؓ کے حوالے کر دی۔ کئی دینار حاضرین مجلس میں نچھاور کیے۔ جب حضرات اُٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے کہا۔ تشریف رکھئے۔ ''انبیاء کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا تناول کیا جاتا ہے۔

چنانچہ دسترخوان بچھایا گیا۔ اس پر کھانا چنا گیا۔ سب نے کھایا اور رخصت ہو گئے۔ اس طرح حق تعالیٰ نے اپنے فرمان کے مطابق جن دلوں میں نبی اکرم ﷺ اور ان کے حلقہ بگوشوں کیلئے بغض و عناد تھا۔ انہیں محبت و اخوت کے گلہائے رنگین میں تبدیل ہونے کا سامان پیدا کر دیا۔ ارشاد الٰہی ہے!

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: "یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اور اُن کے درمیان جن سے تم (اس کی رضا کے لئے) دشمنی رکھتے ہو۔ محبت پیدا فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا اور غفور رحیم ہے"۔

جب اُم المومنین حضرت اُمِ حبیبہؓ کے عقد کی اطلاع قریش کو ملی تو وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔ عرب اس مسئلہ میں بہت با اصول تھے۔ کہ ایک بیوی کو خاوند کے پاس جانے میں مانع نہ ہوتے تھے۔ اس شادی نے ساکنین مکہ کے مسلمان ہونے میں بڑا اہم کردار کیا۔ اُم المومنین حضرت اُمِ حبیبہؓ بنتِ ابوسفیان تمام قریش کے بڑے بڑے خاندانوں سے قرابتدار تھیں۔ اس کے بعد جب کبھی ابوسفیان حضور سرورِ کونین ﷺ کی مخالفت میں کوئی بات کرتا تو اسے یاد دلایا جاتا کہ وہ اب تمہارے داماد ہیں۔ وہ خاموش ہو جاتا۔

غزوہ خیبر:

پسِ منظر:

حضور سرورِ کونین ﷺ کے حکیمانہ انتظامات کے باعث اہلِ یثرب بڑی پُرسکون زندگی بسر کرنے لگے۔ جب اسلام اپنے فطری حسن و جمال کے باعث لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ اور مسلمانوں کی تعداد میں آئے دن بیش قدر اضافہ ہونے لگا۔ تو یہود کے تینوں قبیلے دل میں مسلمانوں کے بارے میں حسد و عناد کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے رسولِ خدا ﷺ سے کیے گئے تمام معاہدوں کو پسِ پشت ڈال دیا۔

غزوہ بدر کی فتح کے بعد ان کے دلوں میں عناد و بغض اور تیز ہو گیا۔ انہوں نے برملا مخالفت شروع کر دی۔ اس پر سب سے پہلے حضور سرورِ عالم ﷺ نے بنو قینقاع کو مدینہ سے نکالا جو خیبر میں آباد ہو گئے۔ غزوہ اُحد کے بعد بنو نضیر کی عہد شکنی عیاں ہوئی۔ جس پر ان کو بھی جلاوطن کر دیا گیا۔ وہ بھی خیبر اور گرد و نواح میں آباد ہو گئے۔ غزوہ خندق میں تو بنو قریظہ نے عہد شکنی کی حد ہی کر دی۔ یوں ان کو قتل کر دیا گیا۔ یہ تینوں قبائل کے بچے کھچے لوگ بکھرے ہوئے تھے۔ آخر کار انہوں نے خیبر جو کہ مدینہ پاک سے آٹھ برید (12x8=96 میل یا 156 کلو میٹر) دور تھا۔ قیام کر لیا اور آئے دن مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکاتے رہتے تھے۔ اہلِ مکہ سے بھی راہ و رسم قائم کر لئے تھے۔ اور غزوہ خندق میں تو کھل کر اہلِ قریش کی امداد کی تھی۔ بلکہ حیی بن اخطب رات کی تاریکی میں بنو قریظہ کے سردار اسد بن کعب سے ملا اور بنو قریظہ کو غزوہ خندق میں مسلمانوں کے خلاف کفار سے ملا دیا۔ اور وعدہ ہوا کہ ہم مدینہ کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور کافر باہر سے اس طرح مسلمانوں کو کچل دیا جائیگا۔ لیکن حکمتوں والے نبی حضرت رسولِ خدا ﷺ کے بروقت اقدام نے کفار اور بنو قریظہ میں غلط فہمی پیدا کر دی۔ اور ان کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔

Marfat.com
Marfat.com

ان تمام حالات کی اطلاع خیبر میں یہودیوں کو ملی تو مشورہ کیلئے وہ اپنے رئیس سلام بن مشکم کے پاس اکٹھے ہوئے۔ اس نے کہا کہ ہمیں اس دفعہ اپنی قوت پر بھروسا کر کے مسلمانوں پر یلغار کر دینی چاہئے۔ خیبر کے تمام یہودی نوجوان پوری طرح مسلح ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ ساتھ ساتھ انہوں نے دیگر قبائل سے رابطہ قائم کرنے کیلئے چودہ افراد پر ایک وفد تیار کیا۔ جن کا سربراہ کنانہ بن ابی الحقیق تھا۔ وہ سب سے پہلے بنو غطفان کے پاس گیا۔ اور انہیں اس مہم میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اور ان کی اس امداد کے عوض خیبر کے نخلستان کی نصف پیداوار دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مدینہ میں موجود رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول سے بھی رابطہ کیا۔ اور اس سے مزید مشورے لئے۔

جب رسول اکرم ﷺ نے ان تمام حالات کا جائزہ لیا اور محکمہ جاسوسی نے اہلِ خیبر کی جنگی تیاریوں کے بارے میں بتایا تو اس سنگین صورت حال کے پیشِ نظر رسول اکرم ﷺ نے وقت ضائع کئے بغیر ان کی گوشمالی کو ضروری سمجھا۔ اس مہم میں ان سرفروشوں کو دعوت دی جو حدیبیہ کی مہم میں موجود تھے۔ جن کی تعداد سولہ سو کے قریب تھی۔ چنانچہ حدیبیہ کے بعد مدینہ شریف میں تقریباً ایک ماہ قیام کے بعد محرم 7 ہجری میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت سباع بن عرفطہ الغفاریؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ لشکر اسلام کی تعداد سولہ سو تھی۔ جس میں چودہ سو پیادے اور دو سو گھڑ سوار تھے۔

(۱) مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ۔

(۲) میمنہ کی کمان حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

(۳) میسرہ پر ایک دوسرے صحابی تھے۔

اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کو معیت کا شرف حاصل تھا۔

بنو غطفان کو جب اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے تمام جنگجو جوان اکٹھے کئے اور اہلِ خیبر کی امداد کے لئے تیار ہو کر روانہ ہوئے۔ ابنِ ہشام کے مطابق جب وہ خیبر کی جانب ایک منزل طے کر چکے تو انہیں پیچھے سے شور سنائی دیا۔ جیسے کسی نے ان کے اہل وعیال پر حملہ کر دیا ہو۔ لہذا وہ اہلِ خیبر کی امداد کو بھول کر اپنے اہل وعیال کی پاسداری کیلئے واپس ہو گئے۔

اس سفر میں رازداری اور تیز رفتاری کو مدِ نظر رکھا گیا۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ طویل سفر صرف تین رات میں طے کیا۔ اور خیبر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ (محمد حسین ہیکل حیات محمد ﷺ۔ صفحہ 374)

Marfat.com
Marfat.com

اثنائے سفر ایک رات یہ لشکر محو سفر تھا۔ کہ ایک صحابی رسول نے حضرت عامر بن اکوع کو فرمائش کی کہ وہ اپنا کلام سنائیں۔ وہ سواری سے نیچے اترے اور حدی کی لے میں مندرجہ ذیل شعر پڑھنے لگے۔

۱ - اَللّٰھُمَّ لو لا انتَ ما اھتدینا   وَلا تصدّقنا ولا صلّینا

ترجمہ: اے اللہ! اگر تو ہماری دستگیری نہ فرماتا تو نہ ہمیں صدقہ دینے کی توفیق ہوتی اور نہ نماز پڑھنے کی۔

۲ - فاغفر فداءلک ما اقتفینا   وثبّت الاقدام ان لاقینا

ترجمہ: ہم تجھ پر نثار، ہم نے شیطان کی پیروی کرتے ہوئے جو گناہ کئے ہیں۔ وہ ہمیں بخش دے اور جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھو۔

۳ - وأنزلن سکینۃ علینا   وانّا اذا صیح بنا أتینا

ہم پر تسکین نازل فرما۔ ہمیں جب جہاد کیلئے پکارا جاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں۔

۴ - وبالصّیاح عوّلوا علینا   وان أرادوا فتنۃ أبینا

ترجمہ: انہوں نے چیخ و پکار سے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اور جس وقت وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔

ان کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔ اونٹوں پر مستی طاری تھی وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ذکر الٰہی کو اس اثر انگیز لہجہ میں سن کر مجاہدین پر بھی کیف و سرور طاری ہو گیا تھا۔ یوں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے نغمے الاپتے عاشقانِ باصفا رحمۃ للعالمین ﷺ کی سربراہی میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ آخر کار جب حضور سرور کائنات ﷺ نے خیبر کو دیکھا تو فرمایا!

اُدخلوا علٰی برکت اللّٰہ۔

پھر مسلمانوں نے مقام "منزلہ" میں قیام فرمایا

نماز کی جگہ متعین فرمائی۔ نمازِ تہجد ادا فرمائی۔ اور نماز فجر بہت جلد ادا فرمائی۔ عادتِ شریف کے مطابق حضور ﷺ نے علی الصبح پیش قدمی کا حکم فرمایا۔

ادھر خیبر کے یہودیوں کا یہ عالم تھا۔ کہ ان کے پاس دس ہزار جنگجو اور بہادر افراد پر مشتمل لشکر تھا۔ اور اسلحہ کے ڈھیر تھے۔ اور سامانِ خورد و نوش بھی وافر مقدار میں تھا۔ اپنے لشکرِ جرار کو یوں چاق و چوبند دیکھ کر کہتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

مُحَمَّدٌ یَغْزُوْنَا هَیْهَاتَ! هَیْهَاتَ!

''کیا محمد (ﷺ) ہم پر حملہ کریں گے؟ ناممکن، ناممکن''

لیکن جس رات اسلامی لشکر رسولِ خدا ﷺ کی زیر قیادت ان کے علاقے میں پہنچا اس رات ان پر ایسی نیند غالب آئی۔ کہ طلوع آفتاب تک ان کی آنکھ نہ کھلی نیند کے خمار میں بے سدھ پڑے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے مرغوں نے بھی اذان نہ دی۔

لَمْ یَتَحَرَّکُوْا تِلْکَ اللَّیْلَةَ وَلَمْ یَصِحْ لَهُمْ دِیْکٌ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ.

(ضیاء النبی ﷺ جلد چہارم صفحہ۲۲۲)

جب سورج طلوع ہوا ان کی آنکھ کھلی تو گھبراہٹ ان پر مسلط تھی۔ لیکن انہیں یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ صبح اپنے دامن میں ان کے لئے ایک فیصلہ کن مرحلہ لے کر طلوع ہو رہی ہے۔ ان کے چوپائے تک بے حس و حرکت پڑے رہے۔ طلوع آفتاب کے ساتھ وہ بیدار ہوئے۔ کسان، کدالیں اور بیلچے لے کر اپنے کھیتوں کی طرف کام پر جانے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سامنے لشکرِ اسلام مائل کھڑا ہے۔ وہ بھاگم بھاگ اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہوئے۔

اس کے بعد حضور سرورِ کونین ﷺ نے صحابہ کرام کو جنگ کا شوق دلایا اور محاصرہ کر لیا۔

حصونِ خیبر:

خیبر کا خطہ بنیادی طور پر تین حصوں پر مشتمل تھا۔ ہر حصہ متعدد قلعوں پر مشتمل تھا۔

حصونِ النطاۃ:

اس حصہ میں تین قلعے تھے۔

(۱) الناعم (۲) الصعب (۳) قلعۃ الزبیرؓ

حصون الشق:

(۱) حصن ابی النزار (۲) حصن براء اس قلعہ کو ابرید بھی کہا جاتا تھا۔

حصون الکتیبہ:

اس حصہ میں تین قلعے تھے۔ (۱) حصن القموص (۲) حصن الوطیح (۳) حصن السلالم

(ملاحظہ ہو نقشہ غزوہ خیبر)

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

خیبر کے گردونواح میں یہودیوں کی کئی بستیاں بھی آباد تھیں۔ مثلاً فدک۔ تیماء۔ جبکہ تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی چھوٹے چھوٹے دیہات پر مشتمل تھی اس لئے اس وادی کو''وادی القری'' کہا جاتا تھا۔ یہ تمام آبادیاں اوران سے ملحقہ زمینیں یہودیوں کے تصرف میں تھیں۔ یہاں کی آب وہوا صحت کے لئے بہت مضر تھی۔ جس کی وجہ سے یہاں اکثر وبائی امراض بخار وغیرہ عام تھا۔

آغازِ جنگ:

باہمی صلح ومشورہ سے سب سے پہلے رسولِ اکرم ﷺ نے حصونِ النطاۃ پر حملہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ ان میں پہلا قلعہ الناعم تھا۔ اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ سارا دن جنگ ہوتی رہی۔ فریقین دادِ شجاعت دیتے رہے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے خود جنگی لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ سر مبارک پر خود سجایا ہوا تھا۔ دوزرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ ہاتھوں میں نیزہ اور ڈھال تھی جس گھوڑے پر سوار تھے ان کا نام''الظرب''تھا۔

یہودی تیر برساتے تو مجاہدین اسلام ان کے تیر اکٹھے کر کے ان کی طرف برسا دیتے تھے۔ کیونکہ مسلمان ان کے تیروں کی زد سے باہر تھے۔ شام کے بعد لشکرِ اسلام کی قیام گاہ جو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی تجویز سے مقرر کی گئی تھی۔ لوٹ آئے ہر صبح مسلمان اس قلعہ پر حملہ کرتے اور شام کو واپس آجائے۔ (ضیاء النبی ﷺ جلد چہارم صفحہ ۲۲۸)

قلعہ الناعم کی فتح:

علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب''السیرۃ النبویہ''میں دیگر سیرت نگاروں میں اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے''مرحب''نامی پہلوان، اور ہزار آدمیوں کا مقابلہ کرنے والے شہ زور جنگجو اپنے بھائیوں کے ساتھ اسی قلعہ میں موجود تھا۔ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ سے اس کی جنگ اسی قلعے کے دروازے کے سامنے ہوئی۔ جس کی تفصیل حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''حضور ﷺ سر میں دردِ شقیقہ کی وجہ سے باہر نہ تشریف نہ لا سکے انہوں نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا کیا اور حملہ کا حکم صادر فرمایا۔ انہوں نے شدید جنگ کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ دوسرے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا۔ اور قلعہ پر حملہ کر دیا۔ شدید جنگ ہوئی پہلے دن سے بھی زیادہ تھی۔ لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں صورتحال عرض کی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا''۔

لَأُعْطِيَنَّ رَايَةً غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ لَيْسَ بِفَرَّاءٍ يُحِبُّ اللّٰهَ

Marfat.com
Marfat.com

وَرَسُوْلَهٗ يَأْخُذُهَا عَنْوَةً

ترجمہ: ''کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا۔ وہ شخص فرار نہیں ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا۔ اور قوتِ بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا''۔

صبح رحمۃ اللعالمین ﷺ نے شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا۔ وہ اس وقت چشمِ آشوب میں مبتلا تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ اور چشمِ آشوب کی وجہ سے آنکھیں بند تھیں۔ دو آدمیوں نے پکڑ رکھا تھا۔ جب حاضر خدمت ہوئے تو رحمتِ حق ﷺ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا۔ آنکھیں فوراً تندرست ہوگئیں۔

پھر سپہ سالارِ لشکرِ اسلام فوج لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ اسلام کی دعوت دی۔ جو انہوں نے مسترد کر دی۔ پھر انفرادی مقابلوں کا آغاز ہوا۔

یہودیوں کی طرف سے جو سب سے پہلے قلعہ سے برآمد ہوا۔ وہ مرحب کا بھائی حارث تھا۔ جو فوراً ہی شیرِ خدا کی تلوار سے جہنم رسید ہوا۔ باقی ساتھی بھاگ کر قلعہ میں داخل ہوگئے۔ پھر اس کا بھائی عامر آیا۔ اس کو بھی حضرت علیؓ نے واصلِ جہنم کیا۔ اس کے بعد اس کا تیسرا بھائی یاسر میدان میں آیا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، آئے اور انہوں نے فوراً ہی اس یہودی کو اپنی تلوار سے قتل کر دیا۔ امامِ مسلم حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کہ اس کے بعد خود مرحب اپنی تلوار ہوا میں لہراتا ہوا میدان میں نکلا۔ اس کے سر پر زرد رنگ کا خود تھا۔ جو یمن کا بنا ہوا تھا۔ وہ رجز پڑھتے ہوئے دعوتِ ''مبارزت'' دے رہا تھا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ، شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ.

إِذَا اللُّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

''خیبر کے در و دیوار جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیار بند ہوں۔ بہادر ہوں۔ تجربہ کار ہوں۔ جب شیر مجھ پر حملہ کرتا ہے تو میں جوش میں بھڑک اٹھتا ہوں''۔

اس کے مقابلہ کیلئے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور رجز پڑھا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرٌ، شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرٌ

Marfat.com
Marfat.com

''خیبر جانتا ہے کہ میرا نام عامر ہے۔ میں مسلح ہوں۔ بہادر ہوں اور خطرات میں کود جانے والا ہوں''۔

انہوں نے ایک دوسرے پر وار کیے۔ مرحب کی تلوار حضرت عامرؓ کی ڈھال پر گی۔ لیکن جھکنے کی وجہ سے ان کے گھٹنے کو بھی کاٹ گئی جس سے وہ شہید ہو گئے۔

اس کامیابی سے مرحب رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھا اور مدِ مقابل طلب کیا۔ اس چیلنج کا جواب دینے کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود میدان میں اُترے اور پڑھا۔

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِی أُمِّیْ حَیْدَراً. کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْهِ الْمَنْظَرِ.
أُفِیْهِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَه

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک ہوں۔ میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی تاپ کو پوری کرونگا۔

اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ اس کے خود کو کاٹ کر جسم کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی نکل گئی۔ دورانِ جنگ ایک یہودی نے قلعہ کی دیوار سے پوچھا۔ ''تم کون ہو''؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں علیؓ ابن ابی طالب ہوں''

اس یہودی نے کہا۔

''مجھے اس کتاب کی قسم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، تم لوگ بلند ہوئے''۔

اس کے بعد حصن ناعم کے پاس زوردار جنگ ہوئی۔ جس میں کئی سرکردہ یہودی مارے گئے۔ بقیہ حملہ نہ روک سکے۔ اور وہاں سے بھاگ پر قلعہ صعب میں چلے گئے۔ یوں قلعہ ناعم مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

قلعہ صعب بن معاذ کی فتح:

اس قلعہ پر حملہ کیلئے حضرت حباب بن منذر انصاری رضی اللہ عنہ کو کمان عطا ہوئی۔ تین دنوں تک اس قلعہ کو گھیرے میں رکھا۔ تیسرے دِن قبیلہ اسلم کی شاخ بنو سہم خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ (یا رسول اللہ ﷺ! ہم تباہ ہوئے، چور ہوئے، بھوک سے بُرا حال ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔

''یا اللہ! ان کو فتح عطا فرما ایسے قلعہ کی فتح عطا فرما جو خوراک سے بھرا ہوا ہو۔ تا کہ ان کو سکون ملے''۔

Marfat.com
Marfat.com

حملہ کرنے میں بنو اسلم پیش پیش تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے غروبِ آفتاب سے قبل قلعہ صعب بن معاذ کی فتح عطا فرمائی۔ اسی قلعہ میں یہودیوں کے خوراک کے بڑے ذخائر تھے۔ اور وافر مقدار میں چربی تھی۔ مسلمانوں کو اس قلعہ سے دبابے اور منجنیقیں بھی ملیں۔ جو بعد میں قلعہ کی دیواریں توڑنے میں ممد ثابت ہوئیں۔

قلعہ زبیرؓ کی فتح:

دو قلعوں کی فتح کے بعد النطاۃ کے تمام لوگ قلعہ زبیر میں جمع ہو گئے۔ کیونکہ یہ قلعہ سب سے محفوظ اور پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا۔ اور راستہ بہت پُر پیچ تھا۔

جب حضور ﷺ نے اس قلعہ کا خود محاصرہ کیا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک یہودی جس کا نام غـزال تھا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی ''اے ابو القاسمؐ! اگر آپ ﷺ مجھے امان دیں تو میں ایک ایسا راستہ بتاؤں جس سے آپ ﷺ نطاۃ کے سارے قلعوں کو فتح کر کے مطمئن ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ اہلِ شق کی طرف متوجہ ہو سکیں گے؟

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے اس کے اہل و عیال اور دیگر اموال کو امان دے دی۔ امان پانے کے بعد اس نے کہا۔

(''اگر آپ ﷺ ایک مہینہ بھی اس قلعہ کا محاصرہ جاری رکھیں تو یہود کو ذرا بھر بھی پروانہ ہو گی۔ انہوں نے زیر زمین پانی کیلئے سرنگیں بنا رکھیں ہیں۔ رات کی تاریکی میں وہ نکلتے ہیں۔ پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور دوبارہ قلعہ میں چلے جاتے ہیں۔ اور تازہ دم ہو کر مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ ان سرنگوں کو کاٹ دیں تو وہ شدتِ پیاس سے مجبور ہو کر میدان میں نکل آئیں گے۔ اور مقابلہ کرنے پر مجبور ہوں گے؟)

چنانچہ حضور رسالت مآب ﷺ نے ان سرنگوں کو کاٹ دیا۔ وہ باہر نکل آئے اور مسلمانوں سے خوب جنگ شروع کی۔ خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ کئی مسلمان بھی شہید ہوئے۔ یہودیوں میں سے دس لقمہ اجل بنے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولِ مقبول ﷺ نے یہ قلعہ بھی فتح کر لیا یہ النطاۃ کے قلعوں میں آخری قلعہ تھا۔

ان سے فارغ ہونے کے بعد سرورِ عالم ﷺ ''شق'' کے علاقہ کے قلعوں کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ (ضیاء النبی ﷺ جلد چہارم صفحہ ۲۳۹)

حصن ابی النزار کی فتح:

یہ قلعہ بہت مضبوط اور بلند پہاڑی پر تھا۔ یہودیوں کو یقین تھا کہ مسلمان اس قلعہ تک رسائی حاصل نہیں

Marfat.com
Marfat.com

کر سکیں گے۔ لہذا اس قلعہ میں انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو رکھا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ نسبتاً سختی سے کیا تھا۔ کیونکہ انہیں یقین تھا۔ اس قلعہ کی حفاظت یہودی اپنی جان پر کھیل کر بھی کریں گے۔ لیکن یہودی باہر نکل کر مسلمانوں سے ٹکرانے کی جرات نہ کرتے تھے۔ البتہ پتھروں اور تیروں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ جب ہر طرف سے مسلمانوں کو مشکل نظر آئی تو سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے منجنیق نصب کرنے کا حکم دیا۔ اس سے چند گولے ہی پھینکے گئے تھے کہ دیوار میں شگاف پڑ گیا اور مسلمان اندر داخل ہو گئے۔ قلعہ کے اندر شدید ترین جنگ ہوئی لیکن یہودی قوت مسلمانوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ اور شکستِ فاش کھائی۔ اور شترِ بے مہار کی طرح بھاگنے لگے۔ یہاں تک انہیں اپنے بیوی بچوں کی بھی پرواہ نہ تھی۔

اب خیبر کا نصف حصہ فتح ہو چکا تھا۔ یعنی النطاۃ اور الشق کا سارا علاقہ فتح ہو چکا تھا۔ یہودی خیبر کے تیسرے حصہ الکتیبہ کی طرف بھاگ گئے۔ اور اپنی جمعیت کو دوبارہ منظم کرنے لگے۔

آخری حصہ الکتیبہ کی فتح اور صلح:

دو حصوں کی فتح کے بعد حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے تیسرے حصہ ''الکتیبہ'' کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ اس حصہ کا دوسرا نام ''السلام'' بھی تھا۔ یہ قلعہ بنو نضیر کے مشہور سردار کنانہ بن ابی الحقیق کا تھا۔ اس قلعہ میں پہلے شکست خوردہ لوگ بھی جمع ہو چکے تھے۔ اور ٹھوس قلعہ بندی کر چکے تھے۔

جب لشکرِ اسلام اس حصہ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ سخت جان اور کھلے بندوں جنگ سے کتراتے تھے۔ لہذا قلعہ بند ہو گئے۔ اس طرح سرورِ عالمیان ﷺ کو محاصرہ کرنا پڑا۔ محاصرہ چودہ دن طویل ہو گیا۔ پندرھویں دن رسولِ خدا ﷺ نے منجنیق نصب کرنے کا حکم دیا۔ جب یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ ان کی تباہی لازمی ہے تو انہوں نے صلح کیلئے درخواست کی۔

یہودی سردار کنانہ بن ابی الحقیق نے سرورِ کونین ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا آپ ﷺ کے پاس آ کر بات چیت کر سکتا ہوں۔ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا ''ہاں''۔

وہ فوراً باہر آیا۔ اور اس شرط پر صلح کر لی۔

(''قلعہ میں جو فوج ہے۔ اس کی جان بخشی کی جائے۔ اور ان کے بیوی بچے ان کے حوالے کیے جائیں۔ بلکہ وہ اپنے بیوی بچوں کو لے کر خیبر سے نکل جائیں۔ اور اپنے اموال، باغات، زمینیں، سونے، چاندی، گھوڑے اور دیگر جنگی سامان آپ ﷺ کے حوالے کر دیں۔ صرف اتنا کپڑا لے جائیں کہ جتنا ایک انسان اپنی پشت پر اٹھا سکتا ہو''۔)

Marfat.com
Marfat.com

اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''اگر تم نے مجھ سے کچھ چھپایا تو رسول اللہ ﷺ تمہاری حفاظت سے بری الذمہ ہونگے''۔

یہودیوں نے یہ شرط مان لی اور صلح ہوگئی۔ (زادالمعاد جلد دوم صفحہ ۱۳۶)

اس صلح کے بعد باقی قلعہ جات بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ اور مکمل طور پر خیبر فتح ہو گیا۔

قبضہ کے بعد قلعہ کی تلاشی لی گئی۔ لیکن یہودیوں کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق نے بہت سا خزانہ اونٹ کے چمڑے میں ڈال کر ایک ویرانہ میں چھپایا ہوا تھا۔ سب سے پہلے اسی کو سرورِ عالم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ جب اس کو فارغ کر دیا گیا تو ایک یہودی نے کہا۔ کہ اس کو میں ہر روز ایک ویرانہ کی طرف جاتا دیکھتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی خود رسولِ خدا ﷺ پر حقیقت آشکار ہو چکی تھی۔ اسکے بعد کنانہ کو دوبارہ بلا کر پوچھا گیا۔ تو پھر اس نے انکار کر دیا۔ اب رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

(''اگر یہ خزانہ تم سے برآمد ہوا تو جھوٹ اور معاہدہ کی خلاف ورزی پر تمہیں قتل کر دیا جائیگا''۔)

ویرانہ کی تلاشی لی گئی تو تمام خزانہ برآمد کر لیا گیا۔ اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر چقماق کی ٹھوکریں ماریں۔ اور اُسے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا گیا۔ جنہوں نے اپنے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بدلے میں قتل کر دیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم :

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ خیبر کی پیداوار کا تخمینہ لگائیں۔ اس تخمینہ کے بعد پورے خیبر کو چھتیس (36) حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان میں سے نصف یعنی (18) حصے رسولِ خدا ﷺ اور دیگر اصحاب کیلئے تھے۔ عام مسلمانوں کی طرح رحمتِ عالم ﷺ کا بھی ایک ہی حصہ تھا۔ اور (18) حصے مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات وحوادث کیلئے الگ کر لئے گئے۔ اس میں ہر حصہ کو مزید (100) میں تقسیم کیا گیا۔ یوں یہ (18) حصے (1800) حصے تھے۔ یہ حصے اہلِ حدیبیہ کے حصے تھے۔ جو موجود تھے ان کے لئے اور جو موجود نہ تھے ان کے لئے بھی۔ اہلِ حدیبیہ کی تعداد چودہ سو تھی اور دو سو گھڑ سوار بھی تھے۔ لہٰذا گھڑ سوار کو تین گنا حصہ دیا گیا تھا۔ یعنی گھڑ سوار کیلئے تین اور پیدل کیلئے ایک حصہ تھا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے صحیح بخاری شریف میں روایت کی ہے کہ خیبر میں مالِ غنیمت اس قدر تھا کہ ہم آسودہ ہو گئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہمیں پیٹ بھر کر کھجوریں ملیں۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی آمد:

خیبر روانگی سے قبل حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کو نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا تھا۔ کہ جو لوگ حبشہ میں ہجرت کر کے چلے گئے تھے اور وہیں مقیم تھے۔ واپس لے آئیں۔ جب نجاشی کو علم ہوا تو اس نے دو کشتیاں تیار کیں۔ اور وہاں موجود سولہ آدمیوں اور ان کے بال بچوں کو بڑی عزت و احترام سے رخصت کیا۔

غزوہ خیبر کی فتح کے بعد یہ قافلہ مدینہ شریف کی بجائے خیبر میں پہنچ گیا۔ جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو فاتح عالم رسولِ خدا ﷺ نے ان کا استقبال کیا۔ انہیں بوسہ دے کر فرمایا۔ ''واللہ! میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہے؟ خیبر کی فتح کی یا جعفر کی آمد کی؟'' مالِ غنیمت میں سے انہیں بھی حصہ دیا گیا۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما سے عقد:

حضرت صفیہؓ کا خاوند بدعہدی کے سبب قتل ہو گیا۔ اس کا نام کنانہ بن ابی الحقیق تھا۔ اور وہ بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ چند دِن قبل ان کی شادی ہوئی تھی۔ اس وقت ان کی عمر سترہ برس تھی۔ جب مالِ غنیمت میں لونڈیاں تقسیم ہوئیں تو ایک وجیہ خوبصورت صحابی حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہؓ کو پسند کیا۔ مگر جب ایک اور صحابی نے کہا کہ یہ تو بنونضیر اور بنوقریضہ کی عظیم شہزادی ہے۔ اور سردار کی بیٹی ہے۔ یہ صرف رسولِ اکرم ﷺ کے شایانِ شان ہے تو انہوں نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے اور لونڈی پسند کر لی۔ اس طرح وہ رحمتِ عالم ﷺ کے پاس حاضر ہوگئیں' سلام پیش کیا۔ تو انہوں نے فوراً قبول فرما لیا۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے انہیں آزاد کیا اور کلمہ پڑھایا۔ اور نکاح کر لیا۔

حضرت اُم سلیمؓ نے انہیں دلہن بنایا۔ اور حضور سرورِ عالم ﷺ کے خیمے میں بھیج دیا۔ صبح، گھی، ستو اور کھجور ملا کر دعوت ولیمہ کی گئی

واپسی پر تین دن شب عروسی میں گزارے۔ اس موقع پر رسولِ خدا نے ام المومنین حضرت صفیہؓ کے چہرے پر سبز سا نشان دیکھا تو دریافت فرمایا۔ تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے خیبر آنے سے چند یوم قبل میں نے ایک خواب دیکھا کہ چاند اپنی جگہ سے ٹوٹ کر میری آغوش میں آ گرا۔ بخدا! مجھے آپ ﷺ کے معاملہ کا علم نہ تھا۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر

Marfat.com
Marfat.com

کنانہ کو بیان کیا۔ تو اس نے میرے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اور کہا۔ تم مدینہ کے چاند کی آرزو کرتی ہو"۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۳۶)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی پاسبانی:

جس رات اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس خیمہ کے باہر ساری رات جاگ کر پہرہ دیتے رہے۔ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے جب ان کے قدموں کی آہٹ سُنی تو فرمایا۔ "کون ہے؟"

عرض کی "ابوایوبؓ ہوں"۔

حضور سرورِ کونین ﷺ نے انہیں طلب فرمایا اور پوچھا "تم کیوں خیمہ کے آس پاس چکر لگا رہے ہو"۔

انہوں نے عرض کی۔

یا رسول اللہ ﷺ! اس جنگ میں حضرت صفیہؓ کے چچا اور خاوند کو مجاہدین نے قتل کر دیا ہے۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کوئی ناشائستہ حرکت نہ کرے چنانچہ میں رات بھر جاگ کر پہرہ دیتا رہا"۔

رحمتِ عالم ﷺ اپنے اس غلام کی جانثاری پر بہت خوش ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْ اَبَا اَيُّوبَ كَمَا بَاتَ يَحْفَظُنِيْ

ترجمہ: "اے اللہ! جس طرح ابوایوبؓ رات بھر میری حفاظت میں جاگتا رہا ہے، تو بھی اس کی حفاظت فرما"۔

زہر آلود بکری کا گوشت:

زینب بنت حارث یہودیوں کے سردار سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ جب حضور سرورِ انبیاء ﷺ قلعہ قموص میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو اس یہودن نے بکری کا بھنا ہوا گوشت بطور ہدیہ بارگاہِ رسالت میں پیش کیا۔ بکری کی ران کو خوب زہر آلود کیا۔ دستر خوان پر جب گوشت رکھا گیا تو ران کو حضور سرورِ عالم ﷺ نے اٹھایا۔ اس کا ایک ٹکڑا تناول فرمایا۔ مگر فوراً اسے تھوک دیا اور فرمایا۔

اِنَّ هٰذَا الْعَظْمَ لَيُخْبِرُنِیْ اَنَّهٗ مَسْمُوْمٌ

ترجمہ: "اس بازو نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے"۔

اس کے بعد حضرت رسولِ خدا ﷺ نے زینب کو بلایا تو اس نے اقرار کر لیا۔ جب پوچھا کہ تو نے ایسا

Marfat.com
Marfat.com

کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے سوچا اگر یہ بادشاہ ہیں تو ہمیں اس سے راحت ملے گی۔ اور اگر خدا کے رسول ہیں تو انہیں خبر ہو جائیگی۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ اس پر رسولِ خدا ﷺ خاموش رہے۔ اسی محفل میں حضرت بشیر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے ایک لقمہ نگل لیا جس کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ اسی جرم میں زینب زوجہ سلام کو قتل کر دیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۳۶)

غزوہ خیبر میں مسلم خواتین کی شرکت:

تاریخ اسلام میں ان مسلم خواتین کے اسمائے گرامی محفوظ ہیں۔ جو درج کر رہا ہوں۔

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

اُم ایمن ؓ، سلمیٰ ؓ، (عاصم بن عدی کی زوجہ)

اُم عمارہ ؓ، نصیبہ بنت کعب، اُم منیع ؓ، اُم مطاوع الاسلیمہ ؓ

اُم سلیم بنت ملحان ؓ اُم الضحاک ؓ بنت مسعود الحادثیہ

نہد ؓ بنت عمرو بن حرام ام العلاء ؓ الانصاریہ

ام عامر ؓ الدشہلیہ ام عطیہ ؓ الانصاریہ

ام سلیط ؓ امیہ ؓ بنت قیس الغفاریہ

کعبیہ بنت سعد الاسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن جمیعاً

شہداء خیبر:

غزوہ خیبر میں جو مسلمان شہید ہوئے انکی تعداد سولہ ہے۔

چار قریش سے ایک قبیلہ اشجع سے۔ ایک قبیلہ اسلم سے۔ ایک اہل خیبر سے اور باقی انصار سے۔

بعض کا قول 18 ہے۔ زیادہ اہلِ سیر نے تعداد پندرہ لکھی ہے۔ حضرت زنیف بن وائلہ رضی اللہ عنہ کا نام صرف واقدی اور زنیف ؓ بن حبیب کا نام صرف طبری نے لکھا ہے۔ بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ کے بعد زہر کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اور یہودیوں کے ترانوے (93) افراد قتل ہوئے۔

واقعہ فِدَک:

حضور سرورِ عالم ﷺ نے خیبر پہنچ کر اہلِ فِدَک یہودیوں کو دعوتِ اسلام کا پیغام حضرت مُحَیِّصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بھیجا مگر انہوں نے قبولیت اسلام میں دیر کی۔ لیکن ان کے دِلوں میں مسلمانوں کا رعب وہیبت چھا گئی۔ انہوں نے مصالحت کیلئے رسولِ خدا ﷺ کے پاس اپنا ایک وفد بھیجا اور اپنی نصف آمدنی دینے کی

Marfat.com
Marfat.com

شرط پر مصالحت کر لی۔
لہٰذا فدک کی سرزمین حضور رسالت مآب ﷺ کے تصرف میں آ گئی کیونکہ یہ بغیر جہاد سے ملی تھی۔

غزوہ وادی القریٰ:

خیبر کے گردونواح میں یہودیوں کی کئی آبادیاں تھیں۔ ان لوگوں کو اپنی قوت و کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ فتح خیبر کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کے سفر میں تھے۔ کہ گزر وادی القریٰ سے ہوا۔ یہ وادی مدینہ منورہ اور شام کے درمیان میں واقع ہے۔ بڑی وسیع ہے۔ اس میں بہت سے دیہات آباد ہیں۔ یہاں کے باشندے بھی یہودی تھے۔ لشکرِ اسلام جب وہاں سے گزرا تو عصر کا وقت تھا۔ سورج غروب ہونے کی تیاری میں تھا۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ مگر انہوں نے تکبر کیا اور دعوتِ حق کو قبول نہ کیا۔ اس واقعہ کو ''سبل الھدیٰ والرشاد'' میں علامہ محمد بن یوسفؒ نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

''رسول مکرم ﷺ خیبر سے واپسی کے وقت ''الصبھا'' نامی بستی کے قریب سے گزرے۔ پھر ''برمد'' نامی گاؤں سے گزرے اور وادی القریٰ میں تشریف لائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت رفاعہ بن زید حزامیؓ نے ایک سیاہ فام غلام حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ اس کا نام ''مدعم'' تھا۔ اس کے ذمہ حضور سرکار دو عالم ﷺ کی ناقہ کا کجاوہ وغیرہ درست کرنا تھا۔ ایک روز وہ ناقہ پر کجاوہ کس رہا تھا۔ کہ اچانک ایک تیر آیا اور اس کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ جو جان لیوا ثابت ہوا۔ صحابہ کرام نے یہ دیکھ کر نعرہ لگایا'' هَنِيئاً لَهُ الْجَنَّةُ '' اسے جنت مبارک ہو۔ اللہ کے پیارے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

كَلَّا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِىْ أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْغَنَائِمِ
يُصِبْهَا . لَمَقْسَمُ تَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا

ترجمہ: ''ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اس نے خیبر کے اموالِ غنیمت سے ان کی تقسیم سے پہلے جو ایک چادر اچک لی تھی۔ وہ آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے''۔

مدعم کو تیر سے زخمی کر کے انہوں نے جنگ کا آغاز کر دیا۔ نبی مکرم ﷺ نے بھی اپنے لشکر کو صف بندی کا حکم دے دیا۔ اور مختلف آزمودہ اصحاب کو پرچم عطا فرمایا۔ لشکر اسلام کا پرچم حضرت سعد بن عبادہؓ کو مرحمت فرمایا۔ ان کے علاوہ حضرت حبابؓ بن منذر، حضرت سہیل بن حنیفؓ اور حضرت عباد بن بشرؓ کو بھی پرچم عطا فرمائے۔

Marfat.com
Marfat.com

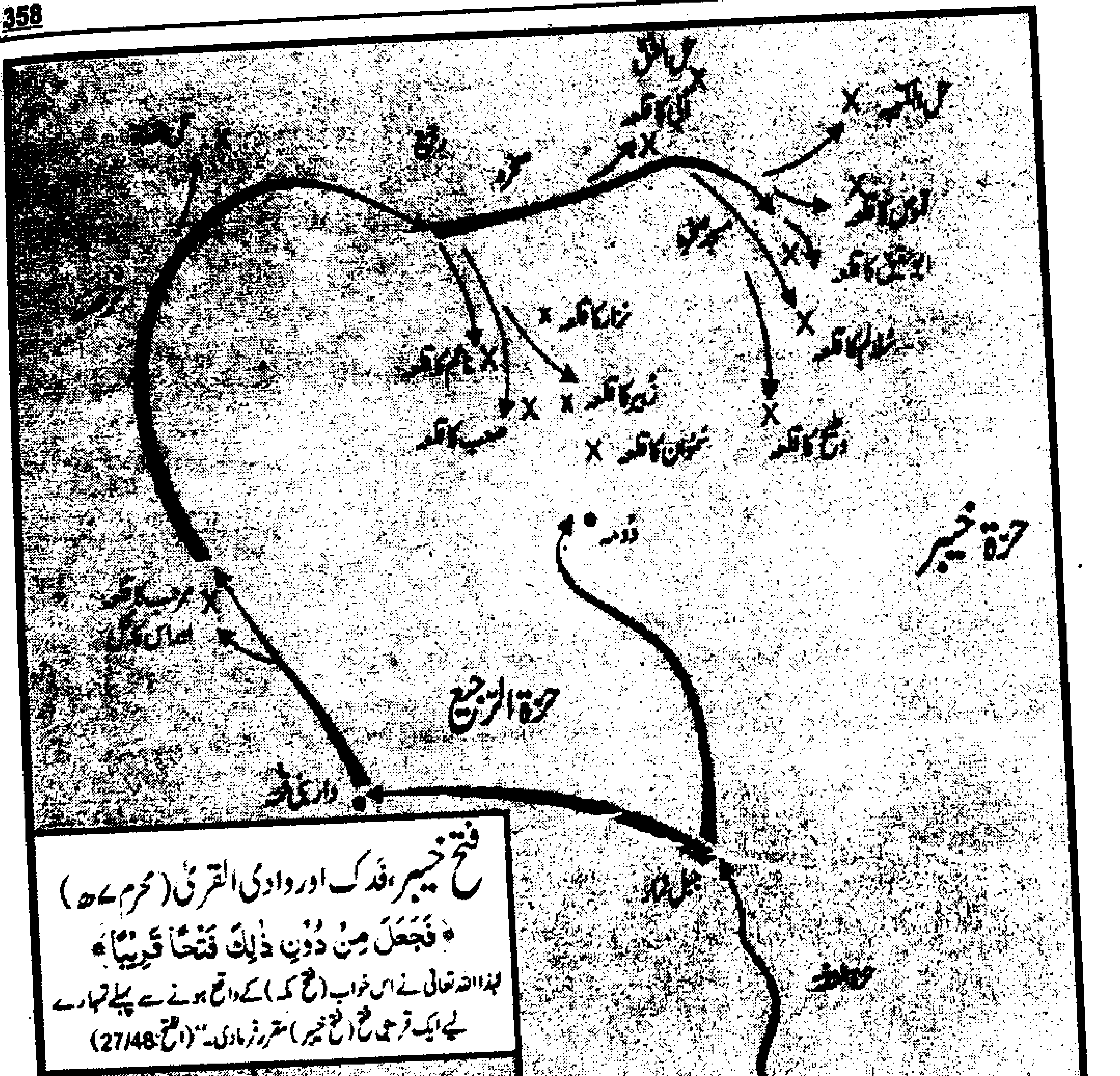

فتح خیبر، فدک اور وادی القریٰ (محرم ۷ھ)

﴿ فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس خواب (فتح مکہ) کے واقع ہونے سے پہلے تمہارے لیے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) مقرر فرما دی۔" (الفتح: 27/48)

Marfat.com
Marfat.com

یہ انتظام کرنے کے بعد نبی برحق علیہ الصلوۃ والسلام نے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ اگر ایمان لے آئیں تو ان کے اموال اور جانوں کی حفاظت کی جائیگی۔لیکن ان شور بختوں کی قسمت میں ایمان لانے کی سعادت نہ تھی۔انہوں نے اپنا ایک بہادر میدان میں اتارا۔اس نے هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کا نعرہ لگایا۔مقابلہ کیلئے مسلمان مجاہدین کی طرف سے "حضرت زبیرؓ بن عوام" نے لبیک کہی اور اپنی شمشیرِ خاراشگاف سے وار کیا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔ان کا دوسرا پہلوان میدان میں اُترا جس کو سیدنا علی المرتضٰی کرم وجہہ اللہ الکریم نے قتل کر دیا۔تیسرا پہلوان میدان میں اُترا تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس کا کام تمام کر دیا۔یہاں تک کہ اُن کے گیارہ بہادروں کو مجاہدین اسلام نے یکے بعد دیگرے موت کی نیند سلا دیا۔جب بھی ان کا کوئی بہادر قتل ہوتا تو حضور سرورِ کونین ﷺ انہیں دعوتِ حق قبول کرنے کیلئے کہتے۔دوران لڑائی نماز کے وقت با جماعت نماز ادا کرتے۔اور بار بار دینِ حق قبول کرنے کی دعوت دیتے۔یہ سلسلۂ جنگ و قتل غروبِ آفتاب تک جاری رہا۔

دوسرے روز صبح طلوع ہوتے ہی ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دئے۔اور شکست تسلیم کر لی۔

مسلمانوں کو بطور غنیمت بے شمار مال و دولت کے علاوہ قیمتی گھریلو ساز و سامان کی ایک کثیر تعداد ہاتھ آئی۔لیکن ان کی پیداوار میں نصف پیداوار لینے کی شرط پر ان کے پاس ہی رہنے دی۔

حضور سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عمرو بن سعید بن العاصؓ کو وہاں کا والی مقرر فرمایا۔اور حضرت حمزہ بن ہوذہؓ کو جاگیر عطا فرمائی۔

اسی طرح وادیٔ تیماء کے لوگوں نے جب دیکھا کہ وہ حضور سرکارِ دو عالم کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کر کے مسلمانوں سے صلح کر لی۔انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی زمینوں پر خراج اور حسبِ ضابطہ فی کس جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔

حبسِ شمس:

غزوہ خیبر کے مشہور واقعات میں ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کیلئے سورج کو واپس کیا گیا۔اس سے قبل شبِ معراج کے موقع پر جب حضور سرورِ عالم ﷺ نے کفار کو خبر دی کہ تمہارا قافلہ طلوعِ آفتاب تک پہنچ جائے گا۔آفتاب کے طلوع کے آثار ظاہر ہونے لگے۔لیکن قافلہ نظر نہ آیا تو رحمتِ حق ﷺ نے خدا سے دعا مانگی کہ سورج کو ساکت فرما دیا جائے تو ایسا ہی ہوا۔

دوسرا واقعہ غزوہ خندق میں پیش آیا کہ نمازِ عصر قضاء ہوئی تو سورج کے رکنے کا حکم دیا گیا۔

تیسرا واقعہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا۔جو بہت مشہور واقعہ ہے۔اس واقعہ کو حضرت امام طحاوی نے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے دو سندوں سے روایت کیا ہے کہ۔ کتاب کا نام "مشکلات الحدیث" ہے ان کا بیان ہے کہ

جب حضور سرورِ کائنات ﷺ مدینہ واپسی پر مقام "صہبا" پہنچے اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہما سے زفاف فرمایا۔ اور اسی منزل پر نمازِ عصر ادا فرمائی اس کے بعد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے ۔ وحی کے آثار نمودار ہوئے ، نزولِ وحی کی مدت اتنی طویل تھی کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ "کیا تم نے نمازِ عصر ادا کی ہے"؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ "نہیں ! اگر میں خدا کی نماز ادا کرتا تو رسولِ خدا کے آرام میں خلل آتا تھا۔ اس لئے میں نے نماز ادا نہیں کی اب قضاء بھی نہیں پڑھنا چاہتا"۔

اس پر محبوب خدا ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ وَرَاَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَاَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ وَقَعَتْ عَلَى الْجَبَلِ وَالْاَرْضِ فَذَالِكَ فِی الصَّهْبَاءِ فِیْ خَيْبَرَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ ثَابِتُ الدِّوَايَةِ عَنِ الثِّقَاةِ.

ترجمہ: "اے اللہ ! علیؓ تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں مصروف تھا پس اس ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹا دے تا کہ وہ نماز ادا کر لے۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے خود سورج کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہوا۔ یہ واقعہ خیبر سے واپسی پر الصہباء میں پیش آیا۔ یہ روایت ثقہ راویوں سے ثابت ہے"۔

لَيْلَةَ التَّعْرِيس

تعریس آخر شب میں مسافر کے اترنے ، ٹھہرنے اور سونے کو کہتے ہیں۔

واقعہ یوں ہے۔ کہ غزوہ خیبر کی واپسی پر ایک رات نیند کا غلبہ ہوا۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے رات کے پہلے حصہ میں سفر کیا جب رات ڈھل گئی اور نیند محسوس ہونے لگی تو خواب واستراحت کے لئے قیام فرمایا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ "ہم سو جائیں تو ہمارے لئے رات کی نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا صبح ہوشیار رہنا کہ نمازِ فجر قضا نہ ہو جائے"۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت بلال رضی اللہ عنہ شب بیداری کے لئے تیار ہو گئے ۔ رات بھر نوافل و وظائف میں مشغول رہے ۔ بہت زیادہ نوافل ادا کئے ۔لیکن جب صبح کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگائی ۔ اور بطرفِ آفتاب نگاہ کی تاکہ وقت پر روشنی نظر آ جائے اور اپنی ذمہ داری سے سرخرو ہو سکیں ۔ مگر ان پر بھی نیند کا غلبہ ہوا اور سو گئے ۔

سورج کی دھوپ سے حضور رسالت مآب ﷺ بیدار ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا

''مَا صَنَعْتَ بِنَا يَا بِلَال''

ترجمہ: ''اے بلالؓ! تم نے ہمارے ساتھ کیا گیا؟''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی ۔''یارسول اللہ ﷺ! جس ذات نے آپ ﷺ کو سلائے رکھا اس نے مجھے بھی جاگنے نہیں دیا''۔

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا ۔''صَدَقْتَ'' تو نے سچ کہا ہے ۔

اس کے فوراً بعد رسول خدا ﷺ نے کوچ کا حکم دیا ۔ اور دوسری جگہ پہنچ کر وضو فرمایا ۔ اور صحابہ نے بھی وضو فرمایا ۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور قامت کے ساتھ نمازِ فجر باجماعت ادا فرمائی ۔ بعد از نماز ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جانثاروں کو ارشاد فرمایا ۔

''یعنی اگر تم نماز ادا کرنا بھول جاؤ جیسے ہی تمہیں یاد آئے اس کو پڑھ لیا کرو ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کیلئے''۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد دوم صفحہ ۱۸۴)

غزوۂ خیبر کے بعد جنگی مہمات:

حضور نبی مکرم ﷺ نے غزوہ خیبر سے واپس پر موسمِ خزاں اور موسمِ سرما مدینہ پاک میں گزارا ۔ اس عرصہ میں بذاتِ خود کسی غزوہ پر تشریف نہ لے گئے ۔ البتہ متعدد فوجی مہمیں صحابہ کرام کی سرکردگی میں مختلف اطراف میں روانہ فرمائیں ۔ جن کی تفصیل درج کر رہا ہوں ۔

سریہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے ۔

(نبی اکرم ﷺ نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنو فزارہ کی گوشمالی کے لئے تیس (30) سواروں کو بھیجا ۔ ہم بنو فزارہ کے چشمے پر پہنچے تو رات ہو گئی ۔ کمانڈر نے ہمیں رات وہاں گزارنے کی اجازت دے دی ۔ نمازِ فجر کے بعد آپؓ نے دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا ۔ دشمن کے

Marfat.com
Marfat.com

جو آدمی ہمارے قابو میں آئے ہم نے اُنہیں قتل کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ بچے اور عورتیں پہاڑ کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ میں نے بھاگ کر ان کے گرد گھیرا تنگ کر دیا اور ان کو پکڑ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں لے آیا ان میں ایک لڑکی بڑی خوبصورت تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہ لڑکی مجھے عنایت کر دی۔ میں اُسے مدینہ لے آیا۔ اس کے علاوہ کافی مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ میں نے اس لڑکی کو باحفاظت اپنے پاس رکھا۔ جب میں مدینہ کے بازار سے گزر رہا تھا۔ تو حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ اے سلمہؓ وہ لڑکی مجھے دے دو۔ میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اور اس لڑکی کو اپنے آقا ﷺ کے سپرد کر دیا۔ حضور سرورِ کونین ﷺ نے وہ لڑکی مکہ بھیجی اور فدیہ کے طور پر تمام غریب اور کمزور مسلمانوں کو مکہ کے قبضہ سے آزاد کروا لیا۔ (سیرت ابن کثیر والسیر النبوۃ جلد سوم صفحہ ۴۱۷)

سریہ حضرت عمرِ فاروقؓ:

حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیس (30) سواروں کا ایک دستہ بنوہوازن کی ایک شاخ بنونصر بن معاویہ اور بنوجشم بن بکرہ جوتر بہ کے گاؤں میں قیام پذیر تھے۔ بھیجا۔ یہ لوگ اپنی فتنہ انگیزیوں کے لئے مشہور تھے۔ یہ دستہ دن کے وقت چھپ کر آرام کرتا اور رات کی تاریکی میں سفر کرتا۔ جب یہ دستہ بنوہوازن کے علاقہ میں پہنچا تو ان کو پہلے اطلاع پہنچ گئی۔ لہٰذا وہ پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور میدان خالی چھوڑ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو وہاں سے غائب پایا تو مدینہ لوٹنے کا قصد کیا۔ ایک مجاہد نے عرض کی کہ قبیلہ خثعم یہاں سے قریب ہے۔ ان کی اصلاح کی خاطر ان پر حملہ کر دیا جائے تو سپہ سالار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''میں صرف بنوہوازن پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ میں سرکارِ مدینہ ﷺ کے بغیر کسی اور قبیلہ پر کیسے دھاوا بول سکتا ہوں؟'' اللہ اللہ! صحابہ کرام کی تابعداری۔

چنانچہ بخیریت واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ (دلائل النبوۃ جلد چہارم صفحہ ۲۹۲)

سریہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی یسیر بن رزام کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کیلئے تیس (30) سواروں کا امیر بنا کر بھیجا۔ جب حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ خیبر پہنچے۔ یسیر بن رزام سے ملاقات کی اور اس یہودی کو فرمایا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تمہیں بلایا ہے تاکہ تمہیں سارے خیبر کا گورنر مقرر

Marfat.com
Marfat.com

کیا جائے۔ اس شرط پر وہ ساتھ چل دیا کہ میرے ساتھ میرے تیس (30) محافظ بھی جائیں گے۔ مسلمان بھی تیس تھے۔ لہذا ہر مسلمان نے اس کے ایک ایک آدمی کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ یسیر جو کہ ان کا سردار تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ جب یہ قافلہ قرقرہ نیار نامی گاؤں پہنچا تو یسیر ان کے ساتھ آنے پر پشیمان ہوا۔ لہذا اس نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی تلوار چھیننے کی کوشش کی۔ لیکن آپؓ اس کی اس حرکت کو تاڑ گئے۔ لہذا انہوں نے اسی تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی ران کاٹ دی۔ یسیر کے پاس ایک سخت لکڑی تھی۔ جس سے اس نے آپؓ کا چہرہ زخمی کر دیا۔ اس کے بعد ہر سوار نے اپنے پیچھے بیٹھے ہر یہودی سوار کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بارگاہ نبوت میں پہنچے تو سارا ماجرا سنایا۔ اور زخم پر لعاب دہن لگایا۔ جس سے زخم مندمل ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ جلد چہارم ۲۹۵)

سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ :

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے تیس سواروں کا ایک دستہ حضرت بشیر بن سعدؓ کی قیادت میں قبیلہ بنی مرہ کی گوشمالی کیلئے بھیجا۔ جب یہ دستہ ان کے علاقہ میں داخل ہوا تو ان کے جانوروں کو ہانک لیا۔ اس پر انہوں نے لڑائی شروع کر دی۔ انہوں نے تمام مجاہدین کو شہید کر دیا۔ حضرت بشیر بن سعد جان بچا کر مدینہ منورہ پہنچے اور تمام ماجرا سنایا۔

حضور سرورِ کونین ﷺ نے جلیل القدر صحابہ کا ایک دستہ تیار کیا اور حکم دیا کہ اس قبیلہ کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔ اس دستہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، ابن مسعود بدری رضی اللہ عنہ اور کعب بن عجرہؓ جیسی ہستیاں تھیں۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی مڈبھیڑ مرداس بن نہیک سے ہوگئی۔ جب حضرت اسامہؓ نے اس پر حملہ کرنے کیلئے تلوار اٹھائی تو اس نے جھٹ پڑھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لیکن انہوں نے وار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔

صحابہ کرام نے بہت ملامت کی۔ جس سے انہیں افسوس ہوا۔ جب مدینہ پہنچے تو یہ معاملہ رسولِ اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو حضور رسالت مآب ﷺ نے بڑے غصہ سے فرمایا!

یَا اُسَامَةُ مَنْ لَکَ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''اے اسامہؓ! اس کلمے کا جو اس نے پڑھا کیا جواب ہے؟

حضرت اسامہؓ نے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ! اس نے قتل سے بچنے کیلئے کلمہ پڑھا۔ یہ اس کا عقیدہ نہ تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا۔

وَمَنْ لَکَ یَا اُسَامَۃُ بِلَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضور ﷺ بار بار یہ جملہ دوہراتے رہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میری ندامت اور خجالت کی حد نہ تھی۔ میں نے وعدہ کیا اور عرض کی۔

''حضور ﷺ! آج کے بعد میں کبھی ایسا نہ کروں گا''۔

اس پر رحمۃ للعالمین نے معاف فرمادیا۔

اس سریہ میں ہر مجاہد کو دس دس اونٹ اور سو سو بکریاں حصہ میں آئیں۔ (سیرت ابن کثیر، السیرۃ النبوہ جلد سوم صفحہ ۴۲۰۔۴۱۹)

سریہ حضرت غالب بن عبد اللہ اللیشی رضی اللہ عنہ:

اسی سال ماہ رمضان میں حضور نبی آخرالزمان ﷺ نے ایک سوتیس سواروں کا ایک دستہ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بطرف نجد مدینہ سے آٹھ برید (96) میل دور قبیلہ میفعہ پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔ مجاہدین اسلام نے ان کے علاقہ میں پہنچ کران پر یلغار کی جو سامنے آیا اسے تہ تیغ کیا۔ فتح یاب ہوئے اور بے شمار اونٹ اور بھیڑ بکریاں لے کر مدینہ واپس آگئے۔ (محمد رسول اللہ صفحہ ۲۸۵)

حضرت بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ کا دوسرا سریہ:

اسی سال ماہ شوال میں حضرت بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ کو یمن اور جناب کے علاقہ کی طرف بھیجا گیا۔ ان کے زیر کمان تین سو مجاہدین تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت حسیل بن نویرہ رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ بنو غطفان کے چند شر پسند اکٹھے ہو کر عینیہ بن حصین کے ساتھ ساز باز کر کے مدینہ شریف کے اطراف میں حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ حضرت حسیل بن نویرہ رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا سرپرست بنایا گیا۔

یہ لشکر جناب کی سمت یمن اور جبار کی بستیوں کی طرف پیش قدمی کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور سلاح نامی بستی میں خیمہ زن ہوا۔ وہاں بنو غطفان کے کثیر تعداد میں اونٹ چر رہے تھے۔ لشکرِ اسلام کو دیکھ کر تمام چرواہے بھاگ گئے۔ تمام اونٹوں پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ کسی کو سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت بخیریت مدینہ شریف واپس آگئے۔ راستہ میں عینیہ کے ایک جاسوس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا مزید ایک جھڑپ ہوئی دو آدمیوں کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور حضور سرورِ دوجہاں ﷺ نے انہیں آزاد فرمادیا۔ (ضیاء النبی ﷺ جلد چہارم صفحہ ۳۲۷)

Marfat.com
Marfat.com

سریہ ابی حدرد الاسلمی رضی اللہ عنہ:

اس سریہ کی تفصیل خود ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے سُنیئے۔ وہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنی قوم کی ایک خاتون سے شادی کی اور دو سو درہم مہر مقرر ہوا۔ جو میں ادا نہ کرسکتا تھا۔ لہذا میں رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ حضور ﷺ اس سلسلہ میں میری مدد فرمائیں۔ میں وہاں چند روز ٹھہرا رہا۔ پھر بنی حشم قبیلہ کا ایک آدمی رفاعہ بن قیس آیا۔ اس کے ساتھ اس کا قبیلہ بھی تھا جو ''الغابہ'' کے مقام پر قیام پذیر تھے۔ وہ اپنے قبیلہ سے مل کر حضور سرورِ دو عالم ﷺ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔

حضور خاتم النبیین ﷺ نے مجھے اور دو اور مسلمانوں کو یاد فرمایا۔ اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ ہمارے پاس تیر کمان اور تلواریں تھیں۔ جب ہم الغابہ کے مقام پر پہنچے تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ میں ایک کونہ میں چھپ گیا۔ اور دوسرے دونوں ساتھی دوسرے کونے میں چھپ گئے۔ اتفاقاً ان کے ایک چرواہا کی واپسی میں دیر ہوگئی۔ اس کا مالک رفاعہ بن قیس گلے میں تلوار حمائل کر کے اس کی تلاش میں اکیلا ہی چل پڑا۔ جب میرے پاس سے گزرا تو میں نے اپنا تیر چلایا جو اس کے دل میں پیوست ہوگیا۔ اسے بولنے کا موقع بھی نہ ملا اور مر گیا۔ اس کا سر قلم کر لیا۔ دوسرے دونوں ساتھی بھی آ گئے۔ دشمن نے بھاگ کر جان بچائی۔ ان کے کثیر تعداد میں اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہمارے ہاتھ آئیں۔ انہیں ہانک کر مدینہ لے آئے۔ اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کر دیئے۔ ان میں سے تیرہ اونٹ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے مجھے عطا کیے۔ جن کو بیچ کر میں نے مہر کی رقم ادا کی۔ اس طرح میری بیوی میرے گھر میں آ گئی۔ (امام بیہقی، السنن جلد چہارم صفحہ ۳۰۴)

غزوہ ذات الرقاع:

یہ ایک ایسی مہم تھی جس میں حضور خاتم النبیین ﷺ خود تشریف لے گئے۔ واقعہ کچھ یوں ہے۔ ایک تاجر بیرونِ شہر سے مدینہ پاک وارد ہوا۔ اس کے پاس گھوڑے اونٹ اور دیگر سامانِ تجارت تھا۔ چند دنوں میں اس کا سارا سامان فروخت ہوگیا۔ اس نے اہلِ مدینہ کو بتایا کہ بنی انمار اور بنی سعید بن ثعلبہ تو تم پر حملہ کرنے کی تیاری میں ہیں اور تم کسی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہو۔

جب یہ اطلاع حضور سرورِ کونین ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے بغیر کسی توقف کے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ خود دس محرم کو سات سو مجاہدین کو لے کر دشمن کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوگئے۔ مضیق کے گاؤں سے گزرے ''وادیِ الشقرۃ'' پہنچے۔ ایک روز قیام فرمایا۔ اور دشمن کی سرگرمیوں کا پتہ معلوم کرنے کیلئے مجاہدین کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر دیا۔ اور دشمن کی تلاش جاری ہوگئی۔ شام کو جب سب دستے

Marfat.com
Marfat.com

واپس آئے تو دشمن کا نام ونشان نہ تھا۔ آگے بڑھے اور آخر کار نخل نامی منزل تک پہنچے اور ان کی نشست گاہیں تلاش کر لیں۔ لیکن عورتوں کے سوا کسی مرد کا سراغ نہ ملا ان کی جنگی قیدی بنالیا گیا۔ ان کے سارے مرد بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔

عمرة القضاء:

ماہ ذی القعد 7 ہجری

نام: عمرة الصلح ، عمرة القضیہ ، عمرة القضاء

معاہدہ کے مطابق یہ طے تھا کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔ اور اگلے سال آکر زیارت کعبہ کر لیں۔ آخر کار سال ختم ہوا۔ اور حضور سرورِ عالم ﷺ سات ہجری ماہ ذی القعد کو دو ہزار افراد اور سو گھوڑوں اور قربانی کے ساٹھ اونٹوں کے ساتھ مدینہ شریف سے روانہ ہوئے۔ مسجدِ نبوی کے دروازے سے ہی احرام باندھ لیا اور تلبیات پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔

اسلحہ کا ذخیرہ بند حالت میں ساتھ تھا۔ مگر آگے جا کر مکہ سے باہر ہی رکھ دیا گیا۔ معاہدہ کے مطابق تین دن کے لئے کفار کو مسلمانوں کے لئے حرم پاک بالکل کھولنا پڑا۔ بعض کفار تو مکہ سے ہی نکل گئے۔ اور قریبی پہاڑیوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں کی شان وشوکت نہ دیکھ سکیں۔ لیکن عام باشندے، عورتیں اور بچے ''دار الندوہ'' کے پاس صف باندھے کھڑے تھے۔ اور اس انقلابی طاقت کا نظارہ کر رہے تھے۔ جس نے مکہ ہی کی فضاؤں میں ابتدائی نشو ونما پائی تھی۔

مکہ شریف میں داخلہ اس شان سے تھا کہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی ''القصویٰ'' پر سوار تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ آگے آگے سواری کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ اور وجد میں آکر شعر پڑھ رہے تھے۔ جن کے چند اشعار نذر کر رہا ہوں۔

بِاسْمِکَ الَّذِیْ لَا دِیْنَ اِلَّا دِیْنُہٗ ‌ ‌ ‌ بِاسْمِ الَّذِیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُہٗ

ترجمہ: اس ہستی کا نام لے کر ہم داخل ہوئے۔ جس کے دین کے علاوہ کوئی دین نہیں۔ محمد ﷺ جس کے رسول ہیں۔

خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ ‌ ‌ ‌ اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ

ترجمہ: ہم تمہیں ایسی ضرب لگائیں گے جو تمہارے کندھوں کو گردنوں سے خالی کر دے گی۔ ہر پیارے دوست کو پیارے دوست سے جدا کر دے گی۔

Marfat.com
Marfat.com

عمرۃ القضاء

(ذی قعدہ 7ھ)

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برحق سچا خواب دکھایا تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور امن و اطمینان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ پھر تم (عمرہ کی ادائیگی کے بعد) اپنے سر منڈواؤ گے اور بال کترواؤ گے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ (الفتح 27/48)

میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ﴾

اور وہ مومن عورت بھی جو خود نبی کریم سے نکاح کی پیشکش کرے۔
(الاحزاب 50/33)

عمرۃ القضاء (عمرۃ القضیہ یا عمرۃ القصاص) کا راستہ

حدود حرم مکی

Marfat.com
Marfat.com

قَدْ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِیْ تَنْزِیْلِهٖ　　خَلُّوْا بَنِی الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِهٖ

ترجمہ: اے کفار کی اولاد! اس کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ الرحمٰن نے اپنی نازل کردہ کتاب میں یہ تعلیم دی ہے۔

یَا رَبِّ ! اِنِّیْ مُؤْمِنٌ بِقِیْلِهٖ　　بِاَنَّ خَیْرَ الْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِهٖ

ترجمہ: اے اللہ! میں اس کے ارشاد پر ایمان لانے والا ہوں۔ بہترین جنگ وہ ہے جو خود اس کی راہ میں لڑی جائے۔

اس نغمے میں پوری دعوت حق دی جا رہی تھی۔ جس کی گونج مکہ کی فضاؤں میں پھیل رہی تھی۔ اس میں جہاد کا رجز بھی تھا۔ اس میں رَبّ الرحمٰن کے اُسی نام کی پکار تھی جس سے کفار کو چڑ تھی۔ اس میں محمد ﷺ کی رسالت کی گونج مچی ہوئی تھی۔ اسلام دشمن طاقت سے حکم کی صورت میں کہا جا رہا تھا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ مزاحمت چھوڑ دو۔ آج کوئی بھی رکاٹ کرنیوالا نہ تھا۔ کیونکہ معاہدہ حدیبیہ نے ان کے ہاتھوں اور زبانوں کو باندھ رکھا تھا۔

حضور سرورِ کونین ﷺ نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ خوب مونڈھے کھول کر سینہ تان کر چلو اور پھیل پھیل کر طواف کرو۔ تاکہ اس پروپیگنڈے کی تردید ہو جائے کہ مسلمانوں کی حالت بھوک اور بخار نے پتلی کر دی ہے۔ اس وقت مخالفین کو مرعوب کرنا مقصود تھا۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے کیا خوب فرمایا۔

(''خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو آج کفار کے سامنے قوت کا اظہار کرے''۔)

اسی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ خود بھی رکن یمانی سے رکنِ حجرِ اسود تک نرم چال چلتے اور بعد کے طواف میں ہلکی سی دوڑ لگاتے تھے۔ یہی حصہ کفار کے اجتماع کے سامنے تھا۔ معلوم یہ ہوا کہ مخالف حلقوں میں علمبرداران اسلام کی کمزوری کو روکنا اور ان پر قوت و شوکت کے مظاہرہ سے رعب ڈالنا اسلامی سیاست کی اہم حکمت ہے۔ یہ اتنی اہم ہے کہ عین حرم میں بھی اور عین طوافِ کعبہ میں بھی اس کو ملحوظ رکھا گیا۔

ان چھوٹی چھوٹی باتیں سے شہادت ملتی ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ وقت وقت کے سیاسی تقاضوں پر کس قدر نگاہ رکھتے تھے۔ اور ان کو پورا کرنے کا اہتمام کرتے۔ کیونکہ یہ سیاست ذاتی جاہ و حشمت کیلئے نہ تھی۔ بلکہ خدائی نظام عدل کی سربلندی کیلئے تھی۔ یہی سرسرا دین تھا۔ اور اس کا ہر اقدام عبادت تھا۔

غور فرمایئے۔ کہ نظامِ حق کے داعیوں کی اس جماعت کو مکہ کا اجتماع دیکھ رہا ہوگا۔ تو مردوں، عورتوں اور بچوں پہ کیسے کیسے اثرات مرتب ہو رہے ہونگے۔ خیال آتا ہوگا۔ کہ کیا یہ اسی دین کی فصل ہے۔ جس نے مکہ سے

Marfat.com
Marfat.com

آغاز کیا۔ اور پھر غارِ حرا، دارِ ارقم، شعب ابی طالب، دارالندوہ اور غارِ ثور کے تاریخی مقامات ان کے سامنے سَر اٹھا اٹھا کر کہتے ہوں گے۔ دیکھو نیکی کی یہ طاقت کتنی عظیم ہے۔ اور تم ان کے سامنے کتنے کمتر ہو گئے ہو۔ مکہ کی گلیوں کے ذرے تڑپ اٹھے ہونگے۔ اور ان لوگوں سے مطالبہ کرتے ہونگے، کہ یہ صبر کش لوگ ہیں۔ جن کو تم نے بغیر کسی جرم کے کئی سال تک دکھ دیئے تھے۔ دیکھو آج وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ کتنے ہی کانٹوں سے سر اُٹھا کر کہا ہوگا۔ کہ تم نے اپنی نوکوں سے ان کے جسموں کو کتنی اذیت دی تھی۔

پھر کہیں سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی کلمہ شریف کی پہلی پکار کعبۃ اللہ سے گونجنے لگی ہوگی۔ جس پر ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پھر کہیں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی "اَحَدٌ . اَحَدٌ" کی صدائیں بلند ہوئی ہونگی۔ جو تپتی ریت کے بستر پر لیٹ کر اُٹھتی تھیں۔ دارالندوہ چیخ اُٹھا ہوگا۔ کہ تم نے جس ہستی کے قتل کی سازش کی تھی۔ اس کا پیغامِ حق گوشے گوشے میں تبدیلی لا رہا ہے۔ تیرہ سالہ مکی تاریخ ہر چہار جانب اُمڈ آئی ہوگی۔

پھر بدر اور اُحد میں کام آنے والوں کی یادیں خونیں پیرہن سجائے نمودار ہوئی ہوں گی۔ اور ان کی روحوں سے صدا اُٹھی ہوگی۔ کہ تم بھی جاگو۔ تم بھی بدلو۔ تم بھی آگے بڑھو۔ اور سیلِ رواں میں شامل ہو جاؤ۔

اسلام کے حامی و ناصر جو مکہ میں چھپے بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھیں اس نظارے سے کتنی ٹھنڈی ہوئی ہونگی۔ ان کے جذبوں کو ایک نئی طاقت ملی ہوگی۔ ان کے اندر تازہ اُمنگیں اُبھر آئی ہونگی۔ مخالفین اپنے آپ کو کتنا پست محسوس کر رہے ہونگے۔ اور ان کی آنکھوں کے سامنے کتنا تاریک مستقبل ہوگا۔

تین دِن تک شہر کی فضاؤں میں رحمت کی گھٹائیں موتی برساتی رہیں۔ چوتھے دِن سہیل بن عمرو اور خویطب بن عبدالعزیٰ رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت خاتم النبیین ﷺ انصار کے درمیان حرم کعبہ میں جلوہ افروز تھے۔ سہیل نے آتے ہی کہا۔

"تین دن پورے ہوئے آپ ﷺ بمعہ اپنی جماعت ہماری زمین سے نکل جائیں"۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، پہلو میں بیٹھے تھے۔ اس کا طرزِ تکلم برداشت نہ کر سکے۔ اور کہا "زمین نہ تیری ہے نہ تیرے باپ کی ہم ہرگز نہ نکلیں گے"۔

حضورِ رحمت للعالمین ﷺ نے فوراً فضا کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ذرا لطیف انداز میں گفتگو کی۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے اسی رات کو اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ فرمایا۔

"دیکھو! ہم نے یہاں نکاح کیا ہے۔ کیا حرج ہے کہ یہاں کھانا دانا پک جائے۔ ہم بھی کھائیں اور تم

Marfat.com
Marfat.com

بھی کھاؤ''۔

اس فقرے میں کئی حکمتیں تھیں۔ مگر وہ نہ سمجھ پائے۔ اور کثافت مزاج میں کوئی فرق نہ پڑا اور کہا۔

''ہمیں کھانے کی کوئی ضرورت نہیں بس آپ ﷺ چلے جایئے''۔

وہ بے چارے دیکھ رہے تھے۔ کہ ساری فضا متاثر ہو رہی ہے۔

ان کے اصرار کی بناء پر سرورِ عالم ﷺ نے کوچ کا حکم دے دیا۔ چلتے وقت سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بیٹی حضرت عمارہؓ ''یَا عَم ، یَا عَم'' پکارتی دوڑی آئی۔ اور رسول خدا ﷺ سے لپٹ گئی۔

کیا ہی رقت آمیز منظر ہوگا۔ کہ سید الشہداء کی بیٹی یتیم ہونے کی وجہ سے لپٹی ہوگی۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت عمارہ بنت حمزہؓ کو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ کیونکہ ان کی اہلیہ عمارہ کی خالہ تھی۔ اور فرمایا!

اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ

''خالہ ماں کی قائم مقام ہے''

آج 6 ہجری والا خواب پورا ہوا۔ جو حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے عمرہ شریف کے بارے میں دیکھا تھا۔

اب ملاحظہ فرمایئے! کہ جب اس واقعہ کا چرچا قبائل عرب میں ہوا ہوگا تو رائے عامہ ضرور اس تبدیلی اعمال سے متاثر ہوئی ہوگی۔ جس مکہ سے مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر نکالا گیا تھا۔ اسی میں وہ سینہ تان کر مونڈھے کھول کر داخل ہوئے۔ قریش کے ذہن و دماغ پر رعب تو ضرور پڑا ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے ان تمام حالات کا مشاہدہ کر کے التجا کی تھی۔ کہ تین دن پورے ہوئے۔ آپ ﷺ تشریف لے جائیں۔ انہوں نے اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ مستقبل اہلِ مدینہ ہی کا ہے۔ ظاہر ہے دِلوں کے دروازے اسلام کے لئے اور زیادہ کھل گئے۔ یعنی عمرۃ القضاء بھی فروغ اسلام میں ایک سنگ میل ثابت ہوا۔

مکہ کے جگر پارے حضور ﷺ کے قدموں میں :

ماہ صفر 8 ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص بن وائل رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ، کفر سے نکل کر مسلمان ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے۔

جب ہمارے اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی میں نے سوچ لیا کہ اب قریش میں کوئی دم خم نہیں رہا۔ تو میں نے نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس جانے کا سوچا۔ مگر وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ پھر قیصرِ روم کے

Marfat.com
Marfat.com

پاس جانے کا ارادہ کیا مگر دل نے گواہی دی کہ تم اپنے شہر ہی میں رہو۔ اور پردۂ غائب کی آواز کا انتظار کرو۔ اسی دوران عمر القضاء کی ادائیگی کیلئے حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ مکہ تشریف لے آئے۔ میرا بھائی حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے مجھے بہت تلاش کیا۔ مگر میں نہ مل سکا۔ تو انہوں نے میرے لئے ایک خط چھوڑا جس کا مضمون اس طرح تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

''حضور نبی اکرم ﷺ تمہیں بہت یاد فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ خالد بن ولید ان میں سے نہیں ہیں جن پر اسلام کی حقیقت ابھی تک پوشیدہ ہو۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور اپنی شجاعت کو دین کی سربلندی کے لئے وقف کر دیں تو یقیناً اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اور ہم ان کو دوسروں پر فوقیت دیں گے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ خط پڑھا۔ تو حب اسلام مجھ پر غالب آ گئی۔ اور میں نے مدینہ شریف حاضری دینے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ پھر میں صفوان بن امیہ کے پاس گیا۔ اس پر اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ پھر میں عکرمہ بن ابی جہل کے پاس گیا۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ پھر اپنے دوست عثمان بن طلحہ کے پاس گیا۔ اور اپنے ارادے کا اظہار کیا اس نے میرا ساتھ دینے کا اظہار کیا۔ اور ہم دونوں فوراً مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ جب ہم مقامِ ''ہدہ'' پر پہنچے تو عمرو بن العاص بن وائل کو دیکھا۔ جو حبشہ سے آئے تھے اور مدینہ حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتے تھے۔ ہم تینوں مل کر مدینۃ النبی میں داخل ہوئے۔ ادھر حضور سرور عالم ﷺ کو ہمارے آنے کی خبر ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

(''اب تو اہلِ مکہ نے اپنے جگر گوشتے ہمارے دامن میں ڈال دیئے ہیں''۔)

جب ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو نئے اور صاف ستھرے کپڑے زیب تن کئے اور سید الانبیاء ﷺ کی بار گاہ میں شرف بازیابی کا ارادہ کیا۔ تو راستے میں میرے بھائی حضرت ولید بن ولیدؓ ملے انہوں نے کہا ''جلدی چلو! حضور سرورِ انبیا ﷺ کو تمہارے آنے کی خبر ہو چکی ہے۔ وہ تمہارے حاضر ہونے کے منتظر ہیں''۔

جب میں مجلس مبارک میں حاضر ہوا اور دور سے مجھے سرورِ کائنات ﷺ نے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ میں نے عرض کی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، حضور ﷺ نے میرے سلام کا جواب خندہ پیشانی سے دیا میں نے فوراً کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰه

آپ ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاکَ لِاِسْلَامَ

اس خدا کی حمد جس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی۔

پھر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا!

''اے خالدؓ! میں جانتا ہوں، کہ تم عقل رکھتے ہو۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ تمہیں نیکی کی ہدایت ملی ہے''۔

میں نے عرض کی!

''یارسول اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ جانتے ہیں کہ میں نے نیکی کی راہوں میں حق کے ساتھ کیسی دشمنیاں کی ہیں۔ اب دعا کیجئے خدا تعالیٰ مجھے معاف فرمادے اور میرے گناہوں کو بخش دے''۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا!

''اسلام سب سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تمام زندگی خدمتِ دین میں وقف کردی۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص بن وائل رضی اللہ عنہ، آگے بڑھے اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے تا کہ دستِ اقدس پر بیعت کروں''۔

اس پر رحمتِ کائنات ﷺ نے دستِ رحمت آگے بڑھایا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ تو فرمایا۔ ''اے عمرو! ہاتھ کیونکر کھینچ لیا؟''

عرض کی! ''میں چاہتا ہوں ایک شرط طے کرلوں''۔

فرمایا۔ کیسی شرط؟

عرض کیا۔ ''میری شرط یہ ہے کہ میرے گناہوں کو بخشا جائے''۔

فرمایا!

''اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایمان تمام پچھلے گناہوں کو محو کردیتا ہے اور دارالکفر سے دارالسلام میں آنا اور حج کرنا کئے ہوئے تمام گناہوں کو ناپید کردیتا ہے''۔

اسی طرح حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں شرائط پر بیعت کی اور مسلمان ہوگئے۔ (دلائل النبوۃ۔ جلد چہارم صفحہ ۳۴۶۔۳۴۳)

حضرت خالد بن ولیدؓ کا قول ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

وَكَانَ قُدُومُنَا فِي صَفَرٍ سَنَةَ ثَمَانٍ فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِ أَسْلَمْتُ يَعْدِلُ بِي أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِهِ فِيمَا حَذَبَهُ'.

ترجمہ: ''ہماری مدینہ میں حاضری 8 ہجری ماہ صفر میں ہوئی۔ پس اللہ کی قسم جس روز میں ایمان لایا۔ اس وقت سے رسول اللہ ﷺ کسی مشکل مرحلہ میں کسی اور صحابی کو میرے ہم پایہ نہیں سمجھتے تھے''۔ (سیرت ابن کثیر، سیرت النبویہ۔ جلد سوم صفحہ ۴۵۳۔۴۴۶)

جنگ موتہ:

کفر و طاغوت کے علمبرداروں نے اسلام کے سیلِ رواں کے آگے جتنے بھی پختہ بند باندھے ایمان کی تند و تیز موجیں انہیں تنکوں کی طرح بہا کر لے گئیں۔ شرک و الحاد کے متوالوں نے جو بھی ناقابلِ تسخیر مراکز قائم کیے مصطفیٰ کریم ﷺ کے درویشوں نے اپنے پاؤں کی ٹھوکروں سے انہیں ریزہ ریزہ کر دیا۔

رشد و ہدایت کے اس آفاقی آفتاب عالمتاب کی شوخ کرنوں نے ظلمتوں اور تاریکیوں کو نیست و نابود کر دیا۔ وہ فضائیں جہاں کچھ عرصہ قبل أُعْلُ هُبُلْ کی صدائیں آتی تھیں اب نعرۂ اللہ اکبر بلند ہونے لگا۔ توحید کی دل آویز اور سہانی چمک نے جزیرۃ العرب کے گوشہ گوشہ کو رشکِ فردوس بنا دیا۔

جزیرۃ العرب کے مشرق و مغرب میں دو عالمی قوتیں تھیں۔ جنہوں نے تقریباً ساری دنیا کو اپنے چنگل میں دبوچ رکھا تھا۔ وہ بھی اسی ابھرتی ہوئی قوت سے خائف تھے۔ اس لئے قیصرِ روم نے بھی اسلامی لشکر سے ٹکر لینے کی تیاری شروع کر دی۔ اور مناسب موقع کی تلاش میں بیٹھ گیا۔

یہ جنگ ماہ جمادی الاول 8 ہجری میں رونما ہوئی۔

دعوتِ اسلام کا پیغام عرب کی سرحدوں سے باہر بھی پہنچایا گیا۔ شام کے علاقہ میں بھی یہ پیغام پہنچایا گیا۔ جس سے اہلِ ایمان میں اضافہ ہوتا گیا۔ قیصرِ روم کے مقرر کردہ گورنر نے حکم جاری کر رکھا تھا۔ کہ جو شامی عرب اسلام قبول کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔ اس غیر انسانی ظلم کو رحمتِ حق نے ناپسند فرمایا۔ (خاتم النبیین ﷺ۔ جلد دوم صفحہ ۹۵۷)

ایک اور المناک واقعہ رونما ہوا۔ جس سے حالات کی سنگینی میں اضافہ ہو گیا۔ ہادی برحق ﷺ نے بصریٰ کے حاکم قیصر روم کے گورنر حارث بن ابی الشمر الغسانی کے پاس دعوتِ حق کا پیغام بھیجا۔ قاصد حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ تھے۔ جب ''موتہ'' کے مقام پر پہنچے تو قیصرِ روم کے ایک رئیس شرجیل بن عمرو الغسانی نے

Marfat.com
Marfat.com

پوچھا ''کیا تم نبی آخرالزمان ﷺ کے ایلچی ہو''؟

انہوں نے جواب دیا۔ ''ہاں! میں انہی کا غلام ہوں''

یہ سنتے ہی اُس بدبخت نے قاصدِ رسول کو رسیوں سے جکڑ دیا اور ان کو شہید کر دیا۔

جب یہ المناک خبر حضور سرورِ عالم ﷺ نے سُنی تو حضور ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔ اس ناقابلِ عفو جرم کو نظر انداز کرنا ممکن نہ تھا۔ لہذا جب حضور سرورِ دوجہاں ﷺ عمرہ شریف کے بعد مدینہ تشریف لائے تو شہید قاصد کا انتقام لینے کی تیاری فرمانے لگے۔ لشکرِ اسلام تین ہزار نفوسِ قدسیہ پر مشتمل تھا۔ اور مدینہ شریف سے باہر تین میل کے فاصلہ پر مقام ''جُرف'' پر خیمہ زن تھے۔ اور حضور سرورِ عالم ﷺ کے منتظر تھے۔ حضور سرورِ دوجہاں ﷺ تشریف لائے۔ ظہر کی نماز ادا فرمائی اور لشکرِ اسلام کو خطاب فرمایا۔

''اس لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کرتا ہوں۔ اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لشکر کی کمان سنبھالیں گے۔ اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کر لیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مجاہدین کی قیادت کریں گے۔ اگر یہ بھی راہِ حق میں جان قربان کر دیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں''۔

اس کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے دستِ مبارک سے پرچم عطا فرمایا۔ یہ جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ اور صحابہ کرام کو نصیحت فرمائی کہ پہلے حضرت حارث بن عمیرؓ کے مزار پر جانا فاتحہ پڑھنا۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۷۰)

پھر ارشاد فرمایا! ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں اس کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔ اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں اللہ کے منکروں کے ساتھ جنگ کرو۔ کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرو۔ بددیانتی نہ کرو۔ کسی بچے اور عورت پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ۔ کسی بوڑھے کو اور اپنی خانقاہوں میں گوشہ نشین رہنے والے کو تہ تیغ نہ کرو۔ کسی کھجور کے درخت کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ کسی درخت کو نہ کاٹو اور نہ کسی مکان کو منہدم کرو''۔

جب لشکرِ اسلام روانہ ہونے لگا تو مسلمانوں نے اپنے مجاہد بھائیوں کیلئے دعا مانگی۔

''اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھی ہو۔ وہ ہر تکلیف کو تم سے دور کرے اور تمہیں صحیح وسلامت اموالِ غنیمت سے مالا مال کر کے واپس کرے''۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو نغمہ الاپنے لگے۔

Marfat.com
Marfat.com

لٰكِنَّنِي أَسْئَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْعٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

ترجمہ: میں مال غنیمت کا طلبگار نہیں۔ بلکہ میں تو عرض کرتا ہوں مجھے ایسی ضرب لگے جو کھلا زخم کر دے اور تیزی سے نکلنے والا خون جھاگ بناتا ہے۔

أَوْ طَعْنَةً بِيَدَيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً بِحَرْبَةٍ تَنْفُذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

ترجمہ: یا مجھے کوئی طاقتور آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے ایسا نیزہ مارے جو میری آنتوں اور جگر کو چیرتا نکل جائے۔

حَتّٰى يُقَالَ إِذَا مَرُّوا عَلٰى جَدَثِي أَرْشَدَكَ اللّٰهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

ترجمہ: جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو وہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اے قبر میں آرام کرنے والے اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھے راستہ پر چلنے والا نمازی بنائے۔ اور تو بن گیا''۔

اہل ایمان! غور فرمایئے کہ حضور سرور دو جہاں ﷺ نے تین سپہ سالاروں کو شہادت کی خبر دے دی۔ اور ان کو یقین ہو گیا۔ کہ ہم نے شہید ہونا ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے شعروں کی شکل میں اس کا اظہار بھی کیا۔ اور بہت خوش ہوئے۔

اسی جنگ میں بحیثیت مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پہلی دفعہ حصہ لیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں یتیم تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ میرے سرپرست تھے۔ وہ مجھے سفر میں ساتھ لائے تھے۔ میں اونٹ پر ان کے پیچھے بیٹھا تھا۔ انہوں نے شعر گنگنانا شروع کر دیئے جس سے انہوں نے شوق شہادت کا اظہار فرمایا مجھے رونا آ گیا۔ تو انہوں نے فرمایا!

مَا عَلَيْكَ يَا لُكَعُ أَنْ يَرْزُقَنِيَ اللّٰهُ الشَّهَادَةَ؟

ترجمہ: ''اے نوجوان! اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرما دے تو تمہیں کیا تکلیف ہوگی؟ (لبدایہ والنہایہ)

معرکہ موتہ:

جب لشکر اسلام موتہ کی جانب روانہ ہوا تو لشکر کفار کو ان کی آمد کا پتہ چل گیا۔ تو شرجیل نے بہت بڑا لشکر اکٹھا کیا۔ اور ہراول دستہ آگے بھیجا۔ مسلمانوں نے مقام ''معان'' پر پڑاؤ کیا۔ ادھر شرجیل نے اپنے بھائی ''سدوس'' کو پچاس آدمیوں کے ساتھ لشکر السلام کی خبر لانے کیلئے بھیجا۔ مسلمانوں نے اس جماعت کو گھیر لیا۔ گرفتار کیا اور قتل کر دیا۔ چند آدمی بھاگ کر شرجیل کے پاس چلے گئے۔ وہ خوفزدہ ہوا۔ اور قلعہ میں پناہ لے لی۔ اور

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

اپنے دوسرے بھائی کو قیصر روم کے پاس مزید امداد کے لئے دوڑا دیا۔

قیصر روم نے سپاہ کی بڑی تعداد اور اسلحہ شرجیل کی امداد کے لئے بھیجی۔ اس فوج میں دیگر قبائل عرب کے مشرکین بھی شامل تھے۔ اب دشمنوں کی فوج کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ جب لشکرِ اسلام نے اتنی بڑی تعداد دیکھی تو قیام کیا اور مجلسِ شوریٰ کا انعقاد کیا۔ کچھ اصحاب نے مشورہ دیا کہ اتنی زیادہ فوج کی اطلاع حضور سرورِ کائنات ﷺ کو بذریعہ قاصد اطلاع کرنی چاہئے تاکہ ہمیں مزید کمک مل سکے۔ اس تجویز پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا۔

یَاقَوْمِ ! واللّٰہِ اِنَّ الَّتِیْ تَکْرَھُوْنَ لَلَّتِیْ خَرَ جْتُمْ تَطْلُبُوْنَ الشَّھَادَۃَ وَمَا نُقَاتِلُ النَّاسَ بَعدَ وَلَا قُوَّۃٍ وَلَا کَثْرَۃٍ مَا نُقَاتِلُھُمْ اِلَّا بِھٰذَا الدِّیْنَ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا اللّٰہُ بِہٖ فَانْطَلِقُوا فَاِنَّمَا ھِیَ اِحْدَی الْحُسنَیَنَ اِمَّا ظُھُورٌ وَّا اِمَّا شَھَادَۃٌ.

ترجمہ: اے قوم! بخدا جس کو اب تم ناپسند کر رہے ہو۔ اسی کی طلب میں تو تم گھروں سے نکلے ہو۔ یعنی شہادت۔ ہم لوگوں نے کبھی بھی کثرتِ تعداد کی وجہ سے فتح مندی حاصل نہیں کی۔ بلکہ یہ دین حقہ کی قوت ہے۔ جس نے ہمیں یوم بدر غالب فرمایا۔ ہم دو خوبیوں سے خالی نہیں ہیں۔ یا تو فتح مند ہوں گے یا شہادت پائیں گے۔ اگر فتح مند ہوئے تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ ورنہ شہادت کا درجہ پا کر جنت میں اپنے ساتھیوں سے مل جائیں گے۔ جو مرتبہ شہادت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی ہمت وقوت دلانے سے مسلمان قوی دِل ہو گئے۔ اور لشکرِ کفار کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ''موتہ'' کے مقام پر پہنچ گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس جنگ میں موجود تھے۔ فرماتے ہیں۔

''جب دشمنوں کا لشکر نمودار ہوا تو اتنے ہتھیار، گھوڑے دیباج اور حریر دیکھ کر میری آنکھیں چندھیا گئیں''۔

حضرت ثابت بن احرام انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا۔

''اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تم غزوہ خیبر میں موجود نہ تھے۔ اگر موجود ہوتے تو دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے قلت تعداد کے باوجود کس طرح ہماری مدد فرمائی''۔

الغرض دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے صفوں کو ترتیب دی۔ اور سفید عطا کردہ پرچم لہراتے ہوئے میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ لشکرِ کفار کو دعوت اسلام دی۔ مگر انہوں نے

Marfat.com
Marfat.com

انکار کر دیا۔ پھر کیا تھا؟ طبل جنگ بجا سپہ سالارِ لشکرِ اسلام نے حملہ کا حکم دے دیا۔ کمان بھی فرما رہے تھے۔ اور خود بھی زور و شور سے تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ اتنے بڑے لشکر سے ٹکر لینا کوئی معمولی حوصلہ نہ تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ، مسلمانوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔ محسوس یوں ہوتا تھا مسلمانوں کی مدد کو آسمان سے فرشتے مدد کیلئے پہنچ گئے تھے۔ سپہ سالارِ اسلام کی شجاعت و بہادری نئی تاریخ رقم کر رہی تھی۔ دشمنوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ نڈھال و نحیف ہو گئے۔ آخرِ کار شہید ہو گئے۔

فرمانِ حضور ﷺ کے مطابق بردارِ شیر خدا حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھال لیا۔ گھوڑے سے جو کہ سرخ رنگ کا تھا۔ اترے اور پیادہ ہو گئے۔ دشمنوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ آخر کار آپؓ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ تو پرچم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر بایاں بازو بھی کٹ گیا۔ تو پرچم کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں میں داب کر سینے سے لگا لیا۔ یہ منظر دیکھ کر لشکرِ کفار سے کسی نے آپؓ کی پشت پر وار کیا جو کارگر ثابت ہوا اور شہید ہو گئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں موجود تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔ جب مقتولوں اور شہیدوں میں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو دیکھا گیا تو آپؓ کے جسم پر نوے زخم تھے۔ اور کوئی زخم پشت پر نہ تھا۔ سوائے آخری زخم سے جس سے آپؓ کی شہادت ہوئی۔ اب پرچم اسلام حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ جو رجز پڑھتے ہوئے شریکِ معرکہ ہوئے۔

ترجمہ: ''اے نفس! تو کیوں شہادت میں ذوق و شوق نہیں رکھتا۔ اور کیوں جنت کو ناگوار سمجھتا ہے''۔

اہلِ سیر کا بیان ہے۔ تین دن تک حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ تو ان کے چچازاد بھائی نے تھوڑا سا گوشت دیا۔ جونہی ہی انہوں نے دانتوں سے چبایا تو اسی وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی۔ اسی وقت تھوک دیا اور فرمایا۔

''اے نفس! جعفر رضی اللہ عنہ، تو چلے گئے اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے''۔

اسی وقت فرمایا!

''اگر تیرا دِل عورتوں سے وابستہ ہے تو میں اپنی بیویوں کو طلاق دیتا ہوں۔ غلاموں کو آزاد کرتا ہوں۔ جس قدر باغ و بستان کا مالک ہوں ان سب کو حضور سرورِ عالم ﷺ کو پیش کرتا ہوں۔ اب تیرے پاس کچھ نہیں۔ تو بھی حضرت زیدؓ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرح شہادت کی سعادت سے بہرہ مند ہو''۔

اسی جذبہ اور ولولہ سے میدانِ جنگ میں پرچم تھامے داخل ہوئے۔ کئی کفار کو جہنم رسید کیا۔ آخر کار شہید

Marfat.com
Marfat.com

ہو گئے۔

اسی وقت حضرت ثابت بن احرام انصاری نے پرچم تھام لیا۔اور کہنے لگے۔

''اے مسلمانو! کسی ایک کی امارت پر متفق ہو جاؤ۔اور امیر مقرر کر لو''۔

اس کے بعد سب مجاہدین حضرت خالد بن ولید کی امارت پر متفق ہو گئے۔لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا۔''اے ثابت! تم مجھ سے زیادہ پرچم کے حقدار ہو۔کیونکہ بدر واحد میں شامل تھے۔اسلام لانے میں مجھ پر سبقت رکھتے ہو۔لیکن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے خالد میں نے پرچم صرف تیرے لئے اٹھایا تھا''

اب مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔اس وقت مسلمان ہزیمت کا شکار تھے۔اور شہید ہو رہے تھے۔کفار نے اپنے حملوں میں شدت پیدا کر لی تھی۔

اسی وقت حضرت قطنہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز میں کہا۔''مسلمانو! جنگ میں لڑ کر شہید ہونا فرار سے بہتر ہے''۔

اسی آواز پر بکھرے ہوئے مسلمان اکٹھے ہو گئے اور نئے عزم سے لڑنے لگے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجاہدین اسلام کی پوزیشنیں تبدیل کر دیں۔جس سے دشمن سمجھے کہ مسلمانوں کو نئی کمک پہنچ چکی ہے۔یہ جنگی حکمتِ عملی تھی۔خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بڑے زور سے حملہ کیا اور جدھر رُخ کرتے کفار کے پشتے کے پشتے بچھا دیتے تھے۔

خود حضرت خالد بن ولیدؓ نے بڑے زور سے حملہ کیا۔اور موتہ کی جنگ میں خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ موتہ میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں آخر میں ایک ''صفحہ یمانی'' ہاتھ میں پکڑا اور تابڑ توڑ حملے کرنے لگے۔انہوں نے اپنی سابقہ پشیمانیوں کا ازالہ کر دیا۔اور فضیلت حاصل کی۔''خَالِدٌ سَیفٌ مِنْ سُیُوفِ اللہ

''خالدؓ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک ہے''۔یہ لقب انہیں اُسی روز عطا فرمایا۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بڑا زوردار حملہ کیا اور دشمنوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔اسی اثناء میں رات ہو گئی تو لشکریوں نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور اپنی خیمہ گاہوں میں چلے گئے۔

صبح کے وقت اس عظیم سپہ سالار نے صفوں کی ترتیب کو یوں بدل دیا کہ مقدمتہ الجیش کو فوج کے عقب میں کر دیا۔

جب دشمنوں نے دیکھا کہ آج کی فوج کل والی فوج نہیں ہے۔یہ نئے اور تازہ دم مجاہد جو برسرِ پیکار ہیں۔انہیں

Marfat.com
Marfat.com

گمان ہوا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نئی کمک آ گئی ہے۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس نئی جنگی حکمت نے کام کر دکھایا۔کہ کفار کے ٹڈی دل لشکر پر رعب و خوف طاری ہو گیا اور وہ راہِ فرار تلاش کرنے لگے۔

سپہ سالارِ لشکرِ اسلام نے اپنی سپاہ کو تعاقب کا حکم دیا۔آخر کار کفار ایک قریبی قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔یہ وہی قلعہ تھا۔جہاں قاصدِ رسول اکرم حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ مدفون تھے۔لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور تمام اسیروں کو قتل کر دیا۔یہی معرکہ موتہ شام کی فتح کا سبب بنا کیونکہ اس کے بعد شامی فوجیں جب بھی مسلمان مجاہدین کے مقابل آتیں تو ان پر خوف طاری ہو جاتا تھا۔

احادیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ جب سپاہ اسلام،لشکرِ کفار کے مدِ مقابل تھی تین مقرر کردہ کماندار شہید ہو گئے۔اور چوتھے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جنگ جاری رکھی ہوئی تھی۔تو مدینہ شریف میں حضور ختم انبیاء ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور صحابہ کو اکٹھے کرنے کا اعلان فرمایا۔

اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ

اس اعلان کو اہلِ مدینہ سمجھتے تھے۔لہذا بہت جلد ہی مسجد نبوی میں اہلِ مدینہ اکٹھے ہو گئے۔حضور سرورِ دو جہاں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطاب فرمایا۔

''اے لوگو!میں تمہیں تمہارے غازیوں کے لشکر سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں،اسلامی لشکر یہاں سے روانہ ہوا۔جنگ کا آغاز ہوا۔حضرت زید بن حارثہ کی شہادت ہوئی۔ان کے لئے دعا کیجئے۔

پھر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے علم تھاما اور لشکر کفار بڑے زوردار حملے کئے۔

حَتّٰی قُتِلَ شَهِيدًا فَاسْتَغْفِرُوا لَهٗ

وہ بھی شہید ہو گئے ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، سپہ سالار بنے بڑی ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔یہاں تک ان کو بھی نعمتِ شہادت نصیب ہوئی ان کے لئے بھی مغفرت طلب کرو۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا۔پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا بلند کیا۔اور لڑائی جاری رکھے ہوئے ہیں۔حضور سرورِ خدا ﷺ نے دعا مانگی

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِكَ فَانْصُرْهُ

ترجمہ:''اے اللہ!خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔اس کی مدد فرما''۔

اسی روز سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو''سیف اللہ''کے لقب سے پکارا جانے لگا۔(تاریخ

Marfat.com
Marfat.com

الخمیسین ۔جلد دوم صفحہ ۷۲)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری اور حکمت سے جنگ لڑی اور مسلمانوں کو کفار کے جم غفیر کے نرغے سے کامیابی سے نکلنے کا موقع مل گیا۔

کچھ روز کے بعد حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ جنگ کے حالات گوش گزار کرنے کیلئے میدانِ جنگ سے مدینہ پہنچے۔حضور ﷺ کو حالاتِ موتہ کے بارے بتانے آئے تھے۔

لیکن حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اے یعلیٰ! اگر تمہاری مرضی ہو تو تم وہاں کے حالات مجھے بتاؤ اور اگر تمہاری مرضی ہو تو میں بتادوں''۔

انہوں نے عرض کی۔

''حضور ﷺ! اگر آپ ﷺ فرمادیں تو میری ایمانی قوت میں اضافہ ہوگا''۔

حضور خاتم النبیین ﷺ نے جنگ کے مکمل حالات بیان فرمادیے۔حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کی۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا تَرَکْتَ مِنْ حَدِیْثِهِمْ حَرفاً وَّاحِدًا. وَاِنَّ اَمْرَهُمْ لَکَمَا ذَکَرْتَ٥

''اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔آپ ﷺ نے ان حالات میں ایک حرف بھی رہنے نہیں دیا اور بعینہٖ اسی طرح واقعات ہوئے۔جس طرح آپ ﷺ نے ذکر فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِیَ الْاَرضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مُعْتَرَکَهُمْ

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو اٹھالیا یہاں تک کہ میں میدانِ جنگ کو دیکھنے لگا''۔

(السیرۃ النبویہ جلد سوم صفحہ ۴۶۹)

اس کے بعد تمام شہداء کیلئے دعا فرمائی۔ان کی شجاعت اور استقامت کی تعریف کی۔اس دوران آپ ﷺ کی چشمانِ مبارک تر تھیں۔آخر میں فرمایا۔

''حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، جنت میں داخل ہوگئے۔اور خدا تعالیٰ نے انہیں دو یاقوت کے بازو عطا کیئے ہیں''۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

''میرے پاس سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اُڑتے ہوئے گزرے''۔

اسی وجہ سے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ''طیار'' کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت جعفرؓ کی قبر کے پاس گزرتا تو کہتا'' **اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا ذَالجَنَاحَیْنِ**''

ترجمہ: ''اے دو بازوؤں والے تم پر سلام''

جنگ موتہ کے شہداء:

وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے جان کا نذرانہ پیش کر کے تقریباً ایک لاکھ رومی سپاہ کے دانت کھٹے کر دیئے ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

☆ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
☆ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
☆ حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
☆ حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ
☆ حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
☆ حضرت ابوکلیب بن عمرو بن زیدؓ
☆ حضرت جابر بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ
☆ حضرت عامر بن حارث رضی اللہ عنہ
☆ حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ

معرکہ موتہ کے اثرات:

یہ معرکہ تاریخ اسلام میں بہت سخت اور شدید تھا۔ مسلمان اگرچہ انتقام نہ لے سکے۔ مگر مسلمانوں کی ساکھ، ہیبت اور شہرت کو دوام نصیب ہوا۔ اسی معرکہ کی وجہ سے تمام عرب انگشتِ بدنداں تھا۔ کیونکہ رومی حکومت اس وقت زمین کی سب سے بڑی اور مضبوط، مستحکم حکومت تصور کی جاتی تھی۔ عربی لوگوں کے خیال کے مطابق ان سے ٹکر لینا خودکشی کے مترادف تصور کی جاتی تھی۔ تین ہزار کی تھوڑی سی نفری کا تقریباً سوا لاکھ کے بھاری بھرکم اور

Marfat.com
Marfat.com

مسلح لشکر سے ٹکرانا معمولی بات نہ تھی۔ یہ حقیقت تمام عربیوں پر عیاں ہوگئی تھی کہ مسلمانوں کے راہنما واقعۃً اللہ کے رسول ہیں۔

اسی لئے بعض کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے ضدی قبائل بھی اسلام کی طرف جھکتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ''بنوسلیم، بنواشجع، بنوغطفان، بنوذبیان اور بنوفزارہ وغیرہ نے اسلام قبول کرلیا۔ انہی خون ریز رومیوں سے ٹکر کی وجہ سے آگے چل کر مملکت رومہ میں فتوحات کا آغاز ہوا۔ اور بہت جلد ہی مسلمان دور دراز کے علاقوں میں قابض ہوگئے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے تین سپہ سالار اور نو دیگر اصحاب شہید ہوئے۔ اور کفار کے مقتولوں کی تعداد کا علم نہ ہوسکا۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لڑائی کے دوران نو تلواریں ٹوٹیں۔ اس زوردار لڑائی میں مقتولین کفار کا خود اندازہ فرمالیں۔

مجاهدین موته کی مدینه تشریف آوری:

جب اہلِ موتہ واپس مدینہ آئے تو حضور سرورِ انبیاء ﷺ خود سفید خچر پر سوار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو پیچھے بٹھائے ان کے استقبال کے لئے مدینہ شریف سے باہر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔

''یہ لوگ اہلِ کرار یعنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کر کے فتح حاصل کرنے والے ہیں''۔

سریه عمرو بن العاص رضی الله عنه ، یاسریه ذات السلاسل:

مدینہ طیبہ سے دس رات کے فاصلہ پر وادی القریٰ کی دوسری جانب ''قبیله بلی اور قبیله عذرہ'' آباد تھا۔ یہ دونوں قبیلے ''بنو قضاعه'' کی شاخیں ہیں۔

حضور سرورِ انبیاء ﷺ کو اطلاع ملی کہ قضاعہ نے کثیر تعداد میں اپنے نوجوانوں کو جمع کر رکھا ہے۔ اور مدینہ طیبہ کے اطراف میں لوٹ مار کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو مجاہدین کا امیر مقرر کیا اور ماہ جمادی الاول 8 ہجری کو مدینہ سے روانہ فرمایا۔

لشکرِ اسلام دن کو کہیں چھپ جاتے اور صرف رات کو سفر کرتے۔ جب وہ بنو قضاعہ کے لشکر کے قریب پہنچے تو انہیں اطلاع ملی کی دشمن کا لشکر بہت زیادہ ہے۔ لہذا سپہ سالار نے ''حضرت رفاعہ بن مکیث الجہنی رضی اللہ عنہ'' کو حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں برائے حصول کمک درخواست کی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے دو سو

Marfat.com
Marfat.com

مجاہدین کا ایک اور دستہ ''حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ'' کی قیادت میں روانہ کیا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب تھے۔ روانگی پر حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا!۔

''اَنْ تَکُوْنَا جَمِیْعاً وَلَا تَخْتَلِفَا''

ترجمہ: ''تم دونوں متحد رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا''

لشکرِ اسلام جو کہ اب پانچ سو مجاہدین پر مشتمل تھا۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ کی قیادت میں جب ''چشمہ سلاسل'' پر پہنچا تو دشمنانِ اسلام سے ٹکراؤ ہو گیا۔ بنو قضاعہ کے لشکریوں نے صرف ایک گھنٹہ تک مجاہدین اسلام کا مقابلہ کیا پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمان تین دِن تک پڑاؤ کیے رہے۔

ان دنوں مسلمان سوار دِن کے وقت اِدھر اُدھر جاتے اور ان کی بھیڑ بکریاں پکڑ کر لے آتے ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت پکاتے۔ اس سریہ میں کوئی مالِ غنیمت ہاتھ نہ آیا۔ (احمد بن زینی۔ السیرۃ النبوۃ۔ جلد دو صفحہ 244)

لیکن علامہ بلاذری انساب الاشراف جلد اول صفحہ 381 پر تحریر کرتے ہیں۔

وَقَتَلَ مِنْهُمْ مَقْتَلَةً عَظِیْمَةً وَغَنِمَ

ترجمہ: ''اور بہت سے جوانوں کو قتل کیا اور بہت مالِ غنیمت ملا''

اس سریہ میں جاڑے کا موسم تھا۔ کڑاکے سردی پڑ رہی تھی۔ مجاہدین نے سردی سے بچنے کیلئے آگ جلا کرتا بنا چاہا لیکن سپہ سالارِ لشکرِ اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔

آخر دشمن سے جنگ ہوئی۔ دشمن شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا مجاہدینِ اسلام نے تعاقب کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر سپہ سالار نے روک دیا۔ (السیرۃ النبویہ جلد دوم صفحہ ۲۴۵)

واپسی پر جب جلیل القدر اصحاب نے امیرِ لشکر حضرت عمرو بن العاص ؓ کی شکایت کی۔ تو حضور رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا۔

''تم نے ایسا کیوں کیا؟''

حضرت عمرو بن العاص نے عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آگ جلانے سے اسلئے منع کیا کہ کہیں دشمن کو ہماری فوج کی کم تعداد کا علم نہ ہو جائے۔ اور وہ دوبارہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ اور تعاقب کی اجازت اس لئے نہ دی کہ کہیں وہ دیگر قبائل کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

مِل کر ہمارے لئے کوئی مشکل نہ پیدا کر دیں"۔

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کی تعریف فرمائی۔

سریہ ابو عبیدہ بن الجَراح رضی اللہ عنہ :

بنو جہنیہ بحرِ احمر کے ساحل پر آباد تھا۔ حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہ قبیلہ شر و فساد پر آمادہ ہو رہا ہے۔ تو ان کی سرکوبی کیلئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو تیرہ مجاہدین کا لشکر دے کر بھیجا اس لشکر میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے مجاہدین اسلام کی خوراک کے لئے کھجوروں سے بھرا ہوا ایک تھیلا مرحمت فرمایا۔

(سبل الہدیٰ جلد ششم صفحہ 275)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو صحیح بخاری شریف میں حضرت امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں۔

"حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ساحل سمندر کی طرف ایک دستہ جس کی تعداد 313 تھی۔ بھیجا۔ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ عطا کردہ کھجوروں کا تھیلا ختم ہو گیا۔ امیر لشکر نے مجاہدین کو حکم دیا کہ جو کسی کے پاس سامان خورد و نوش ہے اکٹھا کریں۔ اس طرح برتن کھجوروں سے بھر گیا۔ امیرِ لشکر مجاہدین کو مٹھی بھر کھجوریں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں۔ اب ہم درختوں کے پتے ابال کر استعمال کرتے تھے۔ لیکن خدا وحدہٗ لاشریک نے سبب بنا دیا کہ سمندر کی لہروں نے اٹھا کر ایک بہت بڑی مچھلی وعنبر ساحل پر پھینک دی اس مچھلی کی لمبائی ساٹھ گز تھی۔ دور سے یہ ایک ٹیلے کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ ہم اس کا گوشت پندرہ سولہ دن تک کھاتے رہے"۔

مسلمانوں کا عروج (عظیم فتح)

فتح مکہ شریف:

علامہ ابن قیم کے خیال میں یہ فتح عظیم ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو اپنے پیارے محبوب ﷺ کو اپنے لشکر کو اور اپنے امانت دار گروہ کو عزت بخشی۔ اپنے مقدس گھر کو اور اپنے مقدس شہر کو دنیا والوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنایا۔ کفار اور مشرکین سے چھٹکارا دلایا۔ اس فتح مبین سے اہل آسمان میں بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کی وجہ سے لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوئے۔ اور روئے زمین خوشی سے دمک گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

ہجرت مبارک کا آٹھواں سال تھا۔ رمضان المبارک کا برکتوں، رحمتوں اور سعادتوں والا مہینہ تھا۔ جب مکہ والوں نے اپنے بند دروازے اللہ رب العزت کے محبوب رسول ﷺ کیلئے اور اس کے سچے اصحاب کے استقبال کے لئے کھول دیئے۔ (سبل الہدیٰ جلد پنجم صفحہ ۳۰۵)

فتح مکہ کا دن تاریخ انسانیت کا مبارک ترین دن ہے۔ اسی دِن بادیہ ضلالت میں صدیوں سے بھٹکنے والے کاروانِ انسانیت کو صراطِ مستقیم تک رسائی نصیب ہوئی۔ اسی روز اللہ کے اور اس کے بندوں کے درمیان اوہام وخرافات، تعصب وہٹ دھرمی جہالت وبربریت، نفس پرستی اور اندھی تقلید کے جتنے حجابات تھے سب تار تار کردیئے گئے۔ انسان کو خود شناسی اور خداشناسی کی نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ سے بہرہ ور کردیا گیا۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً

اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عظیم کو اہلِ دنیا نے اپنی ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ لیا۔

فتح مکہ کا سبب:

صلح نامہ حدیبیہ نے فریقین (مسلمانوں اور اہلِ مکہ) نے عہد باندھا تھا کہ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ ایک شرط یہ بھی تھی۔ جو قبیلہ مسلمانوں کا حلیف بننا چاہتا ہے اسے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اور جو اہلِ مکہ سے تعاون کرنا چاہے تو وہ اپنی مرضی سے کرسکتا ہے۔ کوئی فریق بھی رکاوٹ پیدا نہ کریگا اور جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ ہوگا اس کو اسی فریق کا حصہ تصور کیا جائیگا۔ اس شرط کے مطابق "بنو خزاعہ" حضور نبی مرسل ﷺ کے عہد وپیمان میں شامل ہوگیا۔ اور بنو بکر نے اہلِ قریش سے تعاون باندھ لیا۔

اس طرح دونوں قبائل ایک دوسرے سے محفوظ ہوگئے۔ حالانکہ دورِ جہالت سے ان دونوں قبائل میں عداوت اور کشمکش چلی آرہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہوگئے۔ لیکن ایک دِن یوں ہوا کہ بنو بکر کا ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی ہجو بیان کر رہا تھا۔ بنو خزاعہ کا ایک شخص موجود تھا۔ اس نے روکا مگر وہ باز نہ آیا۔ تو بنو خزاعہ کے اس شخص نے بنو بکر کے اس شاعر نما شخص کو خوب مارا۔ تو بنو بکر کے اس آدمی نے اپنے قبیلہ کے سرداروں کو بتایا۔ تو وہ وفد کی صورت میں قریش کے سرداروں کے پاس گئے۔ ان میں کچھ ایسے بے وقوف اور نادان بھی تھے۔ جو رسولِ خدا ﷺ سے موروثی عداوت رکھتے تھے۔ جن میں چیدہ چیدہ سردار یہ تھے۔

"عکرمہ بن ابوجہل۔ صفوان بن امیہ۔ سہیل بن عمرو۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ شیبہ بن عثمان اور مکرز بن حفص"۔

انہوں نے بنو بکر کی مدد کرنے کیلئے قصد کیا اور ان سب نے اپنے چہروں کا نقاب ڈالا۔ عجیب وغریب

Marfat.com
Marfat.com

قسم کا لباس پہنا۔ تاکہ پہچانے نہ جاسکیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے غلاموں اور نوکروں کا ایک دستہ بھی ساتھ لے لیا۔ اور بنوخزاعہ پر شب خون مارا۔ اور خوب جنگ وقتال کیا۔ اور بنوخزاعہ اسی جنگ کے دوران حرمِ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے بلند آواز سے نوفل بن معاویہ سردار بنوبکر سے کہا'' کچھ خدا کا خوف کھاؤ۔ حرم کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھو'' مگر اس بدبخت نے جواب دیا۔

''یہ بات اگرچہ بُری ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ مگر اس وقت مجھے اس پر عمل کرنے کی فرصت نہیں ہے''

اس لڑائی میں بنوخزاعہ کے بیس آدمی مارے گئے۔

اہلِ قریش یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا مشن خفیہ ہے۔ ہمیں کسی نے پہچانا نہیں۔ مگر مدینہ طیبہ میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی سب کچھ بتادیا کہ مکہ میں اہلِ قریش نے مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ شرائط کی خلاف ورزی کی ہے۔ ''اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ'' فرماتی ہیں کہ جس رات مکہ پاک میں یہ واقعہ رونما ہوا۔ صبح کو حضور سرورِ دوجہاں ﷺ نے مجھے فرمایا!

''اے عائشہؓ! مکہ میں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ جس میں قریش نے عہد شکنی کی ہے''

میں نے عرض کی

''یارسول اللہ ﷺ! کیا اہل مکہ میں اتنی جرات ہے کہ وہ عہد شکنی کرسکیں۔ حالانکہ تلواروں نے ان کو فنا کردیا ہے''۔

فرمایا:۔

''انہوں نے یہ عہد اس لئے توڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے معاملہ ختم کرنا چاہتا ہے''

بنوخزاعہ کی طرف سے عمرو بن سالم نے بارگاہِ نبوت ﷺ میں فریاد کی۔ پھر ''بدیل بن نوفل'' ایک وفد لے کر مدینہ حاضر ہوا اور تمام حالات پیش کئے۔ حلیفانہ معاہدہ کی وجہ سے حضور سرورِ عالم ﷺ پر واجب ہو گیا کہ آپ ﷺ بنوخزاعہ کی مدد فرماتے۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ایک قاصد اہلِ قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ۔

(i) بنوخزاعہ کا خون بہا ادا کریں۔

(ii) بنوبکر کی حمائت سے الگ ہوجائیں۔

(iii) صلح حدیبیہ کی تیسری شرط کے خاتمہ کا اعلان کردیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اہلِ قریش جو کچھ کر چکے تھے۔اس سے پچھتاوا ہوا۔حواس باختہ ہو گئے۔لہٰذا انہوں نے اہلِ مدینہ کو پیغام بھیجا۔کہ تیسری شرط ہمیں منظور ہے۔مقابلہ کیلئے آپ ﷺ تیار ہو جائیں۔اس اعلان کے بعد وہ سخت پشیمان تھے۔اصل بات یہ تھی کہ اب اہلِ مکہ میں لڑنے کی قوت ختم ہو چکی تھی۔چند ہی معرکوں میں ان کے سرکردہ، قیمتی سردار اُن سے چھن چکے تھے۔ان کی فوجی قوت پامال ہو چکی تھی۔ان کی معیشت تباہی کے موڑ پر تھی۔ان کے معاونین یہودی کچلے جا چکے تھے۔ریاستِ مدینہ اپنے دعوتی ذرائع اتنے وسیع کر چکی تھی کہ مکہ کے گرد اسلامی ریاست کے حامی قبائل ایک حلقہ پیدا کر چکے ہیں۔دوسری جانب معاندانہ اور حلیفانہ تعلقات کا دائرہ پھیلایا جا چکا تھا۔تیسری طرف اسلام مفسد قوتوں کو دبا کر ایک وسیع علاقے میں لا اینڈ آرڈر خوب اچھی طرح قائم کر کے نظامِ نو کی عمارت اٹھاتا جا رہا تھا۔اب اہلِ قریش جارحانہ اقدام کیا کرتے وہ خود بھی اپنے دفاع کی حالت میں نہ تھے۔صرف معاہدہ نامہ حدیبیہ ہی ان کی ڈھال تھی۔جو خود انہوں نے ختم کر دیا تھا۔اور ریاست مدینہ کو خود دعوت مقابلہ دے ڈالی۔(السیرۃ النبوۃ جلد سوم صفحہ ۲۵۶)

سردارِ قریش ابو سفیان کی سفارت:

انہیں حالات کے پیش نظر قریش کا سب سے بڑا جاہلی لیڈر پریشانی کے عالم میں مدینہ شریف روانہ ہوا۔تاکہ تجدید عہد کیلئے کوشش کرے۔وہاں پہنچ کر ایسی حوصلہ شکن صورتِ حال سے دو چار ہوا کہ وہ تصور ہی نہ کر سکتا تھا۔سب سے پہلے اپنی ہی لختِ جگر اُم المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا، کے گھر گیا۔جب حضور سرورِ عالم ﷺ کے بستر مبارک (کمبل) پر بیٹھنے لگا تو بیٹی نے لپک کر بستر اُکٹھا کر دیا اور فرمایا۔

"تم مشرک ہو رسالت مآب ﷺ کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتے"

ناکامی کے بعد ممتاز مسلمان لیڈروں جن میں "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شامل تھے۔جا کر ملا مگر کہیں سے بھی اُسے حوصلہ افزاء جواب نہ ملا۔یہاں تک کہ "سیدہ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گیا۔اس وقت امامِ عالی مقام حضرت حسن رضی اللہ عنہ، جو کہ ابھی بہت چھوٹے تھے۔استدعا کی لیکن شرم و حیا کی پیکر سیدہ النساءؓ نے جواب دیا۔

"یہ ابھی بہت چھوٹے ہیں"

آخر کار ہر طرف سے نامراد ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مسجدِ نبوی میں کھڑے ہو کر یک طرفہ معاہدہ کی تجدید کا اعلان کر دیا اور سرورِ عالم ﷺ سے بغیر جوب کا انتظار لیے واپس چلا آیا۔

Marfat.com
Marfat.com

لشکرِ اسلام کی خفیہ تیاری:

ابوسفیان جب مدینہ پاک سے واپسی کیلئے چلا تو حضور سید کائنات ﷺ نے حکم دیا کہ مسلم رضا کار تیاری کرلیں۔ اپنے گھر میں بھی تیاری کا حکم دے دیا۔ لیکن یہ امر بالکل راز رکھا کہ کدھر کی تیاری کرنا ہے۔ حتیٰ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی علم نہ تھا صرف یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی بتایا۔ لیکن انہیں بھی راز میں ہی رکھنے کی تلقین فرمادی تھی۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ تیاری ''موتہ'' کی طرف ہے یا ''بنو غطفان'' کی گوشمالی کا ارادہ ہے۔ البتہ جہاندیدہ اصحاب کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اب مکہ پر لشکر کشی کا ارادہ ہے۔ کیونکہ حال ہی میں انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ اور ابوسفیان بھی بحیثیت سفیر ناکام و نامراد واپس لوٹ گیا ہے۔

اسی اندازے کے پیشِ نظر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جن کے اہل وعیال ابھی تک مکہ میں تھے۔ انہوں نے اپنے بال وبچوں کی حفاظت کی خاطر اہلِ مکہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے ایک خفیہ خط لکھا۔ اور اپنے اہل وعیال کو مطلع کیا کہ وہ مکہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ ان دِنوں مدینہ کے داخلی اور خارجی راستوں کی سختی سے چیکنگ کی جاتی تھی بلکہ تجارتی قافلوں کو بھی مدینہ سے باہر روک دیا جاتا تھا۔ اور صرف ان کو اپنی اشیاء کی خرید فروخت کی اجازت تھی۔

حضرت حاطب بن بلتعہؓ نے سارہ نامی ایک کنیز جو کہ حضرت صیفی بن عمروؓ کی کنیز تھی کو معاوضہ دے کر مکہ یہ خط لیجانے پر آمادہ کیا۔ وہ مدینہ سے نکلی اور مکہ کی راہ پر چل پڑی۔ اس وقت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور رسالت مآب ﷺ کے حکم سے مدینہ کے داخلی اور خارجی راستوں کو کنٹرول کرنے پر مامور تھے۔

خدا تعالیٰ نے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام، حضور خاتم النبیین ﷺ کو اطلاع دے دی کہ فلاں عورت مکہ کی طرف جاری ہے۔ اور اس کے پاس ایک خط ہے۔ فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا۔ کہ سارہ نامی اس کنیز کو گرفتار کیا جائے۔ فوراً اسے پکڑ لیا گیا۔ اس کی تلاشی لینے پر ان کے بالوں سے وہ خفیہ خط مل گیا۔ اس کے بعد حضرت حاطبؓ سے پوچھا گیا۔ ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' تو انہوں نے کہا ''یارسول اللہ ﷺ! میری نیت بُری نہ تھی بصرف اپنے اہل وعیال کے بچاؤ کے لئے یہ اقدام کیا''۔

حضور سرورِ رحمتِ دوجہاں ﷺ نے اُن کو معاف فرمادیا۔

مسلمان جب مدینہ میں جنگی تیاری میں مصروف تھے تو حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اتحادی قبائل کو پیغام بھجوایا کہ وہ بھی جنگ کیلئے آمادہ ہوجائیں۔ وہ تمام قبائل راستہ میں مل جائیں۔

Marfat.com
Marfat.com

بعض مؤرخین نے مکہ پاک میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ کا ورود ۱۰ ارمضان المبارک لکھا ہے۔ لیکن مدینہ میں سے روانگی کی تاریخ کا تعین نہیں کیا۔ البتہ اکثر اہل سیر نے جمعرات کا روز لکھا ہے۔

حضرت حاطبؓ کے خط کا متن:

نامۂ حاطبؓ کا ذکر جو پہلے ہو چکا ہے۔ جو سارہ نامی کنیز کے ذریعے مکہ جا رہا تھا۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہمت سے پکڑا گیا۔ کا متن تحریر کر رہا ہوں۔

متن:۔

اما بعد! "اے جماعتِ قریش! رسولِ اکرم ﷺ تمہارے پاس رات جیسا، سیلِ رواں کی طرح بڑھتا ہوا لشکر لے کر آ رہے ہیں۔ اور بخدا! اگر وہ تنہا بھی تمہارے پاس آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد کرے گا۔ اور اُن سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ لہٰذا تم لوگ اپنے لئے سوچ لو"۔ والسلام

واقدی نے ایک مرسل سند سے لکھا ہے۔ کہ حضرت حاطبؓ نے سردارانِ قریش جن میں عکرمہ بن ابو جہل، سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ تھے۔

میں نہیں سوچتا کہ حضور سید کونین ﷺ کا ارادہ تم لوگوں کے سوا کسی اور طرف ہو۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر میرا احسان رہے۔ (فتح الباری جلد ہفتم صفحہ ۵۲۱)

لشکرِ اسلام کی روانگی اور حضرت عباسؓ کی ملاقات:

روانگی کے وقت حضور سرورِ کائنات ﷺ کے زیرِ قیادت دس ہزار صحابہ کا لشکرِ جرار تھا۔ مدینہ میں حضرت ابورھم غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اور مقام "حجفه" میں سید دو جہاں ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ملے جو مکہ سے ہجرت کر کے مسلمان کی حیثیت سے بمعہ اہل و عیال مدینہ آ رہے تھے۔

مقام "ابواء" پر آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد عبداللہ بن امیہ ملے۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے ان کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔ کیونکہ یہ دونوں حضور رسالت مآب ﷺ اور دیگر مسلمانوں کو سخت اذیت دیا کرتے تھے۔ اور دونوں ہی ہجوخواں تھے۔

یہ دیکھ کر اُم المومنین حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کہ حضور ﷺ کے چچا اور پھوپھی زاد ہوں اور بد بخت رہیں۔ اس کے بعد شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حارث کو سکھایا۔ کہ تم رسولِ خدا ﷺ کے سامنے جاؤ، اور وہی کہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ

Marfat.com
Marfat.com

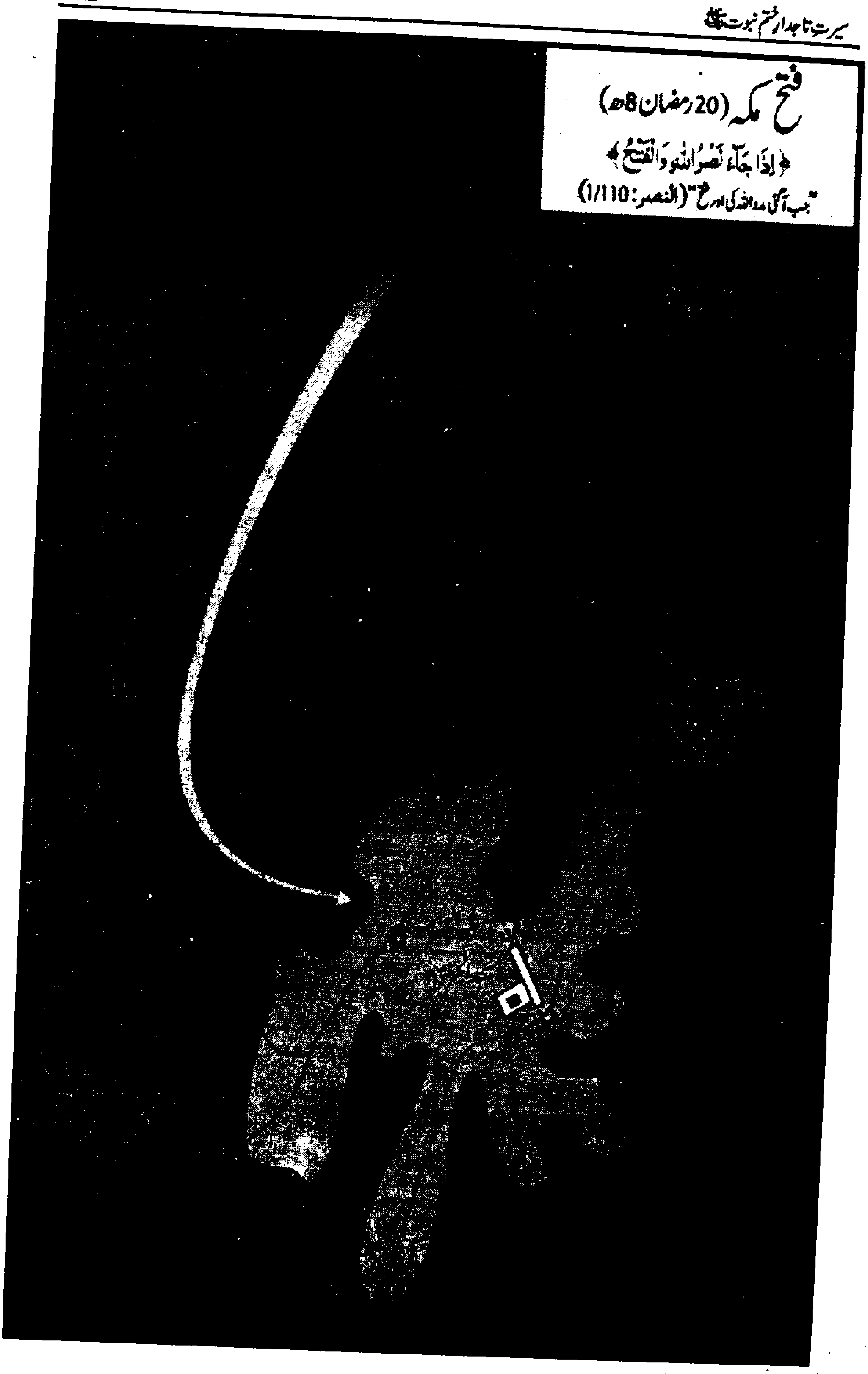

Marfat.com
Marfat.com

''خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہم پر فضیلت بخشی اور یقیناً ہم ہی خطا کار تھے''

کیونکہ رسول خدا ﷺ اس موقع پر کوئی اور گفتگو کرنا پسند نہیں فرمائیں گے۔

چنانچہ ابوسفیان بن حارث نے فوراً ہی کہا۔اور جواب میں سید عالم ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّحْمٰن

''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔اللہ تمہیں بخش دے اور وہ ارحم الرحمان ہے''

یہ سنتے ہی ابوسفیان بن حارث نے آپ ﷺ کی خدمت میں چند اشعار پیش کئے۔ملاحظہ ہوں۔

لعمرک انی حین احمل رایة
لتغلب خلل اللات خیل محمد

لکا لمرلج اطیران اظلم لیلة
فھذا آوانی حین اھدی فاھتدی

ھدنی ھاد غیر نفسی ودلنی
علی اللہ من طردتہ کل مطدد

ترجمہ: ''تیری عمر کی قسم! جس وقت میں نے جھنڈا اٹھایا تھا۔کہ لات کے شہسوار محمد (ﷺ) کے شہسواروں پر غالب آجائیں۔تو میری کیفیت رات کے اس مسافر کی سی تھی۔جو تیرہ و تاریک رات میں حیران و سرگرداں ہو۔لیکن اب وہ وقت آگیا۔کہ مجھے ہدایت دی جائے۔اور میں ہدایت پاؤں۔مجھے میرے نفس کی بجائے ایک ہادی نے ہدایت دی۔اور اللہ کا راستہ اس شخص نے بتایا۔جسے میں ہر موقع پر انکار کردیا کرتا تھا''۔

یہ سن کر حضور سرور کائنات ﷺ نے ابوسفیان بن حارث کے سینہ پر ایک ضرب لگائی اور فرمایا۔

''تم مجھے ہر موقع پر دھتکارتا تھا''

ایسا کہنا تھا کہ ابوسفیان بن حارث صحابیٔ رسول کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوگیا۔جب اس نے اسلام قبول کرلیا تو حیاء کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سر بھی اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔آپ ﷺ بھی اپنے چچیرے بھائی سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔اور اُسے جنت کی بشارت دیتے تھے۔اور فرماتے تھے۔

مجھے توقع ہے کہ یہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدل ثابت ہونگے۔

''جب ان کا وقت قریب آیا تو کہنے لگے''مجھ پر نہ رونا کیونکہ اسلام لانے کے بعد میں نے کبھی کوئی گناہ کی بات نہیں''۔

(زادالمعاد جلد نمبر دوم صفحہ ۱۶۳۔۱۶۲)

Marfat.com
Marfat.com

اسلامی لشکر کا پڑاؤ:

حضور سید کائنات ﷺ نے سفر جاری رکھا۔تمام لشکر روزہ سے تھے۔''عسفان اور قدیر'' کے درمیان ''کدیر'' چشمے پر روزہ افطار کیا۔پھر سفر جاری رکھا۔اور رات کے ابتدائی اوقات میں ''وادی مر الظہران'' پہنچ کر نزول فرمایا جب رات گہری ہوئی تو حضور سرور کونین ﷺ نے لشکر کو خوب پھیل کر پڑاؤ کرنے کا حکم فرمایا۔اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر آدمی آگ جلائے۔اس طرح دس ہزار چولہے جل اُٹھے۔ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہریدار دستہ کے سالار تھے۔

سردارِ قریش ابو سفیان کی حاضری:

پڑاؤ کے بعد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسالت مآب ﷺ کے سفید خچر پر بیٹھ کر نکلے کہ کوئی لکڑ ہارا، چرواہا یا کوئی اور شخص مل جائے تو اس کو قریش کے پاس بھیجا جائے۔کہ وہ خود حاضر ہو کر رسالت مآب ﷺ سے امان طلب کر لیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے قریش پر تمام خبروں کی رسائی روک رکھی تھی۔ان کو کوئی علم نہیں تھا۔لیکن خوف اور اندیشہ ان کے شامل حال تھا۔اور سردار قریش ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور ہدیل بن ورقہ معلومات حاصل کرنے کیلئے نکلے ہوئے تھے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جس کو تمام اہل سیر نے لکھا ہے۔

میں رسول اکرم ﷺ کے سفید خچر پر سوار جا رہا تھا کہ میں نے ابوسفیان اور ہدیل بن ورقہ کی گفتگو سنی۔ وہ گفتگو کر رہے تھے۔ابوسفیان نے کہا۔

(''خدا کی قسم! میں نے آج رات جیسی آگ اور لشکر کبھی بھی نہیں دیکھا'')

ہدیل بن ورقہ نے کہا۔(''یہ بنو خزاعہ ہیں جنگ نے انہیں چھیل کر رکھ دیا ہے'')

ابوسفیان بولا: ''خزاعہ والے اتنے نہیں ہیں۔جدھر نظر جاتی ہے آگ ہی آگ دیکھائی دیتی ہے''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آواز پہچان لی اور کہا

''اے ابو حنظلہ! کیا تو ہے؟''

اس نے میری آواز پہچان لی اور کہا

''اے ابوالفضل! کیا تو ہے؟''

میں نے کہا

Marfat.com
Marfat.com

''ہاں! یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو اصحابہ کے ساتھ ہیں۔ ہائے قریش کی تباہی واللہ''

ابوسفیان نے کہا۔ کیا حیلہ کیا جائے؟

میں نے کہا۔

''واللہ! اگر وہ تمہیں پا گئے تو تمہاری گردن ماردیں گے''

(''میرے پیچھے اس خچر پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں رسولِ خدا ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں۔ امان طلب کرتا ہوں''۔)

اس کے بعد ابوسفیان اُن کے پیچھے خچر پر سوار ہوا۔ اور حضور رحمت اللعالمین ﷺ کی بارگاہ کی طرف چل پڑے۔ جب کسی الاؤ کے قریب سے گزرتے تو صحابہ کہتے کون ہے؟ لیکن جب اپنے پیارے محبوب ﷺ کا سفید خچر دیکھتے تو خاموش ہو جاتے۔ آخر کار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الاؤ قریب سے گزرے تو انہوں نے پہچان لیا اور فرمایا۔

''اے دشمنِ خدا! تو''

اس کے بعد وہ بھاگ کر بارگاہِ نبوت میں گئے تاکہ ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت لیں۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی سواری کو تیز کر دیا۔ دونوں ہی تقریباً ایک ہی وقت میں حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! یہ ابوسفیان ہے۔ مجھے حکم دیجئے کہ میں اس کا سر قلم کردوں'

لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے خدا کے رسول ﷺ! میں اس کو پناہ دے چکا ہوں''۔

وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں بیٹھ گئے اس کے بعد حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا۔

''اے عباسؓ! اسے اپنے ڈیرے پر لے جائیں''۔

صبح میرے پاس لانا۔

صبح جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان بن حرب کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے ابوسفیان کو فرمایا۔

(''ابوسفیان! تم پر افسوس ہے! کیا تمہارے لئے اب بھی وقت نہیں آیا۔ کہ تم یہ جان لو کہ میں اللہ کا

Marfat.com
Marfat.com

سول ہوں"۔)

ابوسفیان نے عرض کی!

"میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ کس قدر حلیم، کس قدر کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اس بات کے متعلق تو اب بھی کوئی نہ کوئی کھٹک ہے"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کہا!

"ارے! گردن مارنے سے پہلے پہلے اسلام قبول کرلو۔ اور یہ شہادت دو اور اقرار کرو کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔

اس پر ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔

میں نے عرض کی۔

"اے خدا کے نبی ﷺ! ابوسفیان اب مسلمان ہو چکا ہے۔ جماعت مسلم میں شامل ہو چکا ہے۔ امان پا چکا ہے۔ سردار ہونے کی وجہ سے اعزاز پسند ہے۔ اس لئے اسے کوئی اعزاز عطا فرما دیجئے"

اس پر رحمتوں والے پیغمبر ﷺ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔

"جو ہتھیار بند کر کے ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا امن پائے گا۔ جو اپنے گھر کے اندر بیٹھ جائے گا امان پائے گا۔ جو حرمِ کعبہ میں داخل ہوگا۔ امن پائے گا"۔

لشکرِ اسلام کی قوت کی نمائش:

مسلمان ہونے کے بعد جب ابوسفیان مکہ جانے لگا تو رحمت عالم ﷺ نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو فرمایا۔

"اس کو ابھی مکہ نہ جانے دیں بلکہ کسی تنگ جگہ پر کھڑا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اکرم (ﷺ) کے ساتھ آنے والی فوج کا جائزہ لے سکے۔ اور اسلام کا رعب وہیبت اس کے دِل میں جاگزیں ہو سکے"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک تنگ گزرگاہ میں اسے لے جا کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ لشکرِ اسلام فوج درفوج باعزت وشوکت سے گزرتا رہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہر گروہ کی تعریف اس کا سامنے کرتے رہے اور تعارف کرواتے رہے۔ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دستہ تھا۔ جن میں ایک ہزار سوار پوری طرح لیس تھے۔ جب یہ دستہ ابوسفیان کے مقابل پہنچا تو انہوں نے تین بار نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جس کی گونج مکہ کے پہاڑوں تک پھل گئی ان کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا دستہ گزرہ انہوں نے بھی تین

Marfat.com
Marfat.com

بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ بنی غفار کا دستہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زیر کمان گزرا۔ بنو کعب بن عمر کا لشکر، قبیلہ جہنیہ کے لوگ۔ بنو اشجع اور بنو مزینہ۔ الغرض ہر قبیلہ اپنے سردار کے ساتھ جھنڈا لیے گزرتا رہا۔ نعرے لگاتے رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو تعارف کراتے رہے۔

آخر میں سپہ سالار اعظم حضور سرور کونین ﷺ اپنی ناقہ (قصویٰ) پر سوار تھے۔ پانچ ہزار کا لشکر تھا۔ ایک طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ خود رسالت مآب ﷺ ان دونوں سے محو گفتگو تھے۔ یہ لشکر پوری طرح مسلح و مکمل، رکاب فلک فرسا میں آراستہ پیراستہ تکبیر کہتے ہوئے جا رہا تھا۔ جب ابوسفیان بن حرب نے اس لشکر کی شان و شوکت، سج دھج عظمت و حشمت کا مظاہرہ کیا۔ تو اس کی عقل و خرد خیرہ ہوگئی۔ ابوسفیان بول پڑا۔

''اے عباسؓ! مبارک ہو تمہارے بھتیجے کی بادشاہت قوی اور عظیم ہوگئی ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''افسوس ہے تم پر اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں، رسالت و نبوت ہے''

اسی وقت جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، ایک ہزار انصاری فوج کی کمان کرتے ہوئے گزرے اور ابوسفیان کے قریب پہنچے تو فرمایا۔

''اے ابوسفیان! اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَةُ اَلْیَوْمَ أَذَلَّ اللّٰهُ قُرَیْشاً

ترجمہ: ''آج کا دن قتل و غارت کا دن ہے۔ آج حرم میں خون ریزی کی جائیگی۔ آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دیگا''

یہ سنتے ہی حضور سرور کونین ﷺ نے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، کو عطا کر دیا۔ تاکہ وہ بھی محسوس نہ کریں اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

''آج کا دن امن کا دن ہے۔ یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی عظمت کو دوبالا کرنے والا ہے۔ اور اسے خلعت پہنانے والا ہے''۔

اس کے بعد ابوسفیان کو حکم ہوا۔ کہ تم مکہ چلے جاؤ۔ اور میری رعائیتوں کا اعلان کردو۔ اور اعلان کردو مسلمان ہو جاؤ ورنہ قتل ہو جاؤ گے۔ ابوسفیان اور حکیم بن حزام دوڑتے ہوئے مکہ پہنچے۔ اور خبردار کر دیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

''جو گھر میں رہ کر دروازہ بند کرے۔ جو ہتھیار پھینک دے جو میرے گھر میں پناہ لے لے یا جو حرم کعبہ میں داخل ہو جائے امن پائے گا''۔

اس پر اہلِ قریش میں ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ ادھر ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھاگی آئی اور اپنے خاوند کی داڑھی پکڑ کر اسے خوب ذلیل وخوار کیا۔ اور لوگوں سے کہا۔

''اے لوگو! اس احمق کو مار ڈالو، یہ کیسی بات منہ سے نکال رہا ہے''۔

ابوسفیان نے کہا!

''جس طرح چاہو مجھے ذلیل وخوار کر لو۔ جیسا چاہو میرے ساتھ سلوک کرو۔ لیکن خدا کی قسم! اگر تم مسلمان نہ ہوئے۔ تو تمہاری گردنیں اڑا دی جائیں گی۔ جاؤ گھروں میں گھس جاؤ۔ دروازے بند کر لو۔ میرے گھر میں آ جاؤ۔ یا حرمِ کعبہ میں چلے جاؤ۔ تم سب کی تدبیر اور علاج یہی ہے''

فخرِ موجودات ﷺ کا مکہ معظمہ میں ورود مسعود:

جب حضور سرورِ کائنات ﷺ نے وادی ''مہرالظہران'' سے آگے بڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

''مہاجرین کے لشکر کو لے کر مکہ شریف کے بلندی کے راستے جسے ''کدا'' کہتے ہیں۔ پڑاؤ کرو اور میرے لئے خیمہ نصب کر کے انتظار کرو''۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ہتھیار بند جماعت کے ساتھ حکم دیا کہ نرمی ومہربانی کے ساتھ ''وادی بطن'' کی طرف سے داخل ہوں۔ باقی تمام فوج کی قیادت ''اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید'' رضی اللہ عنہ کو عطا کر کے فرمایا۔ ''کدا کی طرف سے مکہ شریف میں داخل ہوں، اور اپنے علَم کو مکہ کے آخری مکان پر نصب کر دیں''۔

تمام گروپوں اور دستوں کو متعین کرنے کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے خود غسل فرمایا۔ بدنِ اطہر پر ہتھیار آراستہ کئے۔ اور مخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ کے ساتھ اپنی سواری ''قصویٰ'' پر سوار ہوئے۔ جب نظر مبارک حق تعالیٰ کی اس عظیم فتح ونصرت پر پڑی تو وہ وقت یاد آ گیا۔ جس وقت تن تنہا اسی مقدس سرزمین سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد نمایاں اور واضح طور پر بایں شوکت وعظمت با جاہ وجلال اور بے شمار لشکرِ جرار کے ساتھ واپس مکہ میں تشریف لا رہے تھے۔

خدا تعالیٰ کا شکرانہ ادا فرماتے ہوئے اپنی سواری پر ہی تواضع وعاجزی کی شانِ رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اور "سورہ الفتح" کی ابتدائی آیاتِ مبارکہ کی تلاوت بلند آواز سے فرماتے ہیں۔

"سبحان اللہ! کیا شریف اور سعید ساعت ہے۔ نورِ ایمان کی تابانی کا وقت ہے۔ ظلمتِ کفر کے زوال کا وقت ہے۔ نورٌ علیٰ نور کی عظمتوں اور رفعتوں کا وقت ہے۔

اللہ، اللہ! حضور سید کائنات، رحمۃ للعالمین ﷺ کا اس وقت کیا مقام اور درجہ ہوگا۔ جب تمام کفرستان کے بت حضور ﷺ کی نظرِ التفات سے پاش پاش ہونے والے تھے

اے اللہ! اے دو جہانوں کے مالک! مجھے بھی وہ ساعت نصیب فرما۔ جب تیرے فضل و رحمت کا ورود ہوا۔ تاکہ میں بھی "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" کا داعی بن سکوں"۔ آمین ثم آمین

تمام اہلِ سیر کے بیان کے مطابق تمام قائدین لشکرِ اسلام اپنے اپنے لشکر کو لے کر خاص مقررہ مقام پر پہنچ گئے۔ راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں۔ کچھ ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہیں۔ باقی حرم مقدس میں موجود ہیں۔ تمام گلیاں سنسان پڑی ہیں۔ صرف لشکرِ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کرنا پڑا۔ ہوا یوں کہ جس راستہ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہوئے۔ وہاں مکہ کے کچھ اوباش لوگ جن کی سرپرستی عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو" کر رہے تھے۔ اپنی عداوت و شقاوت اور خبثِ باطنی میں مبتلا تھے۔ ان کے ساتھ "بنوبکر بن وائل، بنو ہزیل اور احابیش" کی مدد تھی۔

ان بدبختوں نے لشکرِ اسلام پر حملہ کر دیا۔ مجبوراً لشکرِ اسلام کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کا اعلان فرمانا پڑا۔ اس طرح "مقام خندمہ" پر لڑائی ہوئی اور "حزورہ" کے مقام پر جنگ نے طول پکڑ لیا۔ اور ان ذلیل و خوار سرکشوں کے اٹھائیس آدمی غازیانِ اسلام کی تلواروں سے جہنم رسید ہوئے۔ اور مجاہدینِ اسلام میں سے حضرت حنیشن بن الدشعر رضی اللہ عنہ اور حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

جب حضور سرورِ عالم ﷺ کو صحیح صورتِ حال بتائی گئی تو انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا اور فرمایا "ضَعْ عَنْهُمُ السَّيْفَ"

"ان کو تلوار کی ضرب سے باز رکھو قتل نہ کرو"

ابھی قاصد راستے ہی میں تھا کہ ایک شخص ملا جس کا سر آسمان تک تھا۔ اور خنجر ہاتھ میں تھا۔ اس نے

Marfat.com
Marfat.com

قاصد کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا۔ خالد رضی اللہ عنہ سے کہا "ضَعْ فِیهِمُ السَّیفَ"
قاصد نے وہی پیغام دے دیا۔ اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کفار کے ستر آدمی قتل کئے۔

مفسرین نے روایت کیا ہے

"جب غزوہ اُحد میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا تھا اگر میں قریش کو پاؤں تو ان کے ستر آدمی قتل کروں گا"۔

ان ستر آدمیوں کا قتل کرنا اس ارادہ وعہد کی پاسداری کی وجہ سے تھا۔

خداوند قدوس نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کے عہد کو پورا کرنا تھا۔ اسی لئے قاصد کو راستہ میں جبرائیل علیہ السلام نے یہ پیغام دیا تھا۔ (نظریہ جدیدہ فی سیرۃ رسول اللہ صفحہ ۳۵۶_۳۵۵)

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سواری پر ہی مسجد احرام میں داخل ہوئے۔ اور بقعۂ نور کو نورِ مصطفیٰ ﷺ نے نور علیٰ نور بنا دیا۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ کے دستِ مبارک میں "عصاء" (مِحجن) تھا۔ اسی سے حجر اسود کا استلام فرمایا۔ اور بلند آواز سے تکبیر پڑھی۔ فدائین نے بھی بلند آواز سے تکبیر پڑھی۔ ان کی آواز سے مکہ مکرمہ کی فضا میں گونج اٹھیں۔ مشرکین مکہ جو قریبی پہاڑیوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ حسد و کینہ سے جل بھن گئے۔

کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کرنا:

جب سرورِ عالم ﷺ طوافِ کعبہ سے فارغ ہوئے تو بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کرنے کے بارے میں سوچا۔

اہل سیر کے مطابق مشرکین مکہ نے تین سو ساٹھ (360) بت خانہ کعبہ کے اطراف و جوانب میں نصب کر رکھے تھے۔ ان کے پیروں کو سیسہ سے خوب مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا۔

حضور سید ثقلین ﷺ اپنے عصاء مبارک جو ہر وقت اپنے دستِ مبارک میں رکھتے تھے۔ اشارہ فرماتے اور ساتھ فرماتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

"حق آ گیا۔ باطل فرار ہو گیا۔ بے شک باطل نے فرار ہی ہونا تھا"

بت آپ ﷺ کے عصائے مبارک کے اشارے سے ہی منہ کے بل گر پڑتے تھے۔

بعض اہل سیر کے مطابق کچھ بت بہت بلندی پر نصب تھے۔ جن تک ہاتھ نہیں پہنچ پاتا تھا۔ ان میں

Marfat.com
Marfat.com

سب سے اونچے مقام پر "ھُبل" تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو رسالتِ مآب ﷺ کے ہمرکاب تھے نے عرض کی۔

"یارسول اللہ ﷺ! اپنے قدوم ناز میرے کندھوں پر رکھیے اور ان کو گرا دیجیے"۔

رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اے علیؓ! تم بارِ نبوت اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تم میرے کندھوں پر آؤ اور انہیں گرادو"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوشِ رحمتِ عالم ﷺ پر آئے اور ان بتوں کو گرا دیا۔ اسی حالت میں حضور سرورِ جاں ﷺ نے فرمایا۔

"اے علیؓ! تم کیا محسوس کرتے ہو؟"

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

"مجھ سے تمام حجابات ہٹا دیئے گئے ہیں۔ میرا سر عرشِ معلیٰ سے جا ملا ہے۔ اور جدھر میں ہاتھ پھیلاؤں وہ چیز میرے ہاتھ میں آجاتی ہے"۔

حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔

"اے علیؓ! کتنا اچھا وقت ہے کہ تم کارِ حق ادا کر رہے ہو اور میرا یہ حال ہے کہ بارِ حق اُٹھائے ہوئے ہوں"۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو دوشِ نبوت ﷺ سے زمین پر گرا دیا۔ آپؓ کا گرنا خانہ کعبہ کے قریب تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ زمین پر گرے تو مسکرا دیئے۔ محبوب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"تمہیں کس چیز نے ہنسایا"

عرض کی!

"میں اتنی بلندی سے نیچے گرا مگر مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی"

تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔

"تمہیں کیسے تکلیف ہوسکتی تھی کیونکہ تمہیں اُٹھانے والے رسولِ خدا ﷺ اور نیچے اتارنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے"۔

بعض اہلِ سیر نے بیان فرمایا ہے کہ بُت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے توڑے جس کی وجہ یہ ہے

Marfat.com
Marfat.com

کہ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی ہے۔

"اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

"بے شک کافر اور جن کو یہ پوجتے ہیں سب دوزخ کا ایندھن ہیں"

اگر دنیا میں ان سے دستِ رحمت مَس کر جاتا تو قیامت کے دن اُن کو دوزخ کی آگ نہ جلا سکتی تھی۔

(سبل الہدیٰ جلد پنجم صفحہ ۳۵۴)

کعبہ شریف میں داخلہ :

جب ہادیٔ برحق ﷺ کعبہ شریف کو بتوں کی نجاست و پلیدی سے پاک فرما چکے تو خانہ خدا کے اندر قدم رنجہ فرمانے کا خیال آیا۔

اس وقت حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ تاکہ چابی اس سے لے کر دروازہ کھولا جائے۔ چابی ان کی والدہ "سلالہ بنت سعد" کے پاس تھی۔ وہ بھاگ کر اپنی والدہ کے پاس گئے اور چابی طلب کی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا۔

"فوراً چابی دو ورنہ خدا کی قسم کمر سے تلوار نکال لونگا"

ماں سے چابی لی اور خدمتِ اقدس میں پیش کر دی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے دروازہ کھولا۔ اور اپنے ساتھ چار اصحاب کو لے کر اندر داخل ہو گئے۔ ان چار خوش نصیب اصحاب کے اسماء مبارک یہ ہیں۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ   حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت موذنِ اکبر بلال رضی اللہ عنہ   حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دروازے پر کھڑا کیا گیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ تاکہ ہجوم نہ بڑھے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ طویل عرصہ تک کعبہ کے اندر رہے۔ اور خانہ کعبہ کے کونوں میں تسبیح و تہلیل فرماتے رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے آقا ﷺ نے اندر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔

"انبیاء اور فرشتوں کی تصاویر جنہیں کفار نے کعبہ کی دیواروں پر لگا رکھا ہے مٹا دو"

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن جدِ انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر جس میں انہوں نے تیر و کمان

Marfat.com
Marfat.com

پکڑ رکھا تھا ویسے ہی رکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"اے عمرؓ! انہیں بھی مٹا دو یہ قوم نہیں جانتی کہ انبیاء ہرگز قمار بازی نہیں کرتے"

پھر حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے ایک ڈول میں پانی منگوایا اور ان تصاویر کو دھوڈالا۔ اور فرمایا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ تنہا دشمن کے لشکروں کو شکست دی۔ (ابن قیم، زاد المعاد۔ جلد سوم صفحہ ۴۴۲)

خطبة الرسول ﷺ :

اس کے بعد حضور سرورِ انبیاء ﷺ کعبہ کا دروازہ کھول کر باہر آئے اور دروازے کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ہجوم کا یہ عالم تھا کہ تھمتا ہی نہیں تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس بے پناہ ہجوم کو پیچھے ہٹائے ہوئے تھے۔ اور خود رحمۃ للعالمین ﷺ حمد و ثناء خدا میں مصروف تھے۔

اہل قریش خوف وبیم میں کھڑے تھے۔ اور سوچ رہے تھے کہ دیکھئے کیا حکم ہوتا ہے۔ اس وقت اہلِ مکہ کو مخاطب فرمایا۔

''کیا گمان رکھتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرونگا؟''

لوگوں نے عرض کی

نَقُوْلُ خَیْراً وَنَظُنُّ خَیْراً

ترجمہ: ہم اچھا کہتے ہیں اور اچھا گمان کرتے ہیں۔

اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٌ وَقَدْ قَدَرْتَ

آپ ﷺ بخشنے والے بھائی ہیں۔ اور بخشنے والے بھائی کے فرزند ہیں۔ بلاشبہ حضور ﷺ نے ہم پر قدرت پالی ہے''

اس جواب پر حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا۔

میں وہی کرتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کی حکومت ملنے کے بعد فرمایا تھا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ

Marfat.com
Marfat.com

''آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اللہ تمہیں معاف کرے''

اور پھر فرمایا۔

اِذْهَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

''جاؤ آج تم آزاد ہو''

اس کے بعد حضور ﷺ نے فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور جاہلیت کی تمام رسومات کی بیخ کنی فرمائی۔ قصاص و دیت کے احکام دورِ جاہلیت میں رائج تھے۔ ان کو ختم کر کے نئے اصولوں سے تعارف کرایا۔ اور فرمایا!

''اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی رعونت اور اپنے آباء کے ساتھ تفاخر کو دور کر دیا ہے۔ سارے لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے پھر آیت قرانی تلاوت فرمائی۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

''لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہیں مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا۔ تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سب سے بہتر اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے۔ جو متقی ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد پنجم صفحہ ۶۵۔۶۴)

شکرانہ ادا فرمانا:

خطبہ مسنونہ کے بعد حضور سرورِ انبیاء ﷺ حضرت اُم ہانیٔ بنت ابو طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ تازہ غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نمازِ چاشت ادا فرمائی۔ یہ نمازِ فتح مبین کے شکرانہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

جب سب کو امان مل گئی تو حضور سرورِ کائنات ﷺ اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ لیکن مکان پر قبضہ نہ کیا۔ حالانکہ آپ ﷺ فاتح تھے۔ اور جس مکان پر چاہتے قبضہ کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا مکان جو کہ ابھی تک حضور ﷺ کی ملکیت میں تھا۔ اس میں حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ قیام پذیر تھے۔ اس سے بھی تصرف نہ رکھا۔ اور خانہ کعبہ کے باہر مقام ''الخانف'' میں خیمہ زن ہوئے۔ اور قیام فرمایا۔

تسخیر مکہ سے پہلے وہاں کا حاکم ''عتاب بن السید'' تھا۔

ایک دن 20 رمضان المبارک کو جب ظہر کا وقت ہوا۔ تو موذن رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کیلئے باہر نکلے۔ لیکن کوئی اونچی جگہ نظر نہ آئی۔ تو وہ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ گئے۔ تا کہ دور تک آواز

Marfat.com
Marfat.com

جائے۔ جب اذان کی آواز چھت سے بلند ہوئی تو حاکم مکہ عتاب بن السید بھاگا آیا اور مؤذنِ رسول ﷺ کو بلند آواز سے کہا کہ اس جگہ سے نیچے اترو۔ لیکن حضرت بلالؓ نے کوئی بات نہ سُنی۔ حاکم مکہ نازیبا کلمات بکتا رہا۔ لیکن مؤذن اذان دیتا رہا۔

بعد میں حاکم مکہ نے حضور پُرنور ﷺ سے عرض کی۔

''خانہ کعبہ کی چھت پر ایک حبشی غلام چڑھ کر اذان دیتا رہا''

اس پر حضور سرورِ عالم مسکرائے اور فرمایا۔

''یہی حبشی غلام اور دیگر اصحاب خانہ کعبہ کی آبادی کے لئے آئے ہیں۔ لہذا بیت اللہ کی عظمت وشوکت کو دوبالا کیا گیا ہے۔ اور تم لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ اسلام میں رنگ، نسل اور ذات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ میرے تمام اصحاب متقی اور پرہیزگار ہیں''۔

اس کے بعد عتاب بن السید، حارث بن ہشام دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ ان کو یقین ہوگیا۔ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور انہیں انسان تو ایک طرف سنگریزے بھی اطلاع کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے کوہِ صفا کو قدم میمنت سے سرفراز فرمایا۔ حضور ﷺ اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ خانہ کعبہ سامنے تھا۔ پھر دستِ مبارک بلند فرمائے اور خدا تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ، حاضرِ خدمت تھے۔ قریش کا ایک ایک آدمی آتا خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا اور بیعت رسول ﷺ حاصل کرتا۔ مردوں کے بعد خواتین حاضرِ خدمت ہوئیں۔ انہوں نے بیعت کی اور شرف رحمت سے مشرف ہوئیں۔ عورتوں کی بیعت زبانی تھی۔ دستِ اقدس کے ساتھ نہ تھی۔

عفوِ عام:

پیر محمد کرم شاہ صاحبؒ کی ضیاء النبی ﷺ کا بغور مطالعہ کیا جو انہوں نے اس موقع پر نقش کھینچا ہے اس کو اپنی تحریر کی زینت بنا رہا ہوں۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

یہ مژدہ ان بدزبان لوگوں کو سنایا جنہوں نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو شاعر، ساحر، مجنون اور کذاب کہا تھا۔

جن سنگدلوں نے بنو ہاشم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کیا تھا جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم جاری رکھنے کیلئے شاہ حبشہ سے مہاجرین حبشہ کو واپس لانے پر زور دیا تھا۔

جنہوں نے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کو ہجرت پر مجبور کیا۔ جن سفاکوں نے غزوہ اُحد میں حضرت حمزہؓ کو

Marfat.com
Marfat.com

شہید کیا۔ ان کے کان، ناک کاٹے اور سینہ کو چاک کر کے جسم مبارک کو بدنما بنانے کی ناپاک کوشش کی۔

جنہوں نے مدینہ شریف کی ایک چھوٹی سے بستی پر دس ہزار لشکر سے حملہ کیا۔ تاکہ وہ صفحۂ ہستی سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں یہ اعلان ان لوگوں کے لئے تھا۔ جنہوں نے حضورِ سرورِ دو عالم ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا۔ اور اپنی من مانی شرائط پر صلح کا معاہدہ کیا۔ یہ وہی لوگ تھے۔ جنہوں نے بنو بکر سے مل کر بنوخزاعہ پر حملہ کیا۔ اور حدود کعبہ میں قتل عام کیا۔

عفوو درگزر، جود و کرم کا جو بے مثال مظاہر رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کی بلندی ورفعت اس کی پاکیزگی اور اس کی عظمت وشوکت عدیم المثال ہے۔ کسی دنیا کے بادشاہ نے کسی سیاسی مدبر نے، کسی فوجی جرنیل نے ایسے کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ نہیں کیا۔ یہ کیوں نہ ہوتا۔ اصل میں حضور نبی مرسل ﷺ کی رحمت اللہ کی رحمت، ان کی حکمت، اللہ کی حکمت، اُن کی تدبیر اللہ کی تدبیر، جس کا عفو درگزر اللہ تعالیٰ کی شان کا آئینہ دار ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے رحمت وحکمت سے لبریز جن کلمات سے اپنے جانی دشمنوں کو عفو وحلم کا مژدہ سنایا تھا۔ جو ان کے لئے شادی مرگ کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ اس شانِ رحمۃ للعالمینی دیکھ کر جوق در جوق آگے بڑھ کر دستِ مقدسہ پر اسلام کی بیعت کرنے لگے۔

ان کلمات سے قریش کو نئی زندگی نصیب ہوئی۔ وہی تلواریں جو مسلمانوں پر آگ برسایا کرتی تھیں۔ اب وہ اسلام کے علَم کو بلند کرنے اور اسلام کا ڈنکا بجانے کیلئے چمکنے لگیں۔

اس محسنِ انسانیت ﷺ نے عربی قومیت کو نورِ اسلام سے درخشاں کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ راہگیر عرب کے بدو، ناقابل تسخیر قوت، بے مثال عزت اور بے داغ بزرگی کے امین بن گئے۔ فتوحات ان کا مقدر بن گئیں۔ امام الانبیاء ﷺ نے انسانیت کو نئی آب وتاب ارزانی فرمائی وہ گروہی اور قبائلی عصبیتوں کے چنگل سے رہائی پا کر عالمگیر حیثیت کے مالک بن گئے۔

نبی رحمت ﷺ نے ان کی عربی قومیت کو باقی رکھا۔ لیکن اس کا نیا مفہوم بنا دیا۔ وہ عربیت، محمد عربی ﷺ کی عربیت تھی وہ عربیت عمرؓ وعلیؓ کی عربیت تھی۔ وہ عربیت ابوبکرؓ وعثمانؓ کی عربیت تھی۔ وہ ایسی عربیت تھی جو صرف ایمان صادق، ہر میدان میں پیش قدمی، ہر حال میں ہر ایک سے عدل وانصاف، ہر جگہ علم ومعرفت کی شمعیں روشن کرنا، ہر میدان میں فتح وکامیابی کے پرچم لہرانا جانتی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

فتح مبین کے بعد رسالت مآب ﷺ کی رعنائیاں:

حضورِ سرورِ عالم ﷺ نے اہلِ مکہ کو امن دے دی تھی۔ مگر ایک جماعت کو معاف نہ کیا۔ اس جماعت کا خون بہانے کی اجازت فرمادی۔ اور حکم تھا کہ جہاں بھی پائے جائیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے بعض نے نجات پائی تھی۔ ان میں گیارہ مرد اور چھ عورتیں تھیں۔ مردوں میں صرف چار قتل ہوئے اور سات کو امان مل گئی۔ عورتوں میں بھی چار قتل ہوئیں اور دو امان میں آ گئیں۔ ان مجرمین کا ذکر کر رہا ہوں۔ تاکہ حقیقتِ حال سے پردہ چاک ہو سکے۔

عبد اللہ بن خطل: دورِ جاہلیت میں اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ مسلمان ہوا اور عبداللہ نام پایا۔ مکہ سے مدینہ آیا اور حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے اُسے زکوٰۃ کی وصولی کیلئے چند قبائل کی طرف بھیجا اور ایک خزاعی آدمی خدمت کے لئے ساتھ کر دیا۔ اس نے راستہ ہی میں اپنے خدمتگار کو شہید کر دیا۔ اور تمام مالِ زکوٰۃ لے کر مکہ واپس آ گیا۔ مرتد ہو گیا۔ اس کی دو لونڈیاں تھیں جو حضور رسالت مآب ﷺ کی ہجو کیا کرتی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد غلافِ کعبہ میں جان بچانے کیلئے چھپ گیا۔ اصحابہ کرام نے دیکھ لیا اور عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! عبداللہ بن خطل غلافِ کعبہ میں چھپا ہوا ہے''

حضور ﷺ نے قتل کا حکم دے دیا۔ اور فرمایا

''کعبہ کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں دیتا''

چنانچہ حضرت سعید بن حریثؓ اور حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کی دونوں لونڈیاں بھی پکڑی گئیں اور ایک کو قتل کر دیا گیا اور دوسری امان پا گئی اور بعد میں مسلمان ہو گئی۔

عبد اللہ بن ابی سرح العامری:

یہ شخص مسلمان ہوا۔ مگر مرتد ہو گیا۔ اس کے بعد یہ بارگاہ نبوی میں ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا۔ بعض کے خیال میں یہ مسلمان ہوا اور کاتبین وحی میں شامل ہوا تھا۔ مگر قرآن پاک کی کتابت کے دوران کلام اللہ میں خیانت کا مرتکب ہوا۔ جب سرکارِ دو جہاں ﷺ کو پتہ چلا تو مدینہ سے بھاگ گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس کے قتل کا حکم ہوا۔

یہ شخص حضرت عثمانؓ کا رضائی بھائی تھا۔ اس لئے انہیں کے پاس جا کر پناہ لے لی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو لے کر رسالت مآب ﷺ کی خدمت پیش کیا اور بیعت کیلئے عرض کی۔ تو رسولِ خدا ﷺ نے منہ پھیر لیا۔ روضۃ الاحباب اور مدارج النبوۃ میں یوں ذکر ہے۔ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بار بار عرض کی تو حضور سرورِ عالم ﷺ نے معاف فرمایا۔ اور بیعت بھی لے لی۔ (السیرۃ النبویہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۷۶۔ ل ۲۷۵)

Marfat.com
Marfat.com

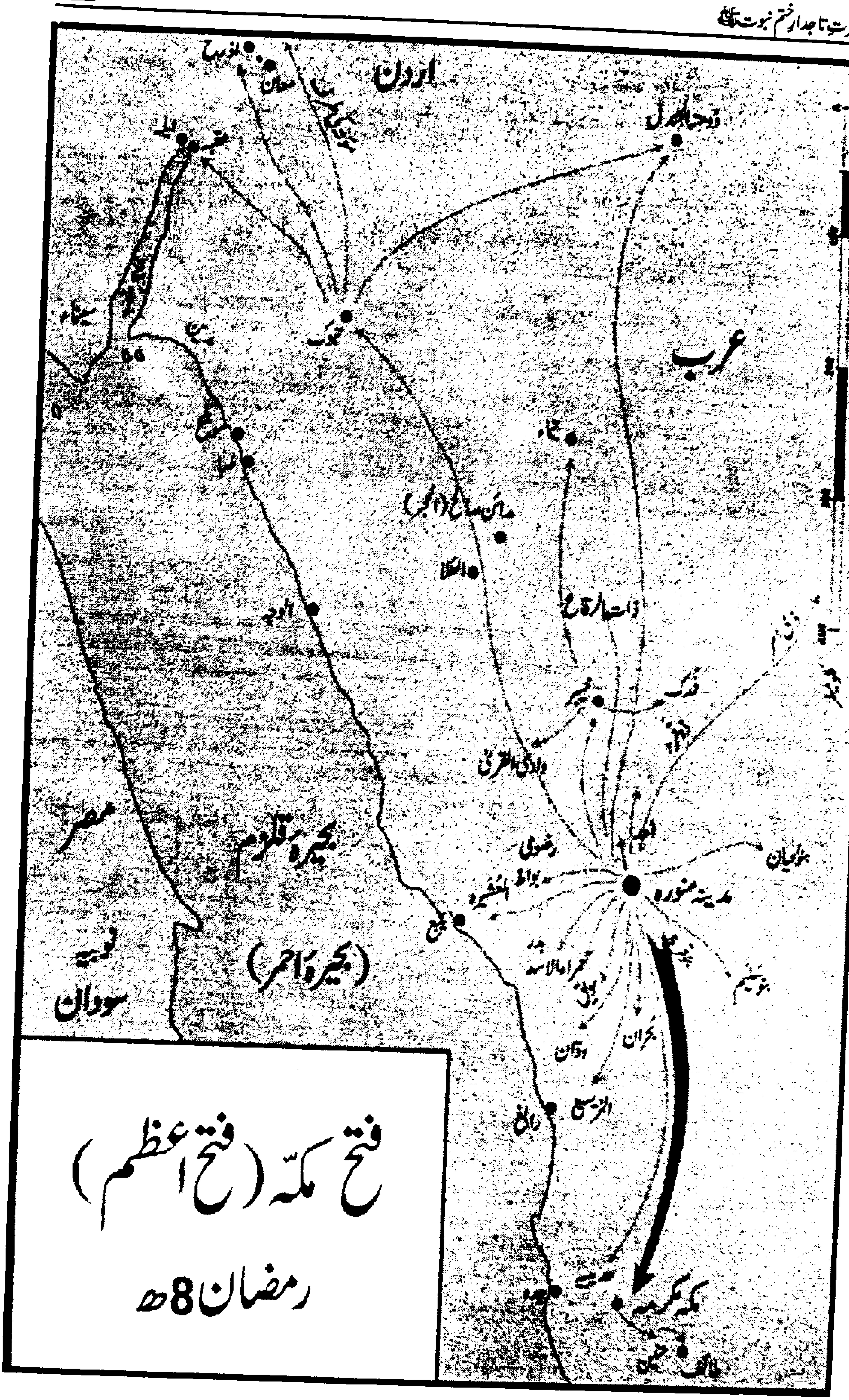

فتح مکہ (فتح اعظم)
رمضان 8ھ

Marfat.com
Marfat.com

عکرمہ بن ابو جہل:

یہ شخص مکہ کے رئیس اعظم ابوجہل کا بیٹا تھا۔ جو باپ کی طرح حضرت رسالت مآب ﷺ اور دیگر اصحاب کو ایذا رسانی میں پیش پیش تھا۔ تمام غزوات میں بھی کافروں کی طرف سے نمایاں مقام کا حامل تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ کے دستہ سے لڑائی کا مرتکب ہو چکا تھا۔ اس کیلئے بھی قتل کا حکم تھا۔

جب اس نے اپنے قتل کے احکام سنے تو مکہ سے پناہ لینے کیلئے خروج کر گیا۔ اور ساحل سمندر پر جا کر یمن جانے کیلئے کشتی پر سوار ہوا ہی تھا۔ کہ اس کی بیوی اُمِ حکیم مسلمان ہو گئی اور اپنے خاوند عکرمہ بن ابوجہل کیلئے امان کی درخواست کی جو منظور ہو گئی۔ لہذا وہ بھاگی کہ اپنے خاوند کو مکہ واپس لے آوٗں۔

وہ کشتی سے اتار کر اپنے خاوند کو لے آئی اور اس طرح وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ اور بعد میں اسلام کی ترویج کیلئے کام کرتا رہا۔

حُوَیرث بِن نُقَیذ بِن وَھب:

یہ شخص بلند پایہ شاعر تھا اور بارگاہِ رسالت میں بڑی ہجو کیا کرتا تھا۔ اس کے قتل کا بھی حکم تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسے تلاش کرنے وہاں تک پہنچ گئے مگر اس نے دروازہ نہ کھولا۔ جب شیرِ خداؓ واپس چلے گئے تو وہ مکہ سے ہجرت کر کے کہیں جانے کیلئے نکلا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔

ھبّار بن اَسوَد:

یہ وہ بد بخت آدمی تھا۔ جس نے رسولِ اکرم ﷺ کو ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر کے بعد ابوالعاص بن الربیع نے اپنی رہائی کے بدلے دخترِ رسول حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو واپس مدینہ پہنچانے کا وعدہ کیا۔ جب دخترِ رسول حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار مدینہ کی طرف جا رہی تھیں۔ تو ہبار بن اسود نے چند اوباشوں کے ساتھ ان کا راستہ روک لیا۔ اور ایک نیزہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مارا۔ جس سے وہ اونٹ سے نیچے گر گئیں۔ ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ بیمار ہوئیں اور اسی بیماری کی وجہ سے وفات پا گئیں۔ فتح مکہ کے بعد خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اسلام قبول کر لیا اور امان پا گیا۔ حالانکہ یہ دخترِ رسول ﷺ کا قاتل تھا۔

کَعب بِن زُھیر المَزنی:

یہ شخص بھی شاعر تھا۔ یہ اپنی شاعری کو پیکرِ حسن و جمال و کمال رسالت مآب ﷺ کی بدگوئی اور ہجو میں

Marfat.com
Marfat.com

استعمال کیا کرتا تھا۔ روزِ فتح بھاگ گیا۔ مگر اپنے بھائی حضرت بجیرؓ جو کہ مسلمان ہو چکے تھے کے کہنے پر حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اس عمل پر اسے معاف کر دیا گیا۔

اور اس نے چند اشعار در مدح رسول اکرم ﷺ پڑھے۔ اس قصیدہ کا پہلا شعر کچھ یوں ہے۔

بَا نَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتْبُوْلٌ

جب اس نے یہ شعر پڑھا۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مُسْلُوْل

ترجمہ: ''بے شک! رسول اکرم نور ہیں۔ جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور یہ اللہ کی تلواروں سے ایک بے نیام تلوار ہے''۔ (السیرۃ النبویہ جلد دوم۔ صفحہ ۲۸۳۔۲۸۰)

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے نہ صرف اسے معاف فرما دیا بلکہ اس کو اپنی مقدس چادر بھی عطا فرمائی۔ جو مرتے دم تک اس کے پاس رہی۔

حَارِث بِن ھشام المَخزُومی اور زَھِیر بِن اَبی اُمیّہ:

حارث بن ہشام ابوجہل کا حقیقی بھائی تھا۔ اور ابوجہل کی طرح مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے میں پیش پیش تھا۔ اس کے علاوہ زہیر بن ابی امیہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔ اور اپنے دِل میں پیغمبرِ اسلام اور اسلام کے بارے میں شدید قسم کا بغض اور کینہ رکھتا تھا۔ ان دونوں کو بھی قتل کرنے کا حکم تھا۔ مگر یہ دونوں حضرت اُم ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہما کے وسیلہ سے پناہ کے طلبگار ہوئے۔ ان کو نہ صرف معاف کر دیا گیا بلکہ یہ دونوں مسلمان بھی ہو گئے۔

حَارِث بِن طَلَا طَلَا:

یہ بھی بدترین دشمنوں میں شامل تھا۔ اسے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واصلِ جہنم کیا۔

وحشی قاتلِ حضرت حمزہؓ:

یہ شخص سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا۔ اس کے لئے بھی قتل کا حکم تھا۔ مگر یہ ڈر کر طائف کی طرف بھاگ گیا۔ جب طائف کا وفد بارگاہِ نبوت میں آیا تو یہ بھی ان کے ساتھ پہنچ کر مسلمان ہوا۔ لیکن شرمندگی کی وجہ سے حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے سامنے نہیں ہوتا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اسی وحشی نے مسیلمہ کذاب کو نیزہ مار کر قتل کر دیا۔

وحشی خود کہا کرتا تھا کہ زمانہ جہالت میں میں نے سب سے بہتر شخص کو قتل کیا۔ اور زمانہ اسلام میں میں نے بدترین شخص کو قتل کیا۔ جس پر میں فخر کرتا ہوں۔

صفوان بن امیہ:

اس کے دِل میں بھی باپ امیہ کی طرح پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام سے نفرت اور عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اسے بھی مباح الدم قرار دیا گیا تھا۔ یہ چھپ گیا اور ارادہ کیا کہ رات کی تاریکی میں مکہ سے نکل جائے اور سمندر میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

اس کے چچازاد بھائی حضرت عمیر بن وہب حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صفوان بن امیہ کیلئے امان طلب کی۔ اور عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! صفوان سردار ہے۔ یہاں سے بھاگ گیا ہے۔ تا کہ سمندر میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لے آپ ﷺ اسے معاف فرما دیں''

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے اسے بھی معاف فرما دیا۔

مَقِیس بن صبابہ:

یہ شخص بھی مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ اس کا بھائی ہشام بن صبابہ مسلمان ہوا۔ ''غزوہ مرسیع'' ایک انصاری صحابی حضور سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت پر معمور تھا۔ اس صحابی نے گمان کیا کہ ہشام بن صبابہ مشرک ہے۔ لہٰذا اُسے قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ مدینہ آیا اور اپنے بھائی کی دیت طلب کی۔ اس کو ہشام کی دیت دے دی گئی۔ وصولی کے بعد بھی اس نے موقع پا کر اس صحابیِ رسول کو شہید کر دیا۔ اور بھاگ گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر کسی گوشے میں مشرکین مکہ کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا۔ کہ ''حضرت تمیلہ بن عبداللہ'' نے موقع پا کر اس کی گردن مار دی۔

عبد اللہ بن الزبعری:

یہ شخص بھی شاعر تھا۔ جو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کے خلاف زہر افشانی کیا کرتا تھا۔ اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ فتح عظیم کے بعد جب اس کو علم ہوا کہ اس کا خون بہانا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ تو وہ بھاگ کر یمن کے علاقہ نجران میں پناہ گزین ہو گیا۔ لیکن حضرت حسان بن ثابتؓ نے چند اشعار اس کی طرف لکھ کر بھیجے۔ یہ پڑھتے ہی وہ بھاگا چلا آیا۔ اور سید المرسلین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر نورِ ایمان سے منور ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

اب ان عورتوں کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جن کے قتل کا حکم تھا۔ یہ تعداد میں چھ تھیں۔ ان میں سے کچھ مامون ہوئیں اور کچھ مقتول ہوئیں۔

ھندہ بنت عتیبہ زوجہ ابو سفیان:

یہ عورت عتیبہ کی بیٹی اور سردار قریش ابوسفیان کی بیوی تھی۔ اس نے غزوہ اُحد میں سید کونین ﷺ کو بہت اذیت پہنچائی۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا مثلہ کیا تھا۔ لیکن روزِ فتح جس وقت عورتیں بیعت کیلئے حاضر ہوئیں تو یہ بھی منہ پر نقاب پہن کر آئی اور مسلمان ہوگئی۔ مسلمان ہونے کے بعد اس نے کہا ''میں ہندہ بنت عُتبہ ہوں''۔

تو حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا!

''جب تو نقاب میں تھی تو میں نے تمہیں پہچان لیا تھا۔ مگر اب تو مسلمان ہوگئی ہے۔ اس لئے معافی دی جاتی ہے''

اہلِ سیر کا بیان ہے جب وہ مسلمان ہوکر گھر گئی تو دو بکریاں ذبح کیں اور ان کو روسٹ کر کے سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں بھیجیں۔ اس پر حضور رسالت مآب ﷺ بہت خوش ہوئے اور اس کیلئے دعا فرمائی۔

قرینہ اور قرتنا:

یہ دونوں عورتیں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں۔ اور گانے والیاں تھیں۔ جو ابن خطل کی طرف سے حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ قرینہ تو ماری گئی اور قرتنا بھاگ گئی اور بعد میں حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوگئی اور امان پا گئی۔

اَرنب اور سَارہ باندیاں:

یہ دونوں بھی لونڈیاں تھیں۔ ارنب ابن خطل کی لونڈی تھی۔ اس کا پیشہ بھی گانا تھا۔ یہ بھی ابن خطل کی طرف سے ہجو گایا کرتی تھی۔ روزِ فتح ہی ماری گئی۔ سارہ بنی عبدالمطلب کی باندی تھی۔ اسی کے ذریعے حضرت حاطب بن بلتعہؓ نے خط اہلِ قریش کو بھیجا تھا۔ مرتد ہوئی اور مکہ چلی آئی فتح کے روز حضرت علیؓ کی تلوار سے مقتول ہوئی۔ (روضۃ الاحباب)

قیامِ مکہ شریف:

فتح مکہ کے بعد حضور سید المرسلین ﷺ نے پندرہ دن بعض کے خیال میں اٹھارہ دن قیام فرمایا۔ اس

Marfat.com
Marfat.com

دوران حضور ﷺ نے بہت سے فیصلے کیے جن میں سے چند کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

فَاطَمَه بِنت اَسوَد کا فیصلہ:

یہ عورت بنومخزوم کے اشراف قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ چوری کے الزام میں پکڑی گئی۔ بارگاہِ رسالت میں پیش کی گئی۔ جرم ثابت ہو گیا۔ تو عدیلِ بے مثال منصفِ اعظم حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ پوری قوم اس حکم سے خوفزدہ ہو گئی۔ وہ اپنی اس عورت کو سزا سے بچانا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جو کہ محبوب و مقرب بارگاہِ رسالت تھے کو سفارشی بنا کر بھیجا۔ اس پر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

"اے اسامہؓ! تم خدا کی حدود کے نفاذ میں سفارش کرتے ہو"

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

"یارسول اللہ ﷺ! میرے لئے استغفار فرمایئے۔ مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے"۔

اس کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا!

"اے لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ پچھلی امتیں اسی بناء پر ہلاک ہوئیں کہ جب ان کے کسی بڑے آدمی سے جرم ہو جاتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور حد مقرر نہ کرتے اور کسی کمزور آدمی سے جرم سرزد ہوتا اس پر حد مقرر کر دیتے۔ قسم ہے اس رب جلیل کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر میری اپنی بیٹی بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ کاٹنے کا بھی حکم دیا جاتا"۔

بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا ثواب:

دوسرا مقدمہ پیش ہوا کہ ایک آدمی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

"میں نے نذر مانی تھی کہ جب حق تعالیٰ فتح مبین سے سرفراز فرمائے گا تو میں بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گا"

حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا!

"یہاں ہی پڑھ لو"

اس نے تین بار اس بات کو دہرایا۔ تو رحمت حق نے تین ہی بار فرمایا۔

"یہاں ہی پڑھ لو"

آخر کار فرمایا کہ

Marfat.com
Marfat.com

"بیت اللہ شریف میں ایک نماز پڑھنے کا ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہے"

اس کے بعد قیامِ مکہ کے دوران، شراب، خنزیر، مردار اور بت کی قیمت کی مخالفت فرمائی۔
کاہن کی اجرت جو اسے کہانت سے ملتی ہے۔ مُردار کی چربی سے مَشک اور کشتیاں چمکائی جاتی ہیں۔
سب کو ممنوع قرار دے دیا۔ جس چیز کا کھانا حرام ہے۔ اس کی قیمت وصول کرنا بھی حرام ہے۔

بُت شکنی کے اقدامات:

بطرف نخلہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تیس (30) سواروں کے ساتھ "نخلہ" کی طرف روانہ فرمایا۔
تاکہ وہاں کے بت خانہ کو نیست و نابود کیا جائے۔ وہاں عرب کا مشہور بت "عزیٰ" تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ
فاصلے طے کر کے وہاں گئے اور بت کو تباہ کر کے واپس آگئے۔ ان کی آمد پر حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے فرمایا۔

"کیا اس بت کو توڑا؟"

عرض کی! ہاں

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا

"کیا کوئی چیز اس میں سے دیکھی تھی؟"

عرض کیا "نہیں"

تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا

"تم نے اس بت کو نہیں توڑا"

اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ دوبارہ گئے۔ اور تلاش کے بعد اس بت کی جگہ سے ایک ننگی بدصورت عورت
پراگندہ بال لیے نمودار ہوئی۔ انہوں نے تلوار سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور حاضر خدمت ہو کر بتایا۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا!

"وہی عزیٰ تھی"

سَوَاع بت کو توڑنا

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ دے کر مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر "رباط" نامی
مقام پر "بنو ہذیل" کے بت "سواع" کو توڑنے کیلئے بھیجا جب حضرت عمرو بن العاصؓ وہاں پہنچے تو بت کے
محافظ نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

Marfat.com
Marfat.com

تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا

''میں اپنے آقا کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس بُت کو توڑنے آیا ہوں''

اس نے کہا ''تم ایسا نہیں کر سکتے''

تو صحابی رسول نے کہا

''کیوں ایسا نہیں کر سکتا؟''

محافظ نے کہا۔ ''تم روک دیئے جاؤ گے''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

تم اب تک باطل پر تھے۔ کیا یہ سنتا اور بولتا ہے؟

یہ کہتے ہی انہوں نے ایک زوردار ضرب لگائی اور بت کو پاش پاش کر دیا اور فرمایا! ''کہو اب کیسا رہا''

اس نے کہا۔ ''میں اللہ کے لئے اسلام قبول کرتا ہوں''

مناۃ کی تباہی :

حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو بیس سوار دے کر ''مناۃ'' جو کہ ''قدید'' اور بدر کے قریب ''اوس و خزرج اور غسان'' کا بت تھا۔ توڑنے کیلئے بھیجا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو اس کے پوجاری نے کہا۔ ''تم کیا چاہتے ہو؟''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''مناۃ کو مسمار کرنا چاہتا ہوں''

تو پجاری بولا ''تم جانو اور تمہارا کام''

حضرت سعدؓ بت کی طرف لپکے تو ایک کالی، ننگی اور پراگندہ سر عورت نکلی وہ اپنا سینہ پیٹ پیٹ کر ہائے وہائے کہہ رہی تھی اس پر پجاری نے کہا۔

''مناۃ اپنے نافرمانوں کو پکڑ لے''

لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف بنو خذیمہ:

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بت عزیٰ کو توڑ کر واپس آئے انہیں بنو خذیمہ کے پاس بھیجا۔ ان کی کمان میں تین سو (300) مہاجرین و انصار اور بنو سلیم کے اصحاب تھے۔ مقصد صرف تبلیغ دین تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

انہوں نے وہاں پہنچ کر دینِ اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے "اَسۡلَمۡنَا" (ہم اسلام لائے) کی بجائے "صَبَانَا۔صَبَانَا" (ہم نے اپنے دین کو چھوڑا، اپنے دین کو چھوڑا) کہا۔ اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قتال کا حکم دے دیا۔ کچھ کو قیدی بنالیا اور ایک ایک قیدی اپنے ایک ایک مجاہد کے سپرد کر کے کہا ان کو قتل کر دو لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ جب تمام لوگ رسالتِ مآب ﷺ کی بارگاہِ عظمت میں واپس آئے تو اس کا تذکرہ کیا۔

تو سرورِ عالم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے اور دو بار فرمایا!

"اے اللہ! جو کچھ خالدؓ نے کیا میں اس سے تیری طرف برأت اختیار کرتا ہوں" (صحیح بخاری شریف)

اس موقع پر بنو سلیم نے قیدیوں کو قتل کیا تھا۔ انصار و مہاجرین نے کسی کو قتل نہ کیا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیج کر مقتولین کی دیت اور ان کے نقصانات کا معاوضہ ادا کیا۔

اسی موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تلخ کلامی بھی ہوگئی۔ تو حضور سرورِ جان ﷺ نے فرمایا!

"اے خالدؓ! خدا کی قسم، اگر سارا اُحد پہاڑ سونا ہو جائے۔ اور تمہاری ملکیت میں ہو اور تم خیرات کر دو تو پھر بھی تم میرے رفقاء سابقین میں سے کسی ایک صحابہ کی ایک صبح کی عبادت یا ایک رات کی عبادت کے برابر نہیں ہو سکتے"۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے والد ابو قحافہ (عثمان بن عامر) کا اسلام لانا:

حضور سرورِ انبیاء ﷺ ایک دن مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ تو صدیق اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے اور بینائی سے محروم باپ کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے لے آئے۔

جب رحمۃ اللعالمین ﷺ نے دیکھا تو فرمایا!

"اے ابو بکرؓ! تم اس شیخ کو گھر میں رہنے دیتے تاکہ میں خود اس کے پاس چل کر جاتا"۔

خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرے والد کا حق تھا کہ وہ چل کر خدمت میں حاضر ہوتے"

حضور سرورِ کریم ﷺ ابو قحافہ کو اپنے سامنے بٹھا دیا۔ اور ان کے سینہ پر دستِ مبارک پھیرا۔ اور ابو قحافہ

Marfat.com
Marfat.com

نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا''۔

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ ان کی چار پشتیں صحابی کے درجہ پر فائز ہوئیں''۔

آپؓ کے والد ابو قحافہؓ۔ آپؓ خود۔ آپؓ کے بیٹے۔ عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر اور ان کے بیٹے محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، دوسری طرف سے بھی آپ ﷺ کا یہ اعزاز برقرار ہے۔ (سیرت ابن ہشام جلد چہارم صفحہ ۲۵)

فتح مکہ کے اثرات:

یہی وہ فیصلہ کن معرکہ اور فتح عظیم تھی۔ جس نے بت پرست قوت کو مکمل طور پر جھنجوڑا اور پاش پاش کر دیا۔ اور اس خاتمہ کا درجہ بدرجہ اس انداز سے کیا گیا کہ جزیرۃ العرب میں ان کی باقیات کی بھی گنجائش نہ رہی۔ عام قبائل بھی اسی بات کے منتظر تھے کہ یہ معرکہ آرائی کس انجام کو پہنچتی ہے۔ حالانکہ یہ قبائل اچھی طرح جانتے تھے کہ فتح بالآخر سچائی کی ہوتی ہے۔ مگر اہلِ مکہ کی اجارہ داری اور قوت وسطوت سے گھبراتے تھے۔ اسی لئے متذبذب تھے۔

اصل میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی حکمت و دانائی سے صلح حدیبیہ اسی فتح مبین کا پیش خیمہ تھی۔ اس سے قبائل عرب اور دیگر لوگوں کو اسلام کے بارے میں کھل کر سوچ بچار کا موقع ملا تھا۔ اب اس فتح کے بعد پورے جزیرۃ العرب کے سیاسی اور دینی افق پر مسلمانوں کا سورج چمکنے لگا۔ اب مسلمانوں کے ہاتھوں میں سیاسی قیادت کی زمام تھی۔ فتح مکہ کے زلزلہ فگن معرکہ نے عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اسلامی تحریک نے نئے دور کی اذانِ پکار سے پیغام دیا کہ اٹھو! اب اجالا ہو گیا۔ اب ہر اندھے نے بھی دیکھ لیا کہ جاہلیت مٹ گئی۔ قدامت پسند، مقلد اور مرعوب ذہن کو یقین ہو گیا کہ قریش کا فرسودہ دور ختم ہو گیا ہے۔ اب بدوؤں نے بھی سمجھ لیا کہ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کا پیغام، علم، کردار، زندگی، حرکت، تعمیر، نظم، امن، انصاف اور قوت ہی ابدی پیغام ہے۔

پھر خود محسنِ انسانیت ﷺ کے حکم کی مطابق عین میدان جنگ میں بھی دعوت اسلام دی جاتی۔ مخالفین کے لئے تین راستے متعین کیے جاتے۔

(۱) اسلام میں آؤ اور بھائی بھائی بن جاؤ
(۲) سیاسی اطاعت قبول کرلو
(۳) میدان جنگ میں مقابلہ کرو

حالانکہ دنیا کے کسی معاشرہ میں ان باتوں کا ذکر نہیں ملتا۔ صرف اطاعت قبول کرنا اور جنگ کرنا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

معاشرہ میں یہ رواج تھا۔ کہ فتح کے بعد فاتح قوم مخالف کو تہس نہس کر دیتی تھی۔ مگر رسولِ عربی ﷺ نے ان باتوں سے کوئی غرض نہ رکھی۔ یہی وجہ ہے مدینہ کی ریاست تیزی سے نشوونما کی منازل طے کر گئی۔ یہ مسلمانوں کے کردار و اخلاق کا کرشمہ تھا کہ لوگ جوق در جوق اسلام سے وابستہ ہونے لگے۔

مدینہ شریف کی اسلامی ریاست نے ایک طرف سخت ترین جنگی حالات میں بھی ملحقہ علاقوں میں دعوتی اور تبلیغی وفود بھیجے۔ جن میں چار مواقع ایسے ہیں جنمیں مدینہ پاک سے جانے والے داعیانِ حق کو شر پسند عناصر نے دھوکے سے شہید کیا۔ اور ان شہیدوں کی تعداد، غزوہ بدر۔ غزوہ اُحد۔ غزوہ خندق میں شہید ہونے والوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔

اس کے باوجود حضور رسالت مآب ﷺ نے ان انتہائی حالات میں بھی اپنے بنیادی فریضہ میں غفلت نہ برتی۔ بلکہ ان قربانیوں کے باوجود اس فرضِ عظیم کو جاری رکھا۔ مدینہ شریف کی لافانی درس گاہ سے تربیت دے کر چند اصحاب رضوان اللہ کو مختلف قبائل میں مبلغ کی حیثیت سے بھیج دیا۔ جن میں چند اسمائے گرامی درج کر رہا ہوں۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ

حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

حضرت منقذ بن حبان رضی اللہ عنہ

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ

(سیرت ابن ہشام)

اس کے علاوہ بعض کو قبائل کی طرف دعوتِ دین حقہ کیلئے معمور کیا گیا جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو ہمدان کی طرف۔ خذیمہ اور مذحج کی طرف۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو نجران کی طرف۔ حضرت وبر بن نخیس رضی اللہ عنہ، کو ابنائے فارس کی طرف۔ حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فدک کی طرف۔ حضرت آحنف رضی اللہ عنہ کو قبیلہ سلیم کی طرف۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو علاقہ مکہ کی طرف۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عمان کی طرف۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو حارث بن کلال شہزادہ یمن کی طرف روانہ کیا گیا۔

فتح مکہ ایک تاریخ ساز معرکہ :

سرورِ کائنات ﷺ، ختمی مرتبت، نبی رحمت، کامل انسان، محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغمبرانہ امتیازات اور خصائص کبریٰ میں ایک امتیازی و منفرد وصف ''شانِ رحمۃ للعالمین'' ہے۔ جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

"وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ"

رحمتِ مجسم ﷺ، فخرِ دو عالم، حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ، کفار ومشرکین اور بدترین دشمنوں سے حسنِ سلوک، عفوودرگزر اور رواداری سے عبارت ہے۔ جس کا ایک اہم اور تاریخ ساز واقعہ "فتح مکہ" ہے۔ 20 رمضان المبارک 8 جنوری 630ء کا وہ مثالی واقعہ ہے کہ جب مکہ فتح ہونے کے بعد حضور سرورِ دو عالم ﷺ کو اپنے جانی دشمنوں پر کامل اختیار واقتدار میسر تھا۔ جب صحنِ کعبہ میں دشمنانِ اسلام گروہ در گروہ سر جھکائے کھڑے تھے۔ ایسے دشمن بھی تھے۔ جنہوں نے لختِ جگر رسول حضرت زینت رضی اللہ عنہ کا حمل اپنے نیزوں سے گرایا تھا۔ خود پیغمبرِ اسلام ﷺ کو ختم کرنے کیلئے متعدد بار حملے کئے تھے۔ وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے دل و دماغ کی تمام قوتیں نخلِ اسلام کی بیخ کنی میں صرف کی تھیں۔ جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بدترین دشمن تھے۔

لیکن جو رویہ فاتحِ مکہ حضور سرورِ رحمت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

اس کی مثال کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس تاریخی اور بے مثال نمونہ کا نقشہ مولانا شبلی نعمانیؒ نے اپنی تصنیف میں کچھ یوں کھینچا ہے۔

حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے مجمع کی طرف نگاہ اٹھائی تو جبارانِ قریش سامنے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے۔ جو اسلام کو مٹانے میں پیش پیش تھے۔ وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسولِ خدا ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھیں۔ وہ بھی تھے جن کی تیغ وسنان پیکرِ قدسی ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں۔ وہ بھی تھے جو راستۂ نبوت میں کانٹے بچھایا کرتے تھے۔ ایسے بھی تھے جو بوقت تبلیغ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر زخم لگایا کرتے تھے۔ ایسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی خونِ نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھتی تھی۔ وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ پاک کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا۔ ایسے بھی تھے جو مسلمانوں کو اذیت دینے کیلئے جلتی ہوئی آگ پر لٹا کر سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔

رحمتِ حق ﷺ نے ان تمام دشمنانِ اسلام کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔ وہ اگرچہ ظالم تھے۔ شقی تھے اور بے رحم تھے۔ لیکن مزاج شناس ضرور تھے۔ پکار اُٹھے۔ آپ ﷺ شریف بھائی ہیں۔ شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔

ارشاد ہوا۔

("تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو")

جہانِ عالم نے دیکھا کہ پیغمبر رحمت ﷺ نے اپنے دشمنوں سے عین اس وقت جبکہ وہ مفتوح تھے۔ قیدی

Marfat.com
Marfat.com

تھے۔غلام تھے۔زیردست تھے۔اور مقابلے کی تاب نہ رکھتے تھے۔بے بس و بے کس تھے۔جب یہ صدا بلند ہوئی۔
''الیوم یوم الملحمۃ''لیکن رسولِ خدا ﷺ کی رحمۃ اللعالمینی صفت نے جوش مارا اور عفو و درگزر اور رواداری کا وہ شاندار نمونہ پیش کیا۔جو اس انسان کامل محسنِ انسانیت ﷺ کو دیگر علومِ برادران مذہب اور فاتحینِ عالم میں ممتاز مقام دے گیا۔

کیونکہ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ اس وقت تمام امیدوں،تصورات کے خلاف رواداری پر مبنی انقلابی اعلان فرمایا۔''الیوم یوم المرحمۃ''آج عفوِ عام کا دن ہے۔حضرت ابن اسحاقؓ نے روایت کی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ وادی ذی طوی میں پہنچے اور جب ربِ قدیم نے عظیم فتح سے سرفراز فرمادیا۔تو نبی رحمت ﷺ نے از راہ تواضع اپنی سواری پر سر مبارک جھکا لیا۔یہاں تک جھکے کہ ٹھوڑی مبارک قریب تھا کہ کجاوے کی لکڑی سے لگ جاتی۔صحیح بخاری شریف میں حضرت فضل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دِن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور خوش الحانی سے وہ سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔

اس عظیم فتح کے دن بارگاہِ ایزدی میں خشوع و خضوع،عاجزی و انکساری کے آثار بھی چہرۂ انور پر نمایاں تھے۔حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق،حضور سرورِ عالم ﷺ اونٹنی پر سوار تھے۔تواضع سے گردن اسقدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوے کی لکڑی سے چھو رہی تھی۔حضور سرورِ عالم ﷺ کے خادم اور خادم زادے حضرت اسامہ بن زیدؓ اس وقت ردیف تھے۔

سید المرسلین،رحمۃ اللعالمین ﷺ کی سیرت مقدسہ میں فتح مکہ ایسا تاریخ ساز واقعہ ہے۔جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔نامور عربی مصنف''شوقی خلیل''نے غزوات نبوی ﷺ پر مختصر کتابیں تحریر کی ہیں۔
موصوف نے''فتح مکہ''پر اپنی کتاب میں سید المرسلین،خاتم النبیین ﷺ کی شانِ کریمی،رواداری اور عفو و درگزر کو انتہائی بلیغ انداز میں پیش کیا ہے۔ان کی یہ تحریر بڑی معنی خیز،اثر انگیز اور بصیرت افروز ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ عفو و درگزر جود و کرم کا جو بے مثال مظاہرہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔اس کی بلندی و رفعت پاکیزگی و عظمت قدیم المثال ہے۔کسی شہنشاہ،کسی حکمران،کسی سیاسی راہنما،کسی فوجی جرنیل نے اس قسم کے اخلاقی،کریمانہ شفقت کا مظاہرہ نہیں کیا۔
حقیقت یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول کریم ﷺ کے سوا کسی کے بس میں نہیں کہ ان حالات میں ایسی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کر سکے۔وہ نبی مرسل ﷺ کی رحمت اللہ کی رحمت،جس کی حکمت اللہ کی حکمت،جس کا عفو و درگزر اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کی آئینہ دار ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

"فتح مکہ" کے تاریخ ساز موقع پر رسولِ رحمت ﷺ کے مثالی حُسنِ سلوک پر مسلم سیرت نگاروں نے ذات مقدسہ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن و درخشندہ باب ہے۔ تاہم غیر مسلم (ہندو، سکھ اور عیسائی) اور دیگر مذاہب کے دانشور بھی۔ اس حصے میں پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے رحمت عالم ﷺ کے مثالی کردار، رواداری اور عفوِ عام پر حضور سرورِ کائنات ﷺ کو نہایت ادب واحترام سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ جن کا ذکر کرنا لازمی سمجھتا ہوں۔

غیر مسلم دانشوروں کی تحریر:

سکھ سیرت نگار "جی سنگھ دارا" اپنی کتاب "رسولِ عربی ﷺ" میں لکھتا ہے

سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ نے اپنے قتل کے قصد کرنے والوں کو اپنی نورِ چشم کے قاتلوں کو۔ اپنے چچا کا کلیجہ چبانے والوں کو۔ سب کو معافی دے دی۔ اور قطعی معافی قتلِ عام دنیا کی تاریخوں میں سُنی تھی۔ مگر قاتلوں کو معافی نہیں سُنی تھی۔ جس کا مظاہرہ فتح مکہ پر کیا گیا۔

ہندو سیرت نگار "سوامی لکشمی پرشاد "سیرتِ طیبہ پر اپنی کتاب "عرب کا چاند" میں لکھتا ہے!

آپ ﷺ کے اس عدیم المثال حکم سے جو حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے لشکر کو دیا ہے ایسی محبت اور ہمدردی ظاہر ہوتی ہے جس کے تصور سے آج بھی انسان کی اخلاقی احساس میں ایک عجیب رفعت ووسعت پیدا ہوتی ہے۔ جذباتِ صلح وآشتی کا ایسا نمونہ تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں"۔

ہندو سیرت نگار "شردھے پرکاش دیوجی" نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ پر مشتمل ایک کتاب "سوانح عمری محمد ﷺ" لکھی جو 1907ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے عفو ودرگزر کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے!

"یہ وہ نازک وقت تھا ہر شخص یقین کرتا تھا۔ کہ اب خیر نہیں۔ حضرت محمد ﷺ قتلِ عام کا حکم دیں گے۔ جو اذیتیں انہیں دی گئی تھیں۔ آج ان کا خوب بدلہ لیں گے۔ لوگ اس خیال سے کانپ رہے تھے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ کہ رسالت مآب ﷺ نے منادی کرادی کہ کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے۔ اور مکہ کا کوئی آدمی شہر نہ چھوڑے۔ آج لڑائی اور بدلہ کا دن نہیں بلکہ آج رحمت اور محبت کا دن ہے۔ میں تمہارا دشمن بن کر نہیں آیا۔ نہ میں تم سے کوئی بدلہ لوں گا۔ میں تم سے وہی سلوک کروں گا جو حضرت یوسفؑ نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

ہندو سیرت نگار" رانا بھگوان داس "سیرت طیبہ پر اپنے مضمون "رسول اللہ ﷺ کی بہترین سیاست" میں فتح مکہ کا دیگر فتوحات کے ساتھ تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے اور فاتح مکہ کو ان الفاظ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہے۔

"سیرت طیبہ کے واقعات میں فتح مکہ کو عظیم حیثیت حاصل ہے۔ عظمتِ فتح تسخیر قلوب، فتوحین اور دشمنوں سے رحم وکرم اور عفو ودرگزر کے جلوے فتح مکہ ہی سے جمال آرا ہیں۔ ماہرین امور حرب نے اس امر پر بالاتفاق مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ کہ صلح نامہ حدیبیہ داعی اسلام ﷺ کی امن پسندی اور سیاسی بصیرت کا لازوال کارنامہ ہے۔ جب کہ فتح مکہ آپ ﷺ کی امن پسندی اور حسن سلوک کا تاریخ واقعہ ہے"

لالہ رام لال ورما، رقم طراز ہے۔

"جمہوریت، اخوت ومساوات یہ عطیات ایسے ہیں جو حضرت محمد ﷺ نے بنی نوع انسان کو عطا کئے۔

مغربی دانشور" ارتھر گلیمین" (Arthur Gilman)

اس تاریخ ساز واقعہ کے متعلق لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

"فتح مکہ کے موقع پر یہ بات حضور ﷺ کے حق میں جائے گی۔ کہ اس وقت جب کہ اہلِ مکہ کے ماضی کے انتہائی ظالمانہ سلوک پر انہیں جتنا بھی طیش آتا کم تھا۔ اور انتقام کی آگ بھڑکانے کیلئے کافی تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اپنے لشکر کو ہر قسم کے خون خرابے سے روکا اور اللہ کے ساتھ بندگی اور اطاعت کا مظاہرہ کیا۔ دوسرے فاتحین کے وحشیانہ طرزِ عمل کے مقابلے میں اسے انتہا درجے کی شرافت اور انسانیت سے تعبیر کیا۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ فتح مکہ دراصل دنیا کی فتح تھی۔ سیاست کی فتح تھی۔ انہوں نے ذاتی مفاد کی ہر علامت کو مٹا دیا۔ اور ظالمانہ نظامِ حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اور جب قریش کے مغرور ومتکبر سردار عاجزانہ گردنیں جھکائے مجرموں کی طرح کھڑے تھے تو حضرت محمد ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کیا توقع ہے؟ وہ بیک آواز بولے۔ "رحم" اے سخی، فیاض بھائی رحم، ارشاد ہوا۔ جاؤ! "تم آزاد ہو"

ایک اور مغربی دانشور یوں رقم طراز ہے

"یہ ایک عجیب وغریب منظر تھا۔ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ ایسا موقع تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ اپنا انتقام لے سکتے تھے کیونکہ اب حضور ﷺ کے قدیم دشمن آپ ﷺ کے قدموں میں تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

سوالات اٹھتے تھے۔ کیا ان کو روند ڈالیں گے؟ کیا وہ ان سے بدلہ لیں گے؟ کیا وہ ان کو دکھ دیں گے؟ یہ وہ وقت تھا جس سے آپ ﷺ کی اصلی سیرت بے نقاب تھی۔ ہم اس کے تصور سے ہی کانپ اٹھتے ہیں۔ مگر دراصل ہوا کیا؟ گلیوں میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ حقائق دراصل حقائق ہیں۔ درحقیقت حضور سرورِ کائنات ﷺ کا اپنے نفس پر سب سے زیادہ قدرت کا دن تھا۔ انہوں نے نہایت فراخدلی سے قریش مکہ کے سارے مظالم کو معاف فرما دیا۔ انہوں نے مکے کی ساری آبادی کو پناہ دی''

یورپین سکالر آر۔ ڈبلیو۔ اسکاٹ (R.W.Scott) لکھتا ہے

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کے بیش تر مذاہب تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر پروان چڑھے۔ اسپین میں مسلمانوں پر حکومت کر کے مسلم آبادی کو جبراً عیسائی بنایا گیا۔ اس کے برعکس محمد ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر جو حکمت عملی اختیار کی وہ انسانی تاریخ کا روشن باب ہے۔ آپ ﷺ نے عناد دشمنی، تعزیری اور انتقامی سزاؤں کے بغیر میدانِ کارزار میں بہادری کے ابواب تحریر کیے اور کھلی جنگ میں گھٹیا اور پست حربہ استعمال نہیں کیا''

غزوہ حنین:

فتح مکہ جو کہ اچانک یلغار سے ہوئی تھی۔ تمام عرب اس فتح سے حیران تھے۔ کہ قریش جیسے لوگ مغلوب ہو گئے تھے۔ باقی اکثر قبائل اتنی سکت نہ رکھتے تھے کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے۔ لیکن چند اڑیل، طاقتور، متکبر قبائل جن میں 'بنو ہوازن اور بنو ثقیف' سرفہرست تھے۔ اور ان کے ساتھ ''بنو مضر، بنو جشم، بنو سعد بن بکر اور بنو بلال'' بھی شامل تھے۔ ان کو یہ بات اپنی خودی اور عزتِ نفس کے خلاف نظر آتی تھی کہ وہ مسلمانوں کے آگے سرنگوں ہو جائیں۔ اسی لئے ان تمام قبائل نے اجتماعی طور پر ''مالک بن عوف نصری'' کے پاس اجتماع کیا اور اس کو سپریم کمانڈر بنا کر مسلمانوں پر یلغار کرنے کا فیصلہ کیا۔

لشکرِ کفار کی روانگی:

اس فیصلہ کے ساتھ ہی مالک بن عوف نصری نے تمام قبائل کو اکٹھا کیا اور چار ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کیلئے روانہ ہوا۔ سپریم کمانڈر کے حکم پر لوگوں نے اپنے مال مویشی، اہل وعیال اور دیگر احوال بھی ساتھ لے لیے۔ آگے بڑھ کر وادی اوطاس نزد حنین پڑاؤ کر لیا۔ ان میں 'درید بن صمہ'' بھی تھا۔ جو ماہر جنگجو اور بہادر تھا۔ لیکن بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کی بینائی بھی نہ تھی۔ اس نے پوچھا!

Marfat.com
Marfat.com

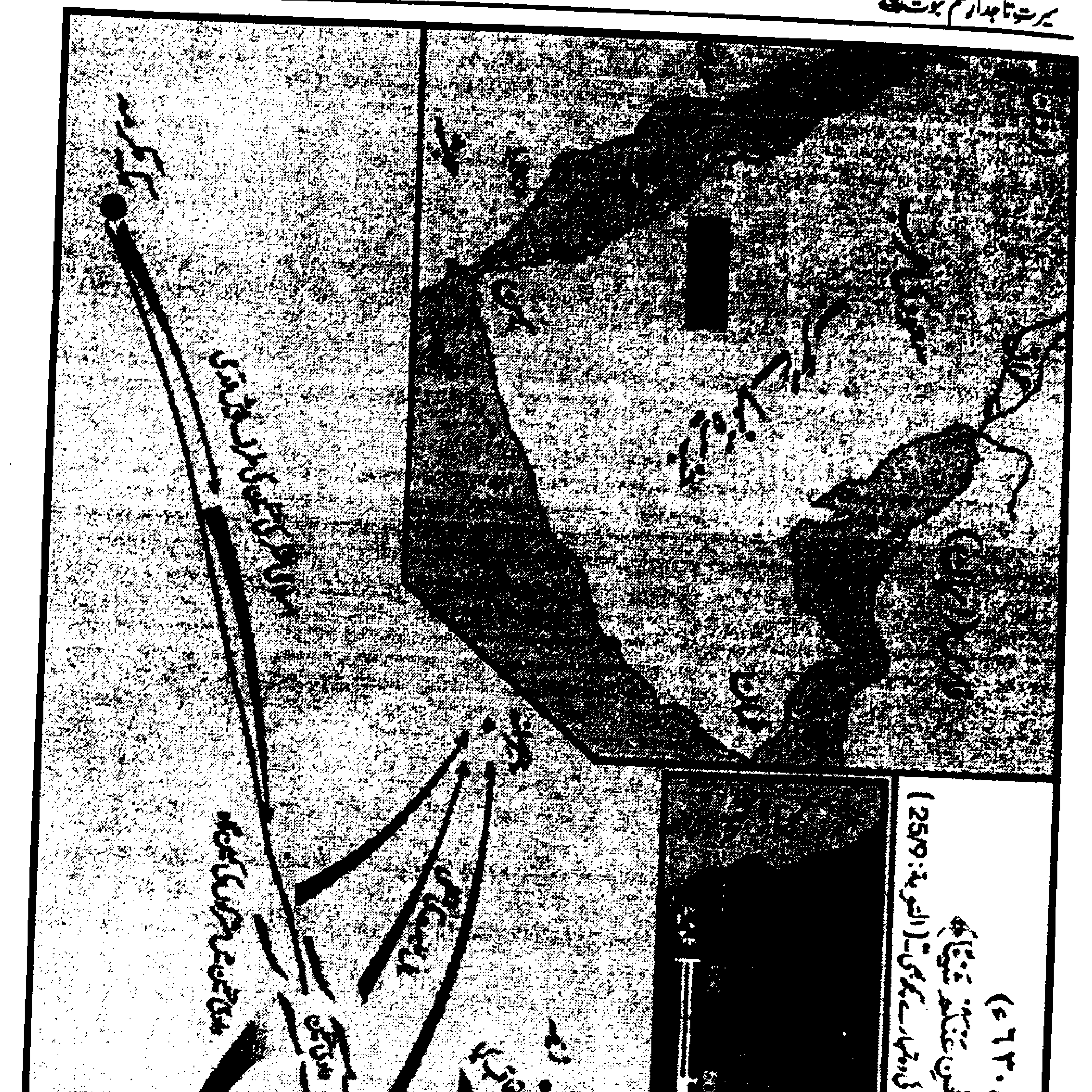

Marfat.com
Marfat.com

''میں اونٹوں کی بلبلاہٹ، گدھوں کی ڈھینگ، بچوں کا گریہ اور بکریوں کی آوازیں سُن رہا ہوں۔ یہ کیا ہے؟''

لوگوں نے کہا!

مالک بن عوف نصری لشکر کے ساتھ ان کی عورتیں، بچے، مال و مویشی بھی ہانگ لایا ہے''

اس پر ورید بن صمہ نے مالک بن عوف کو بلایا اور پوچھا

''تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا

''میں نے سوچا کہ ہر آدمی کے پیچھے اس کے اہل و عیال کو لگا دوں تا کہ ان کی حفاظت کیلئے جنگ کرے گا''۔

ورید بن صمہ نے کہا

''واللہ! تم نرے بھیڑ بکریوں کے چرواہے ہی ہو۔ بھلا شکست کھانے والے کو بھی کوئی چیز روک سکتی ہے''

اس پر مالک بن عوف غصہ میں آ گیا۔ اس کے مشورے پر عمل نہ کیا اور کہا۔

''تم بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے۔ واللہ! یا تو بنو ہوازن میری اطاعت کریں۔ یا میں اس تلوار کو اپنے سینے میں گھونپ لوں گا''۔

لشکر کفار کی جاسوسی کرنا:

مالک بن عوف نے ایک جماعت جو کہ ماہر جاسوس تھے۔ اسلامی لشکر کا حال معلوم کرنے کیلئے بھیجی۔ وہ جماعت تحقیق و جستجو کرنے کے بعد لرزتی، کانپتی اپنے لشکر میں واپس آئی تو مالک نے پوچھا۔

''تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی''

انہوں نے کہا

''جب ہم اسلامی لشکر کے قریب پہنچے تو ہم نے سفید لباس میں ملبوس ابلق گھوڑوں پر سوار لوگوں کو دیکھا۔ جن کی مانند ہم نے اس سے قبل کہیں نہیں دیکھا۔ مناسب یہ ہے کہ فوراً یہیں سے واپس چلیں ورنہ تمام لشکر کی یہی حالت ہو گی''۔

مالک بن عوف نے یقین نہ کیا اور دوسری جماعت بھیجی۔ انہوں نے بھی یہی خبر دی۔ اور کہا کہ یہ فرشتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں جو لشکرِ اسلام کی مدد کیلئے آئے ہیں۔ جس طرح غزوہ بدر میں آئے تھے۔
یادر ہے یہ فرشتے مسلمانوں کی امداد و اعانت، تقویت و تائید کیلئے آئے تھے۔ قتال و حرب کیلئے نہیں آئے تھے۔ قتال و حرب صرف غزوہ بدر کیلئے مخصوص تھے۔

لشکرِ اسلام کے جاسوس:

حضور سرورِ عالم ﷺ کو بھی لشکرِ کفار کی روانگی کا علم ہو گیا۔ چنانچہ مدنی تاجدار محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابوحدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر روانہ فرمایا۔
"لوگوں کے درمیان گھس کر قیام کریں اور ان کے حالات کے بارے میں ٹھیک اطلاع دیں"۔
انہوں نے ایسا ہی کیا اور درست اطلاعات پہنچائیں۔

لشکرِ اسلام کی مکہ سے روانگی:

سوموار 4 شوال 8 ہجری کو رسولِ اکرم ﷺ مکہ شریف سے روانہ ہوئے۔ یہ مکہ شریف میں قیام کا پندرھواں یا انیسواں دن تھا۔ بارہ ہزار مجاہدین آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے ان میں دس ہزار مدینہ سے آئے تھے اور دو ہزار قریش اور دیگر قبائل کے نومسلم تھے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے "صفوان بن امیہ" سے سامانِ حرب ادھار لیا۔ عتاب بن الیسد کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں لوگوں نے بیری کا ایک بڑا درخت دیکھا۔ جس کے ساتھ لوگ اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے اور اس کے سائے میں قربانی کیا کرتے تھے۔ وہاں ایک درگاہ تھی اور لوگ میلہ لگایا کرتے تھے۔ اس درخت کو "ذاتِ انواط" کہا جاتا تھا۔
کچھ فوجیوں نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے بھی ذاتِ انواط بنا دیجئے۔" تو رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا اے! مجاہدو
"اللہ اکبر! تم نے وہی بات کی جو قوم موسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی۔ "اِجعَل لَنَا کَمَا لَھُم اٰلِھَۃ" ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جس طرح ان کے لئے معبود ہیں۔ یہ طور طریقہ ہے تو تم لوگ بھی پہلوں کے طریقوں پر چلنا چاہتے ہو"۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۴۱)
بعض قوموں نے کثرتِ تعداد کو دیکھ کر کہا کہ آج ہم ہرگز مغلوب نہ ہونگے۔ یہ بات حضور رحمتِ کائنات ﷺ کو ناگوار گزری کیونکہ اس سے غرور تکبر کی بو آتی تھی۔

دشمن کا انداز:

لشکرِ کفار کا سپریم کمانڈر ایک نوجوان اور تجربہ کار سپہ سالار تھا۔ اس نے رات کی تاریکی سے خوب فائدہ

Marfat.com
Marfat.com

اٹھایا۔اور اپنے ماہر تیر اندازوں کو حنین کے راستے میں جو تنگ گھاٹیوں پر مشتمل تھا۔اس میں کئی درے تھے۔ان دروں کی مختلف گزر گاہوں اور پوشیدہ جگہوں پر تعینات کر دیا۔اور حکم دیا کہ جب مسلمانوں کا لشکر ان گھاٹیوں،گزر گاہوں سے گزرے تو اچانک ان پر تیروں کی بارش کر دینا۔جب کافی زخمی ہو جائیں تو اچانک حملہ کر دینا اور شکست سے دوچار کر دینا۔

اہلِ ہوازن اور بنو ثقیف، دولت اور سامان حرب کے لئے بہت مشہور تھے۔اور جنگی چالوں اور چھاپوں کے لئے ماہر تھے۔

لشکرِ اسلام پر مشکل وقت:

بوقتِ سحری حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے لشکرِ اسلام کو ترتیب دی اور پرچم تقسیم فرمائے۔مہاجرین کا ایک جھنڈا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ تیسرا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، کو عطا فرمایا۔قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش میں بنو سلیم کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دی۔نبی مکرم ﷺ خود قلب لشکر میں تشریف فرما تھے۔(الاکتفاء جلد دوم صفحہ ۳۲۶)

جب اسی ترتیب سے لشکرِ اسلام نے پیش قدمی کی۔ابھی اندھیرا ہی تھا جب لشکرِ اسلام ان گھاٹیوں، دروں اور گزر گاہوں میں سے گزر رہا تھا۔تو گھات میں بیٹھے ہوئے دشمن کے تیر اندازوں نے اسلامی لشکر پر اچانک تیر اندازی شروع کر دی۔

مسلمان بالکل بے خبر تھے۔پھر لشکر اعداء مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔اس اچانک حملہ سے مسلمان سنبھل نہ سکے۔اور اُن میں افراتفری پھیل گئی۔ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ابوسفیان جو ابھی ابھی مسلمان ہوا تھا بولا۔

''اب یہ بھگدڑ نہیں رکے گی''

کلاء بن حنبل پکارا۔ ''دیکھو آج جادو باطل ہو گیا''

الغرض جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔

''فتح الباری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان جو بخاری شریف میں آیا ہے۔ہم نے فتح مکہ کے بعد حنین پر چڑھائی کی۔مشرکین اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو ہم نے پہلے کبھی نہ دیکھیں تھیں۔سواروں کی صف۔پھر پیادوں کی صف۔ان کے پیچھے عورتیں۔پھر بھیڑ بکریاں اور چوپائے۔ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے۔ہمارے سواروں کے میمنہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔مگر ہمارے سوار دشمن کے تیر اندازوں کی وجہ سے

Marfat.com
Marfat.com

ہماری پیٹھ کے پیچھے پناہ گزین ہونے لگے۔ اور ذرا سی دیر میں ہمارے سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اعراب بھی بھاگ گئے"۔

جب اس بھگدڑ کو دیکھا تو رسولِ خدا ﷺ خود سفید خچر (دُلدُل) پر سوار ہوئے۔ اور تن تنہا دشمن پر حملہ کرنے لگے۔ یہ واحد غزوہ ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے اکیلے ہی حملہ کر دیا۔ اور بے مثال شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے بعد چند اہلِ خاندان اور مہاجرین ساتھ مل گئے۔ یہ نازک ترین لمحات تھے۔ مگر حضور سرورِ کونین ﷺ نے بے نظیر شجاعت کا ظہور فرمایا۔ پیش قدمی کیلئے دشمن کی طرف بڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ   اَنَا اِبنُ عَبدَالمُطَّلِبِ

میں سچا نبی ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس وقت حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام رکھی تھی۔ اور خچر کو روک رہے تھے۔ کہ کہیں آگے نہ بڑھ جائے۔ اس کے بعد سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ صحابہ کرام کو پکاریں۔ انہوں نے بلند آواز سے اصحاب رسول کو پکارا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بلند آواز سے پکارا۔

"اے درخت والو بیتِ رضوان والو! کہاں ہو؟"

واللہ! وہ میری آواز سُن کر اس طرح مڑے گویا جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف مڑتی ہے اور جواباً کہا۔

"ہاں! ہاں! ہم آئے۔ ہم آئے"

حالت یہ تھی کہ جو آدمی اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا۔ جب وہ مڑنے میں دیر کرتا تو وہ اونٹ سے نیچے اترتا۔ اپنا سامان حرب لیتا اور حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کی طرف دوڑ پڑتا۔ اس طرح بہت جلد جب آپ ﷺ کے گرد سو مجاہدین اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ پھر یہ پکار تمام مسلمان مجاہدین میں گونجی اور جس طرح مجاہدین اسلام پیچھے ہٹے تھے۔ فوراً واپس پلٹ آئے۔ اور زور و شور سے جنگ شروع ہو گئی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے جب میدان جنگ کی طرف نظر اٹھائی تو فرمایا۔

اَلآنَ حَمِیَ الوَطِیسُ

اب لڑائی کا تنور بھڑک اٹھا ہے۔

پھر رحمۃ للعالمین ﷺ نے گھمسان کی جنگ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

"مجھے مٹھی بھر کنکریاں دو"

یہ حکم سنتے ہی آپ ﷺ کی سواری نیچے اتنی جھک گئی کہ پیٹ زمین کو مس کرنے لگا۔ رسولِ خدا ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھر لی۔ اور انہیں کفار کی طرف پھینکا اور زبانِ مبارک سے فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوهُ حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ

دشمنوں کے چہرے بدنما ہو جائیں۔ نہ ہی ان کی مدد کی جائے۔

دشمن جہاں بھی کھڑے تھے۔ پیچھے یا آگے۔ ان سب کی آنکھوں میں کنکریاں پڑیں وہ دیکھنے سے معذور ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو جنگوں میں کنکریاں لے کر دشمن کی طرف پھینکیں۔ جس کے باعث وہ لڑائی کرنے کی قوت سے محروم ہو گئے۔ پہلے غزوہ بدر میں اور دوسری بار غزوہ حنین میں۔

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

جب آپ ﷺ نے کنکریاں پھینکیں وہ آپ ﷺ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں پھینکیں ان کی آواز ایسے معلوم ہوتی تھی۔ جیسے آسمان سے طشت پھینکے گئے ہوں"

ان کافروں کی اولاد جو لشکرِ ہوازن میں موجود تھے۔ بیان کرتے ہیں۔

جب ہماری طرف وہ سنگریزے پھینکے گئے۔ تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس میں وہ نہ پڑے ہوں۔ اس سے ہمارے دِل تڑپنے لگے۔ اضطراب اور ہیبت طاری ہو گئی۔ پھر ابرِ سیاہ نمودار ہوا جو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان چھا گیا۔ تمام میدان سیاہ چیونٹیوں سے لبریز ہو گیا۔ پھر ہمیں ہر طرف ایسے سوار نظر آئے جو سفید لباس میں ملبوس ابلق گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ہم نے اتنی تاب نہ رہی کہ ہم ان کی طرف دیکھ سکیں"۔

سنگریزے پھینکنے کے چند ہی ساعتیں گزریں کہ کافر اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بنو ثقیف کے ستر آدمی قتل ہوئے۔ لیکن جب وہ شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگے۔ تو مسلمانوں کے تعاقب سے تین سو سے زائد واصل جہنم ہوئے۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس کی تفصیل یوں ہے۔

اسیرانِ جنگ چھ ہزار (مرد، عورتیں اور بچے)

اونٹ۔ چوبیس ہزار۔ بکریاں چالیس ہزار۔ چاندی چار ہزار اوقیہ۔

Marfat.com
Marfat.com

رسول اکرم ﷺ نے ان سب کو جمع کیا اور پھر اُسے "جعرانہ" کے مقام پر حضرت مسعود بن عمرو غفاریؓ کی نگرانی میں دے دیا۔ اور غزوہ طائف کے بعد تقسیم فرمایا۔

قیدیوں میں شیماء بنت حارث بھی تھیں۔ جو رسول اکرم ﷺ کی رضاعی بہن تھیں۔ انکی بڑی قدر فرمائی۔ اپنی چادر بچھا کر اُسے بٹھایا اور ان پر احسان فرماتے ہوئے واپس اپنی قوم کی طرف بھیج دیا۔

شیبہ بن عثمان:

شیبہ بن عثمان بھی لشکر اسلام میں شامل ہو گیا۔ ابھی مسلمان نہ ہوا تھا یہ واقعہ ان کی اپنی زبان میں پیش ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

میں بھی قریش کے جماعت میں غزوہ حنین میں پہنچ گیا۔ اور مقصد یہ تھا کہ جب بھی موقع میسر آیا۔ نبی اکرم ﷺ کو شہید کر دونگا (نعوذ باللہ)۔ جب حضور رسالت مآب ﷺ بالکل تنہا تھے۔ میں فوراً عقب میں آیا۔ اور چاہا کہ تلوار کا وار کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک آگ کا شعلہ بجلی کی مانند نمودار ہوا اور میری طرف لپکا اور قریب تھا مجھے جلا ڈالے۔ اتنے میں شفیع المذنبین ﷺ نے مجھے آواز دی اے شیبہ! ادھر قریب آؤ! میں خوفزدہ ہوا۔ اور اسی حالت میں قریب چلا گیا۔ حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس میرے سینے پر مارا اور فرمایا۔ "اے خدا! اسے شیطان کے شر سے بچا! خدا تعالیٰ نے اسی وقت میرے دِل سے کینہ اور حسد دور کر دیا۔ میں نے فوراً کلمہ شریف پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

پھر حضور ﷺ نے حکم دیا۔ اے شیبہ! کفار سے نبرد آزما ہو جاؤ۔ یہ ارشاد سنتے ہی میں بے اختیار کفار پر ٹوٹ پڑا جب ہوازن کو شکست ہوئی۔ اور حضور ﷺ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے تو میں حاضر خدمت ہوا۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرَ دَ بِکَ خَیْراً مِمَّا اَرَتَّ

"سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں کہ اس نے تیرے لئے خیر کا ارادہ فرمایا۔ تم اپنی کشتی ڈبونے کا ارادہ کر ہی چکے تھے"۔

پھر حضور ﷺ نے وہ تمام باتیں مجھے بتائیں جو اس وقت میرے دِل میں آپ ﷺ کے خلاف تھیں۔

(السیرۃ النبوۃ جلد دوم)

لشکرِ ہوازن کی شرم ناک ہزیمت:

جب مجاہدینِ اسلام نے حضور سرور دو جہاں ﷺ کے زیر سایہ اجتماع کر کے حملہ کیا تو ہوازن بھاگ

Marfat.com
Marfat.com

کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میدانِ جنگ سے بھاگنے والے ان کے سپریم کمانڈر مالک بن عوف تھے۔ وہ میدانِ کارزار سے یوں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا کہ قلعہ طائف میں پناہ گزین ہوا۔ اس کو اپنی فوج کا خیال تک نہ آیا۔ جب مسلمان مجاہدین ان کی عورتوں کو قیدی بنا رہے تھے۔ تو وہ اپنے چند لشکریوں کے ساتھ طائف بھاگ رہا تھا۔ لشکر کا ایک حصہ ''اوطاس'' میں جا ٹھہرا۔ دوسرا حصہ ''نخلہ'' کے مقام پر جا رُکا۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے میدانِ جنگ میں ایک عورت کی لاش دیکھی۔ تو برہمی کا اظہار فرمایا۔ اور ایک آدمی کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو پیغام پہنچایا اور فرمایا۔

''حالات کتنے ہی اشتعال انگیز ہوں لیکن بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے''

لشکرِ ہوازن کا ایک حصہ شکست کے بعد قلعہ طائف میں پناہ گزین ہوا اور دوبارہ متحد ہو کر لشکرِ اسلام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

درید بن الصمہ کا قتل:

حضرت ربیعہ بن رفیع السلمی رضی اللہ عنہ نے میدانِ کارزار میں درید بن الصمہ کو پالیا۔ اور اس کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ ربیعہ نے خیال کیا کہ کوئی عورت ہے۔ لیکن جب غور سے دیکھا تو وہ ایک بوڑھا مرد تھا جس کی بینائی نہ تھی۔ درید نے پوچھا۔

''تم کیا چاہتے ہو؟ اور کون ہو؟''

حضرت ربیعہؓ نے کہا'' میں ربیعہؓ السلمی ہوں اور تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں''

اور ساتھ ہی تلوار کا ایک وار درید پر کیا جو کارگر ثابت نہ ہوا۔ درید نے مذاق اُڑایا اور کہا۔

بِئسَمَا سَلَّحَتکَ اُمُّکَ''

ترجمہ: ''تیری ماں نے جس اسلحہ سے تمہیں لیس کیا ہے وہ بالکل ردی ہے''

میری تلوار جو کجاوہ کے پچھلے حصہ میں آویزاں ہے وہ لے لو اور میرا کام تمام کردو۔ لیکن جب تم اپنی ماں کے پاس جاؤ تو انہیں بتانا کہ میں نے درید بن الصمہ کو قتل کر دیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا اور واپس جا کر اپنی ماں کو بتایا تو ماں نے کہا۔

''تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس نے تیرے بزرگوں میں سے تین کو آزاد کیا تھا''

''کاش! تم اپنے بزرگوں کے محسن کو قتل نہ کیا ہوتا''

تو اس عاشق صادق نے کہا

Marfat.com
Marfat.com

''میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا پر سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہوں'' (السیرۃ النبویہ جلد دوم صفحہ ۳۱۲)

معرکہ اوطاس:

بھاگتے ہوئے مشرکین کا ایک دستہ اوطاس جانکلا۔ اور خیمہ زن ہو گیا۔ ان کی سرکوبی کیلئے نبی مکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ'' کو چند سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ انہوں نے فوراً ہی بھگوڑوں کو جالیا۔ کفار سے جھڑپ ہوئی اور انفرادی مقابلہ میں دس بھائی مقابلہ میں آئے ان میں سے نو کو قتل کیا اور دسویں نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا۔

اس کے بعد حضرت ابو عامر داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے تو ان کے چچازاد بھائی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسلامی پرچم تھاما اور فتح پائی۔ بے شمار مال غنیمت اور جنگی قیدی قبضہ میں آئے۔

تمام مال غنیمت کو سرکار دو عالم ﷺ نے ''جعرانہ'' کے مقام پر بھیج دیا۔ خاتم النبین جلد دوم صفحہ ۱۰۴۴۔۱۰۴۳)

غزوہ طائف:

تعارف: طائف ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو مکہ شریف سے تقریباً تین منزل کے فاصلہ پر ہے۔ طائف کا انگور اور انار بہت مشہور ہے۔ وہاں کے میوے اور ہوا عمدہ اور صحت افزا ہے۔ مختلف روایات میں آیا ہے۔ کہ یہ باغات جبرائیل علیہ السلام اکھیڑ کر مکہ مکرمہ لائے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرایا۔ اور اس جگہ پر لا کر رکھ دیا۔ جس کی وجہ سے اسے طائف کا نام دیا گیا۔

قلعہ کا محاصرہ:

مالک بن عوف، ثقیف اور ہوازن کے کچھ مشرکین حنین سے فرار ہو کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ اور پناہ لینے سے قبل ایمرجنسی کے پیش نظر ایک سال کی خوراک کا ذخیرہ اس میں جمع کر لیا۔ اور آتے ہی قلعہ کے دروازوں کو خوب اچھی طرح بند کر دیا۔

جب رسول خدا ﷺ کو اس کی پوری کیفیت کا پتہ چلا تو قلعہ فتح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار نفوس قدسیہ کا لشکر دے کر بھیجا۔ اور خود بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ راستہ میں جب مقام ''اینہ'' سے گزرے تو راستہ میں ایک محل نظر آیا۔ یہ محل مالک بن عوف کا محل تھا۔ اس کو مسمار کرنے کا حکم

Marfat.com
Marfat.com

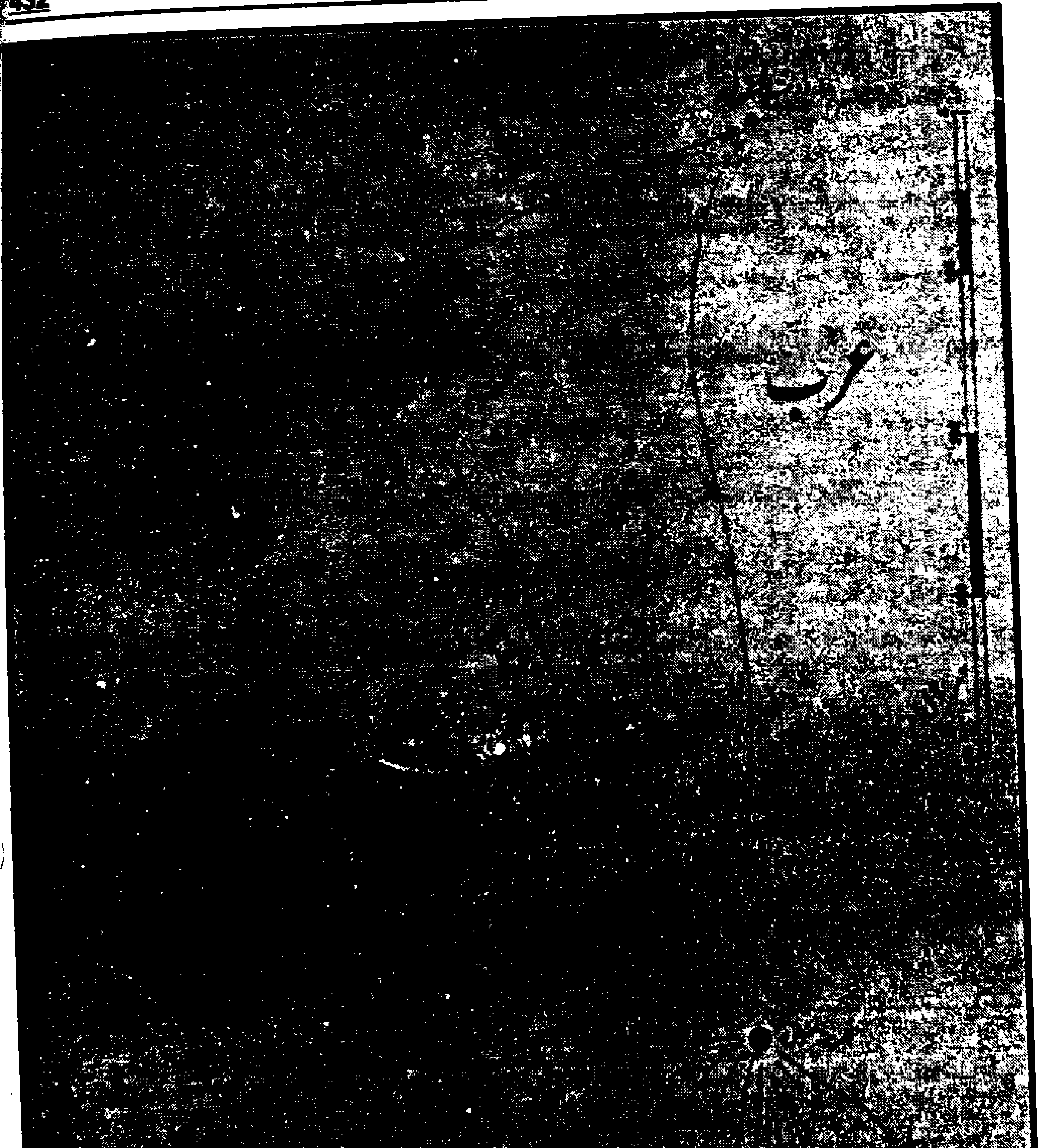

غزوۂ طائف
8ھ

Marfat.com
Marfat.com

دے دیا۔ اس سے قبل حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کو ’’ذی الکفین‘‘ کے بت خانہ کو ختم کرنے کیلئے بھیجا۔

جب لشکر اسلام نے قلعہ کے قریب خیمے لگا لیے تو اہلِ قلعہ نے قلعہ کے اوپر سے بارش کی طرح تیر اندازی کی۔ جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کچھ درجہ شہادت کو پا گئے۔ پھر حضور رسالت مآب ﷺ نے حکم دیا کہ یہاں سے خیمے اکھاڑ کر کسی بلند مقام پر پڑاؤ کیا جائے۔ جب بلند مقام پر قلعہ کی رینج سے دور خیمہ لگا دیئے گئے۔ تو حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ان باغات کاٹنے کا حکم دے دیا۔ تاکہ کفار کی خاکساری کا سبب پیدا ہو سکے۔

جب اس کے مالک کو پتہ چلا تو آہ وزاری کرتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا اور بھیک مانگنے لگا۔ کہ خدا کیلئے رحم و کرم کیجئے۔ اور درختوں کو نہ کاٹیے۔ یہ قیمتی باغات برباد نہ کیجئے اگر آپ ﷺ فتح یاب ہوئے تو آپ ﷺ کی ملکیت ہونگے۔ اور اگر ہم غالب آئے تو ہمارے کام آئیں گے۔ ہم آپ ﷺ کو اپنی قرابت داری کا واسطہ دیتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ ان ہرے بھرے باغات کو اپنے حال پر رہنے دیں۔

یہ آہ وزاری سُن کر ارشاد فرمایا۔

فَاِنِّی اَدَعُھَا لِلّٰہِ وَلِلرَّحِمِ

ترجمہ: ’’میں ان کو اللہ کیلئے اور قرابت کے لئے چھوڑتا ہوں‘‘

اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ یہ محاصرہ پندرہ روز یا بعض روایات کے مطابق چالیس روز رہا۔ یہاں ہی پہلی بار مسلمانوں نے ’’منجنیق‘‘ نصب کر کے قلعہ مسمار کرنے کی کوشش کی۔ بہت سے اصحاب زخمی ہوئے۔ اور بارہ مجاہدین شہید ہوئے۔ شہداء میں حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

اسی غزوہ میں ابوسفیان بن حرب کی ایک آنکھ بھی ضائع ہوگئی۔ جب حضور سرورِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

’’تمہیں کون سی چیز پیاری ہے۔ کیا دنیا کی آنکھ لینا پسند کرتے ہو یا جنت کی‘‘

اس نے عرض کی۔ ’’جنت کی‘‘

آنکھ کا ڈھیلا انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا فوراً پھینک دیا۔

محاصرہ کے دوران ایک دن لشکرِ اسلام میں یہ اعلان کیا گیا۔ کہ جو غلام طائف کی طرف سے اُتر آئے گا۔ آزاد ہوگا۔ اس اعلان پر تقریباً بیس غلام کسی طرح مسلمانوں کی طرف آ گئے۔ ان میں حضرت نفیع بن حارثؓ

Marfat.com
Marfat.com

بھی تھے۔ جن کا لقب ''ابوبکر رضی اللہ عنہ'' تھا۔

اسی محاصرہ کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گردونواح میں بھیجا گیا۔ تا کہ بنو ثقیف اور بنو ہوازن کے موجود بتوں کو مسمار کر دیں۔ اس کے بعد حضور سرور عالم نے محاصرہ ختم کرنے کا اعلان کیا۔ اور ''جعرانہ'' جہاں مالِ غنیمت رکھا تھا۔ روانہ ہو گئے۔

پلٹتے وقت رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''یوں کہو، اٰئِبُوْنَ ، تَائِبُوْنَ ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

ترجمہ: تم پلٹنے والے ہو۔ عبادت گزار ہیں۔ اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہو۔ آخر میں یہ کہا گیا۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ثقیف کے لئے بددعا فرمائیں''

تو رحمتِ دو جہاں ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھانے اور اللہ رب العزت سے دعا مانگی۔

''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میری طرف لے آ''

عیینہ بن حصن:

عیینہ بن حصن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اہل طائف کے ساتھ مذاکرات کروں۔ شاید وہ ہدایت پا جائیں۔ سرکارِ دو جہاں ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ وہ ان کے پاس گیا اور انہیں کہا۔

''تم اپنے موقف پر ڈٹے رہو۔ اگر تم نے ہار مان لی تو ہم غلاموں سے زیادہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ ہرگز اپنے ہاتھوں سے کوئی چیز نہ دو اور اگر وہ تمہارے باغات کاٹ رہے ہیں۔ تو اس سے دِل گرفتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی سی کوشش سے اور باغات اُگائے جاسکتے ہیں۔

یہ باتیں کرنے کے بعد وہ نبی محتشم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا

''عیینہ! تم نے ان سے کیا باتیں کیں؟

اس نے کہا

میں نے ان کو حکم دیا کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ میں نے انہیں آتشِ جہنم سے ڈرایا ہے۔ اور جنت کی راہ دکھائی ہے''

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا۔

''عیینہ! تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ تم نے تو یہ باتیں کیں''

Marfat.com
Marfat.com

اور جو کچھ اس نے کہا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے کہہ سنایا۔ یہ سُن کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور بے اختیار پکار اُٹھا۔

صَدَقْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ - اَتُوبُ اِلَى اللّٰهِ وَ اِلَيْکَ مِن ذَالِکَ

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ جو ہذیاں سرائی میں نے کی ہے۔ اس پر اللہ کی جناب میں بھی توبہ کرتا ہوں اور حضور سے بھی معافی مانگتا ہوں" (ابن کثیر، السیرۃ النبویہ جلد سوم صفحہ ۶۵۹)

صخر بن عیلہ الاحمسیؓ:

صخر بن عیلہؓ نے جب سُنا کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے بنو ثقیف پر حملہ کیا ہے۔ تو وہ اپنے شہسواروں سمیت گھوڑوں پر سوار ہو کر رسول خدا ﷺ کی مدد کیلئے طائف آیا۔ جب یہ لشکر طائف پہنچا تو لشکرِ اسلام محاصرہ اٹھا کر واپس جا چکا تھا۔ لیکن صخر بن عیلہؓ نے عہد کیا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک بنو ثقیف اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا حکم ماننے کیلئے تیار نہ ہو جائیں۔ لہٰذا وہ کافی عرصہ وہاں قیام پذیر رہا یہاں تک کہ بنو ثقیف نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر دیا۔ صخر نے بارگاہِ رسالت میں عریضہ تحریر کیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ! بنو ثقیف نے حضور پاک کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ میں انہیں ہمراہ لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔ وہ میرے لشکر میں شامل ہو گئے ہیں"

سید المرسلین ﷺ نے جب خوشخبری سُنی تو صحابہ کرام کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور ان الفاظ سے دس بار احمسیؓ کیلئے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لِاَحْمَسَ فِيْ خَيلِهَا وَرِجَالِهَا

ترجمہ: "اے اللہ! احمس کے سواروں میں پیادوں میں برکت عطا فرما" (شوقی ابو خلیل، حنین و طائف۔ صفحہ ۷۸۔۷۷)

محاصرہ اٹھانے کی وجوہات:

"الرسول القائد" کے مصنف نے ان اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ جن اسباب کی وجہ سے حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے محاصرہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

۱۔ طائف کے قلعے بہت مضبوط تھے۔ بنو ثقیف کے لوگ بہت لڑاکے اور بہادر تھے۔ تیر اندازی میں

Marfat.com
Marfat.com

اپنی مثال آپ تھے۔ سامانِ خورد ونوش اتنی مقدار میں ذخیرہ کر لیا تھا کہ وہ باہر سے کسی رسد کے ملے بغیر عرصہ دراز تک برسرِ پیکار رہ سکتے تھے۔

۲۔ قبیلہ بنو ہوازن نے شکست فاش کھائی اور مسلمانوں کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر سارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے علاوہ بنو ثقیف کے کثیر التعداد لوگ مسلمان ہو گئے۔ یہاں تک ان کا سپریم کمانڈر بھی مسلمان ہو کر غلامی حاصل کر گیا۔

۳۔ ماہ شوال ختم ہونے والا تھا۔ اور ماہ ذیعقد کا چاند طلوع ہونیوالا تھا۔ جو حرمت والا مہینہ تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے جنگ وقتل کو مسلمانوں کیلئے ممنوع قرار دیا تھا۔

۴۔ مسلمانوں کو مدینہ طیبہ سے نکلے دو ماہ سے زیادہ عرصہ گزرنے والا تھا۔ اب مجاہدین اپنے وطن کو جانے کیلئے بے قرار نظر آتے تھے۔

۵۔ ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس سال مجھے طائف فتح کرنے کا اذن نہیں ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! خولیہ نے مجھے حضور ﷺ کی طرف سے یہ بات بتائی ہے۔ کیا حضور نے ہی فرمایا ہے''

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا

''ہاں! میں نے ہی ایسا کہا ہے''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''کیا میں کوچ کا اعلان کردوں''

فرمایا ''کردو''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا۔ جس پر سب لوگ بہت خوش ہوئے اور تیاریاں کرنے لگے۔

شہداء طائف:

اس غزوہ میں بارہ صحابہ کرام شہید ہوئے۔ سات قریش کے مختلف قبائل سے چار انصاری اور ایک بنو لیث قبیلہ کا فرد تھا۔

اسماء گرامی:

حضرت سعید بن سعید بن العاص ؓ حضرت عرفطہ ؓبن حباب ؓ

Marfat.com
Marfat.com

حضرت یزیدؓ بن زمعہ	حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ
عبداللہؓ بن ابی امیہؓ	عبداللہ بن عامرؓ
السائبؓ بن الحارثؓ	عبداللہؓ بن الحارثؓ
حضرت جلیحہؓ	حضرت ثابتؓ بن الجذع (اصل نام ثعلبہ اسلمی تھا)
حضرت حارثؓ بن سہل	حضرت منذرؓ بن عبداللہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (سبل الہدیٰ جلد۵ صفحہ ۵۶۵۵۶۶)

جعرانہ میں آمد اور مالِ غنیمت کی تقسیم:

طائف کا محاصرہ ختم کر کے رحمۃ للعالمین ﷺ واپس جعرانہ میں تشریف فرما ہوئے اور کئی روز تک وہاں قیام فرمایا۔ اور مالِ غنیمت کی تقسیم نہ فرمائی۔ خیال تھا کہ بنو ہوازن کا کوئی وفد تائب ہو کر آئے اور اپنے مال و اسباب کا مطالبہ کرے۔ مگر کوئی نہ آیا۔ تو حضور سید کونین ﷺ نے مالِ غنیمت کی تقسیم شروع کر دی۔ مولفۃ القلوب (نومسلم) کو سب سے زیادہ عطا فرمایا۔

ابوسفیان بن حرب کو چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ عطا کیے گئے۔ اس کے بڑے بیٹے یزید بن ابو سفیان کو بھی سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی۔ اس کے چھوٹے بیٹے معاویہؓ بن ابوسفیان کو بھی سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی۔ یعنی اکیلا ابوسفیانؓ ہی تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی لے گیا۔ حکیمؓ بن حزام کو تین سو اونٹ صفوانؓ بن امیہ کو بھی تین سو اونٹ عطا فرمائے۔ کچھ دوسرے قریشی اور غیر قریشی روساء کو سو، سو اونٹ عطا فرمائے گئے۔ اور دیگر ہر قریشی کو پچاس پچاس اونٹ عطا فرمائے۔ حضرت حارث بن کلاء کو بھی سو اونٹ ملے۔ اس فراخدلی پر لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ بے دریغ عطا فرماتے ہیں۔ انہیں فقر کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم! اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کے برابر بھی چوپائے ہوں تو وہ بھی تم پر تقسیم کر دوں۔ پھر تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے۔ نہ بزدل اور نہ جھوٹا"

پھر سرورِ دو عالم ﷺ نے اپنے اونٹ کے بازو میں کھڑے ہوئے اور کوہان سے کچھ بال لیے اور فرمایا۔

"لوگو! واللہ! میرے لئے تمہارے مالِ غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ ایک بال بھی نہیں۔ صرف خُمس ہے اور وہ بھی تمہاری طرف پلٹا دیا جاتا ہے۔"

Marfat.com
Marfat.com

اہلِ قریش کی تقسیم کے بعد رسول حق ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ باقی مالِ غنیمت اور تعدادِ فوج کا اندازہ کریں۔ انہوں نے اندازہ لگایا۔ تو ہر فوجی کو چار، چار اونٹ اور چالیس، چالیس بکریاں آئیں۔ اور گھڑ سواروں کو بارہ۔ بارہ اونٹ اور سو سو بکری ملی۔ یہ تقسیم حکیمانہ تھی۔ کیونکہ نئے مسلمان ہونیوالے حضرات کو مضبوط بنانے کیلئے زیادہ دیا گیا۔ (خاتم النبیین جلد دوم صفحہ 1048)

وفد ھوازن کی آمد:

جب حضور سرورِ عالم ﷺ مال و مویشی تقسیم کر چکے تو بنو ہوازن کی طرف سے چودہ آدمیوں کا ایک وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ ان کا رئیس زہیر بن صرد تھا۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا اور زہیر بن صرد کھڑا ہوا اور قصیدہ پڑھا۔

اُمْنُنْ عَلَینا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِی کَرَمٍ فَاِنَّکَ الْمَرْءُ تَرْجُوْ ہُ وَنَنْتَظِرُ

ترجمہ: ''اے اللہ کے رسول! ہم پر کرم فرماتے ہوئے احسان فرمائیے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی وہ ذات ہے جس سے خیر کی امید کی جاسکتی ہے۔ اور جس کے احسان کا انتظار کیا جاتا ہے''۔

اُمْنُنْ عَلٰی نِسْوَۃٍ قَدْ کُنْتَ تَرْضِعُھَا اِذْفُوکَ مَمْلُوْءَ ۃٌ مِنْ مَحْفِھَا الدُّرَدُ

ترجمہ: ''ان عورتوں پر احسان فرمائیے۔ جن کا آپ ﷺ دودھ پیا کرتے تھے۔ ور آپ ﷺ کا دہن مبارک ان کے خالص دودھ سے بھر جایا کرتا تھا''۔

اِنَّا نُؤَمِّلُ عَفْوًا مِنْکَ تُلْبِسُہ' ھَادِی الْبَرِیَّۃِ اَنْ تَعْفُوَ وَتَنْتَصِرُ

ترجمہ: ''ہم حضور ﷺ سے عفو و درگزر کی توقع رکھتے ہیں حضور ساری مخلوق کے راہبر ہیں۔ اگر حضور عفو و درگزر سے کام لیں اور ہماری مدد فرمائیں تو بعید از کم نہ ہوگا''۔

یہ قصیدہ سُن کر حضور سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا۔

''ان دو چیزوں سے ایک چیز چُن لو۔ یا اپنے جنگی قیدی یا اپنے مال مویشی''

اس نے عرض کی۔

حضور! ہمیں ہماری عورتوں اور بچوں کو واپس فرما دیجئے''

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔ ان قیدیوں میں سے جو میرا اور آلِ عبد المطلب کا حصہ ہے وہ میں تمہیں واپس کرتا ہوں۔ یہ سُن کر تمام اصحاب نے اپنے اپنے حصے واپس کر دیئے۔ اور تمام اصحاب نے یک زبان ہو کر

Marfat.com
Marfat.com

بولے۔

وَمَا كَانَ لَنَا فَهُوَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

ترجمہ: ''جو جنگی قیدی ہمارے ہیں وہ ہم اللہ کے رسول کی نذر کرتے ہیں''

صحابہ کرام کے ایمان، تسلیم و رضا اور اپنے آقا ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی یہ حالت تھی کہ جو اُن کے ہادی برحق ﷺ کی خواہش ہوتی۔ وہی ان کی خواہش ہوتی اور حضور سرور کائنات ﷺ کی ہر پسند ان کیلئے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ (ابن ہشام۔ السیرۃ النبویہ جلد چہارم صفحہ 135)

لشکریوں میں حُزن و ملال:

جب سرکار دو عالم ﷺ نے ان ضعیف الایمان لوگوں پر اپنے جود و کرم کی بارش کی اور انہیں سینکڑوں اور ہزاروں بھیڑ، بکریاں اور اونٹ عطا فرمائے تو انصار میں بعض لوگوں میں حُزن و ملال پیدا ہوا اور بعض لوگوں کی زبان سے نکلا۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَ سُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ هِمْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے درگزر فرمائے کہ حضور ﷺ قریش کو تو فیاضی سے اموال دے رہے ہیں۔ اور ہمیں محروم چھوڑ آئے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان دشمنانِ اسلام کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔

ابنِ اسحاقؒ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور دیگر قبائل عرب کو عطیے دیئے۔ اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ تو جی ہی جی میں پیچ و تاب کھانے لگے۔ اور چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ یہاں تک ایک کہنے والے نے یہاں تک کہہ دیا۔

''خدا کی قسم! رسولِ خدا ﷺ اپنی قوم سے جا ملے''

اس کے بعد حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اس حاصل شدہ مال میں جو کچھ کیا ہے اس پر انصار پیچ و تاب کھا رہے ہیں''

سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

''اے سعدؓ! اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے''

انہوں نے عرض کی۔

''میں بھی تو اپنی قوم ہی کا فرد ہوں''

حضور سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اچھا پھر ان سب کو اس چھولداری میں جمع کرو''

حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ جب سب انصار وہاں جمع ہو گئے تو حضور خود وہاں تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔

''اے گروہ انصار! تمہاری یہ کیا چہ میگوئی ہے۔ جو تم جی ہی جی میں لیے ہوئے ہو۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ میں تمہارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے۔ اللہ نے تمہیں میرے ذریعے ہدایت دی۔ تم محتاج تھے۔ اللہ نے تمہیں غنی کیا۔ تم آپس میں دشمن تھے۔ اللہ نے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا''۔

لوگوں نے بیک زبان اعتراف کیا، کیوں نہیں! اللہ اور اس کے رسول کا بڑا فضل و کرم ہے''۔

اس کے بعد رسالت مآب ﷺ نے فرمایا

''مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟''

انصار نے عرض کی۔

اے اللہ کے رسول! بھلا کیا جواب دیں۔ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بڑا فضل و کرم ہے۔

حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

''اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو۔ آپ ﷺ ہمارے پاس آئے جب آپ ﷺ کو جھٹلایا گیا اور ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا۔ ہم نے آپ ﷺ کی مدد کی۔ آپ ﷺ کو نکالا گیا۔ ہم نے آپ ﷺ کو ٹھکانا دیا۔ آپ ﷺ محتاج تھے ہم نے غمخواری اور غمگساری کی''۔

''اے اہلِ انصار! تم اپنے جی میں دنیا کی عارضی دولت کیلئے ناراض ہو گئے۔ جس کے ذریعے میں نے لوگوں کے دِل جوڑے تا کہ وہ پکے مسلمان ہو جائیں۔ اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالے کر دوں''۔

''اے گروہِ انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔ کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں۔ اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے گھروں میں جاؤ۔ خدا کی قسم! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ پر چلیں اور انصار دوسری راہ پر تو میں انصار ہی کی راہ پر چلونگا۔ اے اللہ! انصار پر، ان کے

Marfat.com
Marfat.com

بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم وکرم فرما"۔

رسول اللہ علی وسلم کا یہ خطبہ سُن کر انصار اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں۔اور کہنے لگے۔

ہم راضی ہیں! اگر ہمارے حصے اور نصیب میں رسول خدا ﷺ ہوں تو ہمیں کچھ نہیں چاہئے۔

اس کے بعد حضور سرور کونین ﷺ واپس ہو گئے اور باقی لوگ بھی بکھر گئے۔

مدینہ شریف واپسی اور عمال کی تعیناتی:

حضور سرور انبیاء ﷺ آٹھ ہجری کے آخر میں مدینہ شریف تشریف لائے۔اور سن نو ہجری کا محرم طلوع ہوتے ہی۔مختلف قبائل میں صدقات وزکوۃ کی وصولی کیلئے عامل مقرر فرمائے۔جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

عمال کے اسمائے گرامی	جس قبیلہ یا علاقہ میں بھیجا گیا
حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ	بنو تمیم
حضرت یزید بن حصں رضی اللہ عنہ	بنو اسلم اور غفار
حضرت عباد بن بشیر اشہلی رضی اللہ عنہ	بنو سلیم اور بنو مزینہ
حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ	بنو جہنیہ
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	بنو فزارہ
حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ	بنو کلاب
حضرت ابن التیبہ ازوی رضی اللہ عنہ	بنو ذبیان
حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ	شہر صنعاء
حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ	علاقہ حضر موت
حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ	بنو طے اور بنو اسد
حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ	بنو حنظلہ
حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ	بنو سعد (ایک شاخ)
حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ	بنو سعد (دوسری شاخ)
حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ	علاقہ بحرین
حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ	علاقہ نجران

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

اصل میں ان سارے عمال کو ۹ ہجری محرم ہی روانہ نہ کیا گیا۔ بلکہ بعض کی روانگی خاصی تاخیر سے ہوئی۔ ان کی روانگی اس وقت ہوئی جب متعلقہ قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے علاوہ چند سرایا بھی بھیجے گئے۔ جن کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

سَریہ عیینہ بن حصن فزاری:

یہ سریہ محرم سن ۹ ہجری کو حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں پچاس آدمیوں کے ساتھ بنو تمیم کی طرف بھیجا۔ کیونکہ انہوں نے دیگر قبائل کو جذبہ کی ادائیگی سے روکنے کی کوشش کی تھی۔

ان مجاہدین میں مہاجرین وانصار میں سے کوئی نہ تھا۔ حضرت عیینہ بن حصنؓ دن کو چھپتے اور رات کو سفر کرتے تھے۔ آخر کار بروقت صحرا میں بنو تمیم پر ہلہ بول دیا۔ وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ گیارہ آدمی۔ اکیس عورتیں اور تیس بچے گرفتار ہوئے۔ انہیں مدینہ لا کر رملہ بنت حارث کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔

اس کے بعد بنو تمیم کے دس سردار۔ حضور سرور دو جہاں ﷺ کے پاس آئے۔ جب بچوں اور عورتوں نے اپنے سرداروں کو دیکھا۔ آہ وفغاں کرنے لگے۔ یہ لوگ بڑی تیزی سے نبی اکرم ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوئے۔ باہر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا۔

یَامُحَمَّدُ اُخْرُج اِلَیْنَا نُفَا خِرُکَ وَنُشَاعِرُکَ فَاِنَّ مَدْحَنَا زَیْنَ وَذَمَّنَا شَیْنٌ

ترجمہ: ”اے محمد ﷺ باہر آیئے ہم آپ ﷺ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خطیب آپ ﷺ کے خطیب سے اور ہمارا شاعر آپ کے شاعر سے مقابلہ کرے گا۔ جس کی ہم مدح کرتے ہیں وہ مزین وآراستہ ہو جاتا ہے اور جس کی ہم ہجو کرتے ہیں اس کو ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں“

اسی گستاخانہ طرزِ گفتگو کو اللہ تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ. وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْراً لَّھُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: ”بے شک جو لوگ پکارتے ہیں۔ آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے ان میں اکثر نا سمجھ ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ باہر تشریف لے آتے۔ ان کیلئے بہتر ہوتا۔ اور اللہ غفور ورحیم ہے“۔

اس کے بعد بنو تمیم کے سرداروں نے مقابلہ کیلئے اپنے خطیب ”عطارد بن حاجب“ کو مقابلہ کیلئے پیش

Marfat.com
Marfat.com

کیا۔ اس نے تقریر کی۔ حضور سرورِ کونین ﷺ نے خطیب اسلام ''حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ'' کو حکم دیا کہ اس کا جواب دو۔

انہوں نے پھر اپنے شاعر ''زبرقان بن بدر'' کو آگے کیا۔ اس نے کچھ فخریہ اشعار پیش کیے۔ اس کے جواب میں ''حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ'' نے اسلام کے فخریہ اشعار پڑھے۔ جب دونوں خطیبوں اور شاعروں نے اپنا اپنا بیان ختم کیا تو ''اقرع بن حابس'' آگے بڑھا اور کہا کہ ان کا کلام ہمارے کلام سے بہتر اور سچا ہے۔ اور فوراً حضور سرورِ کائنات ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ اس کو دیکھ کر باقی گروہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

سیدنا سرکارِ دوعالم ﷺ نے ان پر مزید کرم یہ فرمایا۔ کہ ان کے سارے قیدیوں کو فدیہ کے بغیر آزاد کر دیا۔ اور وفد کے تمام افراد کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور انہیں اپنے وطن جانے کی اجازت دے دی۔
(السیرۃ النبویہ جلد دوم صفحہ ۳۳۱)

سریہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط:

۹ ہجری محرم ہی کو حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ بنو مصطلق کے صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ولید بن عقبہؓ اور بنو مصطلق کے درمیان زمانہ جاہلیت سے دیرینہ عداوت چلی آ رہی تھی۔ لہذا بنو مصطلق والوں نے اپنے بیس آدمی صدقہ کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں دے کر ولیدؓ کی پیشوائی کیلئے بھیجا۔ حضرت ولیدؓ نے خیال کیا کہ وہ اس کو قتل کرنے کیلئے آ رہے ہیں۔ لہذا وہ بغیر ان کو ملے مدینہ شریف واپس چلے گئے اور حضور سرورِ دوجہاں ﷺ کو سارا ماجرا پیش کیا۔ پھر تحقیق و تفتیش کیلئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا گیا۔ انہوں نے صدقات وصول کیے۔ اور واپس آ گئے۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۱۱۹)

سریہ قطبہ بن عامرؓ:

یہ سریہ ماہ صفر ۹ ہجری میں تربہ کے قریب ''تبالہ'' کے علاقہ میں بنو خثعم کی ایک شاخ کی جانب بھیجا گیا۔ حضرت قطبہ بن عامرؓ بیس آدمی لے کر روانہ ہوئے۔ ان کے پاس صرف دس اونٹ تھے وہ باری باری سواری کرتے تھے۔ مسلمانوں نے اہلِ قبیلہ پر شب خون مارا جس سے سخت لڑائی چھڑ گئی۔ فریقین کے افراد زخمی ہوئے۔ حضرت قطبہ بن عامرؓ اور چند دوسرے افراد شہید ہوئے تاہم باقی مجاہدین نے بہت سے اونٹ، بکریاں اور ان کی عورتوں کو یرغمال بنایا اور مدینہ شریف لے آئے۔ مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ ہر مجاہد کو چار اونٹ ملے۔
(سُبل الھدیٰ جلد ششم صفحہ ۳۲۷)

Marfat.com
Marfat.com

سریہ ضحاک بن سفیان الکلابیؓ:

یہ سریہ ربیع الاول ۹ ہجری کو بنو کلاب کو دعوتِ اسلام دینے کیلئے بھیجا۔ اس لشکر کا آمنا سامنا ''زج'' کے مقام پر ہوا۔ جو قرطاء (نجد) کی ایک بستی ہے۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے اس قوم کو دعوت اسلام دی۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ فریقین میں جنگ چھڑ گئی۔ کافروں کو شکست فاش ہوئی۔ ان کا ایک آدمی قتل بھی ہوا۔ مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

سریہ حضرت علقمہ بن مجَذَّرؓ:

یہ سریہ ماہ ربیع الثانی سنہ ۹ ہجری کو ہوا۔ حضور رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ حبشہ کے کچھ باشندے ساحل جدہ کے قریب اکٹھے ہو گئے ہیں۔ جو اہلِ مکہ کے خلاف ڈاکہ زنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ تین سو مجاہدین کا ایک دستہ حضرت علقمہ بن مجزر رضی اللہ عنہ کی زیر کمان بھیجا گیا۔ حبشیوں نے جب لشکرِ اسلام کی آمد کا سُنا تو سمندر میں چھلانگیں لگا گئے۔ اور ایک جزیرہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے دستے سمیت سمندر کو عبور کر کے اس جزیرے پر پہنچ گئے۔ لیکن وہ وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ اس طرح حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بغیر جنگ کے واپس آ گئے۔ (زاد المعاد جلد سوم صفحہ ۵۱۵)

سریہ حضرت علی المرتضیٰؓ:

یہ سریہ بھی ربیع الثانی سن ۹ ہجری کو قبیلہ بنی طے کی طرف بھیجا۔ اس کا مقصد اس قبیلہ کا ایک بت جس کا نام ''قلس'' تھا۔ مسمار کرنا تھا۔ اس لشکر کی تعداد ڈیڑھ سو تھی اور قیادت حضرت علی المرتضیٰ بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ اس دستہ کے پاس سو اونٹ اور پچاس گھوڑے تھے۔ جھنڈیاں سیاہ اور پھریرے سفید تھے۔ مسلمانوں نے فجر کے وقت چھاپہ مار کر ''قلس'' کو مسمار کر دیا۔ مرد و خواتین اور مال مویشیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس قوم کا سردار ''عدی بن حاتم'' شام کی طرف بھاگ گیا۔ خواتین میں حاتم کی بیٹی ''سفانہ'' بھی تھی۔ مسلمانوں نے قلس کے خزانے سے تین تلواریں، اور تین زرہیں پائیں۔ ان تلواروں میں ''الرسوب'' نامی تلوار اپنے پاس رکھ لی اور ''المخذم'' نامی تلوار بارہ گاہِ رسالت میں پیش کر دی۔ دیگر احوال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

جب یہ لشکر فتحیاب ہو کر مدینہ واپس آیا۔ تو حاتم کی بیٹی سفانہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہاں جو آ سکتا تھا، لاپتہ ہو گیا۔ والد فوت ہو چکے ہیں۔ میں بڑھیا ہوں۔ خدمت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ مجھ پر احسان کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر احسان فرمائے گا''

Marfat.com
Marfat.com

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کون جو آسکتا تھا''؟

عرض کی

''عدی بن حاتم''

فرمایا

''وہی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھاگا ہے''

حضور سرورِ عالم ﷺ آگے بڑھ گئے۔کوئی جواب نہ دیا۔دوسرے دن اور تیسرے دِن بھی یہی سوال و جواب ہوئے۔

آخرکار حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے سفانہ کو آزاد فرمادیا اور اُسے بہت سے تحائف عطا فرمائے۔

حاتم کی بیٹی سفانہ آزاد ہو کر عدی بن حاتم کے پاس شام چلی گئی۔جب ملاقات ہوئی تو اس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کام سرانجام دیا ہے۔ہمارے باپ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ان کے پاس شوق اور رغبت کے ساتھ جاؤ۔بس عدی بن حاتم کسی امان یا تحریر کے بغیر ہی رحمت عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔آپ ﷺ اس کو لے کر گھر تشریف لے گئے۔راستہ میں حضور ﷺ نے پوچھا۔

''تم کس چیز سے بھاگ رہے ہو؟ کیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سے بھاگ رہے ہو۔اگر ایسا ہے تو بتاؤ کیا تمہیں اللہ کے سوا کسی اور معبود کا علم ہے''۔

عدی نے عرض کی ''حضور! نہیں''

مسندِ احمد کی روایت ہے کہ حضور سرورِ جہاں ﷺ نے فرمایا۔

اے عدی! اسلام لاؤ سلامت رہو گے''

عدی نے کہا۔میں تو خود ایک دین کو ماننے والا ہوں''

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا

''میں تمہارے دین کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔کیا ایسا نہیں ہے؟ کہ تم مذہبا ''رکوسی'' ہو۔پھر بھی اپنی قوم کے مالِ غنیمت سے چوتھا حصہ لیتے ہو۔جو کہ تمہارے دین میں حلال نہیں ہے۔اس بات پر میں سرنگوں ہو گیا''۔

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے۔جس کو خود عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں

''ایک دن میں خدمت اقدس میں بیٹھا تھا۔کہ ایک آدمی نے آکر فاقہ کی شکایت کی۔اور دوسرے نے

Marfat.com
Marfat.com

رہزنی کی فریاد کی''

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھ لو گے۔ کہ ایک عورت ہودج میں بیٹھ کر آئے گی۔ زیورات سے لدی ہو گی۔ خانہ کعبہ شریف کا طواف کرے گی اور بغیر کسی خوف کے واپس چلی جائے گی اگر تمہاری زندگی مزید دراز ہوئی تو کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو ایک آدمی چلو بھر سونا یا چاندی لے کر کسی ایسے آدمی کی تلاش کرے گا۔ جس کی اس کو ضرورت ہو گی۔ لیکن آدمی نہ ملے گا''۔

اس حدیث مقدسہ میں عدی بن حاتم جو رسالت مآب ﷺ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو چکا تھا۔ تو انہوں نے بتایا''

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک پردہ نشین عورت ہودج میں بیٹھ کر حیرہ سے آئی۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور بے خوف و خطر واپس چلی گئی۔ میں نے خود ان لوگوں کو دیکھا۔ جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے۔

سن ۹ ہجری کا ایک بہت اہم واقعہ:

اسی سال حضور سرورِ کونین ﷺ نے اپنی ازدواج مطہرات سے ایک ماہ کیلئے ''ایلا'' فرمایا۔ ایک ماہ تک اپنی ازدواج کے پاس نہ گئے۔ سبب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازدواج مطہرات کی طرف سے کچھ ناگواری پائی۔

جس کا ذکر ''روضۃ الاحباب'' میں موجود ہے۔

'''ازدواج مطہرات نے نفقہ و لباس فاخرانہ مانگا تھا۔ ان میں چند چیزیں ایسی تھیں جو موجود ہی نہ تھیں۔ اسی بنا پر ملول ہوئے اور قسم کھائی کہ میں ایک ماہ کا ایلاء کروں گا۔ اور ان کے قریب نہیں جاؤں گا''۔

اس کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ایک حجرے میں قیام فرمالیا۔ اور ایک حبشی غلام ''حضرت رباح رضی اللہ عنہ'' کو دروازے پر مقرر کر دیا تا کہ کسی کو بغیر اجازت اندر نہ جانے دے۔ مدینہ شریف میں مشہور ہو گیا۔ کہ آپ ﷺ نے اپنی ازدواج کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''جب میں نے یہ خبر سنی تو بے قراری سے بھاگا گیا۔ مسجد میں پہنچا تو صحابہ کی ایک جماعت در

Marfat.com
Marfat.com

مصطفیٰ ﷺ پر پریشانی کی حالت میں بیٹھی تھی۔ میں نے حضرت رباحؓ سے بازیابی کی درخواست کی۔ واپسی پر انہوں نے کہا کہ کوئی جواب نہیں ملا۔

دو یا تین بار اجازت مانگنے پر نہ ملی۔ تو میں نے بلند آواز سے کہا۔

''اے رباحؓ! جاؤ میرے لئے اجازت مانگو۔ حضور ﷺ نے شاید گمان کیا ہو کہ میں اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر حضور سرورِ کائنات ﷺ اگر مجھے حکم دیں تو ان کی گردن ماردوں''

میں نے یہ کہا اور پیچھے چل پڑا۔ اچانک میں نے آواز سُنی۔ حضرت رباح رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔

''اے عمرؓ! حضور سرورِ کائنات ﷺ تمہیں بُلا رہے ہیں''

اس کے بعد حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! کیا لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں آپ ﷺ نے اپنی ازدواج مطہرات کو طلاق دی ہے؟''

اس کے بعد میں اُٹھ کر واپس مسجدِ نبوی میں واپس آ گیا۔ اور باقی افراد کو بتایا کہ تمہارا اندازہ غلط تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ جب اجازت لے کر کاشانۂ نبوت پر حاضر خدمت ہوا تو میں نے دیکھا کہ موٹے کپڑے کا تہبند باندھے برہنہ پہلو کھجور کی بنی ہوئی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں۔ اور اس چٹائی کے نشانات جو حضور ﷺ کے جسمِ اطہر پر پڑھ چکے تھے۔ کاشانۂ نبوت میں ایک صاع جَو اور کوزے کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی تو سسکیاں لے کر رونے لگا۔ اور عرض کی!

یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اتنی سخت اور محنت برداشت کر رہے ہیں۔ جبکہ قیصر و کسریٰ باغوں اور نہروں میں عیش و عشرت کی زندگی گزاریں۔

اس پر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ سیدھے ہو کر تشریف فرما ہوئے۔

''اے خطاب کے بیٹے! یہ وہ لوگ ہیں جن کو دنیا کی عیش و راحت دیدی گئی ہے۔ اور ہمارے لئے آخرت میں''

اس پر میں نے عرض کی

رَضِینَا بِاللّٰهِ وَبِالا سْلَامِ دُنْیَا وَّ لِلْمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً

ترجمہ: ''ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضور اکرم ﷺ کے رسول ہونے پر راضی و خوش ہیں''۔

Marfat.com
Marfat.com

الغرض! سید کائنات ﷺ نے ایک ماہ خلوت نشینی رکھی۔ اور ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ یہ مہینہ انتیس (29) دن کا تھا۔

اصل حقیقت تھی کہ سید عالم ﷺ اتنے بڑے ملک کے بادشاہ سیاسی وروحانی راہنما تھے۔ مختلف غزوات اور سریات میں سے مال واسباب کی کثرت تھی۔ مگر اپنے پاس کچھ نہ تھا۔ کیونکہ مزاج مقدسہ میں مال جمع کرنے کی عادت ہی نہ تھی۔ اس لئے ازواج مطہرات کی طرف سے مال وزر کے مطالبے پر خاطر اقدس پر گراں گزرا تھا۔ اس وقت ازدواج مطہرات کی تعداد نو تھی۔

پانچ قرشیہ: حضرت عائشہ الصدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما — حضرت اُمِ حبیبہؓ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما

حضرت اُمِ سلمیٰ بنت امیہ — حضرت زینبؓ بنت جحش

چار غیر قرشیہ: حضرت زینب بنت حزیمہؓ — حضرت میمونہ بنت حارث

حضرت صفیہؓ بنت حیی بن احطب — حضرت جویریہؓ بنت حارث

غزوہ تبوک:

فتح مکہ حق وباطل کا ایک فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اس معرکہ کے بعد اہلِ عرب میں حضور سرورِ کونین ﷺ کی رسالت میں کوئی شک باقی نہ تھا۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ مسلمانوں میں اب اندرونی مشکلات کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔ مسلمان شریعت الٰہیہ عام کرنے میں یکسو ہو چکے تھے پھر رب قدیر کا ارشاد ہوا۔

اِنفِرُوا خِفَافاً وَّثِقَالاً وَّجَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ٥

ترجمہ: ''جہاد کے لئے نکلو ہر حال میں ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے۔ تمہارے لئے اگر تم اپنا نفع ونقصان جانتے ہو''۔ (سورۃ التوبہ ۴۱)

یہ حکم اس وقت دیا گیا جب کہ محبوبِ خدا ﷺ نے اس حکم ربانی پر لبیک کہنے کیلئے ایک اُمت تیار کر لی تھی۔ یعنی استعداد رکھتے تھے۔ اور اپنے اعلیٰ مقصد کیلئے اپنی جان عزیز کی بازی لگانے کا جذبہ صادق، عزم محکم اور ہمت پیدا کر لی تھی۔ اس آزمائش میں پورا اُترنے کیلئے قدرت الٰہی نے غزوہ تبوک کی راہ ہموار کر دی۔

Marfat.com
Marfat.com

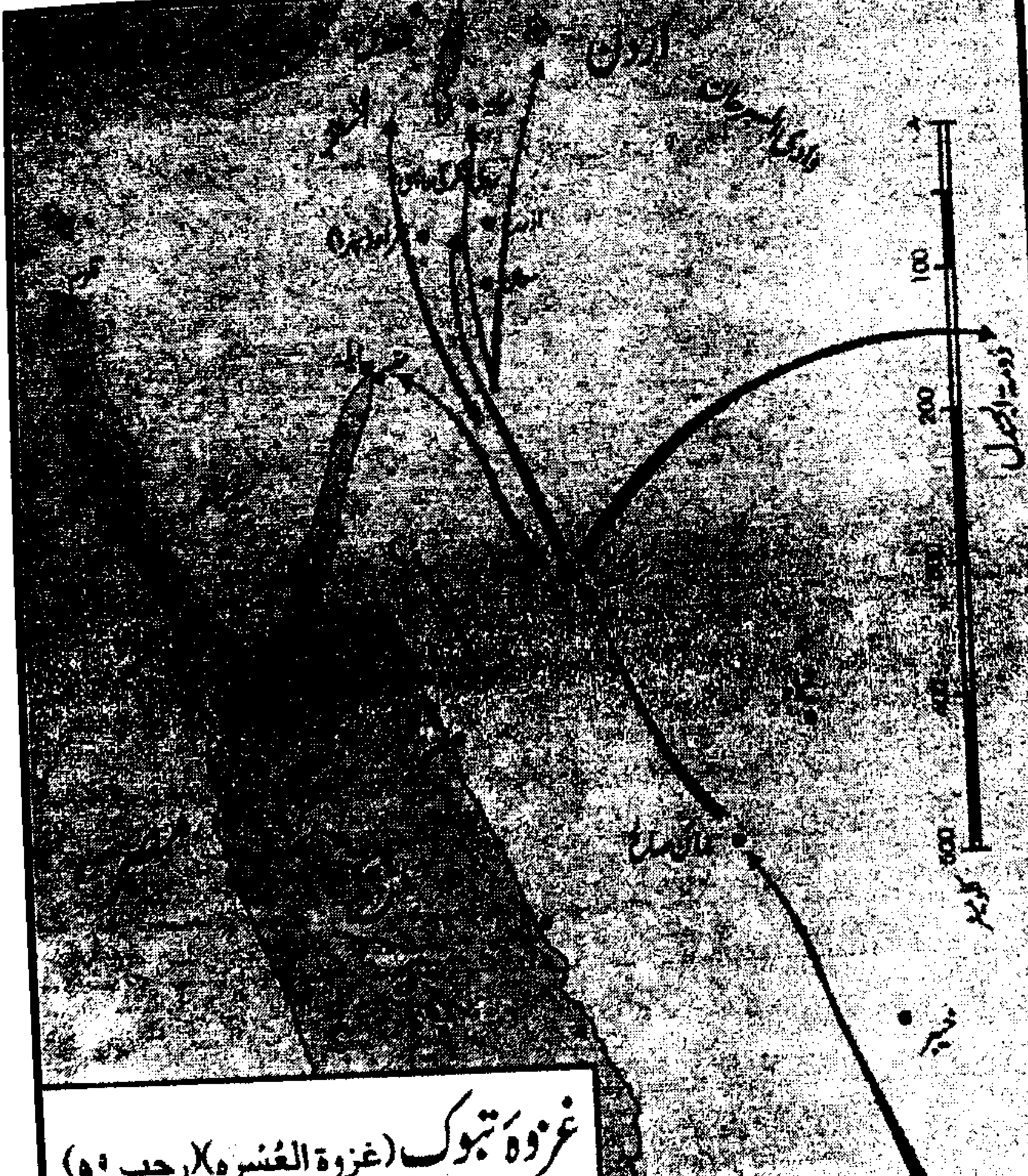

غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسرہ) (رجب ۹ھ)

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ...﴾ "توجہ فرمائی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار پر وہ (مہاجرین وانصار) کہ جنہوں نے اتباع کیا آپ کا تنگی کی گھڑی میں" [التوبہ: 117/9]

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ "اور (توجہ فرمائی اللہ نے) ان تین شخصوں پر جو چھوڑ دیے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)" [التوبہ: 118/9]

﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ "تو وہ لوٹے جبکہ ان کی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے اس غم سے کہ نہیں پاتے وہ جو وہ خرچ کریں" [التوبہ: 92/9]

Marfat.com
Marfat.com

غزوہ تبوک عام جنگ نہ تھی ۔ بلکہ ہر پہلو سے بے مثال معرکہ تھا۔ مدینہ طیبہ سے سات سوکلومیٹر اور ایک روایت کے مطابق ۹ سوکلومیٹر کی دوری پر تبوک کا شہر تھا۔ اس جنگ کی جگہ پر پہنچنے کیلئے لق و دق صحراؤں اور بے آب و گیاہ ریگزاروں سے گزرنا تھا۔ مجاہدین اسلام کے پاس خورد و نوش کے ذخائر غیر تسلی بخش تھے۔

وجوهات:

1.....اس زمانہ میں سلطنت روم جو کہ پوری دنیا میں عظیم مانی جاتی تھی ۔ بہت بڑی فوجی قوت تھی ۔ گزشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے مختلف سربراہانِ سلطنت کو اپنے سفیر بھیجے تو بصریٰ کے حاکم کے پاس حضرت حارث بن عمیر ارزیؓ کو بھیجا۔ لیکن غسانی گورنر شرجیل بن عمرو نے انہیں شہید کر دیا۔ اس پر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو ان کی سرکوبی کیلئے بھیجا لیکن اتنی کامیابی نہ ہوئی ۔ موتہ کی لڑائی میں روم کے شہنشاہ ہرقل کا حوصلہ بڑھا تھا اور اب مسلمانوں کو اپنے لئے سخت خطرہ تصور کر رہا تھا۔ ابھی ''موتہ'' کی لڑائی کو ایک ہی سال گزرا تھا۔ کہ قیصر روم نے رومی باشندوں کے علاوہ اپنے ماتحت آلِ غسان پر مشتمل فوج کی فراہمی شروع کر دی ۔ اور چالیس ہزار کا لشکر تیار کر کے ریاستِ مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے تیار کر لیا۔

2...... اہلِ سیر کا بیان ہے کہ ان شہروں اور بستیوں کے نصرانیوں نے قیصر روم سے جھوٹ بولا کہ وہ ہستی مقدس جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ دنیا سے کوچ کر گئی ہے ۔ اور ان کے اصحاب میں سخت قحط سالی پڑی ہوئی ہے۔ ان کا تمام مال و متاع ضائع ہو گیا ہے۔ اب ان کی مملکت کو آسانی میں قبضہ میں لایا جا سکتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر ہرقل نے بڑی زبردست تیاری کی اور اپنے ایک بہادر اور دلیر سپہ سالار کے زیر کمان یہ فوج دے دی۔

فوری وجه:

ملک شام سے تجار کی ایک جماعت میدہ، تیل اور شام کی بہت سی مصنوعات لے کر مدینہ طیبہ آئی ۔ انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ قیصرِ روم نے اپنی بے پناہ فوج مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے جمع کر لی ہے۔ اور اس فوج کے سپاہیوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ بھی ادا کر دی ہے۔ اور انہیں کثیر انعام کا لالچ بھی دیا ہے۔ اپنی فوج کے علاوہ عربی قبائل جو عیسائی ہو چکے ہیں۔ ''لخم، عاملہ، جذام اور غسان قبائل اپنے ہمراہ لے لیا ہے۔ اور ان کے کئی دستے ''بلقاء'' کے مقام تک پہنچ چکے ہیں۔ اور مدینہ کی ریاست پر حملہ کرنے کیلئے بالکل تیار ہیں۔ (سبل الہدیٰ جلد ۵۔ صفحہ ۶۲۶)

Marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں میں تیاری کی عام خبریں:

مدینہ پاک میں یہ خبریں عام تھیں۔ کہ رومی مکمل تیاری کر کے مدینہ پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس لئے بروقت کسی بھی غیر مانوس آواز پر کھٹکا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ دوران ''ایلاء'' جب حضور رسالت مآب ﷺ نے ایک حجرے میں قیام فرمالیا۔ اس وقت کا ایک واقعہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں اور میرا ایک ساتھی باری باری حضور ﷺ کی خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔ ان دِنوں ہمیں شاہ غستان کی طرف حملوں کا خطرہ رہتا تھا۔ ایک دن میرا ساتھی زور زور سے میرا دروازہ پیٹنے لگا۔ اور کہنے لگا ''دروازہ کھولو۔ کھولو''

میں نے کہا۔ ''کیا غسانی آگئے''

اُس نے کہا۔ ''اس سے بھی بڑی بات ہوگئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلی ہے''۔

(بخاری شریف جلد دوم۔ صفحہ ۳۰۷)

ان واقعات وحالات سے اس کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو اس وقت رومیوں کی طرف سے مسلمانوں کو درپیش تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ مدینہ پاک میں تمام فصلیں پک کر تیار ہوچکی تھیں۔ زادِ راہ کی کمی تھی۔ سخت گرمی، طویل سفر، اور پانی قلت آڑے آتی تھی۔ اور ذہنی طور پر مسلمان جنگ پر آمادہ نہ تھے۔

لشکر کشی کا قطعی فیصلہ:

رسول خدا ﷺ نے حالات وتغیرات کا مطالعہ بصیرت سے فرمایا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر ان فیصلہ کن مرحلے میں رومیوں سے جنگ لڑنے میں سستی کی تو غسانی مسلمان زیر اثر علاقوں میں گھس جائیں گے۔ اور وہاں موجود مسلمانوں کو تنگ کریں گے۔ اگر انہوں نے مدینہ پر حملہ کیا تو بُرے اثرات مرتب ہونگے۔ اس طرح جنہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں حال ہی میں کاری ضربیں کھائی ہیں وہ دوبارہ زندہ ہو جائینگے۔ اس کے علاوہ جو منافقین مسلمانوں پر گردش ایام کے انتظار میں ہیں۔ ان کو موقع مل جائیگا۔ اور ان کا بڑا سرغنہ ابو عامر فاسق پیش پیش تھا جس کا مسلسل رومیوں سے رابطہ تھا۔ اس طرح مسلمانوں اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کی طرف سے اشاعت اسلام کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ ان حالات کے تناظر میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے فیصلہ کیا کہ رومیوں کو دارالسلام (مدینہ) کی طرف پیش قدمی کی مہلت دیئے بغیر خود ان کے علاقہ میں گھس کر فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔

جب حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے روم کی طرف لشکر کشی کا مصمم ارادہ فرمالیا۔ تو صحابہ کرامؓ کو مختلف قبائل کی طرف لشکر جمع کرنے کیلئے روانہ فرمایا۔ ہر شخص نے اپنی ہمت سے بڑھ کر لشکر کی تیاری میں امداد کی اور مال ومتاع جمع کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے گھر میں جو کچھ تھا پیش کردیا۔ خود حضرت عمرِ فاروقؓ فرماتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

''میں نے اپنے تمام گھر کا اسباب اکٹھا کیا اس کے دو حصے کیے آدھا اٹھا کر خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا اور آدھا گھر والوں کیلئے رکھ دیا۔ اور دِل میں خیال کیا۔ کہ آج میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سبقت لے جاؤنگا''۔

حضور سید کونین ﷺ نے جب ارشاد فرمایا۔

''عمرؓ! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو''

میں نے عرض کی۔

''آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں''

لیکن یہی سوال جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کی۔

اَذخَرتُ لِلّٰہ وَرَسُولَہ'

میں گھر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں

اس پر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

مَا بَیۡنَکُمۡ مَا بَیۡنَ کَلِمَتَیۡکُمَا

ترجمہ: تمہارے درمیان فرقِ مراتب اور تفاوت اتنا ہی ہے، جتنا تمہاری ان باتوں کے درمیان ہے۔

پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔

''میں آپؓ سے کسی بات میں سبقت نہیں لے سکتا''

حضرت عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ ان دنوں شام کی طرف مالِ تجارت کا ایک قافلہ مرتب فرما رہے تھے۔ جب انہوں نے لشکر کی تیاری میں امداد کے بارے میں سُنا تو سو اونٹ بمعہ ان کے کجاوے۔ سو گھوڑے اور نقدی کے علاوہ ایک مثقال سونا۔ حضور سرورِ کونین ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس جانثاری پر نبی مختتم ﷺ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِرۡضِ عَنۡ عُثۡمَانَ فَاِنِّی عَنۡہُ رَاضٍ

ترجمہ: ''اے اللہ! میں عثمانؓ سے بلاشبہ راضی ہوا۔ تو بھی اُن سے راضی ہوجا''

غزوہ تبوک میں تیس ہزار کا لشکر تھا۔ اس کیلئے دو تہائی لشکر کا سامان حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فراہم کیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر آئے اور مسجد نبوی میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے سامنے اُلٹ دیئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی کافی مال

Marfat.com
Marfat.com

لائے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال لائے۔

عورتوں نے ہار، بازو بند، پازیب، بالی اور انگوٹھیاں تک حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ الغرض ہر صحابی اپنی استطاعت کے مطابق بدنی جہاد کے علاوہ مالی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ صرف منافقین تھے۔ جو صدقات میں حصہ لینے والوں پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ ریا کار ہیں۔ جن کے پاس محض مشقت تھی ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ کہ بلا ایک مٹھی بھر کھجوروں سے قیصر کی مملکت کو فتح کریں گے؟

لشکرِ اسلام کی روانگی:

جوش و خروش سے لشکر تیار ہوا۔ حضور سرورِ کونین ﷺ نے مدینہ کا گورنر حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو امامت سونپی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال کیلئے نگران مقرر فرمایا۔ اور ماہ رجب ۹ ہجری بروز جمعرات کو تیس ہزار اسلامی سپاہ کے ساتھ حضور ﷺ مدینہ سے تبوک طرف روانہ ہوئے۔

لشکر بہت بڑا تھا۔ مسلمانوں نے بڑی تگ و دو کے باوجود لشکر کے لئے سامان تیار کیا۔ جو نا کافی تھا۔ سواری اور توشہ کی سخت قلت تھی۔ اٹھارہ۔ اٹھارہ آدمیوں کیلئے ایک سواری تھی۔ جس پر یہ لوگ باری باری سوار ہوتے تھے۔ خورد و نوش کی یہ حالت تھی کہ کبھی کبھی کھانے کیلئے درختوں کے پتوں پر گزارہ کرنا پڑتا۔ جس سے اصحاب کے ہونٹوں پر ورم آ گیا تھا۔ مجبوراً قلت کی وجہ سے کبھی کسی اونٹ کو ذبح کیا جاتا تھا۔ اسی لئے اس غزوہ کو ''جیشِ عسرت'' (تنگی کا لشکر) بھی کہا جاتا ہے۔

دیارِ ثمود:

تبوک کی راہ میں لشکر کا گزر ''حجر یعنی دیار ثمود'' سے ہوا اس قوم نے ''وادی القریٰ'' میں چٹانیں تراش کر مکانات بنا رکھے تھے۔ جہاں وہ رہتے تھے۔ وہاں ایک کنواں تھا۔ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا۔

اس کنویں سے کوئی پانی نہ پئے اور نہ ہی نماز کیلئے وضو کرے

اور ساتھ ہی فرمایا

اس کنویں سے پانی پئیں۔ جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

ان ظالموں کی جائے سکونت میں داخل نہ ہونا۔ کہیں تم پر بھی وہی مصیبت نہ آن پڑے جوان پر پڑی تھی۔ ہاں! مگر روتے ہوئے۔

پھر رسولِ مقبول ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک ڈھانپ لیا اور تیزی سے اس وادی سے گزر گئے۔

پانی کی قلت اور حضور ﷺ کا معجزہ:

ابھی لشکرِ اسلام راستے ہی میں تھا۔ کہ پانی کی سخت ضرورت پڑ گئی۔ تمام مجاہدین پریشان ہوگئے۔ اور حضور سرورِ کونین ﷺ سے شکایت کی۔ تو رحمتِ دو عالم ﷺ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارانِ رحمت کا نزول ہوگیا۔ یوں ہر طرف جھل تھل ہوگئی۔ سب صحابہ کرامؓ نے خوب سیر ہوکر پانی پیا۔ اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا۔ اپنے تمام مشکیزے اور برتن بھی بھر لیے۔

لشکرِ اسلام تبوک کی طرف رواں دواں تھا۔ کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

کل ہم انشاء العزیز تبوک چشمہ پر پہنچ جائیں گے۔ جو شخص پہلے پہنچے چشمہ کو ہاتھ تک نہ لگائے۔ یہاں تک میں خود نہ آجاؤں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

جب ہم لوگ پہنچے تو دو آدمی ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے

چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی آ رہا تھا۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے چلو سے تھوڑا سا پانی باہر نکالا اس سے چہرہ اقدس اور ہاتھ دھوئے۔ اور پھر چشمہ میں انڈیل دیا۔ پانی کا چشمہ پر پڑنا تھا کہ یہ پورے زور شور سے اُبل پڑا۔ صحابہ کرامؓ نے خوب سیر ہوکر پانی پیا حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

''اے معاذؓ! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم اس مقام کو باغات سے ہرا بھرا دیکھو گے''

روایات میں ہے کہ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔

''آج رات تم پر سخت آندھی چلے گی۔ لہذا کوئی نہ اُٹھے جس کے پاس اونٹ ہو وہ اونٹ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے''

چنانچہ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق سخت آندھی چلی۔ ایک شخص کھڑا ہوگیا۔ آندھی نے اسے اُڑا کر ''وادی طے'' کی دو پہاڑیوں کے پاس پھینک دیا۔ راستہ میں آپ ﷺ کا معمول تھا۔ کہ ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھتے۔ مغرب اور عشاء کی دونوں بوقتِ مغرب ادا فرماتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

قیامِ لشکر اسلام :

لشکرِ اسلام تبوک پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ سپہ سالارِ اعظم حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے قیام کے بعد مخاطب ہو کر نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔

دنیا اور آخرت میں بھلائی کی رغبت دلائی۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ اس کے انعامات کی خوشخبری سنائی۔ فوج کا حوصلہ بلند ہوا۔ اور وہ رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کیلئے بالکل تیار ہو گئے۔ رومیوں اور ان کے مکینوں کا یہ حال تھا کہ لشکرِ اسلام کی آمد کی خبر سُن کر ان میں اسقدر خوف پیدا ہوا۔ کہ ان میں مقابلہ کی سکت نہ رہی۔ اور وہ اندرونِ شہر مختلف خفیہ جگہوں میں چھپ گئے۔ اس سے مسلمانوں کی ساکھ عرب کے علاوہ رومیوں پر بھی خوب بیٹھ گئی۔ اس سے بہت زیادہ سیاسی فائدہ ہوا۔

لشکر کی شان و شوکت یہ تھی کہ اس میں تیس ہزار اصحابؓ تھے۔ دس ہزار گھوڑے۔ بارہ ہزار اونٹ تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، مقدمہ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ میمنہ پر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میسرہ پر معمور تھے۔ یہ تمام لشکر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زیر کمان تھا۔

اربابِ سیر بیان کرتے ہیں۔ کہ جب قیصرِ روم کو حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کی آمد کی خبر ملی تو اس نے ایک آدمی کو مقرر کیا۔ کہ وہ لشکرِ اسلام میں جائے۔ اور رسولِ خدا ﷺ کی صفات و عادات، علامات و خصائل و شمائل اور اوضاع و اطوار کا جائزہ لے۔ وہ مکمل جائزہ لے کر واپس آیا۔ اور تمام حالات واقعات بتائے۔ قیصرِ روم نے تمام اشراف کو جمع کیا اور کہا۔

تم لوگ نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کر لو

لوگ سُن کر غصہ میں آگئے اور ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ اور قیصرِ روم کو اپنی سلطنت کا زوال نظر آیا تو وہ باز آیا۔

مواہب الدنیہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے قیام کے دوران قیصرِ روم کو ایک مکتوب ارسال فرمایا۔ جس میں اسے دعوت اسلام دی تھی۔ تاکہ وہ اسلام قبول کر لے۔ مگر وہ نہ کر سکا۔

مسندِ امام احمد بن حنبل میں مروی ہے۔ کہ قیصرِ روم نے لکھا۔

''میں نے اسلام قبول کر لیا ہے''

اس پر آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا جو دلوں کے حال جانتے ہیں۔

''وہ جھوٹ کہتا ہے۔ وہ دشمنِ خدا اپنی نصرانیت پر قائم ہے''

المختصر سرورِ کائنات ﷺ نے بلادِ شام جانے اور حاکموں اور بادشاہوں سے بات چیت کرنے کیلئے

Marfat.com
Marfat.com

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

کے تحت صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔
یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ تشریف لے جانے پر معمور ہیں تو ہم تمام آپ ﷺ کے ہمرکاب ہیں۔
جہاں توجہ فرمائیں۔ سب معمور ہونگے۔

حضور سرورِ جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اگر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے معمور ہوتا تو تم سے مشورہ نہ کرتا''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! شاہ روم کا لشکر بہت بڑا ہے۔ اور ہمارے لشکر سے آپ ﷺ خود واقف ہیں۔ قیصرِ روم اپنے کیے یا کہے پر پشیمان ہو چکا ہے۔ حضور ﷺ کا رعب وخوف بھی ان پر طاری ہو چکا ہے۔ اگر اس سال لوٹ کر دوسرے سال آمد ہو تو بہتر ہوگا''

چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشورہ درست وصواب تھا۔ اس لئے جناب رسالت مآب ﷺ نے واپسی کا قصد فرمالیا۔

حضور ﷺ کی ناقہ کا گم ہونا:

لشکرِ مجاہدین اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ ایک جگہ قیام کیا۔ رات بسر کی تو سرکارِ دو جہاں ﷺ کی ناقہ ''قصوا'' گم ہوگئی۔ صحابہ کرام اس کی تلاش میں دوڑ دھوپ میں مصروف تھے۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر تھے۔ لیکن ان کے خیمے میں زید بن نصیب ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کا تعلق بنو قینقاع سے تھا۔ وہ حالات سے مجبور ہو کر مسلمان ہوا تھا۔ لیکن دل میں ابھی تک منافقت رکھتا تھا۔ اس نے کہا!

(''دیکھو محمد ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ اور آسمان کی باتیں تمہیں بتاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رات سے ان کی اونٹنی گم ہے۔ ان کے ساتھی تلاش کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ ابھی تک انہیں خبر تک نہیں ہوئی کہ اونٹنی کہاں ہے'')

ادھر زید یہ بات کر رہا تھا۔ جس کو حضرت عمارہؓ بھی سُن رہے تھے اور ادھر حضور رحمۃ العالمین ﷺ ارشاد فرمارہے تھے۔ کہ!

(''ایک منافق نے میرے بارے میں ایسی ایسی بات کی ہے۔ دعویٰ تو ان کا یہ ہے کہ نبی ہیں اور آسمان کی باتوں سے تمہیں آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ انہیں اپنی اونٹنی کے بارے میں بھی علم نہیں کہ وہ کہاں

Marfat.com
Marfat.com

ہے؟'')

پھر فرمایا کہ میں صرف اس بات کو جانتا ہوں۔ جو میرا رب مجھے سکھاتا ہے۔ میرے رب نے مجھے بتادیا ہے کہ اونٹنی فلاں وادی کے فلاں گوشہ میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ اُلجھ گئی ہے۔ جاؤ تم اونٹنی پکڑ کر لے آؤ۔ صحابہ کرام گئے اور اونٹنی کو لے آئے۔ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے اجازت لی اور اپنے خیمے میں آ گئے۔ اور کہنے لگے میں حیران ہوں کہ یہ بات اللہ کے رسول نے فرمائی ہے۔ کہ ایک منافق اس طرح میرے متعلق باتیں کررہا ہے۔ حضرت عمارہؓ کا بھائی جو خیمہ میں موجود تھا۔ وہ جھٹ بولا کہ یہ بات تو زید بن نصیب نے کہی ہے۔ جب حضرت عمارہؓ کو زید بن نصیب کی خباثت کا پتہ چلا تو اس کی گردن پکڑ لی اور غصہ سے فرمایا۔

اُخْرُجْ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ مِنْ رَحْلِي فَلَا تَصْحَبْنِي

ترجمہ: اے اللہ کے دشمن! میری قیام گاہ سے فوراً نکل جاؤ! میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دوں گا۔

اس سے اس حقیقت سے پردہ اُٹھ گیا کہ صرف منافق ہی اللہ کے رسول کے علم اور شان رفیع پر اعتراض کرتے ہیں۔ کوئی بندہ مومن اس قسم کی جسارت نہیں کرسکتا۔ (سبل الہدیٰ جلد پنجم۔ صفحہ ۶۴۷۔۶۴۵)

معجزہ:

قبیلہ بنو سعد بن ہذیل کے چند آدمی حاضرِ خدمت ہوئے۔ عرض کی

''یارسول اللہ ﷺ! ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے اہلِ وعیال کو ایک کنویں کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں۔ اس میں پانی بہت قلیل ہے۔ اور گرمی کی شدت ہے۔ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پانی میں برکت ڈال دے''

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

''میرے پاس چند سنگریزے چُن کر لے آؤ''

چنانچہ ہم تین کنکریاں لے کر حاضر ہوئے۔ ان کنکریوں کو حضورِ سرورِ کونین ﷺ اپنے ہاتھوں میں ملا اور فرمایا۔

(''یہ کنکریاں لے جاؤ اور ایک ایک کرکے کنوئیں میں ڈالتے جانا اور ہر بار خدا تعالیٰ کا نام لینا'')

وہ لوگ کنوئیں پر پہنچے ایک ایک کرکے کنکریاں کنویں میں ڈالتے ہوئے ہر بار اللہ کا نام لیتے گئے۔ پانی فوراً جوش مار کر اُبلنے لگا۔ اس طرح وہ پانی میں خود کفیل ہو گئے۔ جتنے مشرک وہاں موجود تھے ان کو نکال دیا گیا اور

Marfat.com
Marfat.com

تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (سبل الہدیٰ جلد۔ پنجم۔ صفحہ ۶۵۴)

حاکمِ ایلاء سے صلح نامہ:

منقول ہے کہ قیامِ تبوک کے دوران ''یحنہ بن روبہ'' حاکم ایلا اپنے مخصوص مصاحبوں کو ساتھ لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ جذیہ دنیا قبول کیا۔ اور اپنی پیداوار کا چوتھا حصہ بیت المال میں جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح اس کے ساتھ مصالحت ہو گئی۔ صلح نامہ تحریر کیا گیا جس کے الفاظ یوں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یہ پروانہ امن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے یحنہ بن روبہ حاکم ایلاء اور باشندگان ایلہ کیلئے ''خشکی اور سمندر میں ان کی کشتیوں اور قافلوں کیلئے اللہ کا ذمہ ہے۔ اور محمد ﷺ کے ذمہ ہے۔ یہی ذمہ ان شامی باشندوں کے لئے ہے۔ جو یحنہ کے ساتھ ہوں۔ اگر ان کا کوئی آدمی کوئی گڑبڑ کریگا تو اس کا اس کی جان کے آگے کوئی روک نہ بن سکے گا۔ اور جو آدمی اس کا مال لے لے گا وہ حلال ہوگا۔ انہیں کسی چشمے پر اترنے اور خشکی یا سمندر کے کسی راستے پر چلنے سے منع نہیں کیا جائیگا''۔

حاکم دُومَۃ الجندل کی گرفتاری:

قیامِ تبوک کے دوران ہی حضور رحمتِ دو عالم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو سواروں کے ساتھ حاکم دومتہ الجندل ''اکیدر'' کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اسے گرفتار کر کے لے آؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی

''یارسول اللہ ﷺ! اس کا لشکر بہت بڑا ہے۔ اور مجھے صرف چار سو سوار کے ساتھ بھیجا جا رہا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی''۔

تو غیب کا علم رکھنے والے نبی محتشم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اے خالد! تمہیں لڑنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ بلکہ ''اکیدر'' نیل گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔ تم اس کو آسانی سے گرفتار کر لوگے''۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر چلے۔ جب وہ ''اکیدر'' کے قلعہ کے قریب پہنچے تو چاندنی رات تھی۔ دیکھا کہ ایک نیل گائے قلعہ کی دیوار سے اپنے سینگ رگڑ رہی ہے۔ ادھر اکیدر اپنی محبوبہ کے ساتھ بالا خانہ میں شراب پی رہا تھا۔ جب رگڑ کی آواز سنی تو محبوبہ نے کہا وہ دیکھو ایک نیل گائے دیوار سے سینگ رگڑ رہی ہے۔ اکیدر نیل گائے کے شکار کا بہت زیادہ شوقین تھا۔ فوراً اٹھا اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور شکار کے پیچھے روانہ ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

گائے غائب ہوگئی۔ مگر اسلامی لشکر سے اس کی مڈ بھیڑ ہوگئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے گرفتار کرلیا۔ اس کے بھائی ''حسان'' نے مداخلت کرنے کی کوشش کی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔ اکیدر کو بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا گیا۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے اس کی جان بخشی فرمادی۔ دو ہزار اونٹ۔ آٹھ سو غلام۔ چار سو زر ہیں اور چار سو نیزے کی شرط پر صلح ہوگئی۔ مصالحت کا معاہدہ جو یُحَنّہ بن روبہ سے ہوا تھا۔ انہی الفاظ کے ساتھ یہاں بھی مصالحت ہوگئی۔

انہیں حالات کو دیکھ کر دیگر قبائل جواب تک رومیوں کا آلہ کار بنے ہوئے تھے۔ پرانے سرپرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے حمایتی بن گئے۔ اس طرح اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع تر ہو کر براہِ راست رومی سرحد سے جا ملیں۔ رومیوں اور ان کے آلہ کاروں کا خاتمہ ہوگیا۔

ذُوالبِجَادِ ین حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ :۔

تمام کتب سیر میں مذکور ہے کہ فقراء صحابہ میں ایک صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بلقب ''ذوالبجارین (دو چادروں والا) اس سفر میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ساتھ تھے۔ قیام تبوک کے دوران انہوں نے وفات پائی۔ جن کا تذکرہ کچھ یوں ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مزینہ قبیلہ میں سے تھے۔ اور یتیم تھے۔ چچا کی کفالت میں تھے۔ جب جوان ہوئے اور سلام کے بارے میں سُنا تو مسلمان ہوگئے۔ اس کے چچا نے اُن سے سب کچھ چھین لیا۔ یہاں تک کہ ان کے کپڑے بھی اتروا لیے۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے اور چچا کے رویے کے بارے میں بتایا۔ ان کی والدہ نے انہیں ایک چادر دی۔ جس کے انہوں نے دو حصے کئے ایک تہبند بنایا اور دوسری چادر بنائی۔ جب حضور سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو رسولِ خدا نے انہیں ''ذوالبجادین'' کہہ کر پکارا۔ ان سے بڑی شفقت فرمائی انہوں نے عرض کی۔

''یارسول اللہ علیہ وسلم! دُعا فرمائیں میں شہید ہو جاؤں''

حضور سید کائنات ﷺ نے فرمایا۔

کِسی درخت کی چھال لاؤ

(وہ کیکر کے درخت کی چھال لے آئے۔ حضور سرور ﷺ نے چھال پکڑ کر دعا فرمائی۔ ''یا اللہ! میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں'')

انہوں نے عرض کی۔

''یارسول اللہ! میں نے شہادت کی تمنا کی تھی''

Marfat.com
Marfat.com

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا!

''راہِ جہاد میں اگر تمہیں بخار ہو گیا اور تم فوت ہو گئے تو تم شہادت پا جاؤ گے''۔

قیامِ تبوک کے دوران انہیں بخار ہوا اور وہ فوت ہو گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رات کا وقت تھا۔ جب انہیں دفن کے لئے لے گئے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر کے اندر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔

''اپنے بھائی کو لے آؤ''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں قبر میں اتار رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے خود دستِ مبارک سے خشتِ خام چنی اور دعا فرمائی۔

''اے خدا! یہ میری خدمت میں دن رات رہا ہے۔ میں اس سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا''

(سبل الہدیٰ جلد پنجم صفحہ ۶۶۱)

اس کے فوت ہونے کی خبر حضور ﷺ نے مدینہ پاک میں بھی دی تھی۔

لشکرِ اسلام کی واپسی:

اب واپسی کے سفر کی تیاری تھی۔ جو صحابہ کرامؓ کے باہمی مشورہ سے ہو رہی تھی۔ کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ واپسی کے سفر میں راستہ میں ایک تنگ وادی تھی۔ وہاں بارہ منافقین نے سرورِ دو جہاں ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جب گھاٹی سے گزر رہے تھے تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ''قصوا'' کی نکیل پکڑ رکھی تھی۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اونٹنی کو ہانک رہے تھے۔ باقی صحابہ دور وادی میں تھے۔ منافقین نے اپنے چہرے اپنے کپڑے میں چھپا رکھے تھے۔ حضور سرورِ کونین ﷺ کو اُن کے ارادے کا پتہ چل گیا۔ اس لئے انہوں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ اور ان کے نام بھی بتا دیئے۔ اور ان کی طرف بھیج بھی دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کی سواریوں کے چہرے پر اپنی ڈھال مارتے تھے۔ جس سے وہ مرعوب ہو گئے۔ اور تیزی سے لوگوں میں جا ملے۔ اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ''رازدانِ نبوت کہلاتے ہیں''

اس کے بعد سفر جاری رہا اور آپ ﷺ تمام لشکر کے ساتھ مدینہ پاک میں داخل ہوئے۔ اہلِ مدینہ نے بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ لشکرِ اسلام ماہ رجب میں روانہ ہوا تھا۔ اور رمضان المبارک میں واپس آیا۔ پچاس روز حضور سرورِ دو جہاں ﷺ مدینہ پاک سے باہر رہے۔ بیس دن تبوک میں قیام فرمایا۔ اور باقی تیس دن سفر میں گزرے۔ یہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا آخری غزوہ تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابو ذر غفاریؓ کا واقعہ:

جب سید المرسلین ﷺ مدینہ شریف سے تبوک کیلئے روانہ ہوئے۔تو حضرت ابوذر غفاریؓ لشکرِ اسلام کے ساتھ تھے۔مگر ایک مقام پر قیام فرمایا۔تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ ساتھ نہیں ہیں۔لوگوں نے کہا کہ وہ بھی دوسرے چند لوگوں کی طرح مدینہ شریف میں ہی رہ گئے ہیں۔حضور سرورِ کائنات ﷺ نے تبسم فرمایا۔اور خاموش رہے۔تھوڑی دیر کے بعد جب لشکر نے دیکھا تو کوئی شخص پیدل تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آرہا ہے۔جب حضور سرورِ دوجہاں ﷺ کو بتایا گیا تو فرمایا۔

"وہی ابوذر غفاریؓ ہیں"

جب قریب پہنچے تو سب نے پہچان لیا۔ان کا تمام جسم غبار آلود تھا۔اور تھکے ہوئے تھے۔اپنا سارا سامان اٹھایا ہوا تھا۔تو اس رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ابوذر غفاریؓ اکیلا آیا تھا۔اکیلا سفر کرتا ہے اور اکیلا ہی اٹھایا جائیگا۔مگر ایک جماعت اس کے ساتھ ہوگی"

اس کے بعد ان سے سواری کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے عرض کی۔

"اے میرے کریم ﷺ! میرا اونٹ کمزور تھا راستہ میں تھک گیا۔اور تیز نہ چلتا تھا۔اسی لئے پیچھے رہ گیا۔پھر میں نے سارا سامان اپنے کندھوں پر اٹھایا۔اونٹ کو چھوڑا اور پیدل چل پڑا۔اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کے قدموں تک پہنچ گیا ہوں"

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"تم میرے اہل میں بہت عزیز ہو۔جتنے قدم تم نے ہماری طرف اٹھائے ہیں اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے ایک گناہ معاف فرمائے گا"

تخلف کرنے والے اصحاب:

یہ غزوہ مخصوص حالات کے لحاظ سے ایک آزمائش تھی۔منافقین تو مدینہ سے چلے اور ان میں سے کچھ واپس چلے گئے۔ان کی سرپرستی عبداللہ بن ابی بن سلول کر رہا تھا۔اس کے علاوہ تین اصحاب ایسے تھے جو سچے اور پکے مسلمان تھے۔جو بغیر کسی پختہ جواز کے پیچھے رہ گئے۔انہیں اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا اور ان کی توبہ قبول کی۔

Marfat.com
Marfat.com

ان اصحاب میں

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور

حضرت بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے۔

جنہوں نے واپسی پر سچائی سے کام لیتے ہوئے اقرار کیا کہ ہم بغیر کسی مجبوری کے اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔اس پر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے تمام اصحاب کو ان سے مقاطعہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان سے مکمل بائیکاٹ ہوگیا۔دوست احباب بدل گئے۔ان کیلئے مدینہ پاک کی سرزمین تنگ ہوگئی۔وہ کشادگی کے باوجود تنگ ہوگئے۔ان کی جان پر بن آئی۔اس دوران جب وہ اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کے پاس جاتے تو وہ ان سے منہ موڑ لیتے۔چالیس روز گزر گئے۔تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی عورتوں سے بھی الگ رہیں۔اسی طرح دن گزرتے گئے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جوان تھے۔اور باقی دونوں اصحاب عمر رسیدہ تھے۔وہ تو اتنے دن اپنے گھروں ہی سے نہ نکلے۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''میں ایک باغ میں گیا۔وہاں میرے چچازاد بھائی حضرت ابوقتادہؓ جو مجھ سے بہت پیار کرتے تھے موجود تھے۔میں نے سلام کیا انہوں نے کوئی جواب دنہ دیا۔پھر میں نے کہا اے ابوقتادہ تم جانتے ہو کہ میں خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں یہ بات میں نے تین مرتبہ دہرائی انہوں نے صرف اتنا کہا۔ ''**اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ**''اس کے بعد مجھے اپنے آپ پر رونا آگیا اور مدینہ شریف واپس چلا گیا''۔

جب میری جرأت ہوئی تو میں سید المرسلین ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا تمام مال جس کی وجہ سے تخلف ہوئی تھی۔راہِ خدا میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ان اصحاب کی توبہ پچاس روز کے بعد ہوئی تھی۔ (سبل الہدیٰ جلد۵ صفحہ ۶۷۹)

اثراتِ غزوہ تبوک:

اس غزوہ سے جزیرۃ العرب کے علاوہ رومیوں اور دیگر سلاطین پر بھی گہرا اثر پڑا اور یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اب جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کے سوا کوئی پاور نہیں رہ سکتی۔اور منافقین کی امیدیں بھی ختم ہو گئیں۔جو ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ان کی آرزوؤں اور امیدوں کا محور رومی طاقت تھی۔وہ بھی مغلوب ہوگئی۔اس صورتحال کے پیشِ نظر اب اس بات کی ضرورت بھی نہ تھی۔کہ منافقین کے ساتھ نرم رویہ رکھا جائے۔پس ان کے خلاف سخت رویہ اختیار رکھنے کا حکم دیا گیا۔یہاں تک کہ ان کے

Marfat.com
Marfat.com

صدقات بھی قبول نہ کئے گئے۔ نمازِ جنازہ پڑھنے اوران کیلئے دعائے مغفرت کرنے کی بھی ممانعت کردی گئی۔

غزوہ تبوک کے بعد عرب کے مختلف قبائل کے وفود تیزی سے مدینہ طیبہ آنے لگے۔ وفود میں خاطر خواہ اضافہ ہوااور ہرطرف اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

اس غزوہ کے دوران ''سورۃ التوبہ'' کی بہت سی آیات کا نزول ہوا۔ کچھ روانگی سے قبل اور کچھ روانگی کے بعد، کچھ دورانِ سفر اور کچھ مدینہ شریف واپسی پر ان آیات میں غزوہ تبوک کے حالات بیان کئے گئے۔ منافقین سے پردہ چاک کیا گیا۔ مخلص مجاہدین کی نشانیاں اور جو شریک نہ ہوئے ان کی توبہ کی قبولیت کا ذکر کیا گیا۔

۹ ھجری کے واقعات:

1: غزوہ تبوک کے بعد پے در پے وفود کی آمد ہوئی۔ اور لوگ

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً

کے فرمان خدا کے تحت مدینہ شریف آنے لگے۔ یہ سال

سُنَّۃ الوفُوْدَ (وفود کا سال) کہلایا

مسجد نبوی میں ایک ستون ہے جسے اُسْطُوْنَۃُ الوفُوْدُ کہتے ہیں۔ اکثر وفود اسی جگہ شرف ملاقات پاتے تھے۔ جواب روضۂ انور کی دیوار میں چنا ہوا ہے۔

2: اسی سال ''غامد قبیلہ'' کی ایک عورت جس کا نام ''سبیعیہ'' تھا۔ حاضرِ خدمت ہوئی جس نے زنا کیا تھا۔ اور عرض کی

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اقامتِ حد سے پاک کیجئے''

حضور سرورِ کائنات ﷺ اپنی عادت شریف کے مطابق خاموش رہے۔ کیونکہ سید المرسلین ﷺ عیب پوشی فرمایا کرتے تھے۔ مگر وہ عورت اقامت حد کے سوا راضی نہ ہوئی۔ اور عرض کی۔

''اے رسولِ خدا ﷺ! میں چاہتی ہوں کہ آپ ﷺ مجھے گناہ سے پاک فرمائیں''

یہ عورت زنا سے حاملہ بھی تھی۔ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ وضع حمل تک صبر کرو کیونکہ تمہارے پیٹ میں جو بچہ ہے۔ وہ بے گناہ ہے۔ جب بچہ متولد ہوا۔ تو عورت پھر آ گئی لیکن بچہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے انکار کر دیا اور بچہ کھانے پینے لگا تو اس وقت آئی۔ تو نبی محتشم ﷺ نے ''رجم'' کا حکم فرمایا۔ اسے سینے تک زمین میں دفن کیا گیا۔ اور سنگسار کیا گیا۔ جس سے وہ فوت ہو گئی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس

Marfat.com
Marfat.com

عورت کا جنازہ پڑھا گیا اور دفن کر دیا گیا۔
اسی طرح مشکوۃ شریف میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے رَجم کا واقعہ بھی اسی سال ہوا۔ وہ ایک شخص ہزال رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے وہاں اس کی باندی سے زنا کر لیا۔ پھر بعد از ثبوت اس کو رَجم کیا گیا۔

عبد اللہ بن ابی سلول کی موت:

۹ ہجری شوال میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول بیمار ہوا اور ماہ ذیقعد میں مر گیا۔ اس کا ایک بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، مسلمان اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کے جانثاروں میں شامل تھا۔ اسی جانثارِ درِ نبوت کی عرض پر حضور سرورِ عالم ﷺ نے عبداللہ بن ابی سلول کا جنازہ بھی پڑھایا۔ دعا بھی کی اور اپنا چوغہ بھی عطا فرمایا۔
اپنا کرتہ عطا کرنے کا سبب یہ ہے کہ روزِ بدر جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسیر ہو کر آئے تو وہ طویل القامت تھے۔ اس لئے ان کو کسی کی قمیض پوری نہ تھی۔ تو عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیض پیش کی۔ اس کی موت پر حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنی قمیض عطا فرما کر اپنے چچا حضرت عباسؓ کی طرف سے اس کا احسان اتار دیا۔
(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۴۱)

شاہِ حبشہ اصحمہ نجاشی کی وفات:

۹ ہجری کے اہم واقعات میں ایک اہم واقعہ شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی کی وفات کا واقعہ ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
''جس دن نجاشی شاہِ حبش وفات پا گیا۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آج تمہارا بھائی مرد صالح اصحمہ نجاشی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو ان کی نمازِ جنازہ پڑھو اور اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو''۔
اس کے بعد ہم حضور ﷺ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھی۔
واقدی اپنی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کیلئے نجاشی کے جنازہ کو پیش نظر کر دیا گیا۔ یہاں تک رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ملاحظہ فرمایا۔ اور پھر نمازِ جنازہ پڑھی۔

مسجدِ ضرار کا مسمار کرنا:

جب حضور سرورِ کائنات ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ تو دیکھا راستہ میں جا بجا مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔ جہاں جہاں حضور ﷺ نے قیام فرمایا یا نماز پڑھائی وہاں ہی مسجد تعمیر ہو گئی تھی۔ واپسی پر جب سید المرسلین ﷺ ''وادی آوان'' میں پہنچے تو یہ جگہ مدینہ سے ایک منزل پر واقعہ ہے۔ وہاں بذریعہ وحی حضور ﷺ کو بتایا

Marfat.com
Marfat.com

گیا کہ مدینہ میں مسجد قبا کے روبرو مسجد ضرار تعمیر کی گئی ہے۔اس کو مسمار کر دیا جائے۔ مسجد قبا کی جہاں آج وضوگاہ ہے وہاں مسجد ضرار تعمیر کی گئی تھی۔

اس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصہ یوں ہے۔

ہجرتِ مدینہ سے قبل بنوخزرج میں ایک راہب تھا۔جس کا نام ابو عامر تھا جو دین نصرانیت اختیار کئے ہوئے تھا۔اس کے دماغ میں سرداری کا بھوت سوار تھا۔تورات وانجیل کے علم میں کافی مہارت رکھتا تھا۔جب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری ہوئی تو اس کی سرداری خطرے میں پڑ گئی۔غزوہ اُحد میں کافروں کی طرف سے پہلا تیر چلانے والا یہی شخص تھا۔اس کے علاوہ جنگ خندق میں بھی کافروں کو مکہ سے لے کر آیا تھا۔اس نے منافقین مدینہ سے کہا کہ میرے لئے مسجد قبا کے سامنے مسجد تعمیر کرو۔ جو میرے لئے اور تمہارے لئے کمین گاہ ہوگی۔ وہاں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف مشورے کیا کریں گے۔اس کی اطلاع نبی کائنات ﷺ کو بذریعہ وحی دی گئی۔تو حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے حضرت مالک بن دخشم ؓ۔حضرت مغن بن عدی ؓ۔حضرت عامر بن السکن ؓ۔اور وحشی قاتل حمزہ ؓ کو حکم دیا کہ وہ اس مسجد ضرار کی طرف جائیں اس کو گرادیں اور پھر اسے جلا کر خاکستر کر دیں۔(تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۱۳۰)

اُمِ کلثوم زوجہ حضرت عثمان رضی ؓ کی وفات:

۹ ہجری ہی کو حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی لختِ جگر، زوجہ حضرت عثمان ذوالنورین ؓ حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔رسولِ اکرم ﷺ ان کی وفات پر بہت غمزدہ ہوئے اور فرمایا۔

”اگر میری اور بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دیتا“

(صحیح بخاری شریف)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، امیر الحجاج:

اسی سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ماہ ذیعقد میں ادائیگی حج کیلئے بھیجا۔اس گروہ میں تین سو اصحاب رسول تھے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔اکابر صحابہ کرام ؓ میں

حضرت سعد بن ابی الوقاص رضی اللہ عنہ — حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

شامل تھے۔خود خاتم النبیین ﷺ کا جانا ممکن نہ ہوا۔کیونکہ مدینہ شریف میں مسلسل وفود آرہے تھے۔اور

Marfat.com
Marfat.com

انہیں تعلیم وتربیت دی جارہی تھی۔ امیر الحجاج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم تھا کہ ''سورۃ براۃ'' شریف کی ابتدائی آیات یا چالیس آیات کو پڑھ کر سنائیں۔ اور ان کی تعلیم دیگر حجاج کو دیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر روانہ ہوئے۔ تو مدینہ شریف میں جبرائیل علیہ السلام حضور سید کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور خدا کی طرف سے سورۃ براۃ کا باقی حصہ نازل ہوا۔ جس میں مشرکین سے کیئے گئے عہد وپیمان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم تھا۔ اس حکم کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' کو پیچھے روانہ کیا۔ تاکہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے باقی ماندہ صورت پڑھ کر لوگوں کو سنائیں۔ ایسا کرنا اس لئے ضروری تھا کہ عربی رسم ورواج کے مطابق اس کا اعلان یا خود کیا جاتا تھا یا اپنے خاندان کے کسی معزز فرد کے ذریعے کرایا جاتا تھا۔ کیونکہ خاندان کے باہر کے کسی فرد کا کیا ہوا اعلان قابل قبول نہ ہوتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی ناقہ جس کا نام ''عصباء'' تھا سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل پڑے۔ مقام ''عرج'' ''یا'' وجنان'' پر ان کی ملاقات ہوئی۔

نمازِ فجر کا وقت تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ امامت کیلئے آگے بڑھ چکے تھے۔ ابھی نماز شروع نہ ہوئی تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنی، ناقۂ رسول پر سوار مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

آمِيرٌ اَوْمَا مُوْرٌ

آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟

اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

بَلْ مَا مُوْرٌ

''نہیں بلکہ میں مامور ہی ہوں''

(صرف فرمانِ خدا یعنی سورۃ براۃ کی وہی آیات پڑھونگا اور امن کے لئے وہی احکام پڑھونگا۔ جو لے کر آیا ہوں۔)

چار احکام جو حضرت علی رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔

۱۔ جنت میں کوئی جان داخل نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ مومن ہو۔

۲۔ کوئی شخص برہنہ بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے۔

۳۔ اس سال کوئی مشرک حج نہ کرے اور مسجدِ حرام میں داخل نہ ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

۴۔ کافروں میں سے کسی نے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کوئی میعادی عہد باندھا ہے تو اس کی میعاد گزر جانے کے بعد بھی اپنے عہد پر قائم رہیگا۔ اگر کسی نے سرے سے عہد ہی نہیں باندھا جب تک کوئی عہد مقرر ہو چار مہینے تک امان میں ہوگا۔ اس کے بعد اگر مسلمان نہ ہوا تو اس کا خون اور مال مباح ہوگا۔

جب مکہ مکرمہ پہنچے اور مناسک حج بجالائے۔ اور ایام حج میں مقرر شدہ خطبہ امیر الحجاج حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ اور دیگر مناسک حج کی تعلیم دی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ آیاتِ قرآنی اور ان چار حکمتوں کو ان تک پہنچایا۔

ادائیگی حج کے بعد مدینہ شریف واپس ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

(''یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ مجھ سے سورۃ برات شریف کی تلاوت کا شرف لے لیا گیا'')

رحمتِ حق ﷺ نے فرمایا۔

(تم سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ تم تو میرے مصاحب غار ہو۔ مصاحب میزار ہو۔ مصاحب حوضِ کوثر ہو۔ لیکن جبرائیل علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے حکم الٰہی پہنچایا۔ کہ ان امور کو یا تو خود پہنچائیں یا اس فرد کے ذریعے جو آپ ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہو۔ اس کے ذریعے پہنچائیں۔ اسلئے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمہارے پیچھے بھیجا''۔)

عام الوفود:

اسلامی اور انقلابی تحریک کو اس باب میں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ کا ایک دور وہ تھا۔ جو بہت سختی اور مصائب کا دور تھا۔ اس دور میں اسلامی تحریک خود عوام الناس کے پاس جا جا کر ان کو پکارتی نظر آتی ہے۔ اور دوسرا دور وہ دور تھا۔ جب کے عوام الناس خود آگے بڑھنے لگے۔ اور درِ اسلام پر جھکنے لگے۔ یہ دور اسلام کی توسیع کا دور کہلاتا ہے۔ مگر اس دور تک پہنچنے کیلئے حضور سید المرسلین ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے فکری دعوتِ اسلام کے میدان میں یہ ثابت کر دیا۔ کہ دلیل کی قوت ہمارے ساتھ ہے۔ دوسری طرف اخلاقی دائرۂ اختیار میں اپنی دھاک بٹھا دی۔ اور محسنِ انسانیت ﷺ اخلاق کا بہترین اور پائیدار نمونہ بن کے ابھرے۔ چشمِ بصیرت کے میدان میں اپنا سکہ جما لیا۔ ثابت کر دیا کہ ہم معاملات کی گرہوں کو کھولنا، باندھنا جانتے ہیں۔ میدانِ کارزار میں اپنا لوہا منوایا۔ اور ثابت کیا ہم مزاحمتوں کو مٹا سکتے ہیں۔ اور ظلم و ستم کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

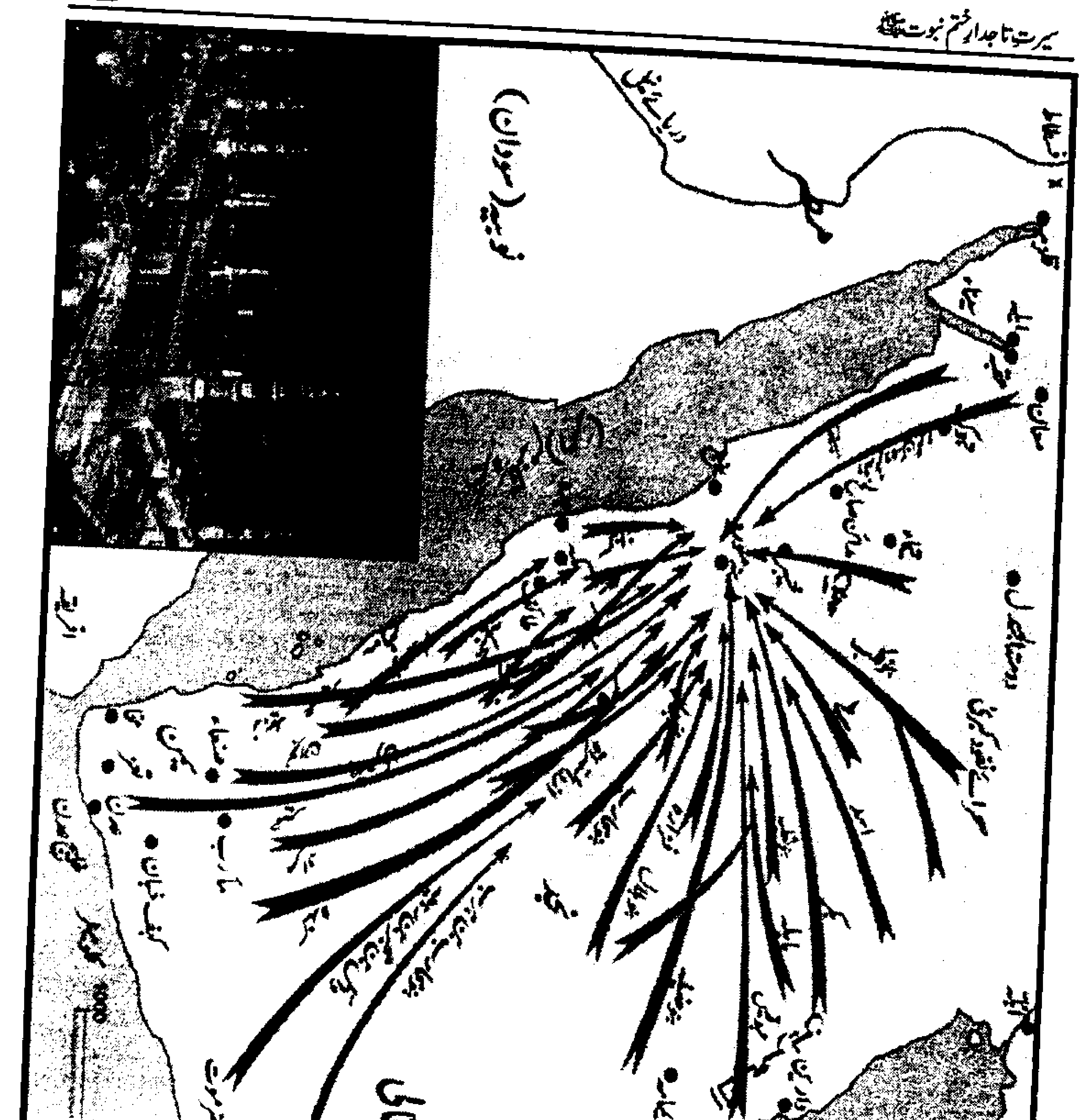

Marfat.com
Marfat.com

اتنے عرصہ میں سید کونین ﷺ کی تحریک اسلامی نے دلوں کو جھنجھوڑا۔ دماغوں کو متاثر کیا۔ جذبات کو ساتھ لیا۔ سعادت مند روحوں کو متفق کر کے گلے لگایا۔ جنگجو مخالفین کا جنگی جنون ختم کر کے راستہ صاف کیا۔ غیر جنگ پسند قبائل کو معاہداتی نظام میں منسلک کیا۔ اتنی تگ و دو کے بعد جا کر عوام پر چہار سُو سے مرکزِ امید مدینہ طیبہ کی طرف گامزن ہوئے۔

یہ دور ''عام الوفود'' کہلاتا ہے۔ ہر طرف اسلام کی تڑپ اور تشنگی پیدا ہوگئی۔ ایک حرکت اور ہل چل پیدا ہوئی۔ یہ دور فتح مکہ سے تین سالوں یعنی 8 تا 10 ہجری تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سے قبل بھی 5 ہجری میں بھی اِکا دُکا وفود آنے لگے۔ جن کا ذکر سیرت کی کتب میں کم از کم 14 یا 15 بتائی گئی ہے۔

اس سے قبل بھی چند وفود کا ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن اس حصہ میں چند اہم اور نمایاں وفود کا ذکر ہوگا۔

وفد نجران:

نجران ایک وسیع و عریض علاقہ ہے۔ جو مکہ سے بطرف یمن سات مراحل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس وقت اس میں تہتر (73) گاؤں آباد تھے۔ اس میں ایک لاکھ جنگجو جوان موجود تھے۔ ان کا قافلہ ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔

اس وفد میں قبیلہ کے رؤساء اَقرع بن حابس۔ زبرقان۔ عمرو بن الاہتم۔ نعیم بن یزید۔ اور عینیہ بن حصین فزاری تھے

اس وفد کی آمد پر خاصی رونق اور چہل پہل تھی۔ یہی وہ وفد تھا کہ جب مسجدِ نبوی شریف میں داخل ہوا تو بڑے اکھڑ طریقے سے حجرے کے باہر سے آوازیں لگانا شروع کر دیں۔ جس کی توبیخ کیلئے وحی الٰہی ''سورۃ الحجرات'' کا نزول ہوا۔

انہوں نے اپنے نامور خطیب عطارد بن حاجب کو خطبہ دینے کیلئے کہا۔ اس نے اپنے قبیلہ بنو تمیم کی قیادت، سیادت، دولت و جاہ کو پیش کیا۔ اور کہا کہ ہماری ہمسری کا جسے دعویٰ ہو وہ ایسے خصائص و اوصاف سامنے لائے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کے فرمان سے اسلامی تحریک کے خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آگے آئے۔ اور زور دار خطبہ دیا۔ جس میں رنگِ مفاخرت کے پردے میں دعوتِ اسلام تھی۔ یہی اسلامی معاشرہ کا سرمایہ افتخار ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ خَلْقُهٗ، قَضٰی فِیْهِنَّ اَمْرَهٗ

Marfat.com
Marfat.com

وَوَسِعَ کُرْسِیُّہٗ عِلْمَہٗ ۝ ثُمَّ کَانَ مِنْ قُدْرَتِہٖ اَنْ جَعَلَنَا مُلُوکاً وَاصْطَفٰی مِنْ خَیْرِ خَلْقِہٖ رَسُوْلاً. اَکْرَامَہٗ نَسَباً وَاصْدَقَہٗ حَدِیْثاً وَاَفْضَلَہٗ حَسَباً. ثُمَّ دُعَا النَّاسَ اِلَی الْاِیْمَانِ بِہٖ فَا اٰمَنَ بِرَسُوْلٍ وَخَیْرُ النَّاسِ فَعَالاً فَنَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ وَزَرَاءُ رَسُوْلِہٖ ۝

اس کے بعد بنوتمیم کے ممتاز شاعر ''زبرقان بن بدر'' نے قصیدہ پڑھا جس کا مطلب تھا۔

ہم اشراف ہیں۔کوئی قبیلہ ہماری ہمسری نہیں کرسکتا۔ہم میں تاجدار ہیں۔اور ہم لوگ معبد تعمیر کرتے ہیں۔

سرورِ کونین ﷺ نے ممتاز شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

''حسانؓ اٹھو! ان کا جواب دو''

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سُن کروہ انگشتِ بدنداں ہوئے۔اور سرکردہ اشخاص بیک زبان پکار اُٹھے۔''خدا کی قسم! رسولِ خدا ﷺ کے خطیب وشاعر ہمارے خطیب وشاعر سے اعلیٰ وبرتر ہیں۔ان کا کلام ہمارے کلام سے بہتر اور نفیس ترین ہے اور فوراً ہی تمام شرکاء وفد مسلمان ہوگئے۔

وفد قبیلہ مزینہ :

یہ وفد 5 ہجری کو چارسو افراد کے ساتھ آیا تھا۔انہوں نے اسلام کا پیمان باندھا۔واپسی پر ان کو زادِ راہ کیلئے کھجوریں بھی عطا کی گئیں۔اس قبیلہ کا سلسلہ نسب اہلِ قریش سے ملتا ہے۔مشہور صحابی حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ،اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

وفد بنی عبد القیس:

علاقہ بحرین میں اسلامی دعوت کا آغاز ہوچکا تھا۔جس کا سہرا حضرت منقذ بن حبانؓ کے سر تھا۔جنہوں نے وہاں محنت شاقہ سے کام لے کر بہت سے لوگوں کو بادِ ضلالت سے نکال کر دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا۔جب اسلام کا دائرہ وسیع ہوا تو تیرہ آدمیوں کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا۔حضور سید المرسلین ﷺ کے پوچھنے پر بتایا کہ ہم خاندان ''ربیعہ'' کے افراد ہیں۔اور احمدِ مختار ﷺ نے **مَرحَبا! حَذَایَا وَلَا نَدَامِی** کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔انہوں نے عرض کی چونکہ ہمارا علاقہ دور ہے۔چنانچہ ہمیں چند متعین باتیں بتادیں۔تاکہ ہم ان پر عمل کرکے فلاح پاسکیں۔اس پر حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ نے توحید،نماز،روزہ اور ادائے خمس کی تلقین فرمائی۔اور

Marfat.com
Marfat.com

صدقات بھی قبول نہ کئے گئے۔نمازِ جنازہ پڑھنے اوران کیلئے دعائے مغفرت کرنے کی بھی ممانعت کردی گئی۔

غزوہ تبوک کے بعد عرب کے مختلف قبائل کے وفود تیزی سے مدینہ طیبہ آنے لگے۔وفود میں خاطر خواہ اضافہ ہوااور ہرطرف اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

اس غزوہ کے دوران'' سورۃ التوبہ '' کی بہت سی آیات کا نزول ہوا۔کچھ روانگی سے قبل اور کچھ روانگی کے بعد، کچھ دورانِ سفر اور کچھ مدینہ شریف واپسی پر ان آیات میں غزوہ تبوک کے حالات بیان کئے گئے۔ منافقین سے پردہ چاک کیا گیا۔مخلص مجاہدین کی نشانیاں اور جو شریک نہ ہوئے ان کی توبہ کی قبولیت کا ذکر کیا گیا۔

۹ ھجری کے واقعات:

1: غزوہ تبوک کے بعد پے در پے وفود کی آمد ہوئی۔اور لوگ

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً

کے فرمان خدا کے تحت مدینہ شریف آنے لگے۔یہ سال

سُنَّةُ الوُفُوْدَ (وفود کا سال) کہلایا

مسجد نبوی میں ایک ستون ہے جسے اُسْطُوَانَةُ الوفودُ کہتے ہیں۔اکثر وفود اسی جگہ شرف ملاقات پاتے تھے۔جواب روضۂ انور کی دیوار میں چنا ہوا ہے۔

2: اسی سال ''غامد قبیلہ'' کی ایک عورت جس کا نام ''سبیعیہ'' تھا۔حاضرِ خدمت ہوئی جس نے زنا کیا تھا۔اور عرض کی

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اقامتِ حد سے پاک کیجئے''

حضور سرورِ کائنات ﷺ اپنی عادت شریف کے مطابق خاموش رہے۔کیونکہ سید المرسلین ﷺ عیب پوشی فرمایا کرتے تھے۔مگر وہ عورت اقامت حد کے سوا راضی نہ ہوئی۔اور عرض کی۔

''اے رسولِ خدا ﷺ! میں چاہتی ہوں کہ آپ ﷺ مجھے گناہ سے پاک فرمائیں''

یہ عورت زنا سے حاملہ بھی تھی۔حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ وضع حمل تک صبر کرو کیونکہ تمہارے پیٹ میں جو بچہ ہے۔وہ بے گناہ ہے۔جب بچہ متولد ہوا۔تو عورت پھر آگئی لیکن بچہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے انکار کر دیا اور بچہ کھانے پینے لگا تو اس وقت آئی۔تو نبی محتشم ﷺ نے ''رجم'' کا حکم فرمایا۔ اسے سینے تک زمین میں دفن کیا گیا۔اور سنگسار کیا گیا۔جس سے وہ فوت ہوگئی۔روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس

Marfat.com
Marfat.com

عورت کا جنازہ پڑھا گیا اور دفن کر دیا گیا۔

اسی طرح مشکوۃ شریف میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے رَجم کا واقعہ بھی اسی سال ہوا۔ وہ ایک شخص ہزال رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے وہاں اس کی باندی سے زنا کر لیا۔ پھر بعد از ثبوت اس کو رَجم کیا گیا۔

عبد اللہ بن ابی سلول کی موت:

۹ ہجری شوال میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول بیمار ہوا اور ماہ ذیقعد میں مر گیا۔ اس کا ایک بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، مسلمان اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کے جانثاروں میں شامل تھا۔ اسی جانثارِ درِ نبوت کی عرض پر حضور سرورِ عالم ﷺ نے عبداللہ بن ابی سلول کا جنازہ بھی پڑھایا۔ دعا بھی کی اور اپنا چوغہ بھی عطا فرمایا۔ اپنا کرتہ عطا کرنے کا سبب یہ ہے کہ روزِ بدر جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسیر ہو کر آئے تو وہ طویل القامت تھے۔ اس لئے ان کو کسی کی قمیض پوری نہ تھی۔ تو عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیض پیش کی۔ اس کی موت پر حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنی قمیض عطا فرما کر اپنے چچا حضرت عباسؓ کی طرف سے اس کا احسان اتار دیا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۴۱)

شاہِ حبشہ اصحمہ نجاشی کی وفات:

۹ ہجری کے اہم واقعات میں ایک اہم واقعہ شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی کی وفات کا واقعہ ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''جس دن نجاشی شاہِ حبش وفات پا گیا۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آج تمہارا بھائی مرد صالح اصحمہ نجاشی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو ان کی نمازِ جنازہ پڑھو اور اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو''۔

اس کے بعد ہم حضور ﷺ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھی۔

واقدی اپنی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کیلئے نجاشی کے جنازہ کو پیش نظر کر دیا گیا۔ یہاں تک رحمۃ اللعالمین ﷺ نے ملاحظہ فرمایا۔ اور پھر نماز جنازہ پڑھی۔

مسجدِ ضرار کا مسمار کرنا:

جب حضور سرورِ کائنات ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے۔ تو دیکھا راستہ میں جا بجا مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔ جہاں جہاں حضور ﷺ نے قیام فرمایا یا نماز پڑھائی وہاں ہی مسجد تعمیر ہو گئی تھی۔ واپسی پر جب سید المرسلین ﷺ ''وادی آوان'' میں پہنچے تو یہ جگہ مدینہ سے ایک منزل پر واقعہ ہے۔ وہاں بذریعہ وحی حضور ﷺ کو بتایا

Marfat.com
Marfat.com

گیا کہ مدینہ میں مسجد قبا کے روبرو مسجد ضرار تعمیر کی گئی ہے۔اس کو مسمار کر دیا جائے۔مسجد قبا کی جہاں آج وضوگاہ ہے وہاں مسجد ضرار تعمیر کی گئی تھی۔

اس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصہ یوں ہے۔

ہجرتِ مدینہ سے قبل بنوخزرج میں ایک راہب تھا۔جس کا نام ابو عامر تھا جو دین نصرانیت اختیار کئے ہوئے تھا۔اس کے دماغ میں سرداری کا بھوت سوار تھا۔تورات وانجیل کے علم میں کافی مہارت رکھتا تھا۔جب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری ہوئی تو اس کی سرداری خطرے میں پڑ گئی۔غزوہ اُحد میں کافروں کی طرف سے پہلا تیر چلانے والا یہی شخص تھا۔اس کے علاوہ جنگ خندق میں بھی کافروں کو مکہ سے لے کر آیا تھا۔اس نے منافقین مدینہ سے کہا کہ میرے لئے مسجد قبا کے سامنے مسجد تعمیر کرو۔جو میرے لئے اور تمہارے لئے کمین گاہ ہوگی۔وہاں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف مشورے کیا کریں گے۔اس کی اطلاع نبی کائنات ﷺ کو بذریعہ وحی دی گئی۔تو حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے حضرت مالک بن دخشمؓ۔حضرت مغن بن عدیؓ۔حضرت عامر بن السکنؓ۔اور وحشی قاتل حمزہؓ کو حکم دیا کہ وہ اس مسجد ضرار کی طرف جائیں اس کو گرادیں اور پھر اسے جلا کر خاکستر کر دیں۔(تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۱۳۰)

اُمِ کلثوم زوجہ حضرت عثمان رضیؓ کی وفات:

۹ ہجری ہی کو حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی لختِ جگر، زوجہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔رسولِ اکرم ﷺ ان کی وفات پر بہت غمزدہ ہوئے اور فرمایا۔

"اگر میری اور بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دیتا"

(صحیح بخاری شریف)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، امیر الحجاج:

اسی سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ماہ ذیعقد میں ادائیگی حج کیلئے بھیجا۔اس گروہ میں تین سو اصحاب رسول تھے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔اکابر صحابہ کرامؓ میں

حضرت سعد بن ابی الوقاص رضی اللہ عنہ　　حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ　　حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

شامل تھے۔خود خاتم النبیین ﷺ کا جانا ممکن نہ ہوا۔کیونکہ مدینہ شریف میں مسلسل وفود آرہے تھے۔اور

Marfat.com
Marfat.com

انہیں تعلیم وتربیت دی جارہی تھی۔ امیر الحجاج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم تھا کہ ''سورۃ براۃ'' شریف کی ابتدائی آیات یا چالیس آیات کو پڑھ کر سنائیں۔ اوران کی تعلیم دیگر حجاج کو دیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر روانہ ہوئے۔ تو مدینہ شریف میں جبرائیل علیہ السلام حضور سید کائنات ﷺ کی بار گاہ میں حاضر ہوئے۔ اور خدا کی طرف سے سورۃ براۃ کا باقی حصہ نازل ہوا۔ جس میں مشرکین سے کیئے گئے عہدو پیمان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم تھا۔ اس حکم کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' کو پیچھے روانہ کیا۔ تاکہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے باقی ماندہ صورت پڑھ کر لوگوں کو سنائیں۔ ایسا کرنا اس لئے ضروری تھا کہ عربی رسم ورواج کے مطابق اس کا اعلان یا خود کیا جاتا تھا یا اپنے خاندان کے کسی معزز فرد کے ذریعے کرایا جاتا تھا۔ کیونکہ خاندان کے باہر کے کسی فرد کا کیا ہوا اعلان قابل قبول نہ ہوتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی ناقہ جس کا نام ''عصباء'' تھا سوار ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل پڑے۔ مقام ''غرج'' یا ''وجنان'' پر ان کی ملاقات ہوئی۔

نمازِ فجر کا وقت تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ امامت کیلئے آگے بڑھ چکے تھے۔ ابھی نماز شروع نہ ہوئی تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ناقۂ رسول پر سوار مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

آمِيرٌ اَوْمَا مُوْرٌ

آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟

اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

بَلْ مَا مُوْرٌ

''نہیں بلکہ میں مامور ہی ہوں''

(صرف فرمانِ خدا یعنی سورۃ براۃ کی وہی آیات پڑھونگا اور امن کے لئے وہی احکام پڑھونگا۔ جو لے کر آیا ہوں۔)

چار احکام جو حضرت علی رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔

۱۔ جنت میں کوئی جان داخل نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ مومن ہو۔

۲۔ کوئی شخص برہنہ بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے۔

۳۔ اس سال کوئی مشرک حج نہ کرے اور مسجدِ حرام میں داخل نہ ہو۔

Marfat.com
Marfat.com

۴۔ کافروں میں سے کسی نے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کوئی میعادی عہد باندھا ہے تو اس کی میعاد گزر جانے کے بعد بھی اپنے عہد پر قائم رہیگا۔ اگر کسی نے سرے سے عہد ہی نہیں باندھا جب تک کوئی عہد مقرر ہو چار مہینے تک امان میں ہوگا۔ اس کے بعد اگر مسلمان نہ ہوا تو اس کا خون اور مال مباح ہوگا۔

جب مکہ مکرمہ پہنچے اور مناسک حج بجالائے۔ اور ایام حج میں مقرر شدہ خطبہ امیر الحجاج حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ اور دیگر مناسک حج کی تعلیم دی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ آیاتِ قرآنی اور ان چار حکمتوں کو ان تک پہنچایا۔

ادائیگی حج کے بعد مدینہ شریف واپس ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

("یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ مجھ سے سورۃ برات شریف کی تلاوت کا شرف لے لیا گیا")

رحمتِ حق ﷺ نے فرمایا۔

(تم سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ تم تو میرے مصاحب غار ہو۔ مصاحب میزار ہو۔ مصاحب حوضِ کوثر ہو۔ لیکن جبرائیل علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے حکم الٰہی پہنچایا۔ کہ ان امور کو یا تو خود پہنچائیں یا اس فرد کے ذریعے جو آپ ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہو۔ اس کے ذریعے پہنچائیں۔ اسلئے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمہارے پیچھے بھیجا"۔)

عام الوفود:

اسلامی اور انقلابی تحریک کو اس باب میں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ کا ایک دور وہ تھا۔ جو بہت سختی اور مصائب کا دور تھا۔ اس دور میں اسلامی تحریک خود عوام الناس کے پاس جا جا کر ان کو پکارتی نظر آتی ہے۔ اور دوسرا دور وہ دور تھا۔ جب کے عوام الناس خود آگے بڑھنے لگے۔ اور درِ اسلام پر جھکنے لگے۔ یہ دور اسلام کی توسیع کا دور کہلاتا ہے۔ مگر اس دور تک پہنچنے کیلئے حضور سید المرسلین ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے فکری دعوتِ اسلام کے میدان میں یہ ثابت کر دیا۔ کہ دلیل کی قوت ہمارے ساتھ ہے۔ دوسری طرف اخلاقی دائرہِ اختیار میں اپنی دھاک بٹھا دی۔ اور محسنِ انسانیت ﷺ اخلاق کا بہترین اور پائیدار نمونہ بن کے ابھرے۔ چشمِ بصیرت کے میدان میں اپنا سکہ جما لیا۔ ثابت کر دیا کہ ہم معاملات کی گرہوں کو کھولنا، باندھنا جانتے ہیں۔ میدانِ کارزار میں اپنا لوہا منوایا۔ اور ثابت کیا ہم مزاحمتوں کو مٹا سکتے ہیں۔ اور ظلم و ستم کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

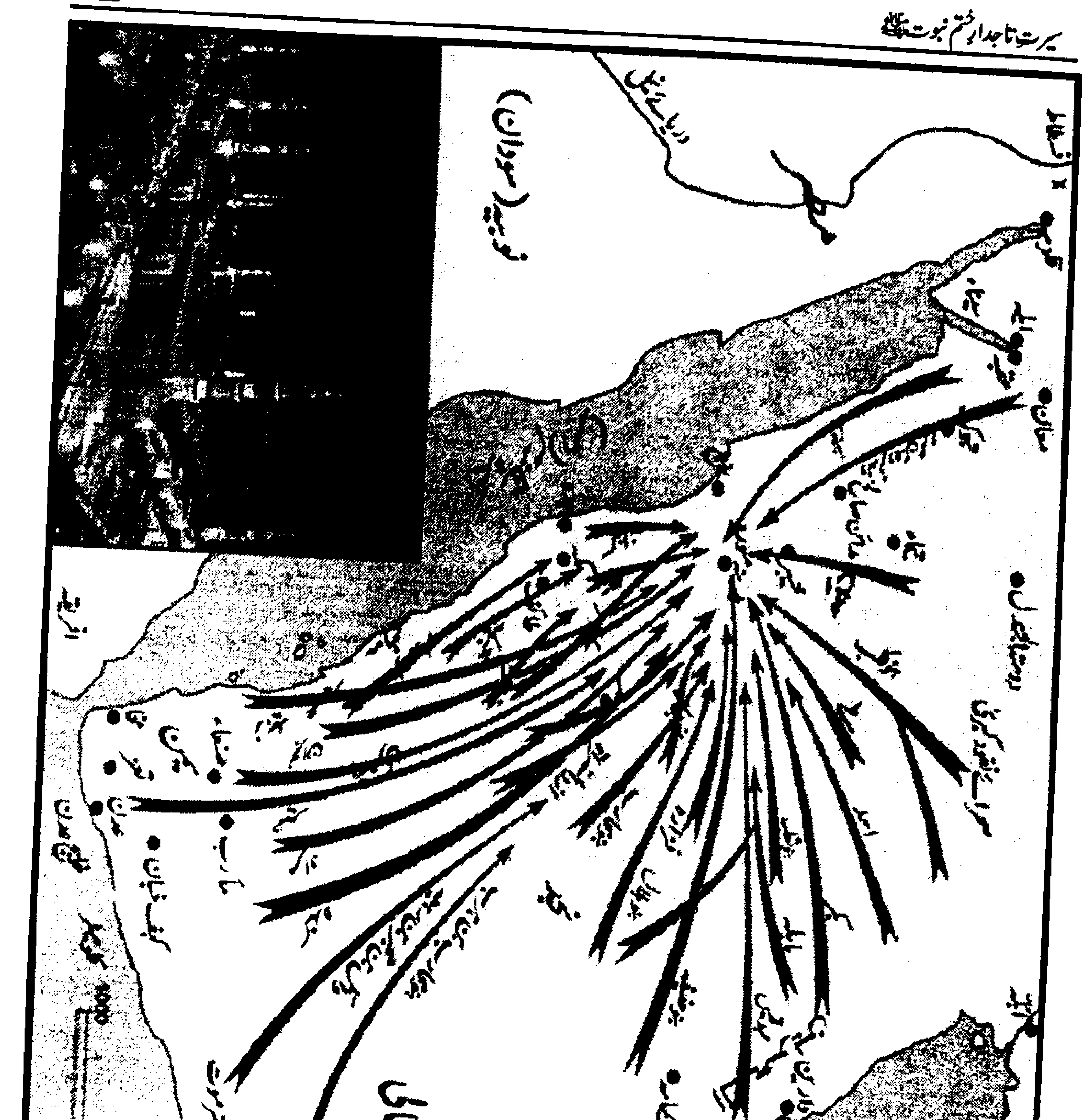

Marfat.com
Marfat.com

اتنے عرصہ میں سید کونین ﷺ کی تحریک اسلامی نے دلوں کو جھنجھوڑا۔ دماغوں کو متاثر کیا۔ جذبات کو ساتھ لیا۔ سعادت مند روحوں کو متفق کر کے گلے لگایا۔ جنگجو مخالفین کا جنگی جنون ختم کر کے راستہ صاف کیا۔ غیر جنگ پسند قبائل کو معاہداتی نظام میں منسلک کیا۔ اتنی تگ ودو کے بعد جا کر عوام پر چہار سُو سے مرکزِ امید مدینہ طیبہ کی طرف گامزن ہوئے۔

یہ دور ''عام الوفود'' کہلاتا ہے۔ ہر طرف اسلام کی تڑپ اور تشنگی پیدا ہوگئی۔ ایک حرکت اور ہل چل پیدا ہوئی۔ یہ دور فتح مکہ سے تین سالوں یعنی 8 تا 10 ہجری تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سے قبل بھی 5 ہجری میں بھی اکا دُکا وفود آنے لگے۔ جن کا ذکر سیرت کی کتب میں کم از کم 14 یا 15 بتائی گئی ہے۔

اس سے قبل بھی چند وفود کا ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن اس حصہ میں چند اہم اور نمایاں وفود کا ذکر ہو گا۔

وفد نجران:

نجران ایک وسیع وعریض علاقہ ہے۔ جو مکہ سے بطرف یمن سات مراحل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس وقت اس میں تہتر (73) گاؤں آباد تھے۔ اس میں ایک لاکھ جنگجو جوان موجود تھے۔ ان کا قافلہ ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔

اس وفد میں قبیلہ کے رؤساء اَقرع بن حابس۔ زبرقان۔ عمرو بن الاہتم۔ نعیم بن یزید۔ اور عیینہ بن حصین فزاری تھے

اس وفد کی آمد پر خاصی رونق اور چہل پہل تھی۔ یہی وہ وفد تھا کہ جب مسجدِ نبوی شریف میں داخل ہوا تو بڑے اکھڑ طریقے سے حجرے کے باہر سے آوازیں لگانا شروع کر دیں۔ جس کی توبیخ کیلئے وحی الٰہی ''سورۃ الحجرات'' کا نزول ہوا۔

انہوں نے اپنے نامور خطیب عطارد بن حاجب کو خطبہ دینے کیلئے کہا۔ اس نے اپنے قبیلہ بنو تمیم کی قیادت، سیادت، دولت وجاہ کو پیش کیا۔ اور کہا کہ ہماری ہمسری کا جسے دعویٰ ہو وہ ایسے خصائص واوصاف سامنے لائے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کے فرمان سے اسلامی تحریک کے خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آگے آئے۔ اور زوردار خطبہ دیا۔ جس میں رنگِ مفاخرت کے پردے میں دعوتِ اسلام تھی۔ یہی اسلامی معاشرہ کا سرمایہ افتخار ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ خَلْقُهٗ، قَضٰی فِیْهِنَّ اَمْرَهٗ،

Marfat.com
Marfat.com

وَوَسِعَ كُرْسِيُّه' عِلْمَه'o ثُمَّ كَانَ مِنْ قُدْرَتِهٖ اَنْ جَعَلْنَا مُلُوكاً وَاصْطَفٰى مِنْ خَيْرِ خَلْقِهٖ رَسُوْلاً. اَكْرَامَه' نَسَباً وَاصْدَقَه' حَدِيْثاً وَاَفْضَلَه' حَسَباً. ثُمَّ دُعَا النَّاسَ اِلَى الْاِيْمَانِ بِهٖ فَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ وَخَيْرُ النَّاسِ فَعَالاً فَنَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ وَزَرَاءُ رَسُوْلِهٖ o

اس کے بعد بنوتمیم کے ممتاز شاعر ''زبرقان بن بدر'' نے قصیدہ پڑھا جس کا مطلب تھا۔
ہم اشراف ہیں۔ کوئی قبیلہ ہماری ہمسری نہیں کرسکتا۔ ہم میں تاجدار ہیں۔ اور ہم لوگ معبد تعمیر کرتے ہیں۔

سرورِ کونین ﷺ نے ممتاز شاعرِ اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔
''حسانؓ اٹھو! ان کا جواب دو''
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سن کر وہ انگشتِ بدنداں ہوئے۔ اور سرکردہ اشخاص بیک زبان پکار اُٹھے۔ ''خدا کی قسم! رسولِ خدا ﷺ کے خطیب و شاعر ہمارے خطیب و شاعر سے اعلیٰ و برتر ہیں۔ ان کا کلام ہمارے کلام سے بہتر اور نفیس ترین ہے اور فوراً ہی تمام شرکاءِ وفد مسلمان ہو گئے۔

وفد قبیلہ مزینہ :

یہ وفد 5 ہجری کو چار سو افراد کے ساتھ آیا تھا۔ انہوں نے اسلام کا پیمان باندھا۔ واپسی پر ان کو زادِ راہ کیلئے کھجوریں بھی عطا کی گئیں۔ اس قبیلہ کا سلسلہ نسب اہلِ قریش سے ملتا ہے۔ مشہور صحابی حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ، اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

وفد بنی عبد القیس:

علاقہ بحرین میں اسلامی دعوت کا آغاز ہو چکا تھا۔ جس کا سہرا حضرت منقذ بن حبانؓ کے سر تھا۔ جنہوں نے وہاں محنت شاقہ سے کام لے کر بہت سے لوگوں کو بادِ ضلالت سے نکال کر دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا۔ جب اسلام کا دائرہ وسیع ہوا تو تیرہ آدمیوں کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا۔ حضور سید المرسلین ﷺ کے پوچھنے پر بتایا کہ ہم خاندان ''ربیعہ'' کے افراد ہیں۔ اور احمد مختار ﷺ نے **مَرْحَبًا! حَذَايَا وَلَا نَدَامِی** کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ انہوں نے عرض کی چونکہ ہمارا علاقہ دور ہے۔ چنانچہ ہمیں چند متعین باتیں بتا دیں۔ تا کہ ہم ان پر عمل کر کے فلاح پا سکیں۔ اس پر حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ نے توحید، نماز، روزہ اور ادائے خمس کی تلقین فرمائی۔ اور

Marfat.com
Marfat.com

شراب خوری سے بچنے کیلئے چار قسم کے مروجہ ظروف ''دُبَّـاءِ جَـنْتُـم، نَـقِیْر. مُزَفَّت کے استعمال کو ممنوع ٹھہرایا۔

اس وفد میں ایک شخص'' جارود بن العلاء'' بھی تھا۔ جو کہ عیسائی تھا۔ اس نے عرض کی کہ میں ایک مذہب پر چل رہا ہوں۔ اس کو چھوڑ کر دین اسلام میں اگر داخل ہو جاؤں تو کیا حضور ﷺ میرے ضامن بنتے ہیں۔

اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں! میں ضامن ہوں''

وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور فلاح دارین پا گیا۔

بنو سعد بن بکر کا نمائندہ:

قبیلہ بنو سعد بن بکر نے ''ضمام بن ثعلبہ'' کو اپنا نمائندہ بنا کر مدینہ بھیجا۔ تاکہ ختمی مرتبت ﷺ کے حالات کا جائزہ لے کر آئے۔ یہ نوجوان بڑے عجیب انداز میں شتر سوار ہو کر مسجدِ نبوی میں داخل ہوا۔ اور وہاں موجود اصحابؓ سے پوچھا۔

''تم میں سے عبدالمطلب کا فرزند کون ہے''؟

صحابہ کرام حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔ جو اس وقت مسجدِ نبوی میں موجود تھے۔

وہ شخص سید المرسلین ﷺ کے پاس پہنچا اور کہا۔

''اے عبدالمطلب کے بیٹے! میں کچھ باتیں سختی سے پوچھوں گا، برا نہ منانا''

رحمۃ للعالمین ﷺ نے اجازت فرمائی۔ پھر اس نے قسم دلا، دلا کر دین کی بنیادی باتیں (توحید، رسالت، نماز، حج اور زکوۃ) کے بارے میں سوالات کیے اور جواب پاتا گیا۔ پھر یہ شخص اونٹ پر سوار ہوا۔ اور اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

''یہ شخص فلاح پا گیا''

اس شخص نے اپنے قبیلہ میں جا کر طوفانی انداز میں دعوت حق دی اور کہا میں خود رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ ''لات و عزیٰ'' کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لوگوں نے ڈرایا۔ دھمکایا۔ کہ بت تمہیں نقصان دیں گے۔

انہوں نے کہا۔ ''یہ بت تو کچھ نہیں کر سکتے''

اس کے اس انداز سے تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

وفد اَشعریین (یمن):

یمن کا ایک قبیلہ بہت معزز قبیلہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مہاجرین حبشہ کے ذریعے آوازِ دینِ حق ان تک پہنچ چکی تھی۔ یہ قافلہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں غزوہ خیبر 7 ہجری کو خیبر میں ہی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ جب وہ بارگاہِ رسالت میں پہنچے تو شوقِ دیدار سے یہ نغمہ پڑھا۔

غَدًا نَلْقِی اَلا حِبَّةَ　　　مُحَمَّدًا وَحِذْبَہٗ

ترجمہ: (''کل ہم اپنے رفیقوں سے جا ملیں گے۔ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی جماعت سے'') جب رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا۔

''تمہارے ہاں یمن سے کچھ لوگ آتے ہیں۔ خیال رہے۔ یہ لوگ بہت رقیق القلب اور نرم دل ہیں''

پھر فرمایا!

(''ایمان تو اہلِ یمن کا، حکمت تو اہلِ یمن کی'')

یہ لوگ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ زیارت محبوب ﷺ سے مشرف ہوئے اور شاد و باد ہو گئے۔ ان لوگوں کو غزوہ خیبر کے مالِ غنیمت سے بھی حصہ دیا گیا۔

وفد دوس (یمن):

حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ اور مہاجرین حبشہ کی وجہ سے یمن کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔ خصوصاً دوسی قبیلہ اپنی شقاوت اور ہٹ دھرمی میں پیش پیش تھا۔ اس قبیلہ میں بھاری اخلاقی انحطاط اور بدکاری پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قبیلہ کی اصلاح کیلئے دعا کی درخواست کی۔ نبی رحمت ﷺ نے انہیں نرم انداز میں تبلیغ کرنے کی تلقین فرمائی۔ جب حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اپنے وطن پہنچ کر نئے سرے سے تبلیغ شروع کی تو راستے کھلتے گئے اور 5 ہجری تک بہت سے گھروں میں اسلام کی شعاعیں داخل ہو گئیں تھیں۔ پھر 8 ہجری کو اَسی آدمی اپنے خاندانوں سمیت مدینہ ہجرت کر آئے۔ انہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستی بھی تھی یہ وفد فتح مکہ سے قبل آیا۔

وفد بنو ثقیف (طائف):

فتح مکہ کے بعد ''حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ'' حاضرِ خدمت ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے

Marfat.com
Marfat.com

۔ اور بنو ثقیف میں دعوتِ اسلام دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضور سرورِ کونین ﷺ نے انہیں نظرِ احتیاط کا مشورہ دیا۔ جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچے تو اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر اسلام کی بلند پکار کی۔ ہر طرف سے ناوک اندازی شروع ہو گئی۔ اور ایک تیر کھا کر شہید ہو گئے۔ بنو ثقیف اب بہت پریشان اور افسردہ تھے۔ ایک مہینہ بھر اجلاس کرتے رہے۔ اور فیصلہ کیا کہ ایک وفد نمائندہ کی صورت میں حضور ﷺ کی خدمت میں معافی کیلئے بھیجا جائے۔ مگر بڑی سوچ بچار کے بعد ایک وفد تیار کیا۔ جس میں ''حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ۔ حضرت اوس بن عوفؓ۔ حضرت بھز بن خرشہؓ۔ حضرت حکم بن عمرو بن وہبؓ۔ حضرت شرجیل بن غیلان۔ اور عبد یالیل ''سردار طائف ان کا سربراہ تھا۔

جب حضور سید الانبیاء ﷺ تبوک سے واپس آئے تو یہ وفد مدینہ شریف داخل ہوا۔ مسجدِ نبوی سے متصل ان کیلئے خیمہ لگایا گیا۔ ان لوگوں نے بڑی عجیب شرائط پیش کیں۔ جن میں سے پہلی شرط یہ تھی۔

''تین سال تک ہمارے بت لات کو نہ توڑا جائے''

یہاں تک کہ ایک مہینہ تک مہلت مانگی مگر مدنی تاجدار ﷺ نے انکار فرما دیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارے بت کو ہمارے ہاتھوں سے نہ توڑا جائے۔ بلکہ آپ ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ اصحابؓ اس بت کو مسمار کریں۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت ابو سفیانؓ بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شیبہ رضی اللہ عنہ کو بت مسمار کرنے کیلئے نامزد فرمایا۔

ان کی دوسری شرط۔

نماز ادا کرنے سے مستثنیٰ رکھا جانا تھا

حضور رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جس دین میں نماز نہیں، اس میں کوئی فلاح نہیں''

پھر زنا کی اجازت، شراب پینے کی اجازت، سود لینے کی اجازت

مگر رسولِ اکرم ﷺ نے کوئی شرط نہ مانی۔

یہ وہی طائف اور اسکے باسی تھے۔ جہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ پر پتھر برسائے گئے تھے۔ اب انہی کے اشارہ سے ان کا جاہلی نظام ان کی آنکھوں کے سامنے مسمار کیا جا رہا تھا۔ طائف عرب کے جاہلی نظام کا گڑھ تھا۔ پھر حضور خاتم النبیین ﷺ نے اسی طائف کا محاصرہ کیا اور اٹھا لیا تھا۔ یہ ایک تعمیری اور اصلاحی سوچ تھی۔ جو آج حقیقت میں ظاہر ہو رہی تھی۔ بنو ثقیف نے ٹھنڈے دل سے جب سوچا تو تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

وفد بنی حنیفہ:

یہ لوگ یمامہ سے تعلق رکھتے تھے۔حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی دعوت پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔پھر یہ لوگ مدینہ حاضر ہوئے۔اسی وفد میں ''مسیلمہ کذاب'' بھی تھا۔اس نے کئی باتیں بھی کیں۔جن میں ایک یہ بھی تھی۔

''رسول اکرم ﷺ اس کو اپنا جانشین بنالیں''

جس پر خاتم النبین ﷺ نے انکار کر دیا۔تو اس کے دل میں حسد بھر گیا جو پہلے سے موجود تھا۔اس نے سوچ لیا کہ اگر کچھ ادبی عبارات کو الہام کی صورت میں پیش کیا گیا تو کامیابی ہوگی۔مگر وہ اخلاقی کردار سے بالکل کورا تھا۔

جب مسلیمہ کذاب واپس یمامہ گیا تو اس نے واقعی علم نبوت بلند کر دیا۔اس کی شریعت میں نماز معاف تھی۔شراب اور زنا جائز تھا۔اس میں اخلاقی گراوٹ تھی۔جس کی وجہ سے چند اوباش لوگ اس کے ساتھ مل گئے۔اور اس کا دائرہ کار وسیع ہو گیا۔آخر کار اس کی سرکوبی کر دی گئی۔اور اس کا خاتمہ ہو گیا۔

وفد نبی طے:

اس وفد کی سربراہی حضرت زید الخیل یا زید الخیر رضی اللہ عنہ نے کی۔وہ شاعر اور خطیب تھا۔نبی کائنات ﷺ نے ان کے سامنے اسلام کی حقانیت اور کلمہ حق پیش کیا۔اور الہامی نظام کی دعوت دی۔سردار سمیت سب نے دل و جان سے اسلام قبول کر لیا۔

عدی بن حاتم بھی اسی قبیلہ کے سرداروں میں سے تھا۔عیسائی تھا۔حضور سرور عالم ﷺ سے بغض و عناد رکھتا تھا۔جب یمن میں اسلامی فوجیں داخل ہوئیں تو یہ بھاگ کر شام چلا گیا۔اور ان کی بہن سفانہ گرفتار ہوئی۔اور مدینہ پہنچی۔تو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اس سے بہت اچھا سلوک کیا۔آزاد کیا اور تحائف دے کر اسی کے قبیلہ کی طرف بھیج دیا۔وہ بہت متاثر ہوئی۔اُسی نے عدی بن حاتم کو باصرار مدینہ بھیجا۔اور ہدایت کی کہ جلد از جلد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو۔جب وفد کے ساتھ مدینہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس کے ذہن میں عجیب و غریب سوالات تھے۔یعنی یہ شخص محض ایک بادشاہ ہے یا نبی؟ حضور سرور دو عالم ﷺ عدی بن حاتم کو لے کر گھر کی طرف چل پڑے۔راستہ میں ایک بوڑھی عورت راستہ روک کر بات کرنے لگی۔جس پر کافی وقت صرف ہوا۔اور پھر گھر تشریف آور ہوئے۔خود نیچے تشریف فرما ہوئے اور عدی بن حاتم کو گدے پر بٹھایا۔انہی دو باتوں سے اُسے یقین ہو گیا کہ یہ ہستی محض بادشاہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسولِ برحق ہیں۔اس کی تمام الجھنیں

Marfat.com
Marfat.com

رسولِ خدا ﷺ نے بڑی خوبی سے دور کر دیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

(''خدا کی قسم! عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ ان لوگوں کے اندر دولت کے فوارے چھوٹیں گے۔ یہاں تک کہ اسے لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ تم دیکھو گے کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ ایک عورت تنہا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے اس مسجد کی زیارت کیلئے آئے گی۔ اور واپس بخیریت پہنچ گی'')

پھر فرمایا!

''خدا کی قسم! تم دیکھو گے کہ ایسا وقت آنے والا ہے کہ سرزمین بابل کے قصور ہائے سپید تک مسلمانوں کی فتوحات ہونگی''

اس گفتگو سے اہم نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

اسلامی تحریک میں صرف سیاسی انقلاب ہی نہیں بلکہ آخرت کی بھلائی کو دنیاوی معاملات سے الگ نہیں کرتا۔

حضور سید المرسلین ﷺ کی بصیرت میں یہ بات تھی کہ فلاں وقت کدھر کو جانا ہے۔ اور آگے کیا ہونا ہے۔ اسلامی تحریک کی تکمیل کے بعد معاشی ذرائع و وسائل میسر ہوں گے۔ سیاسی لحاظ سے اسلامی تحریک کا کوئی توڑ نہ ہوگا۔ داخلی امن اس حد تک ہوگا کہ ایک اکیلی عورت بلا روک ٹوک سفر کر سکے گی۔ یہی نظام اسلام میں خوبیاں تھیں۔ جن کی وجہ سے اسلام نے بڑی تیزی سے مضبوطی حاصل کی۔

وفد بنی عامر بن صعصعہ:

اس وفد میں دشمنِ خدا عامر بن طفیل۔ حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے بھائی اربد بن قیس خالد بن جعفر اور جبار بن اسلم جیسے شیطان صفت انسان تھے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے سردار تھے۔ جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو عامر بن طفیل اور اربد بن قیس نے ارادہ کیا کہ دھوکا دے کر رسولِ خدا ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ پس عامر بن طفیل نے رحمۃ اللعالمین ﷺ سے گفتگو شروع کی تو پروگرام کے مطابق اربد بن قیس گھوم کر پیچھے چلا گیا اور بالشت بھر تلوار اپنی نیام سے نکالی مگر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب نبی محتشم ﷺ کو بھی اطلاع فرما دی۔ اور اربد بن قیس کے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے شل کر دیا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کو محفوظ فرمالیا۔ لیکن ان دونوں کیلئے بددعا فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اربد بن قیس کی اونٹنی پر آسمانی بجلی گری اور وہ اونٹنی سمیت جل کر مر گیا۔ اور واپسی پر عامر بن طفیل نے ایک سلولیہ عورت کے ہاں قیام کیا۔ اچانک اس کی گردن پر ایک گلٹی نکل آئی۔ اس کے بعد وہ یہ

Marfat.com
Marfat.com

کہتا ہو مر گیا۔

(''ہائے! اونٹ کی گلٹی جیسی یہ گلٹی اور ایک سلولیہ عورت کے گھر موت آئی'')

اس واقعہ کو صحیح بخاری شریف نے روایت کیا ہے۔ کہ عامر بن طفیل نے رسالت مآب ﷺ کے سامنے تین شرائط پیش کیں۔

(۱) آپ ﷺ کیلئے وادی کے باشندے اور میرے لئے آبادی۔ یعنی شہر کے سوا آپ ﷺ کا تسلط ہوگا۔

(۲) میں آپ ﷺ کے بعد خلیفہ ہونگا۔

(۳) میں بنو غطفان کے ساتھ ایک ہزار گھوڑوں اور ایک ہزار گھوڑیوں کا لشکر لا کر حملہ آور ہونگا۔

وفد تجیب:

تجیب، کندہ کے قبائل سے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اس قبیلہ کا ایک وفد جو تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ اپنے ہمراہ اموال صدقات وزکوٰۃ بھی لے کر آئے تھے۔ جس پر حضور پُر نور ﷺ کو بہت مسرت ہوئی۔ اور فرمایا۔

(''یہ صدقات وزکوٰۃ کے اموال انہیں واپس کر دو تا کہ اپنے علاقہ کے غریب و مساکین میں تقسیم کر دیں'')

انہوں نے عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! ہم نے اپنے علاقہ کے غرباء و مساکین میں پہلے تقسیم کیا ہے۔ جو بچا ہے وہ لے کر حاضر ہوئے ہیں''

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ ان کی باتیں سُن کر فرمایا۔

(''یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس اہلِ عرب سے ان جیسا کوئی وفد نہیں آیا'')

ہادیِ برحق ﷺ نے فرمایا!

(''اے ابو بکرؓ! ہدایت اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ جس کے ساتھ وہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ ان کے دِلوں کو اسلام قبول کرنے کیلئے کشادہ فرما دیتا ہے'')

وہ بڑے شوق سے قرآن کریم اور سنتوں کے بارے میں دریافت کرتے رہے۔ ان کے ان ذوق کو دیکھ کر حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے ان کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔

Marfat.com
Marfat.com

جب وہ الوداعی سلام کر کے جانے لگے تو حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے حضرت بلالؓ کو ارشاد فرمایا۔

(''اِن لوگوں کو خوب انعامات سے نوازیں'')

ان میں سے ایک نوجوان جو سامان کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ رہ گیا تھا۔ اس کو بلایا گیا۔ جب وہ نوجوان حاضر ہوا تو اس نے عرض کی۔

''اے حبیب خدا ﷺ! میں اس وفد کا ایک فرد ہوں جو ابھی ابھی اپنے دامن بھر کر آپ ﷺ سے انعامات لے کر گئے ہیں۔ میری بھی ایک حاجت ہے۔ اس کو پورا فرمایئے''

سرکار دو جہاں ﷺ نے پوچھا ''بتا تیری کیا حاجت ہے؟

اس نوجوان نے عرض کی۔

''اے خدا کے رسول ﷺ! میں نے اتنی طویل مسافت فقط اس لئے طے کی ہے کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرمائے۔ اور میرے دل کو غنی فرمائے''

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ! نے اس کیلئے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاجْعَلْ غِنَاہُ فِی قَلْبِہٖ

ترجمہ: ''اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اس پر رحمت نازل کر اور اس کے دل کو غنی کر دے''

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نوجوان ہمیشہ استقامت پر رہا۔ بلکہ اپنی قوم میں بھی وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ اس کی دوسری ملاقات حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی۔

نجران کا اُسقف حاضرِ خدمت:

حضور انسان کامل ﷺ نے قلم کو بھی بڑے پیمانہ پر ذریعہ دعوت بنایا۔ چنانچہ نجران کے عیسائیوں کو ایک نامہ مبارک میں یہ پیغام دیا۔

متن کچھ یوں تھا۔

''حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے معبود کے نام سے آغاز کرتا ہوں۔ میں تمہیں بندوں کی عبادت سے خدا کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں۔ تمہیں بندوں کی آقائی سے خدا کی آقائی کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم انکار کرو تو تم پر جزیہ لازم ہے۔ اور اس سے بھی انکار کرو تو جنگ کا اعلان ہے''

یہ نامہ مبارک جب ان کے سب سے بڑی پادری (اُسقف) نے پڑھا تو اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو

Marfat.com
Marfat.com

گئی۔اس نے پہلے خاص خاص آدمیوں کو بلا کر رائے لی۔پھر پوری وادی کے عوام کا اجتماع طلب کیا۔
باہمی صلح و مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ ہم خود چل کر بات کرتے ہیں۔بس ساٹھ آدمیوں کا ایک
وفد ''اُسقف'' کی قیادت میں مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوا۔اس وفد میں شرجیل، عبداللہ اور جبار جیسے اکابر تھے۔
اس وفد نے جزیہ ادا کرنے کے وعدہ پر امان حاصل کر لی اور واپس ہوا۔
واپسی پر ''اُسقف'' کو فرمان پیش کر دیا۔وہ چلتے چلتے پڑھنے لگا۔اس کا چچازاد بھائی ''بشر بن معاویہ''
بھی فرمان کی طرف متوجہ تھا۔وہ اس قدر محو ہوا کہ اونٹنی سے گر پڑا۔اور اس کی زبان سے نکلا۔

''بُرا ہو اس شخص کا جو دور ہے''

یہ سُن کر ''اُسقف'' نے کہا۔یہ کیا کہہ رہے ہو۔

''خدا کی قسم! وہ تو نبی مرسل ہے''۔

بشر کے دِل میں انقلاب آ گیا۔وہ اونٹنی پر سوار ہوا۔اسے دوڑاتا ہوا ہادی برحق ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

کچھ مدت کے بعد نجران کا ایک ''اُسقف ابوالحارث جو شاہ قسطنطیہ کی نگاہ میں بہت محترم تھا۔ایک وفد
لے کر مدینہ پہنچا۔اس کے ساتھ عیسائی، مفتی، جج اور چوبیس دوسرے اکابر تھے۔یہ لوگ چند روز مدینہ میں مقیم رہے
ان کو مسجد نبوی ﷺ میں اپنے مذہب کے مطابق ادائے نماز کی اجازت تھی۔یہودیوں نے بڑی سرگرمی دکھائی دخل
اندازی کر کے مختلف مباحثے کروائے۔یہاں تک بھی شوشہ اُٹھا دیا کہ حضور سید المرسلین ﷺ خود حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کی جگہ لے کر اپنی پرستش کروانا چاہتے ہیں۔اس کا جواب سرورِ عالم ﷺ نے خدا کی طرف سے دیا۔

ترجمہ: (''کوئی شخص جسے اللہ نے کتاب، حکمت اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ
کہے میرے بندے بن جاؤ'')

لیکن یہودی ہٹ دھرمی اور عیسائیوں کی شرانگیزی میں مزید اضافہ ہو گیا۔جس کا فیصلہ حق تعالیٰ نے
انتہائی فیصلہ کن صورت میں اُن کے سامنے مباہلے کی صورت میں رکھ دیا۔حضور سرورِ کائنات ﷺ کو حکم ہوا کہ کہہ دو۔
آؤ! ہم اپنی اولادوں اور اپنی مستورات کو بلا لیں اور خود بھی میدان میں آ جائیں۔پھر خدا سے اپنے
بارے میں ...لہ چاہیں۔اور جھوٹے پر خدا کی لعنت کی دُعا کریں۔(آل عمران)

دو...ے دن حضور سرورِ دو جہاں ﷺ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، معصوم نواسوں
(حضرت امام حسن اور حضرت امام حسینؓ) داماد ذی وقار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لے کر میدان میں نکلے۔

Marfat.com
Marfat.com

اہلِ مدینہ کے لئے یہ کتنا عظیم واقعہ ہوگا۔ کہ ایک داعی حق ۔ سید المرسلین ﷺ اپنی پوری کائنات مباہلہ کیلئے داؤ پر لگا رہا تھا۔ عیسائی وفد یہ دیکھ کر کانپ گیا۔ اور سوچنے پر مجبور ہوگیا۔ کہ یہ ہستی کوئی معمولی ہستی نہیں ہے۔ واقعی برحق رسول ہیں ۔ اگر ان سے مباہلہ کیا تو ہمارا نام ونشاں مٹ جائے گا۔ اس پر انہوں نے ٹیکس (جزیہ) پر صلح کر لی۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو جزیہ کی وصولی کیلئے ان کے ساتھ بھیجا۔ جو جزیہ کی وصولی کے ساتھ ساتھ دعوتِ حق بھی دیتے تھے۔ اسطرح ان میں سے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔

الغرض 8 ہجری تا 10 ہجری میں پے در پے وفود آئے ۔ تمام اہلِ سیر نے ان کا بڑی وضاحت سے تذکرہ کیا ہے۔ ان کے مطابق۔

یمن ، یمامہ ، آزد ، قضاعہ کے بنی سعد ، ہذیل ، بنی عامر بن قیس ، بنی اسد ، بہرا ، خولان محارب ، بنی حارث بن کعب ، غامد ، بنی مُنتفِق ، سلامان ، بنی عبس ، مزینہ ، مراد ، زبیدہ ، کندہ ، ذی مرہ ، غسان ، بنی عیش اور نخع کا تذکرہ ملتا ہے۔

ان وفود کی مسلسل آمد سے پتا چلتا ہے کہ اس وقت اسلامی دعوت کو کس قدر فروغ حاصل تھا۔ اور قبول اسلام کا دور دورا تھا۔ دوسرے اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اہلِ عرب ریاست مدینہ کو بڑی تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ یہاں تک کہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا۔ مدینہ شریف جزیرۃ العرب کا دار الحکومت بن چکا تھا۔ لیکن ہم مکمل طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان سب کے دِلوں میں دین اسلام کا اثر ہو چکا تھا۔ کیونکہ ان میں ابھی تک ایسے اکھڑ بدو قبائل موجود تھے ۔ جو محض اپنے سرداروں کی رعایا تھے۔ لیکن ان میں ابھی تک قتل وغارت گری کا رجحان پایا جاتا تھا۔ اسلامی تعلیمات نے ابھی تک انہیں مکمل مہذب نہیں بنایا تھا۔ جس کے بارے میں قرآن پاک میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے۔

دعوت تبلیغ و ارشاد اور اس کے اثرات:

وفود، معرکہ آرائیوں، معاہدات اور تبلیغی سرگرمیوں کے بعد اب حضور سید کونین ﷺ کی مبارک حیات طیبہ آخری ایام کی طرف بڑھ رہی تھی ۔ مناسب یہ ہے کہ اپنے رہوارِ قلم کو آگے بڑھانے سے قبل ان کے جلیل الشان عمل اور کارہائے نمایاں کا ایک اجمالی خاکہ کھینچا جائے۔

حضور سید المرسلین ، سید الکونین ﷺ کی زندگی کا یہی خلاصہ ہے جس کی بناء پر تمام انبیاء کرام اور مرسلین سے افضل واکمل بنائے گئے ۔ بلکہ یوں کہئے کہ رب قدیر حضور سرورِ کائنات ﷺ کے مبارک سر پر تمام اولین و

Marfat.com
Marfat.com

آخرین کی سیاست کا تاج رکھ دیا۔

ارشاد ربانی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا۝

''اے چادر پوش، رات کو کھڑا ہو، مگر تھوڑا سا''

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ۝

''اے کمبل پوش! اُٹھ اور لوگوں کو سنگین انجام سے ڈرا''

خدا تعالیٰ کا حکم ملتے ہی حضور سرورِ عالم ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دنیائے رنگ و بو کی سب سے بڑی امانت کا بارِ گراں اُٹھائے مسلسل کھڑے رہے۔ اس بارِ گراں میں عقیدتوں کا بار تھا۔ انسانیت کا بار تھا۔ مختلف میدانوں میں جنگ و جہاد کا تگ و تاز کا بار تھا۔

یہ بار کوئی معمولی بار نہ تھا۔ کیونکہ اس میں انسانی ضمیر کے میدان میں جنگ و جہاد اور تگ و تاز کی سعی کرنا تھی۔ جاہلیت کے اوہام و تصورات کو مٹانا تھا۔ جو شہوت کی، بیڑیوں اور پھندوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اور اسے زمین اور اس کی گوناگوں کشش نے مزید گراں کر دیا تھا۔

جب محبوب ربِ قدیر ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کی صورت میں جاہلیت اور تہہ در تہہ بوجھ سے آزاد کر لیا۔ تو ایک دوسرے میدان کی طرف دھیان دیا۔ وہ میدان جہاد تھا۔ جس میں ایک معرکہ سر کیا تو دوسرے معرکہ کی طرف بڑھے۔ بلکہ معرکوں پر معرکے شروع کر دیئے۔ دعوتِ الٰہی کے وہ دشمن جو دعوت دینے والے اور اس پر ایمان لانے والوں کے خلاف معرکہ آراء تھے۔ اس مقدس پودے کو پنپنے، جڑ پکڑنے، شاخیں بڑھنے اور پھلنے پھولنے سے پہلے ہی نمودگاہ میں ختم کرنا چاہتے تھے۔ ان دشمنانِ دین کے ساتھ حضور سید کونین ﷺ نے تمام معرکہ آرائیاں شروع کیں۔ اور ان کو نیچا دکھایا۔ ابھی رحمت دو عالم ﷺ جزیرۃ العرب ہی میں برسرِ پیکار تھے۔ کہ اہل روم کے مغرور اور سپاہ و لشکر سے لیس طاقت نے اس اسلامی ریاست کو دبوچنے کیلئے اس کی سرحدوں کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

ان تمام معرکوں کے باوجود سب سے بڑا معرکہ ضمیر کا معرکہ تھا۔ جو کہ دائمی معرکہ ہے۔ اس میں شیطان مردود کا مقابلہ تھا۔ جو تمام انسانی سرگرمیوں میں گھس کر اپنی تگ و دو کرتا ہے۔ جو ابھی تک ختم نہ ہوا تھا۔ اس کے باوجود خاتم النبیین ﷺ دعوتِ حق میں مصروف تھے۔ علاوہ ازیں معرکہ حق و باطل میں بھی ڈٹے ہوئے تھے۔ دنیا رسولِ خدا ﷺ کے مبارک قدموں میں ڈھیر تھی۔ مگر گزر بسر تنگی و ترسی پر تھی۔ ایمان والے اردگرد دامن رحمت کے

Marfat.com
Marfat.com

سایہ کیے ہوئے تھے۔ مگر جہد و مشقت اپنائے ہوئے تھے۔ لگا تار، کڑی محنت سے سابقہ تھا۔ مگر صبر و جمیل سے کام لیا جارہا تھا۔ دن کو معرکہ آرائیاں تھیں اور رات کو عبادت و ریاضت اپنائے ہوئے تھے۔ اسی جہدِ مسلسل میں بیس سال گزر چکے تھے۔ لیکن ایک معاملہ بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کو دوسرے معاملہ سے غافل نہ کر سکا۔ کامیابیاں اتنی وسیع تھیں کہ عقلِ انسانی دنگ رہ گئی۔

اس موقع پر سارا جزیرۃ العرب محسنِ انسانیت ﷺ کے تابع فرمان تھا۔ افقِ عرب سے جاہلیت کا غبار چھٹ چکا تھا۔ کم عقلی، عقل جاودانی میں بدل گئی تھی۔ بتوں کو نہ صرف چھوڑا بلکہ توڑ دیا گیا تھا۔ فضا توحید کی آوازوں سے گونج اُٹھی۔ صحرا شبستانِ وجود نغمہِ توحید سے لرزنے لگا۔ اور اس کی پہنائیوں کو برتر و عظیم خدا کی صداؤں نے چیر دیا تھا۔ تلاوتِ قرآن پاک اور احکام خدا مشرق و مغرب کی قیود سے آزاد نظر آنے لگا۔

بکھری ہوئی، اقوام اور قبائل باہم یک جان ہو گئے۔ انسانیت بندوں کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں داخل ہو گئے۔ اب نہ کوئی قاہر تھا۔ نہ مقہور، نہ مالک تھا نہ مخلوق نہ حاکم نہ محکوم، نہ ظالم نہ مظلوم، نا آجر نا اجیر، بلکہ تمام مخلوقِ خدا آپس میں بھائی بھائی تھی۔ باہمی محبت کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ احکام خداوندی کے پیروکار تھے۔ رحمت حق نے ان سے جاہلیت کا تکبر و غرور فخر چھین لیا۔ عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر، کوئی برتری نہ رہی۔ برتری کا معیار تقویٰ پر رکھا گیا۔

الغرض دعوتِ حق سے عربی وحدت، انسانی وحدت، اجتماعی عدل وجود میں بدل گئی۔ نوعِ انسانی کو دنیاوی مسائل اور اُخروی معاملات میں سعادت نصیب ہوئی۔ یعنی کہ زمانے کی رفتار بدل گئی۔ روئے زمین متغیر ہو گیا۔ تاریخ کا طریقہ کار بدل گیا۔ سوچ و بچار بدل گئی۔

دعوتِ حق سے قبل دنیا پر جہالت کا بادل چھایا ہوا تھا۔ ضمیر انسانی دفن تھا۔ روح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم و جبر اور غلامی کا دور دورا تھا۔ فاجرانہ خوشحالی اور تباہ کن محرومی کی موجوں نے عالم کو تہہ و بالا کر رکھا تھا۔ اس پر کفر و گمراہی کے تاریک اور گہرے رنگ کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ آسمانی مذاہب و ادیان موجود تھے۔ مگر قوت تحریف سے دھندلا گئے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی گرفت میں کمزوری واقعہ ہو چکی تھی۔ وہ صرف بے جان و بے روح، جامد رسم و رواج کا شکار ہو چکے تھے

دعوتِ اسلامی نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ انسانی روح کو وہم و خرافات، بندگی و غلامی، دھنگا و فساد اور پراگندگی سے نجات دلائی۔ انسانی معاشرہ کو ظلم و طغیانی، بربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کے استبداد اور کاہنوں کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا دلایا۔ اور دنیا کو عفت و نظامت، ایجادات و تعمیر، آزادی و تجدید

Marfat.com
Marfat.com

معرفت و یقین، وثوق و یقین، عدالت و کرامت اور اعمال کی بنیادوں پر زندگی کی بالیدگی حیات کی ترقی اور حقدار کی دادرسی کیلئے تعمیر کیا گیا۔

اس تبدیلی سے جزیرۃ العرب نے ایسی برکت نے اڑان لی جو اس سے پہلے کسی ملک و قوم معاشرے نے نہ لی تھی۔ اس کی تاریخ اپنی عمر کے ان یگانۂ روزگار ایام میں اس طرح جگمگائی کہ اس سے قبل کبھی نہیں جگمگائی تھی۔

سریہ حضرت خالد بن ولیدؓ بطرف نجران:

ماہ ربیع الاول ۱۰ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو مجاہدین کا سالار بنا کر نجران کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ وہ بنوالحارث بن کعب کو اسلام کی دعوت دیں اور ساتھ ہی ساتھ ارشاد فرمایا۔

(''جب وہاں پہنچیں تو فوراً حملہ نہ کر دیں۔ بلکہ انہیں تین بار دعوتِ اسلام دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کو امن دیں اور وہاں سکونت پذیر ہو کر ان کو قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی تعلیم دیں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کریں'')

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے لشکر کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا دیئے۔ اور اس علاقہ کے اطراف و اکناف میں بھیجے تا کہ وہ ان کو دعوتِ اسلام دیں۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کامیابی حاصل کرنے کے بعد حضور سید المرسلین ﷺ کی خدمت میں تمام حالات لکھے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

(''اُن کو رحمتِ حق کی بشارت سنائیں۔ اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں جب مدینہ آؤ تو ان کا ایک وفد اپنے ہمراہ لاؤ'')

حضرت خالد رضی اللہ عنہ، جب مدینہ شریف آئے تو ان کے روساء کا ایک وفد اپنے ہمراہ لائے۔ ان سرداروں نے حضور رسالت مآب ﷺ نے دریافت فرمایا۔

''جب تم کسی کے خلاف جنگ کرتے تو کس طرح ان پر غالب آتے تھے؟''

عرض کی

''یا رسول اللہ ﷺ! ہم متحد و متفق ہو کر دشمن سے نبرد آزما ہوا کرتے۔ اور کسی پر پہلے ظلم نہیں کرتے تھے''

حضور سید الکونین ﷺ نے فرمایا

''تم سچ کہتے ہو''۔

Marfat.com
Marfat.com

پھر حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے ان پر قیس بن حسین کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ قبیلہ جب واپس گیا تو انہوں نے اسلام کی بہت اشاعت کی۔

حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراھیم کی وفات:

ماہ ربیع الاول سن 10 ہجری میں لختِ جگر رسول حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر سولہ (16) ماہ تھی۔ حضرت ابراہیمؓ آخری سانس لے رہے تھے۔ تو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگا کر گھر میں داخل ہوئے۔ حضور سرورِ انبیاء ﷺ کی چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کے موتی بہہ نکلے۔ اور فرمایا۔

وَاِنَّا عَلَيْهِ لَمَحْزُوْنُوْنَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ

ترجمہ: ''ہم ابراہیمؓ کی وفات پر غمگین ہیں۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ دل مغموم ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکالتے جو ہمارے رب کی ناراضگی کا باعث ہو''

رحمتِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابراہیمؓ کو بقیع شریف میں دفن فرمایا۔ اور قبر پر ایک مشک پانی کا چھڑکاؤ فرمایا۔

حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے روز سورج کو گرہن لگ گیا۔ لوگوں نے یہ بات مشہور کر دی کہ حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر رنج و غم کی وجہ سے سورج کو گرہن لگ گیا۔ جب سرورِ کائنات ﷺ نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ

ترجمہ: ''سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت کی وجہ سے انہیں گرہن نہیں لگتا''

حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی یمن روانگی:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبداللہؓ بن قیس تھا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے انہیں زبیدہ اور عدن کا والی بنا کر بھیجا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر مقرر فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

جب یہ دونوں امیر الوداع ہونے لگے تو حضور سرور دو عالم ﷺ خود ان کو الوداع کہنے تشریف لے گئے ۔ راستہ میں انہیں پندو مواعظ سے خوب نوازا۔ اس کے بعد سید الکونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اے معاذ! اس سال کے بعد تو مجھ سے ملاقات نہ کرسکو گے اور تمہارا گزر میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے ہوگا"۔

یہ المناک خبر پا کر حضرت معاذؓ پر گریہ طاری ہوگئی۔ لیکن تعمیل ارشاد ضروری تھا۔ علامہ ابن کثیر مسند امام احمد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا تو پوچھا۔

("اگر تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟")

عرض کی!

("کتاب الٰہی کے مطابق اگر کتاب الٰہی میں حل نہ سکا تو سنت مطہرہ سے اگر پھر بھی حل نہ ہوا تو باہمی اجتماع سے")

یہ جواب سن کر رحمت خدا ﷺ نے فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں۔ جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی ہے۔ جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے۔ (ابن کثیر، سیرۃ النبویہ جلد ۴۔ صفحہ ۱۹۸)

حضرت ابو ذر غفاری بارگاہ رسالت ﷺ میں:

ایک روز ہادیٔ برحق حضور رحمت عالم ﷺ مسجد نبوی میں تنہا تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، حاضر خدمت ہوئے تو رحمت للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اے ابو ذرؓ! مسجد میں حاضری کے آداب ہیں"

عرض کی۔! کیا ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا!

رَکْعَتَیْنِ جب مسجد میں داخل ہوں تو دو رکعت نماز ادا کرو۔

چنانچہ حضرت ابو ذر غفاریؓ اٹھے اور دو رکعت نفل تحیۃ المسجد ادا کئے۔

Marfat.com
Marfat.com

ان تنہائی کے لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے مزید حکمتِ نبوت سے استفادہ کیا۔ جو سوال کی صورت میں درج کیا جارہا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ!

یارسول اللہ! اللہ کے نزدیک کون سے اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں؟

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے راستہ میں جہاد

حضرت ابوذر غفاریؓ! کس مومن کا ایمان زیادہ مکمل ہے؟

فرمایا: جو اخلاقِ حسنہ سے مزین ہو زیادہ کامل ہے۔

حضرت ابوذرؓ: مسلمانوں میں افضل کون ہے؟

فرمایا: جن کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں

ابوذرؓ: کون سی ہجرت افضل ہے؟

فرمایا: جس نے بدی کو ترک کر دیا۔

ابوذرؓ: جو کتاب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اتاری اس میں سب سے افضل آیت کون سی ہے؟

فرمایا: **آیۃ الکرسی**

ابوذرؓ: یارسول اللہ ﷺ! انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟

فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000)

ابوذرؓ: ان میں رسولوں کی تعداد کتنی ہے؟

فرمایا: تین سو تیرہ (313)

ابوذرؓ: یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔

فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تقویٰ تمہارے حالات کو مزین و آراستہ کر دے گا۔

ابوذرؓ: اور وصیت فرمائیں۔

فرمایا: خاموشی اختیار کرو۔ زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو۔ یہ دِلوں کو مردہ کر دیتا ہے۔ اور چہرے کی نورانیت کو ختم کر دیتا ہے۔

ابوذرؓ: اور وصیت کیجئے؟

Marfat.com
Marfat.com

فرمایا: مسکینوں سے محبت اوران کے پاس بیٹھنے کومحبوب جانو۔

ابوذرؓ: اور کیجئے۔

فرمایا: سچ کہا کرو خواہ وہ کڑوا ہو۔

ابوذرؓ: زِدْنِی یارسول اللہ ﷺ (اور کیجئے)

فرمایا: اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرو۔ (السیرۃ النبویہ صفحہ ۳۹۰۔۳۸۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ، بطرف یمن :

حضور نبی رحمت ﷺ نے ماہ رمضان المبارک ۱۰ ہجری کو یمن کی طرف حضرت علیؓ کو تین سو سواروں کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ یمن پہنچ کر شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام مجاہدین کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر مختلف علاقوں میں بھیج دیا۔ ان دستوں نے وہاں آباد لوگوں پر ہلہ بول دیا۔ اور ہر قسم کا مال غنیمت ان کے قبضہ میں آیا۔ مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں تھیں۔ ان کو دعوتِ اسلام دی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور ساتھ ہی مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ اس کے بعد قبیلہ مذحج کا ایک آدمی میدان میں نکلا اور دعوتِ مبارزت دی۔ اس کے مقابلہ میں ''حضرت اسود بن خزاعیؓ'' آئے اور بہت جلد ہی اس مذحجی کو قتل کر دیا۔ عام جنگ نے مسلمانوں نے اس قبیلہ کے بیس جوانوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد انہیں مقابلہ کی ہمت نہ رہی۔ اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو پھر دعوتِ اسلام دی ان میں سے کچھ مسلمان ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت جمع کیا۔ اس کے پانچ حصے کئے۔ ایک حصہ حضور خاتم النبیین ﷺ کیلئے رکھا اور باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ اس معرکہ کے بعد لشکرِ اسلام مکہ شریف کی طرف روانہ ہوا کیوں اس وقت حضور سرورِ دو جہاں ﷺ مکہ شریف میں ادائیگی حج کیلئے وہاں پہنچ چکے تھے۔ (محمد رسول اللہ ﷺ صفحہ ۳۴۷)

حجۃ الوداع:

اس حج کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حجۃ الوداع، حجۃ التمام، حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام: ان ناموں کی وجہ تسمیہ عیاں ہے۔ لہذ احتاج بیان نہیں۔

حجۃ الوداع: ان ایام میں حضور سرور انبیا ﷺ نے مختلف مقامات پر خطابات فرمائے۔ اور فرمایا! اس

Marfat.com
Marfat.com

مقام پر میری تم سے یہ آخری ملاقات ہے۔اس کے بعد تمہیں یہ موقع میسر نہ ہوگا۔ان خطابات میں اپنی امت کو الوداع کہا ہے۔اس لئے اس کا نام حجۃ الوداع ہوااوراسی موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات واحسانات کی حد کردی۔اس لئے اس حج کو حجۃ التمام کہا جاتا ہے۔

حجۃ البلاغ: اپنے تاریخی خطابات میں حضور سرکار دو عالم ﷺ نے تمام حاضرین سے یہ گواہی لی کہ میں نے احکامِ الٰہی کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔تو سب نے اس کی تصدیق کی۔اس لئے اس حج کو حجۃ البلاغ کہا جاتا ہے۔

حجۃ الاسلام: ان ایام میں حضور سرکارِ مدینہ ﷺ نے اپنے خطبات میں دین کا خلاصہ اور نچوڑ اپنی امت کے سامنے پیش کیا۔اس لئے اس کو حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے۔اس مقدس حج سے قبل قارئین کرام کو حضور نبی اکرم ﷺ کے حیات طیبہ پر محیط حج اور عمروں کی تعداد کا تذکرہ کرنا لازمی سمجھتا ہوں۔

امام احمدؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور ابن سعدؒ نے حضرت اُنسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں چار عمرے ادا کئے۔ان میں تین ماہ ذیقعد میں اور ایک حجۃ الوداع کے ساتھ ماہ ذی الحجہ شریف میں۔

حضور ﷺ کے حج کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے دو حج ہجرت سے قبل اور ایک حج ہجرت کے بعد ادا فرمایا۔
سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے ہجرت سے قبل بہت سے حج ادا فرمائے اور ہجرت کے بعد صرف ایک حج ادا فرمایا۔

ابن کثیر کے قول کے مطابق ہجرت سے قبل حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ ہر سال حج ادا فرماتے تھے۔یہ کیسے ممکن تھا۔کہ مشرکین تو حج ادا کر رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ حج ادا نہ کر رہے ہوں؟ لہذا یہ قیاس کرنا کہ حضور ﷺ نے دو حج یا تین حج ادا فرمائے۔غلط ہے۔کعبۃ اللہ کو بسانے والے ہی نبی محتشم ﷺ ہیں۔لہذا آپ ﷺ کے حج وعمرہ کو محدود کرنا درست نہیں۔ہاں البتہ آخری حج کا تذکرہ جس میں دین اسلام کا خاکہ اور نچوڑ ظاہر کیا گیا اس کا ذکر بہت ضروری ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

دسویں ہجری کے اہم ترین واقعات میں حجۃ الوداع کا ذکر بہت اہم تصور کیا جاتا ہے۔ مدینہ پاک میں وفود کی آمد، ان سے ملاقات اور تبلیغ وارشادات میں مصروفیات کی بناء پر نویں ہجری کو یارِ غار خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ تاکہ لوگوں کو حج کے مسائل واحکام سکھائیں۔ بعد میں شیرِ خدا خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مزید ہدایات دے کر بھیجا۔

دس ہجری کو حضور سرورِ انبیاء ﷺ خود حج مبارک کیلئے متوجہ ہوئے۔ جب پختہ ارادہ فرمالیا تو حضور رسالت مآب ﷺ اپنے حج مبارک پر روانگی سے قبل اعلان فرمایا۔ اعلان سنتے ہی شمعِ رسالت کے پروانے جوق در جوق مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اطراف واکناف مدینہ میں لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ مدینہ طیبہ سے باہر خیموں کا انتظام کرنا پڑا۔ تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں نوے ہزار۔ دوسری روایت میں ایک لاکھ چودہ ہزار، ایک لاکھ چوبیس ہزار کی بھی روایت ملتی ہے۔ جو کہ درست ہے۔ کیونکہ مدینہ شریف کے باہر جدھر نظر جاتی تھی۔ آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے۔ یعنی خیموں کا شہر آباد تھا۔

نبی اکرم پچیس ذیقعد بروز ہفتہ ظہر کی نماز ادا فرما کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تمام ازواج مطہرات کو اس سفر میں ہمرکابی کا شرف بخشا۔ اور ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ ہودج کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

اس سفر پر روانہ ہونے سے قبل غسل فرمایا۔ زلفوں کو تیل لگایا۔ کنگھی کی۔ احرام کے کپڑوں میں خوشبو لگائی۔ بڑی شان وشوکت سے گھر سے روانہ ہوئے۔ اپنی ناقہ ''قصویٰ'' پر سوار ہوئے۔ ''ذوالحلیفہ'' کے مقام پر قصر کے ساتھ نمازِ عصر ادا فرمائی۔ یہ رات وہاں ہی بسر ہوئی۔ مغرب وعشاء اور دوسرے دن فجر کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر حضرت محمد بن ابوبکرؓ کی اسی جگہ پر ولادت ہوئی۔ مدینہ سے آنے والوں کے لئے یہی مقام میقات ہے۔ احرام باندھا، اور اپنی سواری ناقہ پر تشریف فرما ہوئے۔ جونہی ناقہ اٹھی۔ تو بلند آواز سے تلبیہ پڑھی۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے اس مقام پر جو تلبیہ پڑھی اس کے الفاظ بخاری ومسلم میں یوں ہیں۔

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَلْخَیْرُ کُلُّ فِی یَدَیْکَ لَبَّیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ

حضور سرورِ دو عالم ﷺ بلند آواز سے تلبیہ بیان فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سن لیتے تھے۔ اور حکم دیا کہ بلند آواز سے تکبیر کہو۔

Marfat.com
Marfat.com

تکبیر کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے دعا فرمائی۔ جس میں خدا تعالیٰ کی رضا، داخلہ جنت اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگی گئی تھی۔ سواری میں قصوریٰ تھی۔ جس پر پرانہ کجاوہ تھا۔ نہ شغدف تھا، نہ محمل، نہ ہودج تھا، نہ مھہ تھا۔ یہ عاجزی کا عالم تھا۔ لیکن شانِ کریمی یہ تھی کہ جلو میں ایک لاکھ چوبیس ہزار عقید تمندوں کا جم غفیر تھا۔ اور خدا کی حمد وثناء بلند آواز سے کی جارہی تھی۔ مقامِ ''حرج یا ابواء'' میں پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خادم جن کے پاس دو اونٹ تھے۔ ایک اونٹ پر حضور رسالت مآب ﷺ کا سامان تھا اور دوسرے پر خلیفہ الرسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا' لے آئے۔

سابقہ انبیاء کی سواریاں:

مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 454 پر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا بیان ہے جب حضور رسولِ اکرم ﷺ ''وادیِ عسقان'' میں پہنچے تو فرمایا۔

''حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام دو سرخ اونٹوں پر سوار گزر رہے ہیں۔ ان اونٹوں کی نکیل کھجور کے پتوں کی ہے۔ ان کے تہبند اونی عبا کے ہیں۔ اور ان کی چادریں اونی ہیں۔ اور تلبیہ پڑھتے جا رہے ہیں''

اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے بھی بیان کیا ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم شریف کی روایت ہے۔ کہ جب ''وادیِ ارزق'' میں پہنچے تو فرمایا!

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ جو اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھے بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں''۔

اسی روایت کو امام بخاری نے صحیح بخاری شریف میں بھی بیان کیا ہے۔

یہ سب کچھ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کے علم وحکمت کا کمال تھا۔ علماء کرام کا فرمان ہے۔ کہ حضور رسالت مآب ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی حال میں ملاحظہ فرمایا۔ جو وہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں رکھتے تھے۔ اور یہ وہ عالم ہے جہاں ماضی اور مستقبل نہیں ہے۔ سب حال ہی حال ہے۔

منازل طے کرتے ہوئے آخر کار حضور سرورِ انبیاء ﷺ اپنے عقید تمندوں کے جلو میں مکہ شریف کے قریب پہنچ گئے۔ داخل ہونے سے قبل غسل فرمایا۔ اور آفتاب بلند ہونے کے بعد بوقت چاشت ''حجون'' کی طرف سے جو کہ مکہ شریف کا قبرستان ہے جسے ''معلیٰ'' بھی کہتے ہیں۔ وہاں ''کدایہ'' نامی پہاڑ ہے کی طرف سے مکہ پاک میں داخل ہوئے۔

Marfat.com
Marfat.com

جب رسول اللہ ﷺ "باب شبیه" جسے "باب الاسلام" بھی کہا جاتا ہے پہنچے اور خانہ کعبہ پر چشم مبارک پڑی تو یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَیْتَکَ هٰذَا تَعْظِیْماً وَّتَکْرِیْماً وَّ مَهَا بَةً

آخر میں فرمایا۔

مَنْ حَجَّه' وَاعْتَمَرَ تَکْدِیْماً وَتَشْرِیْفاً وَّتَعْظِیْماً وَّبِرّاً

جب مسجدِ حرام شریف میں داخل ہوئے تو طوافِ کعبہ میں مشغول ہوگئے۔ جب حجرِ اسود کے سامنے ہوئے تو "استلام" فرمایا اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔ یہ طواف، طوافِ قدوم کہلاتا ہے۔ اسے طوافِ تحیہ بھی کہا جاتا ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دُعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّار

حضور سرورِ کونین ﷺ نے پہلے تین پھیروں میں تعجیل فرمائی۔ اور چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھائے اس فعل کو "رَمَل" کہتے ہیں۔ اور ردائے مبارک کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالا اس کو "اصطاع" کہا جاتا ہے۔

یہ عمل بھی پہلے تین پھیروں کیلئے مخصوص تھا۔ اور آخری چار پھیروں میں آہستہ چلے۔ ہر مرتبہ حجر اسود کے مقابلے ہوتے تو اپنی چھڑی سے اشارہ فرماتے اور اس چھڑی کو بوسہ دیتے تھے۔

طوافِ کعبہ سے فارغ ہوکر "مقامِ ابراہیمؑ" پر تشریف فرما ہوئے اور اس آیت کریما کی تلاوت فرمائی۔

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی

اس جگہ پر دو رکعت نمازِ نفل ادا فرمائی۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ۔ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ

اور دوسری رکعت میں

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

تلاوت فرمائی۔

حضور رسالت مآب ﷺ جب فارغ ہوئے۔ تو حجرِ اسود کا استلام کیا اور درمیان سے نکل کر "کوہ صفا"

Marfat.com
Marfat.com

پر تشریف لے گئے۔ جب کوہِ صفاء کے قریب ہوئے تو یہ آیۃ الکریمہ کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّ الصَّفَاءَ وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

اس کے بعد صفا پر تشریف لے گئے۔ حضور سرور کونین ﷺ کا کوہ صفا پر تشریف لے جانے کا انداز ایسا تھا۔ کہ کعبہ طیبہ پیش نظر رہے۔ بالائے صفا پر کھڑے ہو کر کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے یہ تکبیر فرمائی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

پھر اس کے بعد یہ دعا مانگی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَذَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ. اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا كَرْبًا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اِلَّا قَضَيْتَهَا

اس کے بعد تشریف لائے۔ اور مروہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مروی ہے کہ کوہِ صفا اور کوہ مروہ کے درمیان فرماتے تھے

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّكَ لَا غَفَرَ اَلَا كُرَمْ

اسکے ساتھ ہی سعی فرمائی۔

رسول اکرم ﷺ کے انداز میں تیزی نہ تھی۔ صفا سے مروہ تک سعی فرمائی اور سات چکر لگائے۔ سات چکروں کے دوران ہی ہجوم یارانِ عقیدت میں اضافہ ہو گیا۔ کچھ تو سعی کرنے والے لوگ تھے اور کچھ تماشائے جمال جہاں آراء کیلئے نکل کھڑے ہوئے، شانِ کریمی کی وجہ سے تمام ہجوم عش عش کر اٹھا۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ زیارتِ جان جاناں، حبیب خدا ﷺ سے مستفیض ہو سکے۔ اس ضرورت لازمی کے پیش نظر حضور سرورِ کائنات ﷺ اپنی ناقہ پر سوار ہو گئے۔ تاکہ سب لوگ جلوئے جاناں کی ضیاء پاشیوں سے مستفیض ہو سکیں۔

جب سعی سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں وہ احرام سے نکل آئیں۔

اسی اثناء میں دامادِ رسول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، یمن سے مکہ پہنچے۔ ان کے پاس بھی قربانی کے

Marfat.com
Marfat.com

اونٹ تھے۔ ان تمام اونٹوں کو ملا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس کل سو اونٹ ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔

''اے علیؓ! تم یہ اونٹ کیا نیت کر کے لائے ہو؟''

''انہوں نے عرض کی۔ اے آقا! حضور کی قربانی کیلئے لایا ہوں میں نے احرام باندھا ہے۔ اپنے ساتھ بھی قربانی کا جانور لایا ہو۔''

قربان ایسے جانثاروں پر جو اپنی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ہر بات پر حضور سرورِ انبیاء ﷺ کو مقدم رکھتے تھے۔ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کو دیکھا۔ جنہوں نے احرام کی بجائے رنگین کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے۔ اُن سے پوچھا۔

''اے بنتِ رسولؐ! تم نے احرام کیوں نہیں باندھا''

انہوں نے فرمایا!

''مجھے رسولِ خدا ﷺ نے یہی حکم فرمایا''

جب صحابہ کرام حضور نبی محتشم ﷺ کے حکم سے احرام سے باہر آئے تو بعض نے حلق کروایا۔ اور بعضوں نے قصر کرایا۔ یعنی بال ترشوائے۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے محلقین کیلئے دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْمُحلقِینَ تین دفعہ یہی دعا فرمائی۔ پھر مقصرین نے عرض کی تو فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ وَالْمُقْتَصِرِین

قیام منیٰ:

جب خاتم النبین ﷺ کو مکہ مکرمہ میں چار دن گزر گئے تو بروز جمعرات بوقت چاشت ''منیٰ شریف'' کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آقا سمیت تمام اصحاب احرام میں تھے۔ منیٰ شریف میں پہنچ کر اقامت فرمائی۔ نمازِ ظہر اور عصر ایک اذان دو قامت کے ساتھ ادا فرمائی۔ قیام اللیل فرمایا۔ دوسرے دن بعد از طلوعِ آفتاب عرفات کی جانب تشریف لے گئے۔ عرفات میں ''مسجد نمرہ'' پہنچے تو خیمہ نصب کروایا گیا۔ قیام فرمایا۔ بروز جمعۃ المبارک صبح کی نماز ادا فرمائی۔ جب سورج ڈھل گیا تو فرمایا۔ سواری پر زین رکھیں۔ پھر سرورِ انبیاء ﷺ سواری پر تشریف فرما ہو کر وادی میں تشریف فرما ہوئے۔ بلند آواز سے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ جبل رحمت پر فرمایا۔

یاد رہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش اپنے آپ کو باقی عرب سے افضل و برتر تصور کرتے تھے۔ لہذا

Marfat.com
Marfat.com

عرفات کی بجائے ''مزدلفہ'' میں قیام کرتے تھے۔ اور دیگر عربی لوگ عرفات میں قیام کرتے۔ لیکن اسلامی مساوات نے تمام اونچ نیچ مٹادی۔ بلکہ خالقِ کائنات کا حکم آگیا۔

ثُمَّ اَفِیْضُوا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسَ

ترجمہ: ''اے قریش! تم بھی وہیں سے پلٹ کر آؤ جہاں سے سب پلٹ کر آتے ہیں''

اس مبارک خطبہ میں حضور سرکارِ دو جہاں ﷺ نے بہت ضروری اور اہم احکام خداوندی اور معاشرہ کی اصلاح کی خاطر اعلان فرمایا۔ جو دنیا کا کوئی بھی عالم یا فقیہہ بیان نہیں کرسکتا۔ زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بے ہودہ رسوم کا قلع قمع کرتے ہوئے اعلان فرمایا۔

اَلَا کُلَّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ

ترجمہ: سُن لو! جاہلیت کی تمام رسوم میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں (ابو داؤد جلد اول صفحہ 263 مسلم شریف جلد اول صفحہ 397)

اسی طرح جاہلیت کے تمام خاندانی تکبر و غرور، رنگ و نسل کی برتری، عربی اور عجمی کا فرق سب اونچ نیچ کو پاش پاش کردیا۔ مساوات اسلامی کی تبلیغ فرماتے ہوئے فرمایا۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ آبَاءَکُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا اِلَّا سْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے۔ بے شک تمہارا باپ (حضرت آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی گورے کو کسی کالے پر کسی کالے کو سُرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔ (مسند امام احمد)

شہنشاہ کون و مکان ﷺ کا منبر مبارک:-

قارئین کرام ذرا غور فرمایئے۔ جب شہنشاہِ کون و مکاں، حضور باعثِ تخلیق کائنات حضور سرورِ دو عالم ﷺ رب تعالیٰ کے نائب اعظم، خلیفہ اکبر کی حیثیت سے فرمان خدا فرما رہے تھے۔ اپنی ناقہ ''قصویٰ'' پر سوار تھے۔ اس کا کجاوہ بوسیدہ تھا۔ عرق گیر معمولی سا تھا۔ نہ کوئی ہودج تھا۔ نہ محمل تھا۔ نہ چھتر نہ تاج تھا۔ یہ نمونہ کسی دنیا دار بادشاہ سے پیش نہ کیا جاسکتا تھا۔ یہی وہ زاہدانہ عاجزی تھی جو شہنشاہِ دو عالم ﷺ کی شہنشاہت کا طرۂ امتیاز نظر آتی ہے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی سواری ہی آپ کا منبر شریف تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

عرفات میں نمازِ ظہر اور عصر:

بعد از خطبہ حضور رسالت مآب ﷺ سواری سے نیچے اُترے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا۔ پھر قامت کہی۔ نمازِ ظہر اور عصر ادا فرمائی۔ ایک اذان تھی اور قامتیں دو تھیں۔ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی سنت و نفل ادا نہ فرمائے

یہ نمازیں خاص اس دِن کیلئے مخصوص ہیں۔ باقی ایام میں ہر نماز اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہیں۔

جَبَلِ رحمت:

نماز سے فارغ ہو کر حضور سرورِ انبیاء ﷺ سوار ہو کر دامنِ کوہِ عرفات میں تشریف فرما ہوئے۔ اسی جگہ کو ''جَبَل رحمت'' کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ دو سیاہ رنگ کے پتھروں کے قریب ہے۔ جہاں ریت میں ایک عمارت بھی ہے۔ جسے آج ''مطبخ آدم علیہ السلام'' کہا جاتا ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ نے انہیں پتھروں کے قریب قبلہ رو ہو کر اونٹنی کی پشت پر ہی دعا و تضرع فرمایا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس مقام پر دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اگر جی بھر کر رونا اور عاجزی میسر آجائے تو یہ قبول و اجابت کی علامت ہے۔ وہاں جو دعا مانگی گئی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا، وَفِيْ صَدْرِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا، وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ.

یہ دعا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے

جب تک آفتاب غروب نہ ہوا حضور سرورِ انبیاء ﷺ وہاں سے روانہ نہ ہوئے۔

تکمیل دین کا مژدہ:

مستجاب دعا کے بعد جبرائیل علیہ السلام خالق کائنات کی طرف سے یوم عرفات کو نازل ہوئے۔ اور خداوند قدوس کا پیغام دیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور آپ (ﷺ) پر تمام نعمتیں فرما دیں۔ میں نے تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہوا۔

اس دن شیطان ملعون جتنا ناخوش تھا۔ اس کے بعد نہ دیکھا گیا۔ وہ بہت ذلیل وخوار ہوا۔

اس آیت کریمہ کے نزول پر بہت سے اصحاب ذوق وسرور سے جھوم اُٹھے۔ لیکن بعض رمز شناس اور دانا اصحاب جن میں خصوصی ... رازدان رسالت، یارِ غار رسول حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ انہوں نے اس وقت کو قرب زمانہ رحلت اور طول مدت فرقت جانا اور بہت مغموم ہوئے ان کے دِل ہل گئے۔ اسی طرح نزول سورۃ الفتح کے وقت بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور رونے لگتے تھے۔ یہی حال اس وقت بھی تھا۔

مزدلفه میں قیام:

اس کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ سوار ہوئے اور مزدلفہ میں رونق افروز ہوئے۔ یہ ایسا مقام ہے۔ جو منیٰ اور عرفات کے درمیان ہے۔ کامل وضو فرمایا۔ اذان کا حکم فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ اقامت کے بعد نمازِ مغرب ادا فرمائی۔ نمازِ مغرب کے بعد اونٹوں سے سامان اتارا اور اذان کے بغیر اقامت ہوئی۔ اور نمازِ عشاء ادا فرمائی۔ مغرب اور عشاء کے فرضوں کے درمیان کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔ (بخاری شریف، مسلم شریف راوی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ)

اُمت کے لئے دعا:

محسن انسانیت، انسان کامل، حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی تمام حیات مقدسہ اپنی امت کی مغفرت کیلئے دعا میں گزری۔ اسی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے اصحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی اصلاح کی کوشش فرمائی۔ لیکن چند ایسے مواقعہ ہیں جب خصوصیت کے ساتھ، امتِ محمدی کیلئے دعا فرمائی۔ جن کا ذکر اکثر احادیث میں موجود ہے۔ ان میں سے ایک موقعہ یہ بھی ہے۔ مغرب وعشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد حضور خاتم النبین ﷺ محوِ استراحت ہوئے۔ شبِ بیداری نہ فرمائی۔ طلوع فجر کے بعد بیدار ہوئے۔ اول وقت میں نماز فجر ادا فرمائی۔ اور اپنی سواری پر تشریف لائے۔ اور ''مشعرِ حرام'' تشریف لائے۔ یہ وادی مزدلفہ میں ایک ''ٹیلہ'' ہے۔ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا فرمائی۔ ابوداؤد وابن ماجہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے امت کی مغفرت کیلئے دعا فرمائی۔ رب قدیر نے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام فرمایا۔

''ظالموں کے سوا میں نے سب کو بخش دیا''

اس پر رحمتوں والے نبی محتشم ﷺ نے عرض کی۔

Marfat.com
Marfat.com

("اے خدا! تو قادرِ مطلق ہے۔ اگر تو چاہے تو مظلوم کو بھی جنت عطا فرمادے اور ظالم کو بھی بخش دے")

اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ لیکن مزدلفہ میں جب پھر امت کی بخشش کی دعا مانگی تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔

اس پر حضور سرورِ کونین ﷺ نے تبسم فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروقؓ وہاں موجود تھے عرض کی۔

"یا رسول اللہ علیہ وسلم! یہ وقت تو ایسا نہ تھا۔ کہ حضور تبسم فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی آپ ﷺ کو تبسم کناں رکھے"

فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہوا۔

"دشمنِ خدا! ابلیس نے جب دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر اور میری امت کو بخش دیا ہے۔ تو وہ ملعون اپنے سر میں خاک ڈالنے، چیخ و پکار اور واویلا کرنے لگا۔ مجھے اس کی بے قراری اور بے چینی دیکھ کر ہنسی آ گئی"

مزدلفہ سے روانگی:

حضور محسنِ انسانیت ﷺ مزدلفہ میں رات بھر ذکر تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے۔ طلوع آفتاب پر منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا ردیف بنایا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قریش کے ساتھ پیدل چلتے رہے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے حکم رسول خدا ﷺ پر کنکریاں چُن لیں۔ جو چنے سے بڑی اور بادام سے چھوٹی تھیں۔ یہ تعداد میں سات تھیں۔ ان کنکریوں کو محبوبِ خدا ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے صاف کیا۔ منیٰ کے راستہ میں ایک عورت سامنے آئی۔ اس نے سوال کیا۔

"میرا باپ بوڑھا ہے۔ اونٹ پر سواری نہیں کر سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرا لوں"

حضور ﷺ نے اسے اجازت عطا فرمائی۔

حضرت فضل بن عباسؓ خوش رو، خوش جمال اور صاحبِ حسن تھے۔ اس عورت کی طرف دیکھ رہے تھے۔

حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی گردن کو گھما دیا۔ اور فرمایا۔

("میں نے ایک جوان مرد اور ایک جوان عورت کو دیکھا تو اُن کو شیطانی وسوسہ سے محفوظ نہ پایا")

Marfat.com
Marfat.com

اسی راستہ پر ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے اپنی ماں کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ وہ بہت لاچار و ناتواں ہو گئی ہے۔ کیا میں اس کے بدلے میں حج کر سکتی ہوں؟

فرمایا۔ **"اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو اس کا قرض اتارتی؟"**

عرض کی

"ہاں! میں ضرور قرض اتارتی"

حضور ﷺ نے فرمایا

"ماں کی طرف سے حج کر یہ خدا کا قرض ہے۔ اس کا ادا کرنا اولیٰ ہے"

اسی حدیث میں حج بدل ادا کرنے کا جواز ملتا ہے۔

وادیٔ محسر سے گزرنا:

منیٰ کے شروع میں "وادی محسر" ہے۔ جب حضور سرورِ دو جہاں ﷺ اس وادی میں پہنچے تو اپنی سواری کو تیزی سے چلایا تا کہ عجلت میں اس وادی سے باہر آ جائیں۔ اسی طرح تمام سوار اور پیدل حضور ﷺ کی سنت کے مطابق تیزی میں تھے۔ یہ وہی وادی ہے۔ جہاں اصحاب فیل ٹھہرے تھے۔ اسی وجہ سے اس کو "محسر" کہا جاتا ہے کیونکہ اس جگہ سے ہاتھی نے حرکت نہ کی تھی۔ وہ عاجز ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ "تحسر" کے معنی عاجز کے ہیں۔ لاچار ہونا، بے بس ہونا، اس وادی میں ہاتھی عاجز و بے بس، فیل بان لاچار ہو گیا تھا۔ اور اصحاب فیل کو مکہ میں داخلہ سے روک دیا گیا تھا۔

رمی جمرات:

حضور سرورِ عالم ﷺ منیٰ میں اسفل وادی چاشت کے وقت تشریف لے گئے اور جمرہ العقبہ کے مقابل تشریف فرما ہوئے۔ کعبۃ اللہ کو بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب رکھتے ہوئے۔ ایک ایک کر کے کنکریاں ماریں۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ اپنی سواری پر ہی تھے۔ ہر کنکری پر تکبیر کہتے تھے۔ اس کے بعد باقی ایام تشریق میں باقی دونوں جمرات پر پیدل رمی جمرات کیں۔ کیونکہ پیدل رمی کرنا افضل و اولیٰ ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

دوسرا خطبہ مبارک:

رمی جمرات کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ واپس اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے جو مسجد "خیف" کے قریب تھی۔ اسی جگہ قیام فرمایا اور خطبہ بلیغ ارشاد فرمایا۔ تا حد نگاہ خیموں کا ایک شہر آباد تھا۔ یہ محسنِ انسانیت ﷺ کا معجزہ تھا۔ کہ ہر خیمہ میں بلند اور بارعب آواز پہنچتی تھی۔ اس خطبہ میں حضور انسان کامل ﷺ نے قربانی کے دن کی حرمت سے آگاہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا!

"سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے یکے بعد دیگر ہیں۔ یعنی ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ رجب ہے۔ فرمایا۔ تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ قریب ہے کہ تم اپنے رب کے حضور حاضر ہونے والے ہو۔ اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پرستش ہوگی۔ خبردار۔ ہوشیار رہنا میرے بعد دین سے نہ پھرنا، اور گمراہ نہ ہونا۔ جان لو۔ جو کوئی خدا کے حق اور بندوں کے حق میں خیانت کرے گا وہ اپنی ہی جان پر خیانت کرے گا۔ باخبر اور آگاہ ہو جاؤ۔ میں نے تمہارے رب کا حکم تم تک پہنچا دیا۔ اور فرمایا۔ اے خدا! گواہ رہنا، اور تم پر لازم ہے کہ ان احکام کو حاضر اور غائب سب کو پہنچا دیں۔ لوگو! آؤ حج کے مناسک سیکھ لو۔ ممکن ہے کہ آئندہ سال میں حج کو نہ آسکوں۔ باآواز بلند فرمایا!

لِتَا خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاَنِّیْ لَا اَدْرِیْ لِعَلِّیْ آحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِیْ هٰذِهٖ'

مزید فرمایا، ہمیشہ کتاب اللہ کو پڑھتے رہنا۔ دین و شریعت کی مخالفت نہ کرنا، اور اس کے خلاف نہ بولنا۔ ارشاد فرمایا۔

اُعْبُدُوْ ا رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اُمِرْتُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ

ترجمہ: اپنے رب کی عبادت کرنا۔ پانچوں نمازیں پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا۔ صاحب اُمر کی اطاعت کرنا۔ تاکہ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو۔

اس کے بعد حضور رسالت مآب ﷺ "منحر" قربان گاہ میں تشریف لے گئے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس سو اونٹ قربانی کے تھے۔ جس میں سے تریسٹھ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے۔ جو حضور ﷺ کی عمر مبارک کے مطابق تھے۔ باقی اونٹ شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے آقا ﷺ کی طرف سے ذبح کیے۔

اس موقع پر اہلِ سیر نے بڑا روح پرور منظر پیش کیا ہے۔ ان کے خیال میں جو اونٹ حضور سرورِ

Marfat.com
Marfat.com

کائنات ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے۔ان کا حال یہ تھا کہ ایک وقت میں پانچ یا چھ اونٹ پیش کیے جاتے۔تو ہر اونٹ قریب ہوتا۔ایک دوسرے کو دھکیلتا۔گویا وہ کوشش میں ہوتا کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ پہلے اسے ذبح فرمائیں۔سبحان اللہ! جانوروں کا یہ جذبہ عقیدت دیدنی تھا۔

حلقہ کروانا:

قربانی سے فراغت کے بعد حضور رسول اللہ ﷺ نے حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ جو کہ حلاق تھا۔اور قدیم الاسلام تھا۔حلاق رسول استرا لئے حاضر خدمت ہوئے۔اور عرض کی۔

''یارسول اللہ! میرا یہاں حاضر ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔مجھ پر اللہ عز وجلّ کا احسان ہے۔کہ حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت پر مامور ہوں''

ارشاد ہوا۔

''داہنی جانب سر مونڈنے کی ابتداء کریں۔

جب داہنی جانب سے فارغ ہوئے تو موہائے مبارک کو حاضرین میں تقسیم فرمادیا۔پھر بائیں جانب کا حلقہ کروایا۔اس طرف کے تمام موہائے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیئے۔وہاں موجود تمام اصحاب کے حصہ میں ایک یا دو موہائے مبارک کے تار آئے۔

ذَالِکَ فَضُلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالفَضُلِ العَظِيم

حلق کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ناخن ہائے مبارک کٹوائے اور انہیں بھی اصحاب میں تقسیم فرما دیا۔اکثر اصحاب نے حلق کروایا۔اور کچھ نے صرف قصر کرایا۔ (مشکوۃ شریف متفقہ حدیث)

زَم زَم شریف پر تشریف آوری:

پھر بوقت ظہر حضور ﷺ اپنی ناقہ پر سوار ہوکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ، کو اپنا ردیف بنایا۔طواف کعبہ فرمایا۔طواف سے فارغ ہوکر زمزم پر تشریف لے گئے۔پانی پلانے کا کام حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی ذمہ داری تھی۔جو کنواں سے پانی کھینچتے اور لوگوں کو پلاتے تھے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اگر اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ حضرت عباسؓ اور ان کی آل پر لوگ غلبہ کریں گے تو میں بھی کنوئیں سے پانی نکالتا اور پانی پلانے کی سعادت حاصل کرتا''

Marfat.com
Marfat.com

یہ سُن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک ڈول خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ جس کو حضور ﷺ نے کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔

اس کے بعد حضور سرورِ کائنات ﷺ مراجعت فرمائی۔ اور رات منیٰ میں بسر فرمائی۔ انتظار فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا۔ نمازِ ظہر سے قبل جمرہ اولیٰ پر آئے۔ سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری پر تکبیر فرماتے جاتے تھے۔ رمیٔ جمرات سے فارغ ہو کر دعا فرمائی۔ پھر جب جمرہ وسطیٰ پر تشریف لائے اسی طرح رمیٔ فرمائی۔ چند قدم وادی کی طرف تشریف لے گئے اور پہلے کی طرح دعا فرمائی۔ پھر جمرہ عقبہ کے سامنے آئے۔ کعبہ کو داہنے ہاتھ اور منیٰ کو بائیں ہاتھ رکھ کر رمیٔ جمار فرمائی۔ یہاں کوئی دعا نہ فرمائی۔

خیف بنو کنانہ میں قیام:

حضور سرورِ کونین ﷺ عید الاضحیٰ کے تیسرے دن عرفات میں قیام فرمایا۔ یعنی ذی الحجہ کی تیرہ تاریخ تھی اور یہ دن آخری ایام تشریق تھا۔ اس کے بعد "وادی محصب" میں نزول فرمایا۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے سپرد حضور سرورِ انبیاء ﷺ کا سامان تھا۔ انہوں نے خیمہ نصب کر دیا۔ جہاں آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔ یہ جگہ "خیف بنو کنانہ" کہلاتا ہے۔ یہ وہی جگہ ہے۔ جہاں سردارانِ قریش نے اکٹھے ہو کر عہد باندھا تھا۔ کہ ہم بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے میل جول نہ رکھیں گے۔ ان سے خرید و فروخت نہ کریں گے۔ جب تک بنو ہاشم رسول اکرم ﷺ کو اُن کے سپرد نہ کر دیں گے۔

حضور سرورِ کونین ﷺ نے اسی مقام پر قیام فرمایا۔ یعنی شعائرِ اسلام اس جگہ پر ظاہر فرمایا۔ جہاں کفر نمودار ہوا تھا۔ حضور انسان کامل ﷺ نے وہاں عشاء تک توقف و قیام فرمایا۔

اسی مقام پر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کی اجازت طلب کی۔ محسنِ کائنات ﷺ نے انہیں اجازت عطا فرمائی۔ اور آپؓ کے بھائی حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا۔ ابھی رات پوری نہ ہوئی تھی کہ انہوں نے عمرہ ادا فرمایا اور واپس آگئیں۔

مدینہ شریف کی طرف روانگی:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمرہ شریف سے واپسی کے بعد کوچ کا حکم فرمایا۔ واپسی پر حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے جانب اسفل جسے "کدا" کہا جاتا ہے۔ کا راستہ اختیار فرمایا۔ مکہ شریف میں داخلے کے وقت اور راستہ تھا اور واپسی پر اور راستہ اختیار فرمایا۔ طوافِ وداع کے وقت وقوف فرمایا۔ مقام "ملتزم" پر کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ احادیث میں مروی ہے۔ اس مقام پر جو کہ حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کی درمیانی جگہ ہے پر جو

Marfat.com
Marfat.com

بھی دعا مانگی جائے۔ وہ شرف قبولیت پاتی ہے۔ اس کے بعد چاہِ زمزم پر تشریف لے گئے۔ اور دستِ مبارک سے ایک ڈول آبِ زمزم نکالا۔ نوش فرمایا اور باقی ماندہ پانی پھر زمزم شریف میں ڈال دیا۔ نمازِ فجر کعبہ شریف میں ادا فرمائی۔ اس نماز میں ''سورة الطور'' تلاوت فرمائی۔ ادائیگی نماز کے بعد روانگی فرمائی۔

خلاصه خطبات نبویه:

نویں ذوالحجہ شریف کو وادی خمرہ میں اترے۔ دِن ڈھلنے کے بعد عرفات میں تشریف لے گئے۔ پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ ''قصویٰ'' پر سوار ہوئے۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ چاروں طرف مکبرین کھڑے تھے۔ جو ایک ایک جملہ دوہراتے جاتے تھے۔ اور ارشادات نبوی ﷺ ہر ایک کے کان تک پہنچ رہے تھے۔

قارئین کرام! غور فرمایئے۔ کیسا سماں ہوگا۔ حضور نبی معظم ﷺ کا قلب اس منظر کو دیکھ کر کیا کیفیت محسوس کر رہا ہوگا؟ آج تمام عمر کی کاشت کاری اور محنتِ شاقہ کا پھل۔ ایک فصل پورے جوبن کے ساتھ لہلہا رہی تھی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کا جم غفیر اپنی مثال آپ تھا۔

اس عظیم اجتماع کی آنکھیں جب اپنے محبوب راہنما ﷺ کو پہاڑی کی بلندی پر اتنے مجمع کثیر کے درمیان دیکھتی تھیں تو ان کے دِلوں کی پرواز کہاں تک پہنچ چکی ہوگی؟

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے حجۃ الوداع میں دو خطبات عطا فرمائے۔ ایک ۹ ذوالحجہ شریف کو عرفات میں اور دوسرا ۱۰ ذوالحجہ شریف کو منیٰ میں۔ یہ خطبات غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا خطبہ حضور ﷺ نے سب سے بڑے دینی اجتماع میں ارشاد فرمایا۔ یہ ایسا موقع تھا۔ کہ مدنی آقا ﷺ کا پیش کردہ کلمۂ حق تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ اور برگ و بار سے لدا ہوا تھا۔ شدید مخالفتوں کے باوجود اتنی عظیم کامیابی سیرت و کردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہی تھی۔ اگر کوئی عام سیاسی اور دنیا پرست شخصیت ہوتی تو آج عیش و عشرت کے اسباب جمع کر کے ان سے حصولِ لذت حاصل کرتی۔ اور سر میں غرور تکبر کی ہوا بھری ہوتی۔ اپنی ہی بڑھائی اور اپنا ہی کلمہ زبان پر ہوتا۔ مگر کیا تھا؟

یہاں تو پہلے سے بھی بڑھ کر عاجزی وانکساری کے ساتھ خدائے وحدہ لاشریک کی حمد و ثناء کے ترانے وردِ زبان تھے۔

ان خطباتِ بے مثال کا ایک حصہ مخصوص ملکی حالات و مسائل سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ بین الاقوامی انسانی منشور پر مشتمل ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

خطبہ عرفات:

مندرجہ ذیل احکام الٰہیہ بیان فرمائے۔جن کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

☆ میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔وہ اکیلا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس حقیقت کا اعلان کرتا ہوں کہ "میں محمد ﷺ" اس کا بندہ اور رسول ہوں۔

☆ اللہ کے بندو! میں تم کو اسی کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں۔اور ترغیب دلاتا ہوں۔

☆ اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو۔میں تم کو وضاحت سے بتاتا ہوں۔کیونکہ میں ایسا نہیں خیال کرتا کہ اس سال کے بعد میں تم سے اسی مقام پر ملاقات کرسکوں۔

☆ اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے لئے حرام کر دیئے گئے ہیں۔تاکہ تم اپنے رب کے حضور پیش ہوسکو۔جیسا کہ تمہارے لئے یہ مہینہ یہ دن اور یہ شہر ہے۔

☆ جس کسی کے پاس کوئی امانت ہو وہ اس کے مالک کے پاس پہنچا دو۔

☆ دورِ جاہلیت کی سودی رقمیں کالعدم کر دی گئی ہیں۔اور سب سے پہلے میں اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سودی مطالبات کو کالعدم قرار دیتا ہوں۔

☆ دورِ جاہلیت کے تمام خون کا مطالبہ کالعدم کرتا ہوں۔سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے فرد حضرت عمار بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ قصاص ختم کرتا ہوں۔

☆ دورِ جاہلیت کے تمام اعزازات اور مناسب ختم کیے جاتے ہیں۔سوائے سدانیہ (کعبہ کی دیکھ بھال) اور سقایہ (پانی پلانی کا سعبہ)

☆ قتل عمداً کا قصاص لیا جائیگا۔اس کی دیت سو اونٹ مقرر کی جاتی ہے۔

☆ زمانہ پھر پھرا کر اسی حالت پر آ گیا ہے۔جو اس وقت تھی۔جب خدا تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا۔سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔اس میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔

☆ اے لوگو! تمہاری خواتین کو تمہارے مقابلے میں کچھ حقوق دیئے گئے ہیں۔اور تمہیں ان کے مقابلے میں کچھ حقوق نصیب ہیں۔ان پر لازم ہے۔کسی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔تمہاری خوابگاہوں کی حفاظت کریں۔اگر وہ کوئی ایسی بات کریں۔جو تمہیں ناگوار ہو۔تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے۔تم ان کو جُدا کر سکتے ہو۔یا کوئی ایسی بدنی سزا دے سکتے ہو جو نشان ڈالنے والی نہ ہو۔پس تم خواتین کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔اچھے طریق سے ان کی تربیت کرو۔

Marfat.com
Marfat.com

☆ اے لوگو! عام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کیلئے اس کے بھائی کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔

☆ میرے بعد کہیں اخوت کو ترک کر کے پھر کافرانہ ڈھنگ اختیار کر کے ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگنا۔

☆ میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک تم لوگ اس پر کاربند رہو گے کبھی راہ راست سے نہ ہٹو گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

☆ اے لوگو! تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائیگا۔ اب تم بتاؤ کیا کہو گے؟

سب نے بلند آواز سے کہا۔ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا۔ امت کو نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔ حقیقت سے سارے پردے اُٹھا دیئے۔ اور اللہ کی امامت ہم تک کما حقہ پہنچا دی۔

اس پر حضور سرورِ کائنات ﷺ نے تین بار انگشتِ شہادت بلند فرمائی۔ اور فرمایا! اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ! تو گواہ رہنا، اے اللہ تو گواہ رہنا۔

☆ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر تک پہنچا دیں۔ ممکن ہے کہ بعض غیر حاضر لوگ سامعین سے زیادہ اچھی طرح یاد رکھ سکیں۔ اور ان کی حفاظت کریں۔

☆ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں ہر وارث کیلئے حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت ناجائز ہے۔

☆ تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو، اور اس کی رحمتیں نازل ہوں۔

خطبہ منیٰ:

(''اے لوگو! غور سے سنو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی نئی اُمت آئے گی۔ غور سے سنو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔ پنجگانہ نماز ادا کرو۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ حرم پاک کا حج کرو اور اپنے امراء و حکام کی اطاعت کرو۔ تا کہ اپنے رب کی جنت میں جگہ پا سکو۔'')

''کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے جو یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ساری بادشاہی اس کی ہے۔ سب تعریفیں اس کیلئے ہیں۔ اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ہم مڑ کر آنے والے ہیں۔ ہم لوٹ کر

Marfat.com
Marfat.com

آنے والے ہیں۔ہم عبادت کرنے والے ہیں۔ہم سجدے کرنے والے ہیں۔ہم اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔اپنے بندے کی مدد کی اور کفار کے لشکروں کو اکیلے شکست دی"۔

یہ خطباتِ رسالت مآب ﷺ ایک بین الاقوامی منشور ہیں۔جس کے متبادل تمام تر انسانی کاوشوں کے باوجود کوئی منشور معرضِ وجود میں نہیں آسکا۔

خطبہ غدیر خم:

مناسک حج ادا کرنے کے بعد رہبرِ نوعِ انسانی ،محبوبِ ربانی ﷺ اپنے جملہ جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔جب یہ کارواں عشق ومستی "غدیر خم" کے مقام پر پہنچا۔تو قیام فرمایا۔اور محسنِ انسانیت ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔روئے انور صحابہ کی طرف فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمانوں میں ان کی جانوں سے بھی عزیز ہوں۔

تمام عاشقانِ وفا نے عرض کی "بلٰی" کیوں نہیں۔

بلاشبہ آپ ﷺ تمام مسلمانوں کی جانوں سے قریب ومحبوب ہیں۔پھر ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: "آگاہ ہو جاؤ۔میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔جو ایک دوسرے سے بزرگ تر ہیں۔ایک قرآن مقدس ہے۔اور دوسری میری اہلِ بیت یاد رکھو۔میرے بعد ان دونوں چیزوں میں احتیاط کرنا ،یہ دونوں میرے بعد ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگی"

اس کے بعد فرمایا

"حق تعالیٰ میرا مولا ہے اور تمام مسلمانوں کا میں مولا ہوں"

اب شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا بلند فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَاِنَّ عَلِیاً مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

ترجمہ: جس کا میں مولا ہوں۔علی بھی اس کا مولا (مددگار) اور دوست ہے۔اے اللہ! جو ان کو دوست بناتا ہے۔اس کو تو بھی اپنا دوست بنا اور جو ان سے عداوت رکھتا ہے ان سے تو بھی عداوت رکھ۔

اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خصوصی ملاقات کی اور مبارک باد دی۔

Marfat.com
Marfat.com

اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت براء بن حاذب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(مشکوۃ شریف)

خطبہ ارشاد فرمانے کی وجہ :

رسولِ مقبول ﷺ نے یمن کی طرف ایک لشکر بھیجا جس کے سپہ سالار داماد رسول، شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ یہ تین سو سوار جب مہم ختم کر چکے۔ فتح یاب ہوئے تو ان کے پاس بے شمار مالِ غنیمت (اونٹ، بکریاں، عورتیں، بچے اور نفیس ململ کا کپڑا) تھا۔ تمام مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر اہلِ لشکر میں تقسیم کر دیا۔ پانچواں حصہ حضور سرورِ دو عالم ﷺ کیلئے تھا۔ مدینہ طیبہ جانے کی بجائے۔ مکہ شریف میں ادائیگی حج اور حضور ﷺ کے زیر سایہ پہنچنے میں جلدی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو خمس مال کا نگران مقرر فرمایا اور خود پہلے مکہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام نفیس ململ خاتم النبین ﷺ کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن راستہ میں اہلِ لشکر نے نگران کو راضی کر لیا۔ کہ مکہ شریف میں تمام حجاج جو حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ساتھ ہیں وہ نفیس اور خوبصورت لباس میں ملبوس ہونگے۔ اور ہم گزشتہ تین ماہ سے اس مہم میں ہیں۔ ہمارے لباس گندے اور پھٹے ہوئے ہیں۔ لہذا اس ململ میں سے ہمیں احرام کیلئے دو۔ دو چادریں دے دیں۔ نگران مان گئے۔ اور انہوں نے احرام نئے ململ کے کپڑوں کے بنا لئے۔ جب مکہ شریف کے قریب پہنچے تو سپہ سالار لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو وہ غصہ میں آ گئے۔ اسی غصہ میں تمام اہلِ لشکر کو حکم دیا کہ وہ اپنے پرانے کپڑے پہن لیں اور نئے اتار کر مالِ غنیمت میں جمع کروا دیں۔ نتیجہ کیا ہوا کہ لشکر میں ناراضگی پھیل گئی۔

واپسی پر انہوں نے رسولِ مقبول ﷺ سے بڑی سختی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی۔ یہ سُن کر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تکریم کے لئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسیلمہ کذاب کا خط:

وفود کے باب میں ایک وفد بنو حنیفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وفد یمامہ سے تھا۔ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مگر ان میں ایک شخص ''مسیلمہ'' تھا جو نبوت کا دعویدار بن بیٹھا۔ اس نے حضور سرورِ عالم ﷺ کو ایک خط لکھا اور دو قاصدوں کو دے کر بھیجا۔ اس خط کا متن یہ تھا۔

''اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف آپ ﷺ پر سلام ہو۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اختیارات میں آپ ﷺ کا حصہ دار بنوں۔ آدھی زمین ہماری اور آدھی قریش کی حالانکہ وہ غاصبانہ

Marfat.com
Marfat.com

حرکت کرنے والے لوگ ہیں"

حضور سرورِ کونین ﷺ نے قاصدوں کو فرمایا

"اس معاملہ میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

انہوں نے کہا۔

"ہمارا بھی وہی خیال ہے جو اس کا ہے"

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا

"خدا کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہ کرو تو میں تمہارے سر قلم کر دیتا"

اس کے بعد حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے جواب میں لکھا

"اللہ کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی طرف

"سلامتی ہو اس پر جو راہ خدا کی پیروی کرے۔ یقیناً زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انتظام کار متقیوں کے حق میں ہے" (صحیح بخاری شریف صفحہ ۶۱ تا ۶۵)

دیگر کذاب:

اسی زمانہ میں دو اور جعل ساز اُٹھے۔ جن میں ایک بنی اسد کا سردار "طلیحہ" تھا اور دوسرا یمن کا "اسود بن کعب" تھا۔ جس کو کچھ کامیابی ہوئی اس نے اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس کے غرور نے زیادہ ساتھ نہ دیا۔ اور اس کے پیروکار اس کے خلاف ہو گئے۔ اور اُسے قتل کر دیا۔

طلیحہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شکست دی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اسلام کیلئے ایک طاقت ثابت ہوا۔

مسیلمہ کذاب کو کافی دیر کے بعد "نسیبہ" کے بیٹے عبداللہ" نے اپنی تلوار سے کاری زخم لگایا۔ اور "وحشی" کا نیزہ آر پار ہو گیا۔ اور جہنم رسید ہوا۔ ان کے علاوہ "بنو تمیم" کی عورت جس کا نام "سجاح" تھا نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن حضور ﷺ نے ان کے خلاف فوری قدم نہ لیا۔ کیونکہ حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کی توجہ شمال کی جانب شام کی طرف تھی۔ لہٰذا انہوں نے جنگ موتہ کا بدلہ لینے کیلئے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر تیار فرمایا۔ جس کا سپہ سالار "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ" تھے جو ابھی کمسن تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

جیشِ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ :

حضور سرورِ دو عالم ﷺ حجۃ الوداع کے طویل اور کٹھن سفر سے ماہ ذی الحجہ شریف کے آخر میں مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے ۔ ماہ محرم اور ماہ صفر یہاں گزارا اسی مدت میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کرنے کی تیاری شروع کردی ۔ غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کو رومیوں کے لشکر جرار سے بسلامت نکال لائے تھے ۔ لیکن شکستِ فاش دینے کی حسرت پوری نہ ہوئی تھی ۔ جبکہ رومی طاقت کے دل میں غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ ہم مسلمانوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں ۔ ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے اور وہاں موجود عرب باشندوں کے دلوں میں اسلامی لشکر کی قوت بحال کرنے کیلئے حضور سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا ۔

اس واقعہ کو علامہ شیخ حسین بن محمد بن حسن نے اپنی کتاب ''تاریخ الخمیس'' میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اس مہم کی تفصیلات پیشِ خدمت ہیں ۔

سن ۱۱ ہجری میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سالارِ لشکر بنا کر ''ابل انتھی'' کی طرف بھیجا ۔ یہ ایک شہر کا نام ہے جو ''بلقاء'' کے قریب ہے ۔ یہ آخری فوجی مہم تھی ۔ جو حضور نبی اکرم ﷺ نے اس جگہ بھیجی جہاں اسلام کے تین عظیم مجاہد شہید ہوئے تھے

حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو یاد دلایا اور حکم دیا اس جگہ جاؤ جہاں رومیوں نے تیرے باپ کو شہید کیا تھا ۔ اور اس لشکر کے گھوڑوں سے اس جگہ کو روند ڈالو ۔ مزید فرمایا

(''صبح سویرے اہل اتھی پر حملہ کرنا ۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ فتح و ظفر عطا فرمائے تو وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرنا ، اپنے جاسوس اپنے آگے آگے روانہ کرنا ۔ اور اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو لے جانا جو راستوں کے پیچ و خم کو جانتے ہوں'') جب بدھ کا دن ہوا تو حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کو تکلیف شروع ہوگئی ۔ شدید بخار اور سخت درد تھا ۔ جمعرات کے روز حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے دست مبارک سے جھنڈا عطا فرمایا ۔ ارشاد فرمایا ۔

اُغْزُ بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰهِ

ترجمہ: ''اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کیلئے نکلو اور جو اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان سے جنگ کرو''

Marfat.com
Marfat.com

جیشِ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
(نبی ﷺ کی نبوت کے آخری ایام میں)
صفر 11ھ

Marfat.com
Marfat.com

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ ہو کر مع لشکر ''جرف'' کے مقام پر آ کر قیام کر لیا۔ یہ مقام مدینہ شریف سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اکابر مہاجرین اور انصار میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کو اس لشکر میں شریک نہ کیا گیا ہو۔

(''حضرت صدیق اکبر۔ فاروقِ اعظمؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ سعید بن زیدؓ، ابو عبیدہ۔ اور قتادہ بن نعمانؓ)

یہ سارے بزرگ صحابہ کرام اس لشکر میں شامل تھے۔ بعض صحابہ کرام نے چہ میگوئیاں شروع کیں۔ کہ اتنے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہما پر سالار ایک بیس سالا جوان مقرر کیا گیا ہے۔ جب حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے یہ بات سُنی، سخت غصہ میں اُٹھے۔ سر مبارک پر پٹکے کو باندھا۔ چادر اوڑھی اور منبر پر تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

(''اے لوگو! یہ کیا بات میرے کانوں تک پہنچی کہ تم اسامہؓ کے امیر بنانے پر اعتراض کر رہے ہو؟ اگر تم اسامہؓ کو امیر بنانے پر معترض ہو تو تم نے اس کے باپ زید بن حارثؓ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ جب میں نے اس کو لشکر کا سالار بنایا تھا۔ بخدا! زیدؓ بھی اس منصب کا مستحق تھا۔ اور اس کا بیٹا اسامہؓ بھی اس منصب کا اہل ہے''۔)

پھر حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لا کر گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ ہفتہ کا دن تھا۔ اور ربیع الاول کا مبارک مہینہ تھا۔ وہ مسلمان جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مہم میں جا رہے تھے۔ الوداعی سلام عرض کرنے کیلئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور فوراً لشکر میں واپس چلے گئے۔ بروز اتوار حضور خاتم النبیین ﷺ کی تکلیف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ درد میں شدت آ گئی۔ سپہ سالارِ لشکر اسلام حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سلام عرض کرنے حاضر ہوئے۔ تو اس وقت نبی کریم ﷺ پر غشی طاری تھی۔ حضرت اسامہؓ نے جھک کر سرکارِ دو جہاں ﷺ کے سر مبارک کا بوسہ لیا۔ اور اجازت کیلئے عرض کی۔ اس پر حضور سرورِ عالم ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند فرمائے۔ اور حضرت اسامہؓ کے اوپر رکھ دیئے۔ گویا ان کیلئے دعا فرمائی۔

اس کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، اپنی چھاؤنی میں آ گئے۔ اور لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ لشکر کی روانگی شروع ہو گئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، اپنی سواری پر ابھی سوار ہونے والے تھے۔ کہ

Marfat.com
Marfat.com

ان کی والدہ محترمہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہما کا قاصد ان کے پاس آیا۔ اور اس نے بتایا۔ حضور رسول ﷺ کا آخری وقت ہے۔ چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باہمی مشورے سے لشکر واپس مدینہ آگیا۔ دوسرے دِن یعنی سوموار بارہ ربیع الاول شریف کو حضور رحمتِ عالم ﷺ نے رفیق اعلیٰ کی طرف سفر فرمایا۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)۔

اس وقت لشکرِ اسامہ کا جھنڈا حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے اُٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے یہ جھنڈا حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے درِ اقدس پر گاڑ دیا۔ جب مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق خلیفۃ الرسول مقرر کرلیا۔ تو انہوں نے سب سے پہلے یہ جھنڈا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا کہ وہ جلد از جلد اس مہم پر روانہ ہوں۔ جس پر ہمارے محبوب نبی ﷺ نے حکم دیا تھا۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۱۵۴۔۱۵۵)

حضور سرکارِ دو جہاں ﷺ کی رحلت کے بعد فتنہ ارتداد نے زور پکڑ لیا۔ اس وقت حضرت اسامہؓ کا لشکر ''خندق'' کے مقام پر فروکش تھا۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ انہیں عرض کریں۔ کہ ان فتنہ ارتداد کی وجہ سے لشکرِ اسامہؓ کو کچھ دیر کیلئے ملتوی کر دیا جائے۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں تو پھر بھیج دینا۔ انصار نے یہ بھی عرض کی۔

(''اگر خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکر کو واپس کرنے سے انکار کردیں تو پھر ہم سب کی طرف سے عرض کیجئے کہ اس کمسن نا تجربہ کار اسامہؓ کی بجائے کسی تجربہ کار شخص کو لشکر کا امیر مقرر کریں'')

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفۃ الرسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا پیغام گزارش پیش کیا تو اس عاشق صادق یارِ غار رسول، خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

وَاللّٰهِ لَوْ تَخْطِفُنِی الذِّئَابُ وَالْكِلَابُ لَمْ اَرُدَّ قَضَاءً قَضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: ''بخدا! اگر مجھے بھیڑیئے اور کتے اُچک کر لے جائیں تو بے شک لے جائیں مگر جو فیصلہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ میں اس کو منسوخ نہیں کرسکتا''۔

اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جماعت انصار کا پیغام پہنچایا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق

Marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہ کو یارائے صبر نہ رہا۔ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی ریش مبارک پکڑ لی اور فرمایا۔

ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ وَعَدِمَتْکَ یَابْنَ الْخَطَّابِ اَسْتَعْمَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَاْمُرُنِیْ اَنْ اَنْزِعَہٗ ○

ترجمہ: "اے [illegible] تیری ماں تجھے روئے۔ اور تجھے گم کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسامہؓ کو سالار مقرر فرمایا ہے۔ تو مجھے یہ کہتا ہے کہ میں اس کو معزول کر دوں۔ یہ ناممکن ہے ایسا نہیں ہو سکتا"۔ (السیرۃ النبوۃ جلد دوم صفحہ 331)

چنانچہ لشکر اسامہ ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی درخواست پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنے پاس رکھنے پر اکتفا کیا گیا۔

انہوں نے پہلے قضاعہ پر حملہ کیا۔ پھر موتہ کے مقام پر پہنچے۔ بیس روز سفر کرنے کے بعد ابنی کے مقام پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا۔ بہت سے [illegible] کو جنگی قیدی بنالیا۔ جس کافر نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اُسے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ بہت سامال غنیمت لے کر فتح و کامرانی کے پرچم لہراتے [illegible] روانہ ہوئے۔ جب خلیفۃ الرسول کو لشکر کی آمد کی خبر ملی تو خود انصار مدینہ کے ساتھ لشکر کا استقبال کرنے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لائے۔ اس مہم میں چالیس دن صرف ہوئے۔ مسلمانوں کی اس [illegible] ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ مسلمانوں کی عسکری قوت کا رعب [illegible] ہوئی۔

عاشقانِ دلفگار کی ملاقات:

ماہ محرم اور ماہ صفر حضور [illegible] اپنے عاشقانِ دلفگار کی ملاقات اور ان کی [illegible] وہاں [illegible] اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان شہدائے اسلام کے [illegible] فرماتے رہے۔ [illegible] پاس انہیں یہ مژدہ فرمایا۔

اَنْتُمُ السَّابِقُوْنَ وَ نَحْنُ [illegible]

ترجمہ: "تم ہم سے آگے جانیوالے ہو۔ اور ہم جلدی تم سے ملنے والے [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

واپسی پر حضور خاتم النبین ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے اور ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا۔

(''میں تمہارا پیشرو ہوں یعنی تم سے آگے جانے والا ہوں۔ اور میں تم پر گواہی دوں گا۔ اور میری ملاقات حوضِ کوثر پر ہوگی۔ اور میں یہاں بیٹھا ہوا۔ حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئیں۔ مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔ لیکن مجھے یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہو گے اور ہلاک ہو جاؤ گے۔ جس طرح تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئی تھیں''۔) (السیرۃ النبوۃ، الرحیق المختوم صفحہ 435-456)

امام ابنِ اسحاقؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ جو کہ رسول کریم ﷺ کے غلام تھے۔ ایک بار انہیں باعثِ تخلیق کائنات۔ محسنِ انسانیت۔ انسان کامل حضرت رسول خدا ﷺ نے یاد فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں حاضرِ خدمت ہوا۔ تو ارشاد ہوا۔

''اے ابو مویہبہ! مجھے حکم ہوا ہے کہ جنت البقیع میں جو لوگ مدفون ہیں ان کیلئے مغفرت طلب کروں۔ تم میرے ساتھ چلو''

حضور ﷺ چلے تو میں بھی ساتھ تھا۔ جنت البقیع میں پہنچ کر قبروں کے درمیان تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔

''اے قبروں کے مکینو! تم پر سلامتی ہو۔ جس حالت میں تم ہو وہ تمہیں مبارک ہو کیونکہ تمہاری حالت اس حالت سے بہتر ہے۔ جس میں آج کل لوگ مبتلا ہیں۔ تاریک رات کی طرح تاریکی چھا رہی ہے۔ اگلے فتنہ کے پیچھے دوسرا فتنہ ہے۔ اور دوسرے کے پیچھے تیسرا اور بعد والا فتنہ پہلے والے سے زیادہ سخت اور شدید ہے''۔

پھر حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

''اے موہبہؓ! میرے سامنے دنیا کے خزانوں کی چابیاں پیش کی گئی ہیں۔ پھر طویل زندگی اور پھر جنت، میں نے طویل آسائشوں اور اختیارات کو مسترد کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی زیارت اور جنت کی ابدی بہاروں کو اپنے لئے پسند کر لیا ہے''۔ (السیرۃ النبوۃ جلد چہارم صفحہ 444)

میں نے عرض کی

Marfat.com
Marfat.com

(''یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ حضور ﷺ! دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور طویل زندگی کے بعد جنت قبول فرماتے'')

اس پر حضور سید الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَا وَاللّٰهِ يَا اَبَا مُوَيْهِبَةَ ، لَقَدِ اخْتَرْتُ لِقَآءَ رَبِّيْ وَالْجَنَّةَ

ترجمہ: ''اے مویہبہؓ! بخدا ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں نے اپنے لئے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو چن لیا ہے''۔

مرض کا آغاز:

سن 11 ہجری ماہ صفر کی انتیس تاریخ اور دوشنبہ کا دن تھا۔ کہ ایک صحابیِ رسول کا انتقال ہوا۔ ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے رحمت عالم ﷺ ''بقیع الغرقد'' میں تشریف لے گئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب واپس تشریف لائے۔ تو راستے ہی میں دردِ سر شروع ہوگیا۔ شدتِ درد سے بخار بھی تھا۔ بخار اتنا تیز تھا کہ جس پٹکے سے رحمتِ دو جہاں ﷺ نے اپنا سر مبارک باندھا ہوا تھا۔ اس کے اوپر ہاتھ رکھنا بھی محال تھا۔ یہی مرض رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کا سبب بن گیا۔ اس مرض کا دورانیہ مختلف روایات میں ''تیرہ، چودہ اور پندرہ'' دن ہے۔ اس علالت کے دوران ''گیارہ دن'' تک حضور سرورِ کائنات ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف لاتے رہے اور ہر نماز کی امامت فرماتے رہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''جب رسولِ خدا ﷺ بقیع الغرقد سے واپس تشریف لائے تو میرے سر میں شدید درد تھا۔ میں کہہ رہی تھی۔ ''وَارَأْسَاهُ' ہائے میرا سر۔ ہائے میرا سر''

حضور مدنی تاجدار ﷺ نے فرمایا

بَلْ اَنَا وَ اللّٰهِ يَا عَائِشَةُ وَارَأْسَاهُ

ترجمہ: اے عائشہؓ! میرے سر میں بھی بڑی شدت کی درد ہے''

درد کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس روز حضرت نبی مکرم ﷺ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تھے۔ آج اُن کی باری کا دِن تھا۔ اس درد کی شدت کے باوجود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی ازواج المطہرات کی باریوں کا لحاظ رکھا۔ لیکن جب ہر روز مکان بدلنے میں دِقت محسوس کی۔ تو تمام امہات المومنین کو طلب فرمایا اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں دِن گزارنے کی

Marfat.com
Marfat.com

اجازت طلب کی۔ جب انہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ تو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کے کندھوں کا سہارا لے کر حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ نقاہت کی وجہ سے قدم مبارک زمین کے ساتھ گھسٹ رہے تھے۔

اس اثناء میں ایک روز حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنے پاس بلایا۔ پہلے ان کو دعاؤں سے نوازا۔ پھر پند و نصیحت فرمائی۔ ارشاد فرمایا۔

''اے مسلمانو! مرحبا۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے۔ تم کو رزق دے۔ تمہاری مدد کرے۔ تم کو رفیع مراتب پر فائز کرے اور تم کو امن و امان میں رکھے۔ اے بندگانِ خدا میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں۔ اور تم کو اس سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ میں نذیرٌ مبینٌ ہوں۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں کے ساتھ غرور و نخوت کو اختیار نہ کرنا اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں حکم دیا ہے۔ کہ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. (سورۃ القصص ۸۳)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کر دیں گے۔ اس کی نعمتوں کو ان لوگوں کے لئے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے''۔

رِحلتِ مبارکہ سے پانچ روز قبل:

چہار شنبہ کا روز تھا۔ بخار میں بہت شدت آ گئی۔ جس کی وجہ سے غشی طاری ہوگئی۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

''مختلف کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے بھر کر لاؤ اور انہیں مجھ پر انڈیل دو تاکہ مجھے سکون ہو اور میں لوگوں کے پاس جا کر وصیت کرسکوں''

چنانچہ سات مختلف کنوؤں سے پانی کے سات مشکیزے بھر کر لائے گئے۔ حضور مدنی تاجدار ﷺ کو ایک لگن میں بٹھایا گیا۔ اور پانی انڈیلا گیا۔ یہاں تک کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ ''بس۔ بس''

Marfat.com
Marfat.com

اس طرح بخار کی حدت میں کمی ہوئی۔ اور آرام محسوس ہونے لگا۔ حضور رحمت عالم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ سر مبارک پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر اپنی لعنت بھیجے۔ جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا''

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کی وضاحت میں تحریر کیا ہے۔

علماء کبار کی تشریحات سے واضح ہے کہ اس حدیث میں کسی نبی یا ولی کی قبر کو سجدہ گاہ بنانا یا بتوں کی طرح ان کو پوجا کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ لیکن انبیاء و اولیاء کے مزارات پر حاضری دینا اور ان کے ایصالِ ثواب کیلئے وہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر ایصالِ ثواب ہے اور وہ جائز ہے۔ (عمدۃ القاری جلد سوم صفحہ 433)

عدل و انصاف کے شہنشاہ نبی ﷺ:

صحیح بخاری شریف میں حضرت امام بخاری نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ علالت کے دنوں میں شدید بخار کی حالت میں میرے پاس تشریف لائے۔ اور مجھے حکم فرمایا۔

(''اے فضلؓ! میرا ہاتھ پکڑلو اور لوگوں میں منادی کردو کہ سب جمع ہو جائیں'')

میں نے بلند آواز سے کہا ''الصلوۃ الجامعۃ'' لوگ یہ سنتے ہی مسجد نبوی ﷺ میں جوق در جوق اکٹھے ہو گئے۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو مرشدِ حق ﷺ نے شدید علالت کے باوجود اپنے صحابہ کو یوں خطاب فرمایا۔

اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہے تو میری پیٹھ حاضر ہے۔ وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو بُرا بھلا کہا ہے۔ تو میری آبرو حاضر ہے۔ وہ اس سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے۔ وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا۔ یہ میری شانِ کریمی نہیں ہے۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ 161)

Marfat.com
Marfat.com

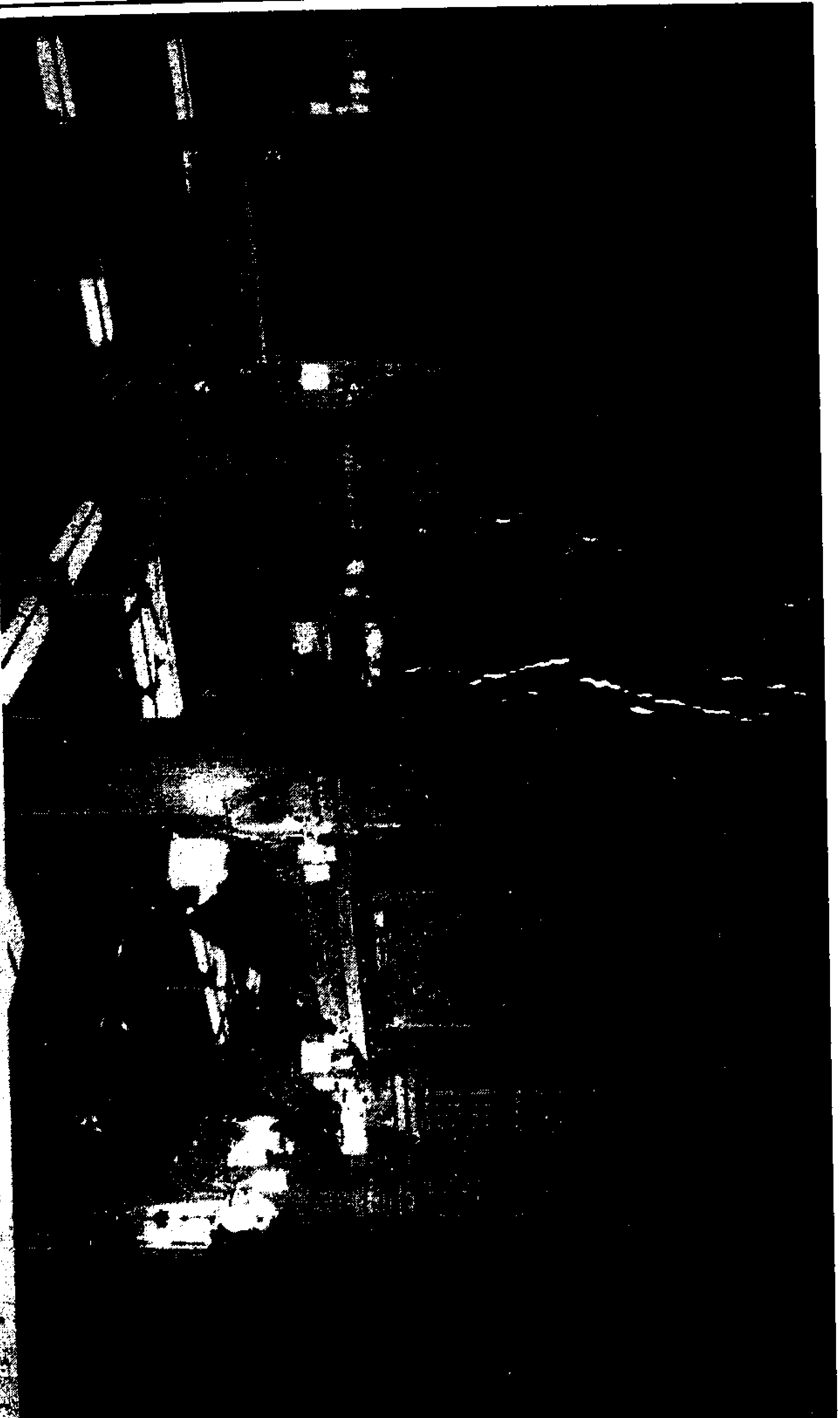

"منبر رسول ﷺ" اور "ریاض الجنۃ" کا مبارک منظر

Marfat.com
Marfat.com

یعنی مجھے یہ امر بہت پسند ہے کہ اگر کسی کا کوئی حق میرے ذمہ ہے تو وہ مجھ سے وصول کرے یا معاف کر دے تا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کروں کہ کسی کا حق میرے ذمہ واجب الادا نہ ہو۔

ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ میرے تین درہم آپ ﷺ کے ذمہ ہیں۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا۔ ''اے فضلؓ! اسے تین درہم ادا کردو۔

انصار کے بارے وصیت:

پھر فرمایا!

(''میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے قلب وجگر ہیں انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی۔ مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ لہذا ان کے نیکوکاروں سے ان کی نیکیاں قبول کرنا اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرنا'')

حضرت صدیقِ اکبرؓ کو امامت کا حکم:

حضور امام الانبیاء ﷺ وفاتِ حسرت آیات سے چار دن قبل خود امامت فرماتے رہے۔ اس روز بھی نمازِ مغرب حضور ﷺ نے خود پڑھائی۔ اور اس میں ''سورۃ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا'' تلاوت فرمائی۔ عشاء کے وقت تکلیف بڑھ گئی۔ اور حضور پُر نور ﷺ مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کیا لوگوں نے نمازِ عشاء پڑھ لی ہے''؟

میں نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! وہ سب آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں''

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''میرے لئے لگن میں پانی رکھو۔ حضور ﷺ نے غسل فرمایا اور مسجد میں جانے کا ارادہ فرمایا۔ مگر غشی طاری ہوگئی۔ تین بار ایسا ہوا۔ غسل فرماتے۔ مسجد میں جانے کا ارادہ فرماتے لیکن شدت میں اضافہ ہو جاتا۔ ہر بار فرماتے، ''کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ یعنی حضور سرورِ کائنات ﷺ کو آخری وقت میں بھی اُمت کی تربیت کی فکر تھی جو بار بار نماز کے بارے میں فرماتے۔ بالآخر حضور سرورِ دوجہاں علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم بھیجا۔

مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاس

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: حضرت ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

جب مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کی کمزوری اور نقاہت کی یہ حالت دیکھی تو ان پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔انہوں نے اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور بلند آواز سے ندا دینے لگے۔

''ہائے میں کس کے سامنے فریاد کروں گا۔ہائے میری امیدوں کا رشتہ ٹوٹ گیا۔میری پشت دوہری ہوگئی۔اے کاش! میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا۔اگر جنا تھا تو آج سے پہلے مرجاتا اور اپنے آقا علیہ السلام کی بیماری اور نقاہت کا دلخراش منظر نہ دیکھتا''۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ 163)

غم واندوہ سے چور چور ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف چلے۔سامنے حضرت صدیقِ اکبرؓ کھڑے تھے۔انہیں پیغام دیا۔جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم سنا اور مصلیٰ کو اللہ کے رسول سے خالی پایا۔تو غش کھا کر گر پڑے۔فرطِ غم سے مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں۔حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے جب یہ آوازیں سنی تو اپنی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا۔

''اے فاطمہ! یہ کیا شور ہے؟''

خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔

(''یارسول اللہ ﷺ! مسلمانوں نے حضور کو نہ پایا تو چیخیں نکل گئیں'')

حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ان پر ٹیک لگائی۔مسجد میں تشریف لائے۔اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلیٰ امامت پر کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔حضور سرورِ انبیاء ﷺ کو سامنے دیکھ کر مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے۔لیکن حضور ﷺ نے اشارہ سے وہاں کھڑا رہنے دیا۔حضور خود بھی مصلیٰ پر دائیں طرف بیٹھ گئے۔صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے۔اور مقتدی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔نماز کے بعد فرمایا۔

''اے گروہ مسلمانان! میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ تم پر میرے قائم مقام ہوگا۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔اس کی اطاعت کرنا۔میں تو اب اس دنیا کو چھوڑنے والا ہوں'' (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ 164)

سید شریف جرجانی علیہ الرحمت نے ''شرح مواقف'' میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا کسی اُمتی کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی۔سوائے ایک دفعہ سفر کی حالت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں صرف ایک رکعت ادا فرمائی۔

Marfat.com
Marfat.com

وہ مزید لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بیماری کے ایام میں نماز پڑھانے کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔خود ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرمائیں اور ان کو کسی وقت معزول نہیں فرمایا۔

حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے تاثرات:

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یوں فرمایا کرتے تھے۔

قَدَّمَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَمْرِ دِیْنِنَا اَفَلَا نُقَدِّمُکَ فِیْ اَمْرِ دُنْیَا نَا (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ: ''اے صدیقؓ! اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے دین کے معاملہ میں آپؓ کو آگے کیا ہم اپنی دنیا کے معاملات میں آپ کو آگے کیوں نہ کریں''۔

علامہ ابنِ اثیرالجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب ''اسد الغابتہ'' میں امام حسن بصریؒ کے واسطہ سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

''سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو آگے کھڑا کیا۔اور سب لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔اس وقت میں وہاں موجود تھا۔غائب نہیں تھا۔میں صحت مند تھا۔بیمار نہیں تھا۔اگر مجھے آ[illegible] ر اکرنا چاہتے تو حضور مجھے کر دیتے۔لیکن ایسا نہیں کیا۔اس لئے جس ہستی کو اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا۔ہم اس کو اپنی دنیا کیلئے بھی پسند کرتے ہیں''

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے کے لئے ان روشن دلائل کے بعد کسی اور دلیل کی [illegible]ت نہیں۔حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے بار بار فرمایا۔''مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ''ازواج مطہرات نے [illegible]ب اس حکم میں آڑے آنے کی کوشش کی تو حضور ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔سب سے بڑی بات کہ خود حضرت علی رضی اللہ [illegible] نے یہ فیصلہ دیا۔

جب اللہ تعالیٰ اور اس [illegible] رسول ﷺ نے ہمارے دین کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا۔تو اپنی دنیا کیلئے بھی انہیں پسند [illegible]رتے ہیں۔

(السیرۃ النبوۃ جلد سوم [illegible] 318) پر تحریر ہے کہ جمعرات کو مرض نے جب زیادہ شدت کی تو حضور سرورِ کائنات ﷺ نے چاہا کہ اپنی امت کی راہنمائی کے لئے کچھ ہدایات لکھ دوں۔حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے عبد

Marfat.com
Marfat.com

الرحمٰن بن ابوبکرؓ کو فرمایا۔

''جاؤ میرے پاس ایک تختی لاؤ کہ اس پر میں ابوبکرؓ کے بارے میں لکھ دوں۔ تا کہ اس کے ساتھ کوئی اختلاف نہ کرے''

تعمیل ارشاد کیلئے جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ جانے لگے تو حضور نے فرمایا۔

اَبَی اللّٰهُ وَالْمُومِنُوْنَ اَنْ یَّختَلَفَ عَلَیْکَ یَا اَبَا بَکْرٍ

ترجمہ: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے (ایماندار) اس بات کا انکار کرتے ہیں، کہ تمہارے بارے میں کوئی اختلاف کریں''

رحلت سے دو روز قبل:

اتوار کو حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے بخار میں آفاقہ ہوا۔ تو حضور روحِ کائنات ﷺ دو آدمیوں کا سہارا لے کر پاؤں گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ امامت کروا رہے تھے۔ جب انہوں نے حضور محسنِ کائنات ﷺ کے تشریف لانے کی آہٹ سُنی تو مصلیٰ امامت سے ہٹنے کی کوشش کی لیکن حضور سرورِ دو جہاں ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں۔ سرکارِ دو جہاں ﷺ آگے بڑھے اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ صدیقِ اکبرؓ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور دوسرے لوگ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز کے بعد حضور انسان کامل ﷺ نے منبر شریف پر قدم رنجہ فرمایا۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ کا آخری خطبہ تھا۔ ارشاد فرمایا۔

(''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے۔ چاہے تو وہ دنیا کی زیب و زینت کو پسند کرے اور چاہے تو جو انعام و اکرام اللہ کے پاس ہے۔ اس کو اختیار کرے چنانچہ اس بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے۔ اس کو اختیار کر لیا ہے''۔)

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور عرض کی۔

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ نَفْدِیْکَ بِاٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

ترجمہ: ''میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں۔ ہم اپنے باپوں، ماؤں، اپنی جانوں اور اپنے احوال کو حضور ﷺ کے عوض بطور فدیہ پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہمیشہ سلامت رکھے''۔

Marfat.com
Marfat.com

یارِ غار اور عاشقِ دلفگار کی محبت بھری گفتگو سن کر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

(''اپنی صحبت اور اپنے مال میں سے تمام لوگوں سے ابوبکرؓ زیادہ احسان کرنے والا ہے۔ اگر میں اہلِ زمین سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن اس کے درمیان اور میرے درمیان اسلامی اخوت کا رشتہ ہے۔ پھر فرمایا مسجد میں کوئی دریچہ نہ رہنے دیا جائے۔ سوائے ابوبکر صدیقؓ کے دریچہ کے'') میں قربان اے صدیق اکبرؓ تیری عظمت پر۔ (تاریخ الخمیس/ السیرۃ النبوۃ جلد سوم)

رحلت سے ایک روز قبل:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بیماری کے دوران نبی کریم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا۔

''اے عائشہؓ! وہ دینار کہاں ہیں؟''

وہ فرماتی ہیں کہ میں فوراً اُٹھی اور وہ دینار لے آئی۔ اور اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دئے۔ حضور سرورِ دو عالم ﷺ دینار اپنے مبارک ہاتھ پر الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر فرمایا۔

''اے عائشہؓ! اگر میں یہ دینار اپنے گھر میں چھوڑ کر اپنے پروردگار سے ملاقات کروں تو میرا پروردگار کیا فرمائے گا؟ کہ میرے بندے کو مجھ پر اعتماد نہیں تھا؟۔ اے عائشہ! ان کو فوراً مساکین میں تقسیم کر دو''

چنانچہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے حضور سرورِ عالم ﷺ کے گھر میں آخری پونجی تھی۔ فوراً مساکین میں تقسیم کر دی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ وہ رات جو حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی آخری رات تھی۔ اس رات میرے گھر کے چراغ میں تیل بھی نہ تھا۔ میں پڑوسن کے گھر سے اپنے چراغ میں تیل ڈلوایا۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ 164)

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے آخری ایام میں پچھتر (75) سیر جو بطور قرضہ ایک یہودی سے لیے تھے۔ اس قیمت کے بدلے میں اپنی مبارک زرہ بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔ پھر حضور محسنِ انسانیت ﷺ نے چالیس غلام آزاد فرمائے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی۔

Marfat.com
Marfat.com

اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ (سورۃ النساء۔۶۹)

ترجمہ: "اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یعنی انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین اور کیا ہی اچھے ہیں وہ ساتھی۔

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہما نے مزید فرمایا۔

مجھ پر خالق کائنات کے اَن گنت احسانات ہیں۔ ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے میرے حجرے میں میری باری کے دن میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے لعابِ دہن کو محسنِ کائنات ﷺ کے لعاب دہن کے ساتھ ملا دیا۔ ہوا یوں کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، میرے گھر آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میں اپنے آقا کو اپنے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ میں نے غور کیا کہ حضور علیہ السلام حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ اس کیلئے میں نے دریافت فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا۔ میں نے مسواک لے لی۔ جو کہ سخت تھی۔ میں نے اپنے دانتوں سے نرم کی پھر حضور ﷺ نے بغیر دھوئے مجھ سے لے لی۔ اور اپنے دہن مبارک میں دانتوں پر پھیرنے لگے۔ قریب پانی کا برتن پڑا تھا۔ اس میں ہاتھ مبارک ڈالتے اور چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے۔ اور فرماتے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دست مبارک کھڑا فرمایا۔ اور فرمایا۔

فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

حیاتِ مبارکہ کا آخری روز:

سوموار کے روز صبح کی نماز کا وقت تھا۔ تمام مسلمان صفیں باندھے اپنے رب کریم کی عبادت کرنے کیلئے مسجد نبوی میں کھڑے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فریضہ امامت سرانجام دے رہے تھے۔ حضور سید کائنات ﷺ اپنی چارپائی سے نیچے تشریف لائے۔ اور دروازے کے قریب تشریف لے آئے۔ دروازے پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔ پردے کو ایک طرف سرکا دیا۔ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے خشوع وخضوع کا یہ روح پرور منظر دیکھا۔ تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضور ﷺ نے تبسم فرمایا۔ جب صحابہ کرام نے دیکھا۔ تو دیدار کیلئے اس قدر بے چین ہوئے کہ قریب تھا کہ یارائے ضبط نہ رہے اور نماز توڑ دیں۔ لیکن رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اشارہ فرمایا

Marfat.com
Marfat.com

اور ارشاد فرمایا۔ اَتِمُّوْا صَلٰوتَکُم اپنی نماز مکمل کرو۔

حضور ﷺ پیچھے ہٹ آئے اور پردہ پھر آویزاں کر دیا گیا۔

اسی روز کاشانۂ اقدس سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔ ایک شخص ملا اس نے پوچھا۔

کَیۡفَ اَصۡبَحَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ یَا اَبَا الۡحَسَنِ

اے ابوالحسن! حضور ﷺ کے مزاج کیسے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ''اَصۡبَحَ بِرِیۡنًا'' حضور اب صحت یاب ہیں

صحیح بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی تمام ازواج مطہرات خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اسی اثناء میں سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ تشریف لے آئیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی چال اور حضور سرورِ کائنات ﷺ کی چال میں ذرا تفاوت نہ تھا۔ جب حضور ﷺ نے اپنی لختِ جگر کو دیکھا تو فرمایا۔

''مَرۡحَبًا یَابِنۡتِیۡ ۔ اے میری بیٹی! میں خوش آمدید کہتا ہوں''

اس کے بعد حضور سید المرسلین ﷺ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور سرگوشی فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زار و قطار رونے لگیں پھر دوبارہ سرگوشی فرمائی تو حضرت سیدہ ہنسنے لگیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔

''اے جانِ پدر! کیا راز کی بات ہوئی کہ آپ رونے کے بعد ہنسنے لگیں؟''

تو لختِ جگر رسول نے فرمایا۔

''میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے راز کو افشا نہیں کر سکتی''

حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے وصال کے بعد میں نے عرض کی۔

''وہ حق جو میرا آپ پر ہے اس کا واسطہ ہے کہ آپ سے پوچھتی ہوں کہ اس روز رحمت عالم ﷺ نے آپ سے کیا سرگوشی کی تھی''

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ہاں اب میں راز افشا کر دیتی ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔

''آپ نے بتایا کہ پہلی بار جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے میرے ساتھ سرگوشی کی تو فرمایا۔ اے فاطمہ!

Marfat.com
Marfat.com

جبرائیل علیہ السلام پہلے ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے میرے ساتھ دو مرتبہ دور کیا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اب میرے وصال کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ اے میری نورِ نظر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اور اس مصیبت پر صبر کرنا میں تمہارے لئے بہترین پیشرو ہوں"

یہ فراق کی خبر سن کر میں رونے لگی۔ دوبارہ میرے آقا ﷺ نے میرے کانوں میں راز سے ایک بات فرمائی۔

اَمَا تَرضَیْنَ اَنْ تَکُونِیْ سَیِّدَۃَ النِّسَآءِ العٰلَمِینَ اَوْسَیِّدَۃَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ فَضَحِکْتُ

ترجمہ: اے فاطمہؓ! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو تمام اہلِ ایمان کی خواتین کی سردار بنادی جائے یا فرمایا اس امت کی تمام خواتین کی سردار بنادیا ہے۔ یہ مژدہ جانفزا سن کر میں ہنس پڑی

اسی مرض کے دوران حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو فرمایا۔

"اے عائشہؓ! خیبر کے روز جو زہریلا کھانا مجھے کھلایا گیا تھا۔ اس کا درد میں ہمیشہ محسوس کرتا رہا اور اس وقت اس زہر سے میری شہ رگ کٹ رہی ہے" (ابن کثیر، السیرۃ النبوۃ جلد چہارم صفحہ 448)

اسی حدیث مبارکہ کے تحت بعض صحابہ کرام نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کیلئے دونوں سعادتیں جمع فرما دیں تھیں۔ یعنی منصب نبوت و رسالت بھی سرفراز فرمایا اور سعادت شہادت سے بھی بہرہ ور فرمایا۔

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خوشخبری سنانے کے بعد دعا فرمائی۔

("اے خدا! میری جدائی میں میری نورِ نظر کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرما")

پھر حضور روحِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ حسن و حسین کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ دونوں معصوم شہزادے حاضرِ خدمت ہوئے تو اپنے محبوب جدِ کریم ﷺ کی تکلیف کو دیکھ کر گریہ کناں ہوئے۔ حضور پُر نور ﷺ نے دونوں شہزادوں کو بوسہ دیا اور صحابہ کرام اور تمام امت کو وصیت فرمائی۔ کہ وہ ان شہزادگان کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ اسی اثناء میں اپنی امت کیلئے دعا فرمائی۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ (432-430) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں۔

"آخری روز حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب وہ آئے تو حضور ﷺ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ میں نے فلاں یہودی سے اتنے درہم قرض لیا تھا۔ تاکہ اُسامہ کے لشکر کیلئے صرف کروں۔ وہ رقم یہودی کو ادا کر دینا۔ خبردار بھول

Marfat.com
Marfat.com

نہ جانا۔ پھر فرمایا۔ حوضِ کوثر پر تو سب سے پہلے میرے پاس آئے گا"۔

حضور سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ نے آخری وصیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جو فرمائی وہ دو جملے تھے۔

اَلصَّلوٰۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

ترجمہ: نماز کی پابندی کرنا اور اپنے غلاموں کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا۔ (مدارج النبوہ جلد دوم صفحہ ۴۳۰۔۴۳۲)

علامہ ابنِ کثیر نے حضور ﷺ کی آخری وصیت یوں درج کی ہے۔

اُوصِیْ بِالصَّلوٰۃِ وَالذَّکوٰۃِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُم

ترجمہ: میں تمہیں نماز اور زکوۃ کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور ان غلاموں کے بارے میں جن کے تم مالک ہو"۔ (مصدر سابق صفحہ 472)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حاضری:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ علالت کے دنوں میں ایک رات جبرائیل علیہ السلام نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ کَیْفَ تَجِدُکَ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام فرماتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟"

حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے درد کی شدید تکلیف ہے۔ تین بار حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ تین بار حضور ﷺ نے ایک جیسا جواب دیا۔ اسی اثناء میں ملک الموت درِ اقدس پر حاضر ہوئے۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! ملک الموت دروازے پر حاضر ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ ساتھ ہی عرض کی کہ آج تک ملک الموت نے اندر آتے ہوئے کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ ہی حضور ﷺ کے بعد کسی سے طلب کرے گا"

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ملک الموت کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ جب وہ حجرہ مبارک میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔

Marfat.com
Marfat.com

''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں سرورِ عالم ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کروں''

اگر حضور مجھے روح قبض کی اجازت دیں گے تو میں روح قبض کروں گا۔ ورنہ روح اطہر جسدِ اقدس میں ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا

''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کیلئے بڑا مشتاق ہے''

- یہ سن کر حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اجازت دے دیں۔ (تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۱۶۵۔166)

آخری لحات میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آقا کا دستِ مبارک پکڑا ہوا تھا۔ اور حضور ﷺ کے جسم اطہر پر پھیر رہی تھیں۔ اور یہ جملے دہرا رہی تھیں۔ جو حضور سید کائنات ﷺ اکثر بیماری کے اوقات میں پڑھا کرتے تھے۔

(''اے سب لوگوں کے پروردگار اس تکلیف کو دور فرما دے۔ اے شفا دینے والے مجھے شفا دیدے۔ تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ایسی شفا جو بیماری کو نیست و نابود کر دیتی ہے'')

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اچانک اپنے دستِ مبارک سے میرا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَالْحِقْنِی بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جس وقت حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی روح مقدس جسد اقدس سے نکل کر سوئے رفیق اعلیٰ روانہ ہوئی۔ تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی جو میں نے پوری زندگی نہیں سونگھی۔ (ابن کثیر، السیرۃ النبوۃ جلد چہارم صفحہ 472)

حضرت اُم المومنین حضرت اُم سلمیٰ فرماتی ہیں۔ میں نے اس روز حضور ختمی مرتبت ﷺ کے صدر مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا۔ کئی ہفتوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی۔ کئی ہفتے مجھے نہ بھوک لگی۔ نہ کھانا کھایا اور نہ وضو کی ضرورت محسوس ہوئی۔ (ابن کثیر۔ السیرۃ النبوۃ جلد چہارم)

وصال مبارک کا دن:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیق رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

''رسولِ خدا ﷺ نے کس روز انتقال فرمایا؟''

انہوں نے فرمایا۔'' سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاول شریف

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔

''مجھے بھی امید ہے کہ میں اسی روز وفات پاؤنگا''

چنانچہ آپؓ نے بھی سوموار کے روز داعی اجل کو لبیک فرمائی۔ (دلائل النبوۃ جلد 7 صفحہ 231)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔

''اے مسلمانو! تمہارے نبی کریم ﷺ کی پیدائش بھی سوموار کے دن ہوئی۔ بعثت بھی سوموار کو ملی۔ مکہ مکرمہ سے ورود مدینہ شریف بھی سوموار کو۔ مکہ مکرمہ کی فتح بھی سوموار کو۔ سورۃ مائدہ کی یہ آیت۔ **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** بھی سوموار کو نازل ہوئی۔ اور حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اسی دن مبارک کو رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔ (السیرۃ النبوۃ جلد 4 صفحہ 505)

عمر شریف:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کی عمر شریف وصال کے وقت تریسٹھ سال تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

غسل مبارک:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اُم المومنین، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

''جب حضور رحمت دو عالم ﷺ کو غسل دینے کا وقت آیا تو صحابہ کہنے لگے ہمیں علم نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو کس طرح غسل دیں؟ کیا جس طرح عام غسل جو عام لوگوں کو کپڑے اتار کر دیتے ہیں۔ یا کپڑوں سمیت غسل دیں؟ یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ سب صحابہ پر نیند مسلط کردی گئی۔ سب اونگھنے لگے ان کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں کو ٹکرانے لگیں۔ اسی وقت حجرہ مبارک کے ایک کونے سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا کوئی یہ کہہ رہا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

اَنْ غَسِّلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثِیَابُہٗ

ترجمہ: ''حضور کو کپڑوں سمیت غسل دو''

چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔

سرکارِ دو جہاں ﷺ کو غسل دینے کی سعادت سیدنا علی المرتضیٰؓ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضور امام الانبیاء ﷺ کو غسل بھی دے رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے تھے۔

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتاً

ترجمہ: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ زندگی میں بھی طیب و پاکیزہ تھے۔ وصال کے بعد بھی طیب و پاکیزہ ہیں۔

غسلِ رسول خدا کے لئے پانی ''غـــدس'' نامی کنوئیں سے لایا گیا۔ جو قباء کی قریب تھا۔ اور حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ اکثر اس کنویں کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

نِعْمَ الْبِرُّ غَدَسٍ هِیَ مِنْ عُیُوْنِ الْجَنَّهِ وَمَاءُ هَا اَطْیَبُ الْمِیَاهِ

غدس کا کنواں بہترین کنواں ہے۔ یہ جنت کے چشموں میں سے بہترین چشمہ ہے۔ اس کا پانی نہایت پاکیزہ ہے۔

اس پانی میں بیری کے پتے ملائے گئے تھے۔

قبر انور:

جب قبر کھودنے کا مرحلہ آیا تو حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ تم میں سے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلا لائے اور دوسرا حضرت ابوطلحہؓ بن سہیل انصاری رضی اللہ عنہ کو لائے۔ حضرت ابوطلحہؓ لحد والی قبر کھودتے تھے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، بغیر لحد کے کھودا کرتے تھے۔ جب دونوں اصحاب کو بلانے کیلئے آدمی بھیجے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خداوند قدوس کی بارگاہ میں دُعا فرمائی۔

Marfat.com
Marfat.com

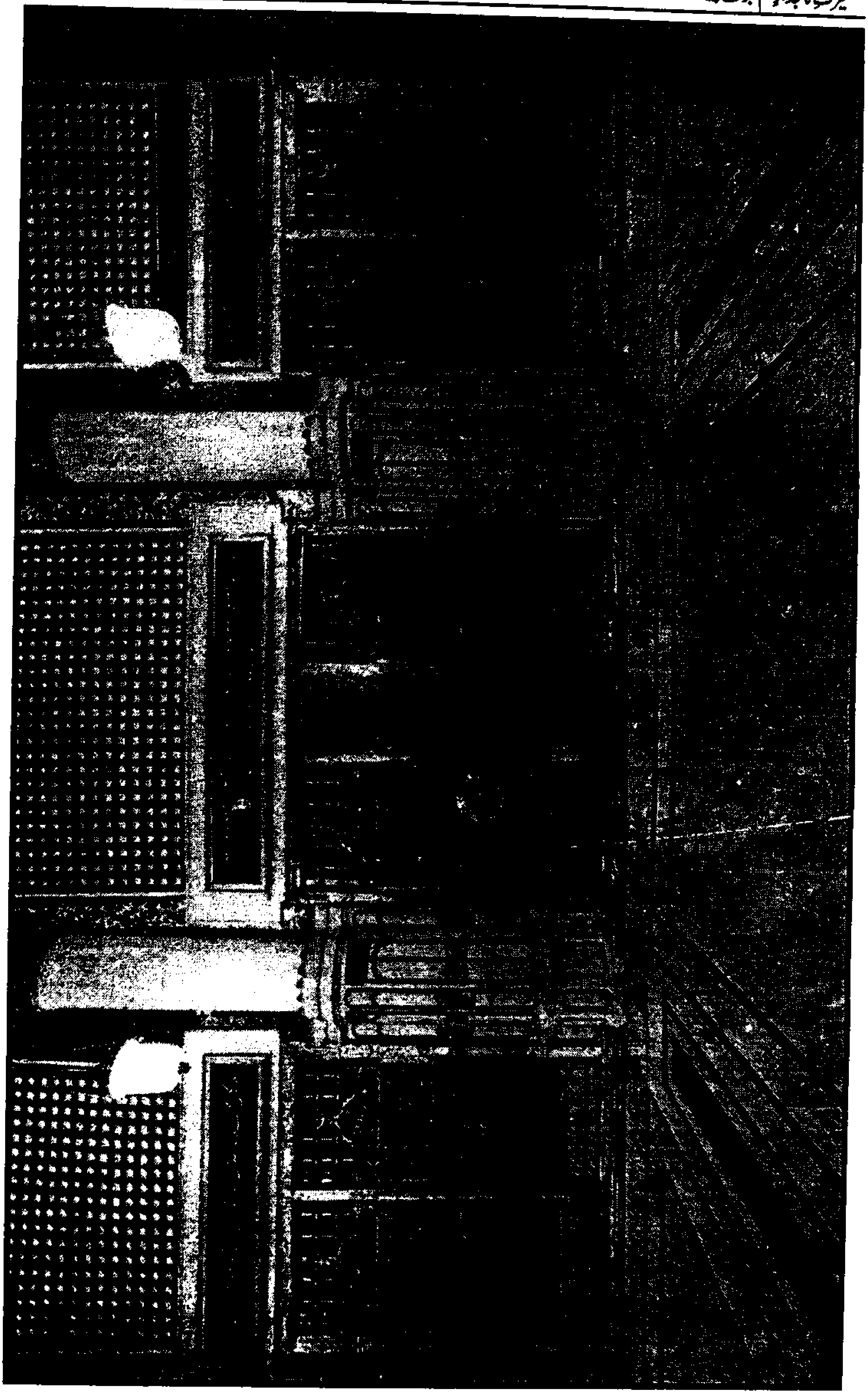

Marfat.com
Marfat.com

اَللّٰھُمَّ خِرْلِرَسُوْلِکَ

ترجمہ: ''اے اللہ! جس کو اپنے رسول ﷺ کے کیلئے پسند کرتا ہے بھیج دے''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نہ مل سکے۔ لیکن ''حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ'' آدمی کے ساتھ آ گئے۔ چنانچہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کیلئے ''لحد'' والی قبر کھودی گئی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ پ 244-245)، (مصدر سالق صفحہ 519)

مبارك كفن:

حضور نبی آخر الزمان ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ یہ تینوں کپڑے یمن کے ایک مقام ''سحول'' کے بنے ہوئے تھے۔ اس لئے اس یمنی کپڑے کو ''سحولیہ'' کہا جاتا تھا۔ انمیں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔ (ابن کثیر، السیرۃ النبوۃ جلد 4 صفحہ 522)

نمازِ جنازہ:

حضور سرورِ انبیاء ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے غسل اور کفن کے بعد مرقد کے کنارے رکھ دینا۔ اور سب لوگ میرے حجرے سے نکل جانا۔

محمد بن اسحٰق نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق، وصال شریف کے بعد غسل و کفن پہنا کر حضور ﷺ کے جسدِ اطہر کو حجرہ شریف میں رکھ دیا گیا اور باقی سب لوگ حجرہ شریف سے نکل آئے۔ کچھ دیر کے بعد اہلِ بیت اطہار کے مرد و خواتین داخل ہوئے صلوۃ و سلام پیش کیا۔ ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حجرہ مبارک مین داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ کچھ مہاجرین و انصار بھی تھے۔ انہوں نے سلامِ عقیدت و نیاز پیش کیا۔ ان کے بعد مہاجرین و انصار نے صفیں بنائیں اور بغیر امام کے نماز جنازہ ادا کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہلی صف میں اپنے آقا ﷺ کے روبرو کھڑے تھے۔ بڑی عجز و انکساری سے خداوندِ قدوس کی بارگاہِ عالیہ میں عرض کی!

(''اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرے محبوب ﷺ نے وہ پیغام پہنچا دیا جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا۔ اور اپنی امت کو نصیحت کر دی۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو

Marfat.com
Marfat.com

عزت عطا فرمائی۔ اور آپ کی دعوت درجہ کمال تک پہنچی اور تیری ذات کے ساتھ ایمان لائے جو وحدہٗ لا شریک ہے۔ اے ہمارے معبودِ برحق! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اس قول کی پیروی کریں۔ جو تو نے ان پر نازل فرمایا اور روزِ قیامت ہمیں حضور کے ساتھ ملا کر اور حضور کو ہماری پہچان کرا دینا اور ہمیں حضور سے روشناس کرا دینا۔ بیشک تیرا محبوب مومنین کے ساتھ رؤف و رحیم تھے"۔)

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ یہ دعا فرما رہے تھے۔ دوسرے لوگ "آمین، آمین" کہہ رہے تھے۔ یعنی عرض کر رہے تھے۔ یا الٰہی! ہماری دعا قبول فرما۔ یہ التجاء منظور فرما پھر یہ لوگ باہر چلے گئے۔ نئی جماعت حجرہ مبارک میں داخل ہوئی نمازِ جنازہ پڑھی اور باہر نکل آئے۔ یوں گروہ در گروہ مرد اصحاب نے درود و سلام پیش کر کے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اس کے بعد مستورات کی باری آئی۔ جو نمازِ جنازہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئیں۔ ان کے بعد بچوں اور غلاموں کی باری آئی۔ جو حجرہ شریف میں جا کر سلامِ عقیدت پیش کرتے رہے۔ نمازِ جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ یوں تمام لوگوں نے باری باری گروہ در گروہ نمازِ جنازہ کا شرف حاصل کیا۔

اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ تمام لوگوں نے امام کے بغیر نمازِ جنازہ ادا کی۔ بغیر امام کے نمازِ جنازہ پڑھنے کی شاید یہ حکمت ہو کہ

(۱) سرکارِ دو جہاں ﷺ امام الاولین والآخرین تھے۔ اور خود زندہ تھے۔ اور ان کی موجودگی میں امام کی ضرورت نہیں تھی۔

(۲) علیحدہ اور بغیر امام کے نمازِ جنازہ پڑھنے کی یہ حکمت تھی کہ ہر مسلمان الگ الگ انفرادی طور پر اپنے آقا کی بارگاہِ رحمت میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرے۔ اور شرفِ دیدار سے سرفراز ہو۔

تدفین سرورِ کائنات ﷺ:

تمام مراحل طے کرنے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پریشان تھے کہ قبر انور کہاں بنائی جائے۔ لوگ سوچ بچار کر رہے تھے کہ وہاں خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے انہوں نے فرمایا۔

يَقُولُ لَمْ يُخبِرُ نَبِيٌّ اِلَّا حَيْثُ يَمُوْتُ

ترجمہ: "میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے"

Marfat.com
Marfat.com

یہ ارشادِ نبی ﷺ سنتے ہی تمام تشویش وتفکر ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام نے بستر لپیٹا اور جہاں مبارک بستر تھا۔ وہاں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی۔ قبر مبارک مکمل ہونے پر زمین پر سُرخ رنگ کا کمبل بچھایا گیا۔ پھر قبرِ انور میں دامادِ رسول حضرت علی بن ابو طالبؓ، حضرت فضل، حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت شقران (حضور ﷺ کا آزاد کردہ غلام) اترے۔ حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

''اے اہلِ بیتِ رسول! مجھے بھی اس سعادت میں حصہ لینے کی سعادت مرحمت فرمایئے''

لہٰذا وہ بھی قبر مبارک میں اُتر گئے۔ پھر تدفین کا مرحلہ بھی مکمل ہوا۔ (سیرت ابن کثیر، السیرۃ النبوۃ جلد 4 صفحہ 522)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن حسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دِن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والدِ بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں اپنا خواب بیان فرمایا۔

''تین چاند میری گود میں آکر گرے''

تو انہوں نے فرمایا۔

اگر تمہارا یہ خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں ساری دنیا سے تین بہترین آدمی دفن ہونگے

جب نبی آخر الزمان ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اے عائشہؓ! یہ ان تین چاندوں سے افضل ترین چاند ہے''

(سیرت ضیاء النبی ﷺ۔ جلد چہارم صفحہ 41)

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں۔ کہ ہم سب اکٹھی تھیں۔ اور رحمتِ دو عالم ﷺ کے فراق میں رو رہی تھیں۔ کوئی بھی رات بھر نہ سو سکی۔ ہم سب رخِ انور کی زیارت میں محو تھیں۔ کہ بوقتِ سحری ہم نے کدالوں کی آوازیں سنیں تو ہماری چیخیں نکل گئیں۔ مسجد میں موجود لوگوں کی آہ و فغاں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ سارا مدینہ شریف گریہ وزاری سے لرز رہا تھا۔ مؤذن مصطفیٰ کریم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی جب انہوں نے

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا

تو گریہ طاری ہو گیا اور سسکیاں لے لے کر رونے لگے۔ اس سے ہمارے حزن وملال میں مزید اضافہ ہو گیا۔ صحابہ کرام نے حجرے مبارک میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر دروازہ بند کر دیا گیا۔ (السیرۃ النبوۃ جلد 4

Marfat.com
Marfat.com

صفحہ 538)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔

''حضور رسولِ خدا ﷺ کی وفات سوموار کو ہوئی اور تدفین بدھ کو ہوئی''

متقدین اور متاخرین علماء کرام نے اسی قول کی تصدیق وتائید فرمائی ہے۔

ان میں۔حضرت امام جعفر صادقؒ ۔حضرت ابنِ اسحٰقؒ ،حضرت موسیٰ بن عقبہؒ اور حضرت سلیمانؒ بن طرخان تیمی کے اسماء گرامی زیادہ مشہور ہیں۔

کچھ قول اور رائے یہ بھی ہے جو کتابوں میں موجود ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے زوال آفتاب سے قبل سوموار کے دن رحلت فرمائی اور بروز منگل حضور ﷺ کی تدفین ہوئی۔لیکن حضرت علامہ ابن کثیر نے اس قول کی نفی فرمائی۔

فَهُوَ قَوْلٌ غَرِيْبٌ وَالْمَشْهُوْرُ عَنِ الْجَمْعِ مَا اَسْلَفْنَا هُ مِنْ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تُوُفِّيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَدُفِنَ لَيْلَةَ الْاَرْبَعَاءِ

یہ دوسرا قول غلط ہے مشہور وہی ہے۔جو ہم نے جمہور علماء سے پہلے نقل کیا ہے۔کہ حضور ﷺ کا وصال پُر ملال سوموار کے دِن ہوا اور تدفین بدھ کی رات کو عمل میں لائی گئی۔(السیرۃ النبوۃ جلد 4 صفحہ 589)

حضور رسالت مآب ﷺ کی تدفین کے بعد حضرت بلال بن رباحؓ نے پانی کا مشکیزہ لیا اور حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کے مزار پرانوار پر چھڑکاؤ کیا۔انہوں نے چھڑکاؤ مبارک کا آغاز سر مبارک کے دائیں طرف سے کیا۔یہاں تک کہ قدمین شریفین تک سارے مرقد مبارک پر کردیا۔(السیرۃ النبوۃ جلد 4 صفحہ 540)

ھادیٔ برحق۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی جدائی پر صحابہ کرام کا حال:

اس ناقابلِ برداشت روح فرسا سانحہ کی خبر آناً فاناً ہر طرف پھیل گئی۔ہر شخص غم واندوہ کے باعث حیران وپریشان دکھائی دیتا تھا۔صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے خیال میں یہ دن مدینہ پاک کی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔جس دن حضور محسنِ انسانیت ﷺ مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ پاک کو بسانے کیلئے تشریف لائے وہ تاریخ کا روشن ترین،پُرنور وضیاء دِن تھا کیونکہ چودھویں کا پورا چاند مدینہ کی فضاؤں میں چمکا تھا۔مگر آج ہر شخص رنج وغم والم واندوہ میں نڈھال تھا۔کیونکہ وہ چودھویں کا چاند آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔جس کی خنک کرنیں

Marfat.com
Marfat.com

غمزدوں کو جرأت و حوصلہ سے بہرہ ور کیا کرتی تھیں۔ وہ آفتاب عالمتاب آنکھوں کے سامنے نہ رہا تھا۔ جس سے ظاہر و باطن اکتساب نور کیا کرتا تھا۔

لختِ جگرِ رسول سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہما کا تو یہ حال تھا۔ کہ زبان پاک سے یہ کلمات نکلے جو رنج و غم کی شدت کی عکاسی کر رہے تھے۔

یَا اَبْتَاہ' اَجَابَ رَبّاً دَعَاہ'

اے پیارے باپ! آپ ﷺ نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کرلیا۔

یَا اَبْتَاہ' اِلیٰ جَنَّۃِ الفِرْدَوسِ مَاوَاہُ

اے پیارے باپ! آپ ﷺ جنت الفردوس میں تشریف فرما ہوگئے۔

یَا اَبْتَا! اِلیٰ جِبْرِیْلَ نَنْعَاہ'

اے میرے پیارے ابا جان! جبریل علیہ السلام کو کون خبر پہنچائے گا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کے بعد جبرائیل علیہ السلام کس کے پاس آئیگا۔ دُعا فرمائی

''اے پروردگار! فاطمہ کی روح کو اپنے حبیب ﷺ کی روح کے پاس پہنچا دے۔''

اے خداوند عالم! مجھے اپنے پیارے رسول ﷺ کا صحیح جانشین بنا دے۔

اے میرے رب! مجھے اپنے پیارے نبی ﷺ کے غم کے ثواب سے محروم نہ فرما مجھے روزِ محشر اپنے محبوب کی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔

کہا جاتا ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصالِ پُر ملال کے بعد کسی نے سیدۃ النساء کو ہنستے نہیں دیکھا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما اپنے محبوب کریم ﷺ کے فراق پر اپنے رنج و الم اور اپنی عقیدت و ارادت کو یوں اظہار فرما رہی تھیں۔

افسوس: وہ نبی مرسل ﷺ جس نے فقر کو غناء، درویشی کو تونگری پر اختیار کیا۔

صد حیف: وہ دین پرور رہبر جو اپنی گنہگار امت کے گناہوں کو بخشوانے کیلئے ساری ساری رات بے چینی میں گزار دیتے تھے۔

صد حیف: وہ مرشدِ کریم ﷺ جس نے بڑی جرأت و استقامت کے ساتھ مجاہدہ فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

صد افسوس: وہ رسولِ برحق ﷺ جس نے ممنوع چیزوں کی طرف کبھی نگاہ التفات نہ کی۔ کفار کی ایذا رسانیوں کے باوجود قلب منور کبھی متاثر نہ ہو۔ اور دعوتِ حق دینے میں کبھی بیزاری اور تھکاوٹ کا اظہار نہ کیا تھا۔

جس نے مفلسوں، بیواؤں اور محتاجوں کے لئے اپنے انعام و اکرام، فضل و سخاوت کا دروازہ کبھی بند نہ کیا۔

وہ برحق نبی ﷺ جس کے موتیوں سے بڑھ کر حسین دانت مبارک پتھر مار کر شہید کئے گئے۔ وہ آقا! جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا۔

وہ راہبرِ حق ﷺ جس نے کبھی دو روز تک جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہ کھائی تھی۔

صد حیف: آج وہ کریم آقا ﷺ دنیا سے ظاہری طور پر رخصت ہو گئے۔

اس وقت کا شانۂ نبوت کے ایک کونہ سے آواز سنائی دی۔ لیکن آواز دینے والا دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس سروشِ غیب نے کہا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

ترجمہ: "اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی طرف سے سلام ہو اور تم پر اس کی طرف سے رحمتوں و برکتوں کا نزول ہو۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور قیامت کے روز تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائیگا"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ آواز سنی تو فرمایا۔

"یہ خضر علیہ السلام تھے جو تمہاری تعزیت کیلئے آئے تھے" (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ 432)

اس جانکاہ سانحہ پر عاشقانِ بارگاہِ رسالت پر جو گزری اس کا احاطہ کرنا کم از کم میرے بس میں نہیں ہے۔ کوئی قلم بھی اس غم و اندوہ کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "مدارج النبوۃ" اس سانحہ کی یوں ترجمانی کی ہے۔

"حضور سرورِ کائنات ﷺ کی وفاتِ حسرت آیات کے صدمہ نے تمام صحابہ کرام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ سارے حیران و پریشان، مغموم و بے قرار تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی عقلیں سلب ہو گئی ہیں۔ اور حواس ناکارہ ہو گئے ہیں۔ بعض صحابہ ایسے تھے کہ شدتِ غم سے ان کی قوت گویائی ختم ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے جہاں حضرت عثمانؓ بیٹھے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

انہوں نے سلام کیا۔ آپؓ نے سُنا بھی مگر زبان پر یارائے تکلم نہ تھا۔ بعض کے اعصاب ناکارہ ہو گئے۔ ان کے بدن میں حرکت کی طاقت نہ تھی۔ چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اسی کیفیت میں تھے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی حالت سب سے جُدا تھی۔ بعض صحابہ کرام نے دعا مانگنا شروع کر دی۔ یا اللہ! ہماری آنکھوں کی بینائی سلب کر لے تاکہ جن آنکھوں نے تیرے حبیب کریم ﷺ کا رخِ انور دیکھنے کا شرف کیا ہے۔ وہ کسی اور چہرے کو نہ دیکھ سکیں''

جب منافقین نے یہ کہا کہ اگر حضور ﷺ نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب سُنا تو ان کی کیفیت ہی بدل گئی۔ فرطِ اندوہ وغم سے بے قابو ہو گئے۔ تلوار بے نیام کر لی۔ اور اعلان کرنا شروع کر دیا۔

''اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی ہے تو میں اس تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اپنے گھر جو سنخ کے محلہ میں تھا۔ جب یہ المناک خبر سنی تو فوراً سوار ہو کر حجرۂ مقدسہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؓ تیزی سے آ رہے تھے۔ اور زار و قطار رو رہے تھے۔ ان کی زبان سے یہ فریاد نکل رہی تھی۔ ''وَامُحَمَّدَا'' اے میرے محبوب آقا، مسجد نبوی میں پہنچے۔ لوگوں کی حالت دیکھی اور سیدھے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ روئے مبارک سے چادر ہٹائی۔ حضور ﷺ کی نورانی پیشانی پر نورانیت کی زیارت کی اور بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ ''وَانَبِیَّاہ'' اے میری جان سے پیارے نبی ﷺ!

پھر دوبارہ چادر ہٹائی اور دوبارہ بوسہ لیا۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا رواں ہو گئے۔ اور پھر فرمایا ''وَاصَفِیَّاہ'' اے میری جان سے پیارے محبوب'' کئی بار چادر ہٹائی بوسہ لیا اور اشکوں کا نذرانہ پیش کیا اور فرمایا۔

وَاخَلِیْلَاہ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّی طِبْتَ حَیًّا وَّ مَیِّتًا

ترجمہ: ''اے میرے آقا! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور اب بھی پاکیزہ ہیں۔

پھر حضرت صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہ کے حجرہ مبارک سے باہر آئے تو دیکھا کہ حضرت عمرِ فاروق تلوار

Marfat.com
Marfat.com

لئے یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ وہ اس وقت فوت نہیں ہوں گے جب تک منافقین کو نہ تیغ نہ کر لیں گے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ لیکن انہوں نے کوئی بات نہ سُنی۔ تو پھر صدیقِ اکبرؓ نے کہا۔ اے شخص! تم جانتے نہیں ہو کہ رسولِ خدا ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں خود فرمایا ہے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ

بے شک آپ ﷺ نے بھی دنیا سے انتقال فرمانا ہے۔ اور انہوں نے بھی مرنا ہے"

پھر فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَا آفَاِنْ مِّتَ وَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ

ترجمہ: "اور ہم نے کسی انسان کا جو آپ سے پہلے گزرے ہیں دنیا میں رہنا مقدر نہیں کیا۔ تو اگر آپ ﷺ انتقال فرما جائیں تو کیا یہ لوگ یہاں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

پھر آپؓ قبرِ انور پر تشریف لائے جو تیار ہو چکی تھی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ

ترجمہ: ("اور نہیں محمد ﷺ مگر اللہ کے رسول۔ گزر چکے ہیں۔ آپ ﷺ سے قبل کئی رسول") اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں دین سے پھر جاؤں گے؟"

تمام نے یہ آیات قرآنی جب سُنی تو یوں محسوس کیا کہ یہ آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی کا احساس کیا اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ 432)

Marfat.com
Marfat.com

سقیفہ بنی ساعدہ پر فیصلہ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت:

رحلتِ رسول اکرم ﷺ کے فوراً بعد ایک اہم واقعہ ہوا۔ اس کی طرف نظر دوڑاتے ہوئے حقیقت سے پردہ چاک کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مسلمانوں کے لئے یہ لمحہ قیامت سے کم نہ تھا۔ جس ہستی کی زیارت کے بغیر انہیں قرار نہیں آتا تھا۔ وہ روئے زیبا اب کبھی نظر نہ آئیں گے۔ یہ تصور کر کے وہ کانپ جاتے تھے۔ بعض تو اپنے ہوش و حواس بھی فرطِ غم سے کھو بیٹھے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب اپنی رہائش گاہ سے واپس تشریف لائے اور زیارتِ رسول ﷺ سے مستفیض ہونے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو خطبہ دیا۔ جس سے ان کو کچھ سکون میسر آیا۔ اتنے میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور بتایا کہ ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں تمام انصار اکٹھے ہیں۔ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اور اب اُن سے بیعت کرنے والے ہیں''۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، فوراً معاملہ کی نوعیت کو سمجھ گئے۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس خطرہ کے مقام پر پہنچے۔ تاکہ نوزائیدہ اسلامی ریاست کو خطرہ سے بچایا جا سکے۔

اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا ایک اجتماع ہوا۔ جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی شرکت کی۔ بیماری کے باعث اپنے بیٹے کو ترجمان بنایا۔ اپنی تقریر میں انصار کا طویل ذکر کیا۔ اس کے بعد بتایا کہ انصار خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ حضور سرورِ عالم ﷺ ان کی خدمات سے ہمیشہ شاد ہوئے۔ جب یہاں سے رخصت ہوئے تو بھی خوش تھے۔ سب نے ان کی تائید و نصرت کی اور فیصلہ کن انداز میں کہا۔ کہ ہم سب تمہیں اپنا خلیفہ بناتے ہیں۔ اس پر بحث ہونے لگی۔ کہ اگر مہاجرین نے اسے نہ مانا تو پھر کیا ہوگا؟ بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم کہیں گے۔

اِذًا مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ

ترجمہ: ''ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں ہے''

حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہوگئی

Marfat.com
Marfat.com

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہؓ بھی تھے۔ وہاں پہنچے تو ان کے درمیان ابھی گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں تقریر کرنے کا ارادہ کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اے عمرؓ! پہلے مجھے کچھ کہنے دو"

آپؓ نے مہاجرین کے حقوق کا تذکرہ کیا اور الانصار کے مناقب بھی بیان فرمائے۔ اور پھر فرمایا۔

فَنَحْنُ الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ

ترجمہ: ''ہم مہاجرین امیر ہیں اور تم انصار ہمارے وزیر ہو"

یہ سُن کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ، اُٹھ کھڑے ہوئے اور انصار کو خوب ہوا دی کہ وہی امامت کے مستحق ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے موقف پڑ ڈٹے رہیں۔ یہ شہر ان کا ہے۔ زمینیں ان کی ہیں۔ وہ باغات کے مالک ہیں۔ یہاں تعداد میں بھی وہی زیادہ ہیں۔ مہاجرین غریب الدیار ہیں۔ تم نے ان کو پناہ دی اگر یہ اقتدار میں عرصہ دراز بننے کی خواہش کرتے ہیں تو

مِنَّا اَمِيْرٌ وَّ مِنْهُمْ اَمِيْرٌ

کے اصول پر عمل کریں

اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں۔

بخدا! ''اہل عرب تمہاری امارت کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے جبکہ ان کے رسول ﷺ قریش میں سے ہیں"

حضرت حباب رضی اللہ عنہ پھر اُٹھے اور انصار کو بھڑکایا۔ یہاں تک کہہ دیا کہ اگر مہاجرین نے تمہارے اس دعویٰ کو تسلیم نہ کیا تو انہیں مدینہ سے جلاوطن کردیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی جواباً دھمکی دی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّكُمْ اَوَّلُ مَنْ نَصَرَ وَاٰذَرَ فَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ مَنْ يَدَّلَ وَغَيَّرَ

اے گروہ انصار! تم نے سب سے پہلے رسول خدا ﷺ کی مدد کی اور اعانت کی بس اب اس کو تبدیل

Marfat.com
Marfat.com

کرنے کا آغاز تم سے نہیں ہونا چاہئے''

ترجمہ:''اے گروہ انصار! ہم نے جو خدمات انجام دی ہیں۔ہم ان کے بدلے کوئی دنیاوی مفاد نہیں لینا چاہتے۔ ہمارا ارادہ تو فقط یہ تھا کہ ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے۔اور حضور ﷺ کے حکم کی اطاعت کی توفیق مل جائے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔!

لَقَدْ عَلِمْتُ یَا سَعْدُ ! اَنَّ صَلَّی اللّٰہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَنْتَ قَاعِدٌ قُرَیْشٌ وَلَا ۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ خَبرُ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّھِمْ وَفَاجِرُ ھُمْ تَبَعٌ لَفَاجِرُ ھُمْ

ترجمہ:اے سعدؓ! تم اچھی طرح جانتے ہو۔تم اس وقت وہاں موجود تھے۔جب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔کہ خلافت کے حقدار قریش ہیں۔نیک لوگ قریش کے نیک لوگوں کے فرمانبردار ہونگے۔اور بدکار لوگ قریش کے بدکاروں کے تابعدار ہوگئے''

یہ سنتے ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی جیسے آنکھیں کھل گئی ہوں۔وہ فوراً پکار اُٹھے۔

صَدَقْتَ فَنَحْنُ الْوُزَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْاُمَرَاءُ

''اے ابوبکرؓ! تو نے سچ فرمایا! چنانچہ تم امراء ہو اور ہم تمہارے وزیر ہیں''۔(میزان الاعتدال فی نقد الرجال جلد ۴ صفحہ ۱۹۹)

اس روایت میں نہ حضرت حباب رضی اللہ عنہ کی دھمکیاں ہیں نہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ہٹ دھرمی اور ضد ہے۔ابتداء میں انصار کو خیال گزرا کہ وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔مگر حضرت ابوبکر وعمر فاروقؓ کی بروقت مداخلت سے یہ شرر، شعلہ بننے سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔جب انصار نے سنا کہ ہمارے آقا ﷺ کا ارشاد ہے۔

''خلیفہ قریشی ہونا چاہئے''

اسی وقت وہ اپنے ہر قسم کے مطالبے سے دست بردار ہوگئے۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ نیر اعظم، معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جانفشانی اور لگن سے جو امت تیار کی تھی۔ اس سے اس قسم کے رویہ کی توقع کی جاسکتی تھی۔جس امت کے سر پر خود خداوند قدوس نے خیر الامم کا تاج سجایا تھا۔ اس کی یہی شان ہونی چاہئے تھی۔اس امت محمد ﷺ کی تعریف میں قرآن کریم کے صفحات جگمگا رہے ہیں۔اس

Marfat.com
Marfat.com

سے بغیر کسی چیز کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے دونوں قبیلے "اوس وخزرج" نے نیز جو مہاجرین وہاں موجود تھے۔ان سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر بیعتِ خلافت کی۔سب سے پہلے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بیعت کی۔

پھر مسجدِ نبوی میں انصار کے جلو میں تشریف لائے۔جن لوگوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت نہ کی تھی۔ یہاں خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے بہرہ ور ہوئے۔اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے جانشینِ اول اور امتِ مسلمہ کے سربراہ چن لیے گئے۔

اسطرح میدانِ سیاست میں جس انقلاب آفریں کا ذکر رسالت مآب ﷺ نے بار بار فرمایا تھا۔آج وہ حقیقت بن کر دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔

کتبِ اہل سنت جو جو بات ثقہ اسناد کے ساتھ مروی ہے۔اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

"حبیب بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی آیا۔عرض کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیعت لینے کیلئے مسجد میں تشریف فرما ہیں۔اس وقت آپؓ ایک لمبی قمیص زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔جلدی اُٹھ کھڑے ہوئے۔مبادا بیعت کرنے میں دیر نہ ہو جائے۔آ کر بیعت کی۔اور وہیں بیٹھ گئے۔کسی آدمی کو کپڑے لینے کیلئے بھیجا۔وہ گھر سے کپڑے لے آیا۔آپؓ نے انہیں پہن لیا اور اسی مجلس میں تشریف فرما ہو گئے"۔(تاریخ الامم والملوک جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)

ایک اور روایت ہے۔جو حافظ ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے۔

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔حاضرین میں اکابر قوم کا جائزہ لیا۔حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔انہیں آدمی بھیج کر بلایا۔جب آپؓ آئے تو فرمایا۔اے اللہ کے رسول کے پھوپھی کے فرزند! اے اللہ کے رسول کے حواری! کیا تم مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہو؟ آپ نے عرض کیا۔اے خلیفۃ الرسول! ناراض نہ ہوں۔یہ کہہ کر اُٹھے اور بیعت کر لی۔آپؓ نے حاضرین پر دوبارہ نگاہ ڈالی تو حضرت علی

Marfat.com
Marfat.com

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دکھائی نہ دیئے۔ ان کو بلانے کیلئے فوراً آدمی بھیج کر بلایا۔ آپؓ فوراً تشریف لے آئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسول کے چچا کے فرزند، اے حضور کے پیارے داماد کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہو؟ آپؓ نے بھی فرمایا۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے خلیفہ! اس تاخیر پر ناراض نہ ہوں۔ یہ کہہ کر اُٹھے اور بیعت کرلی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۹)

علامہ ابنِ کثیر نے اس مفہوم کی کئی اور بھی روایات نقل کی ہیں۔

''یہی حق ہے کیونکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک لحہ کیلئے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جدا نہ ہوئے۔ ساری نمازیں آپؓ کی اقتداء میں ادا کرتے رہے۔ اور جب مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لہراتے ہوئے نکلے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور ذی القصہ کے مقام تک ساتھ رہے''۔ (ابنِ کثیر، السیرۃ النبوۃ جلد ۴۔ صفحہ ۴۹۵)

Marfat.com
Marfat.com

باب نمبر 2

حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کا کمالِ حسن

انبیاء سابقین جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ ان میں ہر کوئی کسی خاص قوم، قبیلہ یا علاقہ کیلئے بھیجے گئے۔ وہ سب کے سب محدود وقت کیلئے تھے۔ لیکن نبی آخر الزمان حضور محسن انسانیت ﷺ تمام بنی نوع انسان کیلئے تا قیامت آفتابِ عالم تاب ہیں۔ انہی کی ضیاء پاشیوں سے یہ دنیا تا قیامت قائم و دائم ہے۔ اور قائم رہے گی۔ لہذا ضروری تھا کہ خالق کائنات اپنے محبوب برحق ﷺ کو سابقین انبیاء سے اعلیٰ و برتر بنا کر بھیجتے۔ اسی لئے جب ربِ قدیر نے محبوب کریم ﷺ کو تمام بنی نوع انسان کیلئے معلم اعظم، ہادیٔ برحق اور مرشد اعلیٰ بنا کر بھیجا۔ تو یقیناً حضور خاتم النبیین ﷺ کے ظاہر و باطن کو اتنی عظمتیں اور رفعتیں دیں کہ کوئی بھی ان کی ہمسری کا گمان بھی نہ کر سکا۔ اسی حقیقت کو عاشقِ صادق حضرت شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں بیان کیا ہے۔ جس کے چند اشعار حاضر ہیں۔

فَھُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَصُوْرَتُہ'　　　ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْباً بَائِیُ النَّسَمِ

ترجمہ: وہی ذات مقدسہ ہے جو ہر لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ پھر تمام ارواح کو پیدا کرنے والے نے حضور ﷺ کو اپنا محبوب بنانے کیلئے چن لیا۔

بے شمار کتبِ حدیث اور افکارِ مفکرین پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن و جمال کا احاطہ کرنا نہایت ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ مگر شمائل حسن مبارک بیان کرنا اپنی عقیدت سمجھتا ہوں۔ کہ شاید کوئی بیان کردہ لفظ حضور رحمتِ عالم ﷺ کے قلبِ اقدس کو پسند آ جائے اور شرفِ قبولیت پا جائے اور قیامت کو میری بخشش کا سبب بن جائے۔

حضور ﷺ کے تمام جسم اقدس میں ایسا حسین تناسب تھا۔ کہ دیکھنے والا یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا۔ کہ فلاں عضو دوسرے کے مقابلے میں فربہ یا نحیف ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک نے اپنے محبوب ﷺ کو بے مثل اور بے عیوب و نقائص تخلیق فرمایا۔ حضور ﷺ کا سراپا کمال درجہ حسین و جمیل اور دلکشی و رعنائی کا مرقعہ تھا۔ آپ ﷺ کے اعضائے مقدسہ کی ساخت اس قدر مثالی اور حسن و رعنائی سے بھرپور تھی کہ حسن مجسم پیکر انسانی دکھائی دیتا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، حسین سراپا کی مدح سرائی میں ہی مگن رہتے تھے۔ حضور ﷺ کا سینہ اقدس اور شکمِ مبارک ہموار تھے۔ آپ ﷺ کامل و اکمل طور پر متناسب الاعضاء اور وجیہ الصورت تھے۔ حضور رسالت مآب

Marfat.com
Marfat.com

ﷺ سرتا قدم حسنِ مجسم تھے۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کے سراپا حسن و جمال کا نظارہ کر کے بیخود اور مبہوت ہو جاتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سراپائے جمیل اور صورت زیبا کے دیدار سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتے۔ دیدارِ رسول سے انہیں سکون وطمانیت، فرحت وراحت کی دولت نصیب ہوتی۔ ایمان کو پختگی اور قلب و جان کو تقویت ملتی تھی۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ کے نواسے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جس کو ترمذی شریف، باب الشمائل المحمد یہ کے صفحہ ۳۵ اور ۳۶ پر ذکر کیا ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْماً مُّفخَّماً يَتَلَأْ لَأُ وَجْهُهُ تَلَأْ لُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

ترجمہ: ''حضور ﷺ عظیم المرتبت تھے۔ اور بارعب تھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا''۔

ربِ لم یزل نے حضور محسن انسانیت ﷺ کے پیکر خاص کو ایسا حسین بنایا کہ ہر دیکھنے والا حسن و جمال کی خلوتوں سے مستفیض ہونا اپنی خوش نصیبی تصور کرتا تھا۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے حسنِ بے مثال رعنائیوں کا ہی ذکر کیا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی حسنِ رسول ﷺ کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا تھا۔ جس کو ترمذی شریف اور بیہقی شریف میں روایت کیا گیا ہے۔

اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبَ الاَ شْفَارِ مَقْرُوْنَ الحَاجِبَيْنِ

ترجمہ: حضور ﷺ کی چشمانِ مبارکہ کشادہ تھیں۔ ان میں باریک باریک سرخ ڈورے تھے۔ پلکیں مبارک لانبی تھیں۔ اور ابرو مبارک باریک تھے۔ اور باہم ملے ہوئے تھے۔

ان روایات صحیحہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی سیرت مقدسہ اور سراپائے مبارک کو خالق کائنات نے ہر قسم کے عیب ونقص سے مبرا ومنزہ تخلیق فرمایا۔ یہاں تک کہ پوری حیاتِ طیبہ کے دوران کسی حاسد ودشمن کو انگشت نمائی کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

دنیا میں بڑے بڑے شاعر وادیب، مفکر ودانش ور تشریف لائے ہر ایک نے اپنے اپنے کلامِ دلنشین میں طبع

Marfat.com
Marfat.com

آزمائی کی اور خواجۂ عالم ﷺ کی مدح سرائی کی۔ مگر دِل پھر تشنہ ہی رہا۔ مکمل دلنشینی کی تہہ نہ پہنچ پائے۔ کسی نے کہا۔

مصحفے را ورق ورق دیدم
ہیچ سورت نہ مثلِ صورت اوست

کسی نے یوں کہا

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت غالب نے اپنی عجز وانکساری کا اظہار یوں کیا

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

حکیم الامت حضرت اقبالؒ نے یوں کہا

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یاز نورِ مصطفیٰ ﷺ او را بہاست
یا ھنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ﷺ است

آیئے اب نبی کائنات، فخرِ موجودات، حضور رسالت مآب ﷺ حسنِ سراپا کے اعضائے مقدسہ کا تذکرہ کیجئے اور اپنے ایمانوں کا تازہ اور پختہ کیجئے۔ اور مداخِ خوانِ رسول مقبول ﷺ کیلئے دعا فرمایئے۔

حضور ﷺ کے شمائلِ مبارکہ کے کمالات اور فضائل:

۱- چہرہ اقدس:۔

حضور ﷺ ذاتِ باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا عظیم شاہکار ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا روئے مقدس جمال خداوندی کی آئینہ دار ہے۔

اِنَّکَ بِاَعْيُنِنَا، آپ ﷺ کا اعزاز لازوال ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ

اللہ رب العزت نے عین نماز کے وقت اپنے محبوب ﷺ کے چہرہ اطہر کو آسمان کی طرف اُٹھتے دیکھا۔ اور اس بات کا ازالہ بھی کیا اور اپنے محبوب کے حسن و جمال کا تذکرہ بھی کیا۔

ایک اور مقام پر اپنے محبوب ﷺ کے روئے زیبا کا ذکر استعاراتی زبان میں انتہائی دلکش انداز میں کیا۔ باری تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالضُّحٰیO وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰیO مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰیO (سورۃ الضحیٰ)

ملا علی قاریؒ نے ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ جن کو اپنی کتاب شرح الشفاء جلد اول صفحہ ۸۲ پر درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اس سورت کا نزول جس مقصد کیلئے ہوا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ "ضحی" میں حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے چہرہ انور اور "لَیل" مبارکہ زلفوں کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ ابن عساکر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

"میں کپڑا سی رہی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ گھر میں کوئی چراغ نہ تھا۔ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اچانک سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ میں نے بہت ہاتھ مارا کہ وہ سوئی مجھے مل جائے، مگر نہ ملی۔ اچانک رحمتِ دو جہان ﷺ حجرہ شریف میں تشریف لے آئے۔ چہرہ مبارک کے انوار سے حجرہ روشن ہو گیا۔ اور اسی روشنی میں مجھے سوئی مل گئی"۔

آقائے دو جہاں ﷺ میں جمال الہیہ کے عکس کا پرتو اور چہرہ انور خصوصاً خدا تعالیٰ کا مظہر تھا۔ اسی لیے زیارتِ چہرہ انور کو دیدارِ حق فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَی الحقُّ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَکَوَّنُنِی

ترجمہ:۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

(بخاری شریف جلد ۶۔ کتاب التعبیر۔ احمد بن حنبل، المسند جلد ۳ صفحہ ۵۵)

سفرِ ہجرت میں کاروانِ ہجرت "اُمِ معبدؓ" کے مکان پر ٹھہرا۔ اور اس نے رحمتِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو پکار اُٹھی۔

"میں نے ایک ایسے شخص کی زیارت کی۔ جن کی صفائی و پاکیزگی بہت صاف اور کھلی ہوئی۔ چہرہ نہایت ہشاش بشاش ہے"

Marfat.com
Marfat.com

(الطبقات الکبریٰ جلد اول صفحہ ۲۳۰۔ بیہقی، دلائل النبوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام ترمذی سے روایت کی ہے۔

مَاءَ رَأَیْتُ شَیْئاً اَحْسَنَ مِنْ رَ. سُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ اِذَاضَحِکَ یَتَلَا لَأُ فِیْ الْجُدُرِ

ترجمہ: "میں نے کوئی چیز اللہ کے رسول ﷺ سے خوبصورت نہیں دیکھی ۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا سورج حضور ﷺ کے چہرے میں رواں ہے۔ جب حضور ﷺ ہنستے تو دیواریں بھی چمکنے لگتی تھیں"۔

یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جنہوں نے ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب زیارت کی ۔ بلکہ حضور ﷺ نے انہیں کے زانوؤں پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرمائی ۔ فرماتے ہیں۔

کَانَ وَجْہِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ وَعَلَیْہَ وَسَلَّمَ کَدَأَرَۃُ الْقَمَرَ

ترجمہ: حضور ﷺ کا روئے منور چودھویں کے چاند کے حلقے یعنی دائرہ کی مانند تھا۔

جس کے چہرے پہ جلووٗں کا پہرا رہا | نجم وطٰہٰ کے جھرمٹ میں چہرہ رہا
حسن جس کا ہر اک چھب میں گہرا رہا | جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

گیسوئے پاک:

حضور سرورِ انبیاء ﷺ کے سرانور پر بال نہایت حسین، جاذبِ نظر جیسے ریشم کے سیاہ گچھے ہوں ۔ نہ بالکل سیدھے، نہ پوری طرح گھنگھریالے بلکہ نیم خمدار تھے ۔ ایسے جیسے ہلالِ عید، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اعتدال پایا جاتا تھا۔

رب تعالیٰ نے سیاہ زلفوں کی قسم کھائی ۔ ارشاد ہے۔

وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰیO

"اے محبوب ﷺ! قسم ہے سیاہ رات (آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کی) جب وہ (آپ ﷺ کے رخ انور پر) چھا جائیں"۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفِ عنبرین کے اسیر تھے ۔ اور اکثر اپنی محفلوں میں

Marfat.com
Marfat.com

ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

كَانَ شِعْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَلًا، لَا جَعْدُ وَلَا سَبْطَ

ترجمہ: ''رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خمدار تھیں اور نہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ درمیانی نوعیت کی''

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں۔

اَنَا فَرَّقْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهِ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''میں گیسوئے پاک میں کنگھی کیا کرتی تھی۔اور درمیان میں مانگ نکالتی۔گیسوئے پاک آدھے ایک طرف ہو جاتے اور آدھے دوسری طرف''۔ (السیرۃ النبوۃ۔جلد سوم،صفحہ ۲۱۹)

صحابہ کرام نے گیسوئے پاک کو مختلف کیفیتوں میں یاد کیا ہے۔

اگر زلفیں چھوٹی ہوتیں تو وہ عقیدت سے ''ذی لمۃ'' (چھوٹی زلفوں والا) کہہ کر پکارتے۔جیسا کہ حضرت براُ بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَا رَأَيْتَ مِنْ ذِي لَمَّةَ اَحْسَنَ

''میں نے چھوٹی زلفوں والے کو دیکھا۔ان سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے'' (مسلم شریف، بخاری شریف، کتاب الفضائل جلد ۴ صفحہ ۱۸۱۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے۔کہ حضور ﷺ ہجرت کے بعد زلفوں کو کٹواتے نہ تھے۔صرف تین بار گیسوئے پاک کو کٹوایا۔ایک بار عام حدیبیہ میں۔پھر قضائے عمرہ کے موقع پر۔اور اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر۔اگر بال مبارک کا حلقہ کیا جاتا تو زلفیں مبارکہ صحابہ کرام میں تقسیم کر دی جاتی تھیں۔جن کو صحابہ کرام رضوان اللہ ادب و احترام سے سنبھال کر رکھتے تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین،حضور سرورِ عالم ﷺ کے سراپائے اقدس کے حسن و جمال کا ذکر بڑے دلکش انداز میں کرتے تھے۔زلفِ عنبرین کا ذکر کرتے ہوئے مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حُسْنَ الشِّعْرِ

ترجمہ: ''رسول اکرم ﷺ کے موئے مبارک نہایت حسین وجمیل تھے''۔(ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق

Marfat.com
Marfat.com

الکبیر جلد ا صفحہ ۳۱۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

"كَانَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، شَدِيْدَ سَوَادِ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ

ترجمہ: حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سرِ انور کے بال گہرے سیاہ تھے۔(طبرانی۔المعجم الکبیر صفحہ ۲۲۔۱۵)

حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ریش مبارک کے بال سیاہ اور بڑے خوبصورت تھے۔

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ابن سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

''کیا سرکارِ دو عالم ﷺ خضاب استعمال کرتے تھے''؟

توانہوں نے جواب دیا۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خضاب لگانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حضور ﷺ کی ریش مبارک میں صرف گنتی کے چند بال سفید تھے۔ جن کی تعداد سترہ (۱۷)، اٹھارہ (۱۸) یا بیس (۲۰) تک تھی''۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ کا سرِ اقدس:

حضور سرورِ دو جہاں ﷺ کا سر انور، مناسب حد تک بڑا اور حسن اعتدال کے ساتھ پُر وقار اور باوصف دکھائی دیتا تھا۔ دیکھنے والا سردارِ قوم اور شخصی وجاہت کا دائمی تاثر قائم رہتا تھا۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمْ ضَخَمَ الرَّأسَ

ترجمہ: ''حضور ﷺ کا سر مقدس موزنیت کے ساتھ بڑا تھا''

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمْ عَظِيْمَ الْمَامَةَ

ترجمہ: ''سرکار دو جہاں ﷺ کا سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا''

سر اقدس کا بڑا ہونا، دماغی قویٰ کے کامل ہونے کے ساتھ ساتھ سردارِ قوم ہونے کی بھی دلیل ہے۔

اعتدال کے ساتھ سر کا بڑا ہونا قابلِ ستائش ہے۔ جیسا کہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں۔

'' سر کا بڑا ہونا قابل ستائش ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اُمر حقائق معرفت اور کمالات کیلئے معین و مددگار ہوتا ہے۔

(مناوی حاشیہ بر جمع الوسائل جلد اول صفحہ ۴۲)

Marfat.com
Marfat.com

رفعتیں بہر سجدہ جہاں خم رہیں — روز و شب کعبہ ولا مکاں خم رہیں

بہرِ آداب کروبیاں خم رہیں — جس کے آگے سر سرواراں خم رہیں

اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام

جبینِ مقدس:

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین پاک، کشادہ، فراخ اور روشن اور چمکدار تھی۔ جبین مقدس پر خوشی و شادمانی آشکار رہتی تھی۔ دیکھنے والا پیشانی مبارک کی چمک، دمک اور تابانی سے مسرور اور شاداں ہو جاتا تھا۔ اس کے دل کو سکون واطمنان مل جاتا تھا۔ حضور سرورِ سروراں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلائشوں اور کثافتوں سے پاک تھی۔ کبھی بھی اکتاہٹ اور بیزاری دکھائی نہ دی۔ پھولوں کی طرح تروتازہ اور ماہ تاباں کی طرح آبدار تھی۔

وفود سے اس طرح خندہ پیشانی سے پیش آتے کہ آپ ﷺ کی شخصیت کے نقوش دلوں پر نقش ہو جاتے تھے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمُ وَاسِعُ الْجِبِيْنَ

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے۔ (ترمذی والشمائل المحمدیہ جلد اول صفحہ ۳۶)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب کبھی اوصاف حمیدہ بیان کرتے تو کہتے۔

كَان مُفَاضُ الجِبِيْنَ

ترجمہ: حضور ﷺ کی جبین اقدس کشادہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر دی۔ سرورِ دو جہاں ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے جبین مقدس کا خصوصی ذکر فرمایا۔

الصَّلْتُ الْجِبِيْن

ترجمہ: ''وہ نبی کشادہ پیشانی والے ہیں''۔ (بیہقی دلائل النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۷۸)

اُم المومنین صدیقہ کائنات، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حسین منظر کو بیان فرماتی

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔

پس آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا۔ اور پسینہ کے قطروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ دیکھ کر میں بے سدھ ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ عائشہؓ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا۔ حضور ﷺ! آپ کے مبارک رُخ سے نکلنے والے پسینہ سے نور پھوٹ رہا ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے یہ شعر پڑھا۔

فَـــإِذَا انـظَـرتُ إِلـىٰ أَسُـرَةِ وَجهِـهٖ
بــرِقَـــتِ كَبُـرَقَ الـعَـارِضُ الـمُتَعـلِلَ

ترجمہ: جب میں نے اس کے رخ انور کی زیارت کی تو رخساروں کی روشنی یوں چمکتی جیسے برستے بادل میں بجلی چمکتی ہے۔

یہ سراپا حسین، رب ہے مطلق جمیل
اب نہیں اس میں گنجائش قال و مثیل
یہ بھی اک ایک ہے جیسے رب بے دلیل
بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام
لا مکاں کی جبیں بہر سجدہ جھکی
رفعتِ منزل عرشِ اعلیٰ جھکی
عظمتِ قبلۂ دین و دنیا جھکی
جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

چشمانِ مقدسہ / بصارت:

خالقِ کائنات نے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کو نہایت وجیہ خوبصورت چہرہ اقدس عطا فرمایا تھا۔ اور

Marfat.com
Marfat.com

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی کی صفت سے مزید رعنائی اور زیبائی عطا فرمادی۔ حضور ﷺ کی چشمانِ مقدسہ پُرکشش، جاذبِ نظر اور حسنِ زیبائی کا مرقع تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کَانَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ وَعَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَرٰی فِی الَّیْلِ فِی الظُّلْمَۃِ کَمَا بِالنَّھَارِ فِی الضَّوْءِ

ترجمہ: سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے اجالے میں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارکہ خوب سیاہ، کشادہ، خوبصورت اور پُرکشش تھیں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔ (بیہقی شریف، دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

''حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں'' (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ جلد اول صفحہ ۴۱۴)

قافلہ ہجرت کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا'' کے ہاں قیام فرمایا تو وہ حسنِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے ورطہ حیرت میں گم ہوگئی۔ اور بعد میں اپنے خاوند کو حسنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منظر کشی ان الفاظ سے کی۔

فِی اشفاء ہٗ وَطَفَ

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکیں دراز ہیں'' (دیوان حضرت حسان بن ثابت صفحہ ۵۸)

آنکھوں کی پتلی مبارک نہایت سیاہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

وَکَانَ اَسْوَدُ الْحَدَقَۃَ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ)

پتلی کے علاوہ چشمانِ مبارک کا بقیہ حصہ سفید تھا۔ اس میں سرخی ہم آمیز یعنی گھلی ہوئی نظر آتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ اس میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہو۔ اور دیکھنے والے کو سرخ ڈورے نظر آتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے''۔(ترمذی شریف جلد۵ صفحہ۶۰۳)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں نظر آتی تھیں۔ جو بھی زیارت کرتا سمجھ لیتا کہ ابھی سرمہ ڈالا ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''جب بھی میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا تو چشمانِ مقدسہ میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا''۔(ترمذی شریف، ابواب اعناقب جلد۵ صفحہ۶۰۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

''جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوتے تو سرِ انور پر تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا''
(سیوطی، الخصائص الکبریٰ جلد۱ صفحہ۱۴۱)

صحابہ کرام فرماتے ہیں۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیادار تھیں۔ ہم نے کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی طرف بھرپور نظر سے دیکھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ نظریں نہایت درجہ شرم و حیات سے زمین کی طرف جھکی رہتی تھیں''۔(ترمذی، الشمائل المحمدیہ صفحہ۳۸)

اوجِ تابِ نگاہِ رسا پر درود
بے جھجک، دید عین خدا پر درود
معنیِ آیۂ ما طغیٰ پر درود
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

بصارت مبارک:

ربِ کائنات نے انسان کو خارجی اور داخلی مشاہدات کیلئے قوتِ بصارت عطا فرمائی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی بصیرت کو نورِ خدا قرار دیا۔ ارشاد ہوتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

اِتَّقُو فَرَاسَةِ الْمُؤمِنُ فَاِنَّهٗ يَنْظِرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ

ترجمہ: ''مردِ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے''

جب مردِ مومن کی بصیرت کا یہ حال ہے۔ تو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم جو بالیقین رب العزت کے محبوب ومقرب بندے اور رسول ہیں۔ تو ان کی بصیرت کا عالم کیا ہوگا؟ عام انسانوں کے برعکس حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بھی دیکھنے پر قدرت رکھتے تھے۔ اور تاریکی میں بھی دیکھنا ان کیلئے ممکن تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مقدسہ جو صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۶۱ پر رقم ہے۔ پیش خدمت ہے۔

هَلْ تَرُوْنَ قِبْلَتِى هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفىٰ عَلَىَّ رَكُوْعُكُمْ وَلَا سَجُوْدُكُمْ وَاِنّىِ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِىْ وَفِىْ رِوَايَةٍ مَا يَخْفىٰ عَلَىَّ خَشُوْعُكُم وَلَا رَكُوْعُكُمْ

ترجمہ: '' تم میرا چہرہ قبلہ کی طرف دیکھتے ہو۔ خدا کی قسم! تمہارے خشوع وخضوع اور رکوع وسجود مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ کیونکہ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے تھے اسی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّى اَرىٰ مَا تَرُوْنَ

ترجمہ: ''میں سب کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے''۔ (ترمذی جلد ۴ صفحہ ۵۵۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

'' بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طاقت سے شرق وغرب کو دیکھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے۔ (مسلم شریف جلد ۴ صفحہ ۲۲۱۵)

مجاہدین کا ایک لشکر موتہ میں قیصر کے لشکرِ جرار سے برسرِ پیکار تھا۔ ایک دن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں منبر پر تشریف فرما تھے اور فرمایا جو لشکرِ اسلام کا پرچم اٹھاتا وہ شہادت پاتا۔ مدینہ طیبہ میں حضور سرورِ

Marfat.com
Marfat.com

انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو آگاہ فرمار ہے تھے۔ جب جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھایا۔ تو سرکارِ سید کائنات ﷺ نے فرمایا۔ گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔

اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیس

ترجمہ: ''اب لڑائی کی بھٹی گرم ہوئی ہے''

کچھ دن کے بعد حضرت یعلیٰ بن منبہ رضی اللہ عنہ جنگ موتہ کے حالات بتانے مدینہ میں آئے۔ تو حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنگ کے حالات میں نہ تمہیں بتاؤں؟ عرض کی ضرور بتائیں۔

مدینہ پاک میں بیٹھے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حالات بتا دیئے۔ جس پر انہوں نے کہا۔

''خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات نہیں چھوڑی''

یہ بصارتِ محبوب خدا کا کرشمہ تھا۔ کہ اتنی دور سے دیکھ رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں بے شمار ایسے واقعات و حالات ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت کی قوت بے مثال تھی۔

ایک موقع پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''میں ثریا میں بارہ ستارے دیکھ رہا ہوں''

حقیقت یہ ہے کہ بڑے بڑے علم نجوم کے ماہرین اور سائنس دانوں نے بڑی بڑی طاقتور دوربینوں سے مشاہدہ کیا اور انہیں صرف 7 ستارے ہی نظر آئے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی قوت بصارت عطا ہوئی کہ انہوں نے بارہ ستارے دیکھ لئے۔

اسی طرح جب مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج شریف پر اعتراض کیا اور مسجد اقصیٰ کے در و دیوار کے بارے میں پوچھا تو مکہ پاک میں کھڑے ہو کر مسجدِ اقصیٰ کو ملاحظہ فرما لیا۔ اور ہر چیز گن کر بتا دی۔ (سیرۃ النبوۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)

وہ حسین چشم ما زاغ و احسن مژہ　　　کوکب صبح پر سب کا دامن مژہ
لطف کے در پہ بخشش کی چلمن مژہ　　　ان کی آنکھوں پہ یہ سایہ افگن مژہ
ظلۂ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com
Marfat.com

تاجدارِ کائنات ﷺ کی ناک مبارک:

محسنِ کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک کمال درجہ قوتِ شامہ کی حامل تھی۔ بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی۔ لیکن زائرین رسول کو ذرا اونچی نظر آتی تھی۔ درمیان میں قدرے بلند اور باریک تھی۔ طوالت میں اعتدال تھا۔ موزینت اور تناسب سے تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمُ دَقِيقُ العِرْنَيْنَ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک حسن اور تناسب سے باریک تھی'' (سیوطی، الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۱۲۸)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک کو خداوندِ قدوس نے ایسی چمک اور آب وتاب سے نوازا تھا۔ کہ ہر وقت ضیاء پاشی ہوتی رہتی تھی۔ اسی چمک کی وجہ سے بینی مبارک بلند دکھائی دیتی تھی۔ جو شخص بھی زیارت سے سرفراز ہوتا وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک اونچی تھی۔ جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں۔ جو شخص بینی مبارک کو دیکھتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند بینی والا خیال کرتا۔ (ترمذی الشمائل المحمدیہ صفحہ ۳۶)

رخسار مبارک:

باعثِ تخلیق کائنات، روحِ کائنات حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک رخسار نہ زیادہ ابھرے ہوئے اور نہ اندر کی طرف دھنسے ہوئے تھے۔ بلکہ اعتدال وتوازن سے سنوارے ہوئے تھے۔ سرخی مائل گلاب کے پھولوں کی طرح، چمک ایسی تھی کہ چاند بھی شرماتا تھا۔ نرمی ایسی کہ شبنم بھی منہ چھپائے۔ اور کلیوں کو بھی حجاب آئے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ہموار تھے'' (ترمذی، الشمائل المحمدیہ صفحہ ۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جس کو شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ نے بھی بیان کیا تھا۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں غیر موزوں ارتفاع نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ رخسار مبارک پر گوشت کم اور جلد نرم تھی''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ جس کو صالحی نے سبل الھدیٰ والرشاد میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمُ اَبْيَضَ الْخَدُّ

ترجمہ: حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک نہایت چمکدار تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی جس کو ابوداؤد نے کتاب الادب میں نقل کیا ہے۔

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمُ اَبْيَضَ الْخَدِينَ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سفید رنگ کے تھے۔

جس پہ قربان ہیں طوبیٰ کی رعنائیاں　　حسن موزنیت کی فدا جس پہ جان
جس کا روح الامین بلبل مدح خواں　　طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

سینۂ مقدس / قلب أطهر:

وہ جو حمد و ثنا کا ہوئے مطلع درود　　ہے جو نعت و مناقب کا مقطع درود
وہ جو پڑھتے تھے اصحاب اربع درود　　رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود
شرح صدرِ صداقت پر لاکھوں سلام

رب قدیر نے سینہ مبارک کی تعریف خود فرمادی۔ ارشاد الٰہی ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

ترجمہ: ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ کر دیا۔

سینہ انور سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی۔ اس کے علاوہ باقی سینہ مبارک بالوں سے خالی تھا۔ قدرے ابھرا ہوا تھا۔ حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدر مبارک فراخی، کشادگی، وسعت اور حسنِ تناسب کا مرقعہ تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جس کو ترمذی نے باب الشمائل المحمدیہ میں نقل کیا ہے۔

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمُ عَرِيْضَ الصَّدْرَ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ انور فراخی کا حامل تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

اسی حوالے سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کی ہے۔ جس کو دلائل النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۰۴ پر نقل کیا ہے۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ انور فراخ اور کشادہ، آہینہ کی طرح سخت اور ہموار تھا۔ کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا۔ سفیدی اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا''

ایک اور دوسری روایت میں ہے۔

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سینہ میں وسعت پائی جاتی تھی''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا''

بیان فرماتے ہوئے ''رَحْبَ الصَّدَرَ'' کا لفظ ثابت ہے۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کے مطابق سینہ کی ہڈیوں کی ساخت بڑی ہونے کو ''رَحْبُ'' کہتے ہیں۔ جس سے بغل کی وضع خوشنما ہو کر پہلوان کی طرح کمر سے اوپر کے جسم کی خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہے۔

عقل حیران ہے، اِدراک کو ہے جنون　　کیف ہے سر بہ سجد خرد سر نگوں
کو پہنچا ہے تاحدِ سر دروں　　دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

قلبِ اطہر:

حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اطہر سوز و گداز، محبت و شفقت اور علم و حکمت کا خزانہ تھا۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ رقیق القلب تھے۔ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، غم بانٹتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

کئی بار شقِ صدر کیا گیا۔ حضور محبوب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی وسعتوں اور گہرائیوں کا اندازہ لگانا۔ انسانی قوت و جرات سے باہر ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی عقیدت کے پیش نظر لب کشائی کرنا اپنا مقدر سمجھتے ہوئے چند معروضات تحریر لانے کی جسارت کر رہا ہوں۔ کہ شاید میرے یہی الفاظ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبول ہو جائیں۔

قرآن کریم میں بعض آیات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر سے منسوب ہیں۔ مفسرین نے تفسیر

Marfat.com
Marfat.com

کی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

سورۃ النجم میں ہے۔ وَالنَّجمِ اِذَا هَوٰیO

ترجمہ: قسم ہے ستارے کی جب وہ اتر۔

قاضی عیاض حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ وَالنَّجمِ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

نجم سے مراد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ انور ہے۔(قاضی عیاض الشفاء جلد نمبر ا صفحہ ۲۳)

اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ منور اور سینہ اقدس کا ذکر استعاراتی انداز میں فرمایا۔

"اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ مَثَلُ نُورِهٖ کَمِشکٰوۃٍ فِیهَا مِصبَاحٌO اَلمِصبَاحُ فِی زُجَاجَةٍO (سورہ النور ۲۵-۲۴)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی صورت میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق نما (سینہ اقدس) جیسی ہے۔جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے۔وہ چراغ فانوس (قلب محمدی) میں رکھا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اس بارے سوال کیا۔تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

"(آیت مذکورہ) میں باری تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک مثال بیان کی ہے۔یعنی "مشکوٰۃ" سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اطہر مراد ہے۔"زُجَاجَة" سے مراد قلب انور اور "مِصبَاح" سے مراد صفتِ نبوت جو شجرِ نبوت سے روشن ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو بیدار بنا دیا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

اِنَّ عَینَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلبِی

ترجمہ: میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔(بخاری شریف ابواب التہجد)

اسی طرح اسی حدیث مبارکہ کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔جس کو حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

اَلْاَ نْبِیَآءُ تَنَامُ اَعْیُنُهُم وَلاَ یَنَامُ قُلُوْبُهُم

ترجمہ: انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل بیدار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدر مبارک کھول دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی نبوت کا کام سب سے پہلے کس چیز سے شروع ہوا''

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(''میں دس سال کا تھا۔ میں جنگل میں جا رہا تھا۔ اچانک میرے سر کے اوپر سے دو آدمی میرے پاس نمودار ہوئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا، کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ''ہاں'' ان دونوں نے مجھے پکڑا اور لٹا دیا۔ پھر میرا پیٹ چاک کیا۔ ایک شخص سونے کے برتن میں پانی لایا۔ دوسرا میرا پیٹ دھونے لگا۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ''اس کا سینہ چیر دو'' تو مجھے میرا سینہ چیرا ہوا معلوم ہوا۔ مجھے اس کا کوئی درد و تکلیف محسوس نہ ہوا۔ پھر کہا۔ اس کے قلب کو چیر دو۔ دوسرے نے قلب کو شق کر دیا۔ پہلے نے کہا، اس میں سے مادۂ دشمنی اور حسد کو نکال دو''۔ دوسرے نے بستہ خون کی مانند نکالا اور پھینک دیا۔ پہلے نے پھر کہا۔ اس کے دل میں محبت اور رحم ڈال دو۔ اس نے چاندی جیسی کوئی چیز ڈالی۔ پھر اس نے میرے انگوٹھہ کو ٹھونگا مارا اور کہا اب جاؤ'')۔

اس واقعہ کو عبداللہ ابن امام احمد بن حنبل نے ''زائدِ مسندِ احمد'' میں روایت کیا ہے۔

عقل حیراں ہے ادراک کو ہے جنوں — کیف ہے سر بہ سجدہ خرد سرنگوں
کون پہنچا ہے تا حدِ سر دروں — دل سمجھ سے وراء ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com
Marfat.com

دست مقدسہ:

لب ز لال چشمہ کن میں گندھیں وقت خمیر
مردے زندہ کرنا اے جان تم کو کیا دشوار ہے
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا
موج بحرِ سخاوت پر لاکھوں سلام

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اُوْتِیْتَ بِمَفَاتِیْحَ خَزَائِنَ الْاَرْضَ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ

ترجمہ: میرے پاس خزائن ارض کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں"۔(بخاری شریف)

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

امام بیہقی حضرت عبدالرزاق سے روایت کی ہے۔کہ غزوہ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَاَعْطَاهُ النَّبِیُّ ﷺ عَسِیْبًا مِنْ نَخْلٍ فَرَجَعَ فِیْ یَدِ عَبْدُ اللّٰهِ سَیْفاً

ترجمہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔(حجۃ اللہ ص ۴۳۲)

موٹی انگلیاں اور اسطرح کہ پُر گوشت اور کشادہ ہاتھ تھے۔

ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے رخسار کو مسح کیا تھا۔ حضرت جابرؓ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے اس قدر ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی گویا عطر و گلاب بھی ماند پڑ گیا۔

اسی حدیث کو امام مسلمؒ نے طبرانی اور بیہقی میں حضرت وائل بن حجرؓ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

''میں مصافحہ کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا میرا جسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھو جاتا تو اس کے بعد میں اپنے ہاتھ میں خوشبو سونگھ لیا کرتا تھا۔ اور خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر قسم کی ہوتی تھی''۔

حضرت مستور بن شداد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔

''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دستِ مبارک پکڑ لیا تو یہ محسوس ہوا کہ ''ریشم سے زیادہ نرم ہے، برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے''۔ (سیرت محمدیہ۔ مواہب لدنیہ صف ۵۳۰۔ ج دوم)

حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بغل مبارک کا پسینہ

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بغلوں میں سفیدی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویت ہے۔

رَأیتُ رَسُولُ اللہ صَلّی اللہِ عَلَیہِ وَسَلَّم یَرفَعُ یَدَہُ فِیُ الدُّعَاحتّٰی رَأیتُ بَیَاضِ البطِیَۃ۔

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا۔

بنو خریش کے ایک شخص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اکثر گلے لگا لیا کرتے تھے۔ تو مجھ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ بہہ نکلتا جو مشک کی خوشبو سے بڑھ کر تھی۔

اُم المومنین محبوبہ سید المرسلین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے خوبصورت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک نورانی تھا۔ جس واصف نے زیارت کی چودھویں کا چاند بتایا۔ آپؓ فرماتی ہیں۔

هَذا عَرقَکَ نَجعَلَہُ لَطَبینَا وَهُوا طَیّبَ الطَّیبُ

ترجمہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک ہے اس سے خوشبو بنائیں گے۔ کیونکہ یہ ایک بہترین خوشبو ہے۔ (خصائص کبریٰ۔ بخاری شریف ج ا ص ٦٦)

ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے۔ مدد فرمائیں۔

حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ایک شیشی لے آ۔ اس شیشی میں رسالت مآب صلی الہ علیہ وسلم نے اپنی کہنیوں کا پسینہ بھر دیا اور فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

اپنی بیٹی سے کہہ دے، یہ پسینہ عطر کی جگہ استعمال کرے۔

فَكَانَتْ اِذَا تَطَيَّبَ يَشَمُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ رَائِحَةَ الطِّيْبِ فَسَمُّوا بَيْتَ الْمُطَيَّبِيْنَ

(حجته الله ص ۴۸۵)

ترجمہ: جب وہ حضور صلی اللہ علیہ سلم کے پسینہ کو استعمال کرتیں تو مدینہ والے اس کی خوشبو کو سونگھتے اور مدینہ کا شہر خوشبو سے مہک جاتا اسی لئے لوگ اس گھر کو خوشبو کا گھر کہنے لگے"۔

واہ ! اے عطرِ خدا ساز مہکنا تیرا

خوبرو ملتے ہیں کپڑوں سے پسینہ تیرا

حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک بھی بے مثل و بے نظیر تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل مبارک میں مشک وعنبر سے زیادہ خوشبو تھی۔اور چاندی کی طرح سفید تھے۔ان میں بال وغیرہ بھی نہ تھے۔

ابنِ سعد رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔حضور ﷺ جب سجدہ فرماتے تو۔

يُرٰى بَيَاضِ اَلْبِطِيَّةِ

آپ ﷺ کے بغلوں کی سپیدی نظر آجایا کرتی تھی۔

اِنَّهُ لَا شِعْرَفِيْهِ (خصائص الکبریٰ ج اص63)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل میں بال بھی نہ تھے۔

پشت مبارک:

حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سفید رنگ کی اور مضبوط تھی۔مونڈھوں کے درمیان مثل بیضہِ کبوتر گوشت ابھرا ہوا تھا۔کچھ بال اور تل بھی تھے جن کے جمع ہونے پر ایک عبارت پڑھی جاسکتی تھی۔یہی ابھار "مہرِ نبوت" کہلاتی ہے۔

چنانچہ مسلم شریف کی روایت کے مطابق یہ الفاظ ہیں۔

خَاتَمُ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلِ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ

ترجمہ: مہر خاتم نبوت دونوں مونڈھوں کے درمیان بیضہ کبوتر کے برابر تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ فرماتے ہیں۔خاتم النبوۃ گوشت کا اُبھار تھا۔جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت

Marfat.com
Marfat.com

مبارک میں تھا۔ اس میں گوشت کے لفظوں سے ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے
انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں
انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

قد مبارک:

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو و مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ رحمٰن میں سرور جہان نہیں

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک گلستانِ رحمت کی ایک شاخ تھا۔ نہ بہت دراز اور نہ بہت کوتاہ۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ہر طویل قدو قامت کے آدمی ان کے آگے پست نظر آتے۔ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جماعت میں تشریف فرما ہوتے تو مونڈھے سب سے بلند ہوتے۔

امام بیہقی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ فرماتی ہیں۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ لیکن بلند قامت آدمیوں سے بھی اونچے دکھائی دیتے تھے''۔

اسی طرح امام ابن سبع نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں لکھا ہے۔ کہ جب آپ ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو۔

فَيَكُوْنَ كَتِفُهُ عَلَى مِنْ جَمِيْعَ الْجَالِسِيْنَ (خصائص الکبریٰ ج ا ص 68)

''تیرا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

گردن مبارک:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح سفید حسن کے سانچے

Marfat.com
Marfat.com

میں ڈھلی ہوئی تھی۔ صراحی دار تھی جس کا رنگ سفید تھا۔

كَاَنَ اَبْرِيقَ فِضَةٌ (شمائل ترمذی شریف)

گویا آپ ﷺ کی گردن چاندی کی صراحی کی طرح تھی

اور حق بات تو یہ ہے کہ حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جسم اطہر بیمثال اور خوبصورت تھا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جب حضور سرور کونین ﷺ کے حسن و جمال کو بیان کرتے تھک جاتے تو آخری جملہ یہ کہا کرتے تھے۔

لَمْ اَرُ قَبْلَه وَلابَعْدَهُ مِثْلَه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمُ

آپ ﷺ کی مثال نہ پہلے تھی اور نہ بعد میں ہوگی۔

قدم مبارک:

کعبہ دین ودل یعنی نقشِ قدم   جن کی عظمت نہیں عرشِ اعظم سے کم
ہر بلندی کا سَر ہوگیا جس پہ خم   کھائی قرآن نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ہموار تھے۔ اگر پانی ان پر پڑتا تو ڈھل جاتا تھا۔ تلوے کے بیان میں مختلف روایات ہیں۔ خصائص شمائل کے مطابق

خُمْصَانِ اِلَا خُمْصِيْنَ

ترجمہ: ''تلا مبارک اونچا تھا۔ زمین سے نہ لگتا تھا''

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اَحْسَنَ الْبَشَرِ قَدْمَا

ترجمہ: ''قدم مبارک تمام انسانوں کے قدم سے حسین تھے۔

پاؤں کی انگلیاں قدرے موٹی اور مضبوط تھیں۔ انگوٹھے اور بعد والی انگلی دوسری انگلیوں سے طویل تھی۔ قدم مبارک کا اعجاز یہ تھا کہ پتھر اس کے نیچے نرم ہو جاتا تھا۔ اور نشان قدم پتھر پر بن جاتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

نہ میرے دِل نہ جگر پر نہ دیدہ تر پر
کرم کرے وہ نشانِ کرم تو پتھر پر

ایڑیاں مبارک نرم، چکنی اور صاف تھیں۔ ان پر پانی نہ ٹھہرتا تھا۔ اعتدال کے ساتھ گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ یہی وہ مقدس ایڑیاں تھیں جن کو شبِ معراج ''روح القدس علیہ السلام'' نے بوسہ دیا تھا۔

تاجِ روح کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں یہ خوشتر ایڑیاں
عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
ایک ٹھوکر سے اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

(بخاری شریف)

ویسے تو حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام شمائل مبارک منبع رحمت ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کاوش میں نورانیت کا رنگ بھرا جا سکے۔ یہ تحریر عمرہ شریف کی سعادت کے بعد لکھی گئی۔ اور تمام حقائقِ سیرت مقدسہ کی تصدیق کی گئی ۷ جون ۲۰۱۰ء کو واپسی ہوئی۔ مدینہ شریف میں ۱۲ روز گزارے اور تمام زیارات سے استفادہ کیا۔ اور انوار و تجلیاتِ ارضِ مقدس سے مستفیض ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

باب نمبر3:

اس باب میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر رشتہ دار خصوصاً چچے اور پھوپھیوں کے بارے میں تحریر کیا جائے گا جو کہ مختصر ہوگا۔ تاکہ قارئین کرام معلومات حاصل کرسکیں۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے گیارہ چچے ہیں۔ مگر چند کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس چچا ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک میں شریک ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے انہیں ستایا۔ اس نے مجھے ستایا۔

حضرت عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (ترمذی شریف)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کعبہ شریف کو ریشمی لباس پہنایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عمر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

''بڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہاں عمر میری زیادہ ہے'' آپؓ نے ۳۳،۳۲ھ رجب کے مہینہ میں ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بوقت وفات آپؓ نے ستر (۷۰) غلام آزاد کئے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب قحط پڑتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ وتوسل سے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی جاتی۔ تو بارش ہو جاتی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے۔ خلفائے بنو عباس انہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبیداللہ بن عباسؓ، حضرت قثم بن عباسؓ، حضرت معبد بن عباسؓ آپؓ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک محدث اور فقیہہ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ وفات کے بعد جنت البقیع شریف میں دفن کیا گیا۔

سید الشہداء۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ:

آپؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ابو عمارہ کنیت، اسد اللہ لقب رکھتے ہیں۔ نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے۔ آپؓ کی ذات سے اسلام کو بہت بڑی قوت ملی۔ جنگ بدر میں اپنی بہادری کا لوہا منوایا اور کئی کافروں کو واصل جہنم کیا۔ اور اسلام کی دوسری جنگ (غزوہ اُحد) میں جبیر بن مطعم کے غلام ''وحشی'' کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

آپؓ اپنی جائے شہادت وادیٔ اُحد میں مدفون ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ان کا تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے۔

حارث بن عبد المطلب:

یہ حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ جن کے ساتھ مل کر حضرت عبدالمطلب نے زم زم کنویں کی دوبارہ کھدائی کی اور کنواں دریافت کیا۔ ان کے نسل کے زیادہ لوگ ملک شام میں رہے۔ حارثؓ کے لڑکوں، حضرت ربیعہؓ، حضرت ابوسفیانؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت نوفل رضی اللہ عنہ نے بڑی شہرت پائی۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ حارث بن عبدالمطلب، عبدالمطلب کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔

حضرت زبیر بن عبد المطلبؓ:

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد قریش کے دستور کے مطابق آپؓ ہی اپنے والد کے جانشین قرار پائے۔ حضرت زبیرؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابو طالبؓ تینوں ایک ہی ماں سے حقیقی بھائی تھے۔ بنو کنانہ اور بنو ہوازن کے درمیان ہونے والی لڑائی 'فجار' میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قریش کے سردار تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے بڑے تاجر اور صاحب ثروت آدمی تھے۔ ان کی اولاد میں چار بیٹیاں (حضرت صفیہؓ، حضرت اُمِ زبیرؓ، حضرت صناء اور حضرت اُمِ حکیمؓ) اور چار لڑکے (حجل، قترہ، طاہر اور عبد اللہ) تھے۔

حضرت ابو طالب بن عبد المطلبؓ:

ان کا نام عبد مناف، بڑے لڑکے کے نام سے کنیت ابو طالب تھی۔ خاندانی رواج کے مطابق اپنے بڑے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کی وفات کے بعد قریش کے سردار ہوئے۔ اُم ہانی رضی اللہ عنہا آپؓ ہی کی صاحبزادی تھیں۔ یہی طاہرہ خاتون ہیں۔ جن کے گھر معراج کی شب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔

(آپؓ کے چار بیٹے تھے۔ حضرت عقیل بن ابو طالبؓ، حضرت جعفر طیار بن ابو طالب، شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طالب بن ابو طالب رضی اللہ عنہ) ان کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

ابو لهب بن عبد المطلب:

ان کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ بڑے صاحب ثروت تھے۔ اسلام کی مخالفت میں وہ اور اس کی بیوی اُم جمیل پیش پیش رہے۔ اس سلسلہ میں سورۃ لہب نازل ہوئی۔ عتبہ اور عتیبہ اس کے لڑکے تھے۔

غزوہ بدر کے بعد مکہ میں ہی فوت ہو گیا۔ اور ان کے بیٹوں نے ایک گڑھا کھود کر لکڑیوں سے دھکیل کر اس

Marfat.com
Marfat.com

گھڑے میں پھینک کر اوپر دور سے ہی پتھر پھینک دیئے۔

عمات النبی : حضور سرور کائنات ﷺ کی پانچ پھوپھیاں تھیں۔

أم حکیم بنت عبد المطلب:

ان کا عقد کریز بن ربیعہ سے ہوا۔ ان سے دو اولادیں تھیں۔ ایک لڑکی جس کا نام اروی بنت کریز تھا۔ جو حضرت عثمان بن عفوان رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔ ایک حضرت عامر بن کریز رضی الہ عنہ جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے۔ انہیں کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بصرہ کے عامل مقرر ہوئے۔

عاتکہ بنت عبد المطلب:

ان کی شادی ابوامیہ بن مغیر مخزومی سے ہوئی۔ ان کی دو اولادیں تھیں۔ دونوں ہی لڑکے تھے۔ ایک حضرت زبیر بن امیہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ دونوں ہی ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی تھے۔

برہ بنت عبد المطلب:

انکی شادی پہلے عبدالاسد بن بلال مخزومی سے ہوئی جن سے ایک بیٹا حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پہلے شوہر کی وفات کے بعد ان کا عقد ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ جن سے حضرت ابوسبرہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اشاعت دین میں بڑی خدمات سرانجام دیں۔

امیمہ بنت عبد المطلب: ان کا نکاح، جحش بن رباب سے ہوا۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، ام حبیبہؓ اور حضرت حمنہؓ ان کی صاحبزادیاں ہیں۔

ایک بیٹے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جو غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور اپنے ماموں سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب: انکی پہلی شادی حارث بن امیہ سے ہوئی۔ ان کے بعد العوام بن خویلد سے عقد ہوا۔ ان سے ان کے تین لڑکے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت سائب بن العوامؓ اور حضرت عبدالکعبہ بن العوام پیدا ہوئے۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ذکرِ اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تکمیل کے بعد ضروری سمجھتا ہوں کہ حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ کی اولاد پاک کا مختصر ذکر کر دوں۔ جو حاضرِ خدمت ہے۔

اولاد پاک جس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ وہ سات ہیں۔

تین صاجزادے اور چار صاجزادیاں

تمام اولادِ پاک سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، سیدہ طیبہ، طاہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما سے متولد ہوئی۔

صاجزادگان:۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے فرزند ار جمند ہیں جو قبل از اظہارِ نبوت متولد ہوئے۔ اور انہیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابو القاسم'' مشہور ہوئی۔ بعض علماء کے مطابق ان کی وفات دو سال کی عمر میں اظہارِ نبوت سے قبل ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ:۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت اظہارِ نبوت کے بعد مکہ شریف میں ہوئی۔ اور شیر خواری کے ایام میں ہی مکہ میں ہی وفات ہوگئی۔ انہیں کی وفات پر ''عاص بن وائل سہمی'' نے حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ابتر'' (بے نسل) کہا۔

اسی وقت جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَر

حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ رضی اللہ عنہ:۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی آخری اولاد پاک ہیں۔ جو مدینہ طیبہ میں ماہ ذی الحجہ ۹ھ میں متولد ہوئے۔ ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو بطور ہدیہ مقوقس بادشاہ سکندریہ

Marfat.com
Marfat.com

نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کی تھیں۔

حضرت سلمی رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ ان کی دایہ تھیں۔ حضرت ابراہیمؓ کی ولادت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور دو بھیڑوں کا عقیقہ بھی کیا۔ اور اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم مبارک پر نام رکھا۔ سر کے بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے مساکین میں تقسیم کی۔

عوالی مدینہ میں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہ کیلئے ایک گھر تعمیر تھا۔ وہاں ہی فرزندِ ارجمند حضرت ابراہیمؓ کی ولادت ہوئی۔ آج بھی اس محلّہ کو "موضع مشربہ" اُم ابرہیمؓ کہا جاتا ہے۔ لوگ اس کی زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؓ نے سترہ مہینے عمر پائی۔ جب وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش مبارک میں تھے۔ ان کی وفات پر مدنی تاجدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا۔

"اے ابراہیمؓ! ہم تیری جدائی کے سبب غمگین ہیں"

میری آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے

اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میت پر رونے سے منع فرمایا ہے"

اس پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے عوف کے فرزند! جس حالت کا تم نے مشاہدہ کیا ہے۔ یہ میت پر رحمت وشفقت کا اظہار ہے۔ جو کہ اس کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور ممانعت میں نے فرمائی ہے۔ وہ آوازوں کی بنا پر ہے"

ان کی وفات پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، بلند آواز سے رونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ تو انہوں نے عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو بھی تو گریہ کناں دیکھا ہے"

اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَلْبُكَاءُ مِنَ الرَّحْمَةِ، وَالصُّرَاخُ مِنَ الشَّيْطَانِ

ترجمہ: رونا رحمت ہے۔ اور چیخنا چلانا شیطانی عمل ہے۔

حضرت ابراہیمؓ کو البقیع میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔ حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے روز

Marfat.com
Marfat.com

سورج کو گرہن لگا تھا۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ گرہن حضرت ابراہیمؓ کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔ کیونکہ لوگ گمان کرتے تھے کہ چاند یا سورج کو گرہن کسی عظیم آدمی کی موت یا کسی بڑے حادثہ کی وجہ سے لگتا ہے۔ اس پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''چاند اور سورج خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ ان کو کسی کے مرنے یا جینے پر گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ ان واقعات سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تا کہ وہ اس سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔

صاحبزادیاں:-

ا-حضرت زینب بنت رسول خدا رضی اللہ عنہا:۔

ابن اسحٰق کے نزدیک حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ یہ قبل از اظہار نبوت متولد ہوئیں۔ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ سال تھی۔ بعثت کے بعد فوراً اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان کی شادی خالہ حضرت ہند جنت خویلہ کے بیٹے ابوالعاصؓ سے ہوئی جن کا اصل نام لقیط بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبدمناف تھا۔ لیکن وہ اپنی کنیت ''ابوالعاص'' کے سبب زیادہ مشہور ہیں۔

ابوالعاص بدر کے قیدیوں میں شامل تھے اُن کی رہائی اور فدیہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاصؓ سے ایک بیٹا تھا جس کا نام علی تھا۔ جو حدِ بلوغت کے قریب دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ایک بیٹی تھی جس کا نام ''حضرت امامہؓ'' تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی حضرت امامہؓ سے بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امامہؓ کو اپنے دوش مبارک پر اٹھائے تھے۔ حالت نماز میں بھی اٹھائے رکھا۔ جب رکوع جاتے تو انہیں زمین پر اتار دیتے اور جب سجدے مبارک سے سر اُٹھاتے تو پھر اُٹھا لیتے اور دوش مبارک پر بٹھا لیتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان سے ان کے بیٹے ''حضرت محمد اوسط'' تولد ہوئے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظاہری حیاتِ مبارکہ میں سن ۸ ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی۔ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمیٰؓ اور حضرت اُم ایمنؓ نے غسل دیا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تہہ بند میں کفن دیا گیا۔ نماز جنازہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی۔ خود قبر مبارک میں اُتارا اور دیگر دختران رسول کے قرب جنت البقیع شریف میں دفن فرمایا۔ (انا لِللّٰہِ وَ

Marfat.com
Marfat.com

اِنَّا عَلَیْہِ رَاجِعُوْن)

۲-سیدہ رقیہ بنتِ رسول رضی اللہ عنہا:۔

دخترِ رسول حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال چھوٹی تھیں۔عہدِ نبوت سے قبل سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا عقبہ بن ابولہب کی زوجیت میں تھیں۔ بعد از اظہارِ نبوت جب سورۃ لہب (تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَھَب) نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹے سے کہا۔''اوعقبہ تیرا سر حرام ہے''

'یعنی میں تم سے بیزار ہوں۔تو فوراً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو اپنے سے جدا کر لے تو میں راضی ہونگا''

اس نے فوراً طلاق دے دی۔

اس کے بعد مکہ شریف میں ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔انہوں نے دو ہجرتیں کیں ایک آغاز اسلام میں حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ طیبہ کی طرف۔

سن دو ہجری کو غزوہ بدر واقعہ ہوا۔جب اسلامی لشکر فتح یاب ہو کر واپس مدینہ تشریف آور ہوا تو لوگ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کر کے واپس آ رہے تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ان سے کوئی اولاد نہیں ہے۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا عَلَیْہِ رَاجِعُوْن)

۳-سیدہ اُمِ کلثوم بنتِ رسول خدا رضی اللہ عنہا:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔بعض مؤرخین کے مطابق ان کا اصل نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تھا۔ان کا نکاح بھی قبل از اظہار نبوت ''عتیبہ بن ابولہب'' سے ہوا۔مگر جلد ہی جدائی ہوگئی۔

جب عتیبہ بن ابولہب نے طلاق دی تو حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت زیادہ گستاخی کی۔اور کہا۔

''میں کافر ہوں، نہ آپ کا دین مجھے محبوب ہے اور نہ ہی آپ مجھے پیارے ہیں''

اہل سیر کہتے ہیں کہ جب عتیبہ بن ابولہب نے سیدہ اُمِ کلثوم کو طلاق دی تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح گستاخی کی کہ اس نے اپنے ناپاک منہ کا تھوک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکا۔اور قمیض مبارک بھی چاک کر دی۔اور کہا کہ میں نے اُمِ کلثوم کو طلاق دی۔

Marfat.com
Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْباً مِنْ کِلَابِکَ''

ترجمہ: اے اللہ! اس ملعون پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرمادے۔

مالِ تجارت کا ایک قافلہ ملک شام کی طرف گیا۔ اس میں ابولہب اور اس کا بیٹا بھی تھا۔ راستہ میں ایک جگہ قیام ہوا تو ابولہب نے اہلِ قافلہ سے کہا کہ آج رات میرے بیٹے کی حفاظت کرو، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میرے بیٹے کے حق میں آج اثر کرے گی۔ لہذا اہلِ قافلہ نے اپنا تمام مال واسباب اکٹھا کر کے اوپر نیچے رکھ کر ایک چبوترہ بنایا اور اس پر عتیبہ بن ابولہب کو چڑھا دیا۔ اور چاروں طرف گھیرا ڈال کر پہرہ دینے لگے۔ لیکن خالق کائنات نے ان سب پر نیند مسلط کر دی۔ اسی دوران ایک شیر آیا اس نے سب کو سونگھا اور جست لگا کر چبوترے پر چڑھ گیا۔ اور عتیبہ بن ابولہب کو دبوچ لیا۔ اس کی آواز بھی نہ نکلنے دی اور چیر پھاڑ دیا۔ (مدارج النبوۃ ۲ صفحہ ۵۳۳)

اس کے بعد ہجرت کے تیسرے سال سیدہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ان کے نکاح کے وقت حضرت جبرائیل بھی موجود تھے۔ اسی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' یعنی دونوروں والے کہا جاتا ہے۔

کافی عرصہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں رہیں۔ مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اگر ہوئی تو زندہ نہ رہی۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے ۹ ہجری کو وفات پائی۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبرِ انور پر بیٹھ گئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو وہ بھی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیتا''۔

۴۔ خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا:۔

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی ولادت اظہارِ نبوت کے ایک سال بعد ہوئی۔ ''بتول'' اسم مبارک تھا۔ کیونکہ آپؓ اپنے زمانہ کی تمام خواتین سے فضیلت دین میں جدا تھیں۔ ''زہرہ'' اس بنا پر اسم مبارک رکھا گیا۔ کیونکہ آپ حُسن و جمال میں کمال درجہ رکھتی تھیں۔

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راہ وروش، صورت و

Marfat.com
Marfat.com

سیرت اور کلام میں متشابہ تھیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو خود ان کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ ان کا ہاتھ تھام لیتے اور پیشانی کا بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔

ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کی واپسی پر حضور پُرنور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پندرہ سال پانچ ماہ تھی اور حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد حضرت امام حسن مجتبیٰ، سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ، سیدہ حضرت زینبؓ، سیدام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ ہیں۔ حضرت محسنؓ اور سیدہ رقیہ عہدِ طفولیت میں ہی وفات پا گئے۔ حضرت سیدہ زینبؓ، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثومؓ، خلیفہ دوم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ ان میں حضرت اُمِ کلثومؓ کا ایک بیٹا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوا جس کا نام حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ ہے زندہ رہا۔

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا۔

فَاطِمَةُ بُضعَةٌ مِنِّي مَنْ اٰذٰا هَا فَقَدُ اٰذانِیُ وَمَنُ اَبُغَضَهَا فَقَدُ اَلُبغَضِیُ

ترجمہ: فاطمہؓ میرے جگر کا گوشہ ہے۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے ان سے بغض رکھا بلاشبہ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

مزید فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ يَغُضِبُ فَاطِمَةَ وَيَرُضٰى بِرِضَا هَا

ترجمہ: بے شک اللہ فاطمہؓ کے غصے سے غضب فرماتا ہے اور ان کی رضا سے خوش ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ)

آپؐ کے لختِ جگر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''میں نے اپنی والدہ محترمہ کو دیکھا کہ وہ گھر کی مسجد کی محراب میں رات رات بھر نماز میں مشغول رہتیں۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور میں نے ان کو مسلمانوں اور مسلمان خواتین کیلئے بہت زیادہ دعا کرتے سنا۔ انہوں نے اپنی ذات کیلئے دعا نہ مانگی۔ میں نے عرض کی۔ اے مادرِ مہربان! کیا سبب ہے کہ آپؐ اپنے لیے دعا نہیں مانگیں؟ فرمایا۔

اے فرزند!

Marfat.com
Marfat.com

"اَوَّلُ الجَوارُ ثُمَّ الدَارِ"

پہلے ہمسائے ہیں پھر گھر والے (مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۳۵)

سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی تین ماہ رمضان بروز سہ شنبہ سن گیارہ ہجری کو رات کے وقت وفات ہوئی۔ اور وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کر دیا گیا۔

جنت البقیع شریف میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ میں دفن کر دیا گیا۔ اسی جگہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، حضرت امام باقرؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قبور ہیں۔ (اناَّ للّٰہِ وَ اِنَّا عَلَیْہِ رَاجِعُوْن)

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

حرفِ آخر

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات بعد از وصال بھی علماء امت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس پر کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ شہداء متقاملین کی حیات کامل ہے۔ مگر انبیاء کرام کی حیات کامل ترین ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات طیبہ حسی و دنیاوی ہے۔ اس پر بکثرت احادیث ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں روایت ہے۔

اَلَا نبِیَآءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُورِھِم

ترجمہ: ''تمام نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں''

ابوداؤد، متفق علیہ ایک اور حدیث مقدسہ ہے۔

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہِ عَلَیَّ رُوْحِیُ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ

ترجمہ: جب کوئی مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو میرے جسم میں واپس فرماتا ہے۔ تاکہ میں اس کو سلام کا جواب عنایت فرماؤں۔

سال 2010ء میں جب ناچیز عمرہ شریف کیلئے ۲۰ جون کو مدینہ شریف روضہ انور پر حاضر تھا۔ تو وہاں سے ایک کتاب ملی جس کو مفتی اعظم سعودی عرب حضرت امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے تحریر کیا تھا۔ اس چھوٹی سی کتاب کا نام ''احکام و آداب زیارت مدینہ منورہ'' ہے۔ مفتی صاحب نے اس کتاب میں بھی مندرجہ بالا حدیث مقدسہ کے حوالے سے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ نظامِ کائنات میں کوئی لحہ ایسا نہیں ہے کہ جب ملائکہ یا بنی نوع انسان خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء نہ کر رہے ہوں۔ چوبیس گھنٹوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تقسیم کر دیا ہے کہ ہر لحظہ دنیا میں بھی کوئی لحہ خالی نہیں رکھا۔ جب کسی نہ کسی مقام پر نماز کی ادائیگی نہ ہو رہی ہو۔ اور نماز درود شریف کے بغیر قبول نہیں ہے۔ لہذا مفتی صاحب کی اس وضاحت سے حضور سرورِ کائنات ہر لحظہ زندہ ہیں اور اپنے امتیوں کے درود و سلام سن کر جواب دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ''نسائی'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے۔ کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ

Marfat.com
Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے، جو زمین پر ہر وقت گشت کرتے ہیں۔ جب میرا کوئی امتی مجھ پر صلوٰۃ وسلام پیش کرتا ہے۔ تو وہ لاکر میرے حضور پیش کرتے ہیں''۔

یہ غائبوں کیلئے ہے۔ لیکن جو روضہ انور پر حاضر ہو کر بنفسِ نفیس درود وسلام پیش کرتا ہے۔ وہ خود سماعت فرماتے ہیں۔ اور ہر زائر کو سلام کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۲۱ پر ایک اور حدیث مبارک کا ذکر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جمعہ شریف کے روز میرے حضور زیادہ سے زیادہ درود وسلام پیش کیا کرو، کیونکہ تمہارا سلام میرے حضور پیش کیا جاتا ہے'' صحابہ کرام نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا سلام آپؐ کے حضور کس طرح پیش ہوگا جبکہ آپؐ ہماری آنکھوں سے روپوش ہونگے''۔

اس پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''حق تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے پس وہ زندہ ہوتے ہیں''۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ کہ اہلِ قبور کیلئے ادراک وسماع حاصل ہے۔ اور صفت سماع ارضی ہے۔ جو حیات کے ساتھ مشروط ہے۔ لہٰذا تمام مسلمان زندہ ہیں۔ لیکن تمام مسلمانوں کی حیات، مرتبہ میں شہداء کی حیات سے کمتر ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی حیات مقدسہ شہداء عظام کی حیات سے بھی کامل تر ہے۔

حق سبحان تعالیٰ جو کہ تمام قدرتوں کا مالک ہے نے اپنے محبوب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سردارِ انبیاء ہیں کی حیاتِ مقدسہ اور جسدِ اقدس کو ایسی حالت اور قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں بذاتِ خود تشریف لے جائیں یا مثالی صورت میں آسکتے ہیں۔ خواہ آسمان ہو۔ یا زمین، خواہ قلوبِ مومن ہو۔ یا محفلِ پاک ہو۔ خواہ روضۂ اقدس ہو۔ خواہ کوئی اور نورانی جگہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی روضۂ انور کے ساتھ نسبت زیادہ مروی ہے۔

جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب باغیوں نے گھیرے میں لے لیا۔ تو بعض اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مشورہ دیا کہ مصلحت اور مناسب ہے کہ آپؓ اہلِ شام کے ساتھ مل جائیں۔ لیکن اس سچے عاشق رسولِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

Marfat.com
Marfat.com

''میں جائز نہیں رکھتا کہ اپنے دارِ ہجرت (مدینہ شریف) سے مفارقت کروں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو چھوڑ دوں''

اسی طرح حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے جو تمام کتب احادیث میں وارد ہے کہ جب واقعہ ''حرا'' رونپذیر ہوا۔ تو تمام لوگ مسجدِ نبوی شریف کو چھوڑ کر چلے گئے۔ تو انہوں نے حجرۂ مقدسہ سے پانچوں وقت اذان کی آواز سنی تھی۔ اور اسی پر اپنی نمازیں ادا کرتے رہے۔

سلطان سعید نورالدین شہید کا واقعہ جو ۵۵۷ھ میں پیش آیا۔

حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن متواتر سلطان شہید کو زیارت سے سرفراز فرمایا۔ اور خبردار فرمایا کہ دو نصرانی خبیث مجھے دکھ دینا چاہتے ہیں۔ ان کا بندوبست کرو۔ اس کی نسبت بھی روضۂ مقدسہ سے ہے۔ ان نصرانیوں کے خبیث چہرے بھی سلطان معظم کو دکھا دیئے گئے اس کے بعد سلطان ایک ہزار آدمی لے کر مدینہ شریف حاضر ہوا۔ ن کو تلاش کر لیا اور انہیں پکڑ کر آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ اس کے سلطان نورالدین شہید نے حجرہ مقدس کے گرد خندق کھود کر اسے سیسہ سے بھر دیا۔ اس واقعہ کو مدینہ شریف کے تمام مؤرخین جن میں جمال الدین مطریؒ اور مجدالدین فروزآبادی خاص طور پر مشہور ہیں نے تصدیق وتصریح فرمائی ہے۔

مفتی اعظم سعودی عرب امام عبدالعزیز بن عبداللہ نے دعا مانگنے کا طریقہ بتایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان چاہیے روضۂ انور پر حاضر ہو یا غائب کہے۔

اَللّٰھُمَّ شَفِّعْ فِیْ نَبِیِّکَ ، اَللّٰھُمَّ شَفِّعْ فِیْ مَلَائِکَتِکَ وَعِبَادِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْ فِیْ اَفْرَاطِیْ

ترجمہ: اے اللہ! میرے لئے اپنے پیارے نبی کو شفارشی بنا دے۔ اے اللہ! میرے لئے فرشتوں کو اور اپنے محبوب بندوں کو شفارشی بنا دے۔ اے اللہ! میرے لئے کمسنی میں فوت ہونے والے میرے بچوں کو سفارشی بنا دے۔

ان حقائق وسندات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ جس کی تصدیق امام تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی ہے۔

خدا تعالیٰ کی جنت کا کونسا حصہ ایسا ہے جسے ہم روضۂ اقدس سے افضل واعلیٰ قرار دیں، جنت بھی یہ مقام نہیں رکھتی۔ لہذا روضۂ انور ہی تمام مقاماتِ مقدسات سے افضل اعلیٰ ہے۔ خواہ جنتِ بریں ہو یا کوئی اور مقام، بلکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقدِ مقدسہ کو عرشِ اعظم پر فضیلت دیں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ تمام مقاماتِ مقدسات حضور

Marfat.com
Marfat.com

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مشرف ہوئے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس مقدس کاوش کو مطالعہ کر لینے کے بعد ضرور میرے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ اگر میری قلم سے کوئی خوبی نظر آئے تو اس کو حضور سید المرسلین ﷺ کی نظر کرم جانیے اور خامی کو لغزش قلم سمجھئے۔

محمد نواز شاہد گجراتی

(ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر)

Marfat.com
Marfat.com

اَرمغانِ اِختتام

۲۰۰۰ء دس رمضان المبارک نمازِ تراویح کے بعد جب رات کو سونے لگا تو دل میں خیال آیا کہ اس سے قبل مرشدِ کامل حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ''تذکرہ شاہ ولایت'' تحریر کی ۔ پذیرائی ہوئی ۔ بعد میں انہی کے فرزندِ اکبر مجاہدِ ملت حضرت صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی، مذہبی اور روحانی حیات پر مشتمل ''تذکرہ مجاہدِ ملت'' ضبطِ تحریر ہوا۔ صاحبزادہ سید شہزاد مصطفیٰ شاہ صاحب کی خواہش کے مطابق ''تذکرہ شیخ الحدیثؒ'' key to Praradise، اور Islamic and western laws، پر مشتمل کتب میں معاونت کی ۔ ان ہی کاوشوں سے حوصلہ ہوا۔ اور ایک عظیم شاہکار تحریر کرنے کیلئے از سرِ نو کمربستہ ہوا۔ حلقۂ احباب سے مشورہ کیا ان نے بھی حوصلہ دیا۔ صبح اٹھتے ہی سیرت پر کتب کا ذخیرہ کرنا شروع کر دیا، رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اس عظیم کام کا آغاز کر دیا۔ ان کتب سیرت کے مطالعہ میں گزرتا اور رات کو بعد از نمازِ عشاء اسی ذخیرہ الفاظ کو ضبطِ اوراق کرتا چلا گیا۔ رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ یوں سلسلہ تحریر جاری رہا۔ بے شمار کتب سیرت کا مطالعہ کیا اور ان سے مقدور بر استفادہ کیا۔ مگر جو حقائق مدارج النبوت سے دستیاب ہوئے وہ منفرد اور لاثانی ہیں۔

بندہ ناچیز نہ تو عالم ہے اور نہ ہی اہلِ علم میں شمار ہوتا ہے۔ مگر رب العزت جس سے جو کام لینا چاہتا ہے۔ اس کیلئے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ تاکہ خطا کار بندے کیلئے آسانی پیدا ہو سکے۔ یہی عطا رب تعالیٰ نے احقر العباد کیلئے بھی فرما دی۔ والدِ گرامی قدر حضرت میاں رحمت علیؒ نہایت سادہ، نیک سیرت مردِ درویش تھے۔ اور جوانی میں ہی مرشدِ کریم حضرت پیر سید ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے۔ زیادہ وقت مرشدِ کامل کی خدمت میں گزارتے تھے۔ اور ان کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لہذا مرشدِ پاک کو بہت عزیز تھے۔ فیض مرشد کے حامل تھے۔

جب اس بندہ ناچیز نے ہوش سنبھالا تو والدِ ماجد کو تہجد، اشراق اور اوابین کے ساتھ باقاعدگی سے نماز پنجگانہ ادا کرتے دیکھا۔ درود شریف کثرت سے پڑھتے تھے۔ ۱۹۶۶ء میں جب گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج گجرات میں ایف ایس سی میں داخل ہوا۔ تو جامعہ شاہ ولایتؒ محلہ علی پورہ گجرات کے حجرے میں قیام ہوا۔ یوں مکمل دینی ماحول میسر تھا۔ اس سے ذہن اور بھی مطمئن ہوا۔ ہر روز بعد از کالج پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

Marfat.com
Marfat.com

نصیب ہوتی۔ اور ساتھ مرشدِ کامل حضرت قبلہ شیخ الحدیثؒ، پیر سید حاجی احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت فیض یاب سے بھی مستفیض ہوتا رہا۔ یہ ایسے اسباب ہیں جو خداوندِ قدوس نے میرے لئے پیدا فرمائے۔ تا کہ کسی عظیم کارکو انجام دے سکوں۔ دوران زیارت اکثر مرشد کامل حضرت شیخ الحدیثؒ سے گزارش کرتا کہ کچھ لکھایا کریں تا کہ دینی معلومات اور محسوسات کا مجموعہ اکٹھا کیا جاسکے۔ لیکن آپؒ خاموش رہتے۔ آج یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید اپنے ملفوظات لکھوانے کی بجائے اپنے مریدِ خاص سے اسی کاوش کا مطالبہ کرتے ہونگے۔ جو آج پانچ سال کی سخت محنت اور تحقیق کے بعد قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ جس میں میرے والدین کریمین خصوصاً والدہ محترمہ جو نومبر ۲۰۰۷ء میں وصال فرماگئیں کی دعاؤں اور شفقتوں کا شمار کرنا کم از کم میرے لئے محال ہے۔

معاونین کرام! یہی تمام حالات وواقعات ہیں جن کی وجہ سے طبیعت اس مشکل اور کٹھن کام کیلئے تیار ہوئی۔ مگر خداوند قدوس کے فضل و کرم اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ خاص نے راہنمائی فرمائی۔ اور آج دسمبر ۲۰۱۰ء میں کامران وکامیاب ہورہا ہوں۔ اور اپنے زادِراہ اور توشۂ آخرت کی تکمیل کررہا ہوں۔ کسی نہ کسی طریقہ سے جن دوستوں نے معاونت کی ان کا نام لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جس تعلیمی ادارہ میں بحیثیت سربراہ کام کررہا تھا۔ اس کے تمام سٹاف خصوصاً ایم بی عامر، سید شبیر حسین شاہ، سید جمیل حسین شاہ، حضرت مولانا محمد انور نعیمی، محمد اشرف، محمد یونس، مختار احمد، سید یاسر عرفات، مرزا محمد خالد حنیف، فیاض حسین اور عاطف شفیق قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے میرے لئے ایسا ماحول پیدا کردیا۔ کہ یکسوئی سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ اور کبھی کبھی ان حضرات کے ساتھ تعلیمی بحث ومباحثہ بھی ہوتا رہتا تھا۔

2008ء اگست کا مہینہ تھا۔ کہ ٹھیکیدار محمد عاصم رحمانی جو کہ نئی بلڈنگ تعمیر کررہا تھا۔ اور ہر وقت ادارہ میں موجود رہتا تھا۔ اس وقت میں اسمائے مبارکہ کی تشریح لکھ رہا تھا۔ کہ کسی ضروری کام کیلئے اپنے مسودہ تحریر کو دفتر میں رکھ کر باہر چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب واپس آیا تو محمد عاصم کی آنکھوں میں آنسو بہہ رہے تھے۔ دریافت کیا تو کہنے لگے جو کچھ تم نے ضبطِ تحریر کیا ہے اس کو پڑھ کر میرا ایمان تازہ ہوگیا ہے۔ اس سے مجھے اور بھی حوصلہ ہوا۔

حاجی امانت علی صاحب میرے بزرگ دوستوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے کتب سیرت خریدنے اور تحفہ دینے میں میری مدد کی۔ رفاقت حسین گوندل ان نوجوان سکالرز میں سے ہیں جن کے پاس وسیع ذخیرہ کتب موجود ہے۔ انہوں ہی نے سب سے پہلے حکیم صلاح الدین کے حوالے سے کتب سیرت مہیا کیں۔ ان کے علاوہ حاجی محمد یونس نقشبندی، محمد ریاض چوہان (مرحوم)، اور مرزا محمد صادق نے بھی مقدور بر معلومات فراہم کیں۔

گجرات کی عظیم اور قدیم درسگاہ گورنمنٹ زمیندار ہائی سکول جہاں میں بطور معلم تقریباً 18 سال اپنے فرائض

Marfat.com
Marfat.com

معلّمی ادا کرتا رہا کے سٹاف نے بھی خصوصاً ظفر اقبال بٹ، محمد مشتاق، رانا محمد اقبال اور محمد نواز بھٹی نے حوصلہ افزائی کی۔ خداتعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ان کے علاوہ ایک مردِ درویش، دیندار اور عاشق رسول جناب حاجی محمد مشتاق صاحب (ٹھٹھہ فقیر اللہ والے) گولڈن انڈسٹریز وزیر آباد نے خصوصی راہنمائی فرمائی۔

مسودات کو نظر ثانی کرنیوالے

جب تمام معلومات، واقعات و حالات ضبطِ تحریر ہو چکی تو اصلاح کا مرحلہ آیا۔ ہر طرف نگاہ دوڑائی۔ مگر علامہ محمد حنیف جلالپوری اور حضرت علامہ صبغۃ اللہ (فرخ سیر ہاشمی) پر نظر انتخاب ٹھہر گئی۔ مصروفیات کے باوجود انہوں نے اس ذمہ داری کو احسن طریقہ سے نبھایا۔ اور آیات قرآنی، احادیث اور واقعات کی تحقیق اور درستگی اپنی باریک بین نگاہوں سے جانفشانی سے کی اور ساتھ ہی ساتھ حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے۔ بلکہ محمد حنیف جلالپوری نے ہی اس شاہکار کا نام تجویز کیا۔ خداتعالیٰ ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

پروف ریڈنگ کیلئے صاحبزادہ نور محمد جاوید صاحب سجادہ نشین باباجی فیروز خانصاحب، رحمۃ اللہ علیہ اور ایم۔ بی عامر کا انتخاب ہوا۔ انہوں نے بھی بڑی محنت اور لگن سے ایک ایک لفظ کا مطالعہ کیا۔ خداتعالیٰ درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین

2010ء عید الفطر کے بعد ایک روز محترم جناب پروفیسر بشیر احمد مرزا، وائس پرنسپل، گورنمنٹ کالج، یونیورسٹی آف گجرات جی ٹی روڈ کیمپس گجرات تشریف لے آئے اور تحریر پیش کرنے کو کہا۔ تمام مسوداتِ تحریر کا سرسری طور پر جائزہ لیا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور تجویز کیا کہ اس کاوشِ بے نظیر میں تمام غزوات اور اہم واقعات کے نقشہ جات بھی دیئے جائیں۔ جو انہوں نے خود مہیا بھی کر دیئے۔ جن کا بہت ممنون احسان ہوں۔

ان تمام علمی شخصیات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے اپنی بے لوث ہدایات سے نوازا اور میری اس کاوش کو مزید چمکانے میں معاونت کے ساتھ ساتھ راہنمائی بھی کی۔ ان میں خصوصی شمار میرے اپنے ہی بیٹے ایم۔ بی عامر کا ہے۔ جس نے گھر میں بھی میرے لئے ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ میں نہایت توجہ اور لگن کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہا۔ وہ بذاتِ خود ایم اے اردو ہے اور میری ہی جگہ اسی عہدہ پر اسی تعلیمی ادارہ میں فرائض منصبی انجام دے رہا ہے۔ دُعا ہے اللہ رب العزت اس کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔ اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز

Marfat.com
Marfat.com

فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ان کے علاوہ کچھ عقیدت مندِ رسول عربی ﷺ ایسے بھی تھے جو صرف حوصلہ افزائی کیلئے تشریف لاتے رہے۔ ان کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ چوہدری شوکت رؤف (ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ اسلامیہ H/S گجرات)، جمال حسین (ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ کرسچن H/S گجرات)، راجہ محمد اعظم شاکر (ریٹائرڈ اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر)، چوہدری محمد رفیق سیال، امتیاز احمد۔ گورنمنٹ زمیندار H/S گجرات کے چند دوست جن میں مفتی محمد اصغر، جاوید اقبال، بشارت اظہر، سید ذوالفقار شاہ۔ حاجی محمد یوسف غفاری، حاجی محمد منیر غفاری، شبیر حسین غفاری اور جناب محمد اکبر سیان (ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اٹارنی)۔ محترم جناب ملک غلام قادر صاحب (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مسلم H/S گجرات)، حاجی عنایت اللہ بھٹی (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) چوہدری محمد ریاض (ریٹائرڈ اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر)، حضرت علامہ حافظ محمد حسین (خطیب اعظم حاصلانوالہ ضلع گجرات)، علامہ حاجی محمد عنات قادری (خطیب موتی مسجد گجرات)، محمد افضال غفاری، چوہدری محمد اعظم (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) کا بھی بے حد ممنون ہوں۔

مؤلف

محمد نواز شاہد گجراتی

Marfat.com
Marfat.com

اقتباسات

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا سب سے بڑا ماخذ قرآن مقدس ہے۔ جس کا ہر لفظ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک، اخلاق ومحاسن، عادات واطوار کی عکاسی کر رہا ہے۔

اس کے بعد حدیث مبارکہ کی کتب نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ سلم کی سیرتِ مطاہرہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے باعث سعادت ہے۔

ان کے علاوہ جن کتب سیرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے اقتباسات اخذ کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

تفسیر نعیمی	حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مدارج النبوۃ	حضرت شیخ شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی
سیرت محمدیہؐ	حضرت امام احمد بن حنبلؒ
زاد المعاد	علامہ حافظ ابن قیمؒ
انسان کاملؐ	ڈاکٹر خالد علویؒ
سیرت مصطفیٰ جان رحمت	شیخ الاسلام امام احمد رضا خان بریلویؒ
ہمہ قرآن۔ درشان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر خالد پرویز
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ
خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ
اسمائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری
سرورِ کونین اغیار کی نظر میں	حاجی سید بشیر احمد روپڑی
سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ضیاء النبی صلی اللہ علیہ سلم	جسٹس پیر کرم شاہ صاحبؒ
شانِ مصطفیٰ درزبانِ مصطفیٰ	حافظ قاری مولانا غلام حسن دار العلوم حزب الاحناف لاہور
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	آر۔ وی۔ سی باڈلے
آئینہ تاریخ حضرت آدمؑ سے محسن اعظم	مختار احمد
سیرت رسول قرآن کے آئینہ میں	ڈاکٹر عبدالغفور راشد
رحمۃ للعالمین ﷺ قائد اعظم کی نظر میں	محمد حنیف شاہد
سنہری جالیوں کے روبرو	اعجاز اشرف انجم نظامی
اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	دکتور شوقی خلیل

Marfat.com
Marfat.com

سیرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ نور بخش توکلیؒ
جلوۂ جاناں صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ جامعہ فریدیہ ساہیوال
الانتخاب من کتاب اللؤلؤ والمرجان	فواد عبدالباقی
سیرتِ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم	الحاج راؤ شمشیر علی خاں (برطانیہ)
حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	مارٹن لنگس (ابوبکر سراج الدین)
شہیدانِ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم	محمد متین خالد
مخزن اخلاق	علامہ مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانی
رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
شواہد النبوہ	حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ
امہات المومنینؓ	پروفیسر خالد بشیر
حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم	محمد حسین ہیکل
جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ
محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم	چوہدری افضل حق
ذکرِ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	الحاج مولوی کریم بخشؒ
میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم	راجہ رشید احمد
مقصدِ بعثت انبیاء علیہم السلام	ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری
غزوات وسرایا	اختر حسین شیخ
زیارت واحکام مدینہ منورہ	مفتی اعظم سعودی عرب امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
سیرتِ ابن اسحٰق	امام محمد بن اسحٰق
Muhammad (S.A.W)	مارٹن لنگز
پیغمبرِ اسلام	جارج ویرژل

تمت بالخیر

محمد نواز شاہد نقشبندی (گجراتی)

خادمِ خاص حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

ملنے کا پتہ

الرحمت انٹرنیشنل پبلک ہائی سکول

گلی نمبر 1، محلّہ رحمان پورہ گجرات

فون: 0307-6259839
0300-6233120
رہائش: 053-3515966

Marfat.com
Marfat.com